یدِ بیضا

جلد ۱ | ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء | نمبر ۱

ایڈیٹر۔ حکیم محمد سعید خنجر سکندرآبادی — مقام اشاعت۔ سکندرآباد ضلع بلندشہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہرپرشاد بلندشہر میں چھپا

قواعد و ضوابط رسالہ ہذا

۱- ید بیضا ایک ماہوار رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخون مین شائع ہوتا ہے۔

۲- اسکا مقصد ملک اور قوم مین زبان اردو کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنا ہے۔

۳- اسمین علمی۔ ادبی۔ تنقیدی۔ سوشیل۔ فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین شائع ہونگے۔ ظریفانہ مضامین بشرطیکہ فحش یا بیہودہ نہون منتخب کئے جاسکتے ہین۔ کوئی اورجنل ناول یا کسی نتیجہ خیز ناول کا ترجمہ بشرط گنجائش طبع ہوسکیگا۔ اور غزلیات نظمین ہر قسم کی بشرط پسند شائع ہوسکینگی۔

۴- تمام مضامین مین سلاست اور صحت زبان کا لحاظ رکھا جائیگا۔

۵- اگر کسی اعلیٰ پایہ کے مصنف یا شاعر کا غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہوگا تو نہایت خوشی کے ساتھ شائع کیا جائیگا۔

۶- مضامین نثر یا نظم صرف اسیوقت شائع ہوسکین گے جبکہ وہ کمیٹی انتخاب کنندہ کے نزدیک قابل اشاعت قرار دیے جائین۔

۷- اگر کوئی صاحب تحریری اجازت عطا فرمائینگے تو انکے مضمون یا اشعار مین قبل از اشاعت ضروری ترمیم کردیجائیگی ورنہ بصورت ناپسندیگی مضامین یا اشعار داخل دفتر ہونگے جنکی واپسی اسوقت تک نہوگی جبتک کوئی خاص درخواست نہ کیجائے اور نصف آنہ کا ٹکٹ ہمراہ درخواست مذکور کے نہ بھیجا جائے۔

۸- جملہ صاحبان سے جو مضمون یا غزل عنایت فرمائین خاص طور پر درخواست کیجاتی ہے کہ تحریر صاف اور خوشخط اور اُس کے ہمراہ انکا نام اور پتہ صاف طور پر درج ہو ورنہ بصورت عدم اشاعت معاف۔

۹- کسی لغو اور بیہودہ مضمون کی جسمین کسی فرد یا گروہ پر حملہ اور طعن و تشنیع کیجا ہو اشاعت کی

ید بیضا

ہم اور ہماری ضرورت

قدرت کے زبردست قوانین جسطور پر محسوسات مین جاری ہین اُسی طرح غیر محسوسات مین بھی جلوہ گر ہین یہہ نہ سمجھئے کہ صرف متشکل مادون ہی کی عمرین ہوتی ہین بلکہ خیالات کی صورتین بھی اپنی عمرین رکھتی ہین - زندگی اور اُسکا قیام عجیب مزے کا معاملہ ہے کمبخت آدم کے لئے کسقدر بکھیڑے ہین ایک جسمانی ساخت مین کسقدر امراض مُزمن ہین جو ہر وقت درخت زندگانی کو جڑ سے اُکھاڑنے پر آمادہ رہتے ہین اور صرف اُسیوقت تک دبے دبائے پڑے رہتے ہین جبتک وہ اجزا جو نشو و نما کے لئے ضروری اور مناسب ہین برابر داخل ہوکر جسمانی ساخت کے قیام مین مدد دیتے رہین جہان اُسمین خلل پڑا یا غیر مانوس اور مضر مادّہ یا دوسرے الفاظ مین یون سمجھئے کہ وہ مادّہ جو فطرتاً ترقی اور نشو و نما کے خلاف اثر پیدا کرنے والا ہو غالب آگیا بس فیصلہ ہے - تمام جاندار مخلوق اسی اصول کی تابع ہے اور مفید اجزا کے حصول اور غیر مفید اجزا کے مدافعت مین دن رات مصروف ہے- اس خیال کو اور وسعت دیجیئے تو یہہ ثابت ہوسکتا ہے کہ صرف قیام زندگی ہی مین نہین بلکہ اُن معاملات مین بھی جو زندگی کے ساتھہ لابدین یہی طریق عمل جاری ہے- تمدن کا وسیع میدان بھی اس معرکے کی دلچسپیون سے خالی نہین اور انسانی معاشرت کی فضا مین بھی یہی قوت کام کرتی نظر آتی ہے. مگر اللہ رے انتظام اور اُسکی خوبی یہہ تو کشمکش ہے اور یہہ مجادلہ کہ ایک فرد اپنی ہستی اور بہبودی کے مقابلہ مین دوسرے فرد کی ہلاکت اور تباہی کی پروا نہین کرتا تاہم اِن قوتون کے مجموعی افعال کا نتیجہ عام عروج اور ترقی ہے نہ تنزل اور پستی جسطور پر وہ زبردست ہاتھ جسنے اِن قوتون اور خواہشون کو پیدا کیا اُن سے کام لے رہا ہے وہ ایک عجیب طریقہ ہے جسکو معمولی دیکھنے والے خواہ عجائبات قدرت قرار دین یا نیچر کا معمولی انتظام سمجھین مگر ہمتو اسکے سوا کچھ نہین کہہ سکتے کہ یہہ انتظام اُس منتظم حقیقی کے خاص

ہاتھون کا انتظام ہے جسکو وہ خود چلا رہا ہے اور جو ایک لمحہ بھی انکی خاص امداد کے بغیر چل نہین سکتا۔ یہہ وہ خیال ہے جو نکتہ رس لوگ اعلیٰ درجہ کی تحقیقات کا نتیجہ سمجھتے ہین اور جسکو ڈارون کا مسئلہ ارتقا یا نیوٹن کا مسئلہ کشش اجرام ایک منٹ کے لئے دور نہین کرسکتا ہے اسلئے کہ بیجان اور بے بس مادہ اگر اپنی قوتون کے ذریعہ سے ترقی کرسکتا ہے تو تنزل کی بھی صلاحیت رکھتا ہے پھر آخر وہ کونسا وسیلہ ہے جس سے وہ تنزل کی پستی سے نکلکر ترقی کے فضا مین بلند پرواز ہے۔ باریک بینون نے اس پوشیدہ قوت کا جلوہ دیکھ لیا ہے اور زبان حال سے کہتے ہین ؎

ہم انکی چال سے پہچان لینگے آنکو برقعہ مین	ہزار اپنے کو وہ ہمسے چھپائین سر سے پانوٴن تک

یہی انتظام تخیلات کے عالم مین بھی جلوہ گر ہے یعنی وہ خیالات جو عام ترقی کے دوش بدوش نہین ہوتے یا یون سمجھئے کہ جو قدرتی اصول کے خلاف چلنے اور چلانے کی کوشش کرتے ہین ہرگز زندگی کی امید نہین کرسکتے۔ وہ اگر زیادہ مفید اور ضروری خیالات کی تردید کی کوشش کرینگے تو گویا وہ اپنی موت خود بلاتے ہین۔ یہہ وہ قانون محافظت ہے جسپر انتظام عالم کا دارومدار ہے اگر یہہ قانون محافظت جاری نہوتا تو دنیا مین کثیر التعداد اغراض جو باہم مختلف ہین ایک دوسرے پر اثر ڈالکر ایک طوفان بے تمیزی پیدا کردیتے لیکن ان اغراض کے باہم ارتباط کے لئے ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ وہی اختلافات کی کشاکش جو بظاہر دنیا کی بربادی کا آلہ معلوم ہوتی ہے مجموعی انتظام اور ترقی کا ذریعہ بنجاتی ہے۔ اس بحث سے ہم اپنے اس رسالہ کے بارہ مین دو نتایج استنباط کرسکتے ہین۔ اول یہہ کہ اگر اسمین زندگی کا قایم رکھنے والا مادہ بقدر ضرورت موجود ہوگا تو یہہ ضرور زندہ رہیگا اور پھلے پھولیگا یعنی اگر یہہ رسالہ اپنے مضامین کے ذریعہ سے ملک اور قوم کی ترقی کے لئے مفید ثابت ہوسکیگا تو یقیناً روز افزون ترقی حاصل کریگا۔ دوم یہہ کہ اگر معزز معاصرین کے مقابلہ مین یہہ رسالہ بے ضرورت اور غیر مفید ثابت ہوگا تو انکی ترقی اور عروج مین حارج ہونیکے بجاے خود انکے مقابلہ مین نیست و نابود ہوجائیگا بس اسقدر سفارش اسکے لئے کافی ہے۔ ناظرین واثق رہین یہہ صرف تمہید نہین ہے بلکہ درحقیقت یہہ ہمارا دلی خیال ہے اور ہم اپنے علم اور امکان کے مطابق اس رسالہ کے ضروری اور مفید ہونیکے لئے کوئی کوشش اٹھا نرکھینگے۔

ہم اپنے علم و یقین سے کہہ سکتے ہین کہ اگر یہہ رسالہ صحیح و فصیح اردو زبان مین معلومات کا ذخیرہ مجتمع کرنیکی غرض سے جاری کیا گیا ہے تو بلا شک اسکی ضرورت مسلّم ہے۔ اس سے یہہ مطلب نہین کہ ہندوستان مین اس قسم کا یہی ایک رسالہ ہے۔ نہین خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ قوم کو اس ضرورت کا احساس پہلے ہی ہو چکا ہے اور اسکے پورا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن ضرورت تاہم باقی ہے۔ ہندوستان جیسے بڑے ملک مین اگر اس قسم کے دس جدید رسالے اسوقت جاری ہو جائین تب بھی شاید ضرورت پوری نہوگی۔ مگر شرط یہہ ہے کہ ہون وہ سب مفید مضامین سے بہرہ ور۔ یہہ بڑی ضروری شرط ہے اگر یہہ فوت ہو گئی تو گویا اصل مقصود ہی فوت ہو گیا۔ شاید بعض نئی روشنی والے اس رسالہ کے اجرا کو بنظر مخالفت دیکھینگے اور کیون نہ دیکھین اسلیے کہ انکے خیال کے مطابق اردو زبان مین لکھنا پڑھنا دو حال سے خالی نہین یا حماقت یا قلت لیاقت بہر حال انکو اپنے خیالات پر اختیار حاصل ہے جو چاہین سمجھین کوئی کسیکے دل مین تو دل ڈال نہین سکتا لیکن اپنا ہمیشہ سے یہہ خیال ہے کہ زبان مادری کی ترقی کے بغیر مذاق سلیم عوام الناس مین پیدا نہین ہو سکتا اور جبتک یہہ نہوگا ترقی کی امید محض بے بنیاد ہے۔ اگر صرف چند افراد کی ترقی پر قوم کی ترقی منحصر ہوتی تو آجتک ہم کب کے ترقی کر چکتے۔ کچھ نہین تو یورپ کے بے موقع تتبع سے فرعون بے سامان ہونیکا دعویٰ تو کرنے ہی لگتے۔ اسمین کچھ کلام نہین کہ معدودے چند کے تہذیب خیالات سے محدود ہی اثر ہو سکتا ہے اور ترقی اقوام کا اس محدود ترقی پر منحصر ہونا تاریخ کی شہادت کے خلاف ہے۔ اسکے ظاہر کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ خیالات کی اشاعت جسقدر وسیع پیمانے پر اپنی مادری زبان مین ہو سکتی ہے وہ غیر زبان مین ناممکن ہے اس سے اس مسئلہ پر کچھ اثر نہین پڑتا کہ آج سے دو سو برس بعد انگریزی ہماری مادری زبان ہو جائے کیونکہ مادری زبان ایک تنکیر ہے جسکا اطلاق ہر ایسی زبان پر ہو سکتا ہے جو مادری زبان کسی قوم کی سمجھی جائے۔ اس رسالہ کا مقصود صرف یہہ ہے کہ ترقی قومی کی بنیاد مضبوط کیجائے لیکن اگر کوئی کہے کہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑیگا یہہ صحیح ہے اسے ہم بھی مانتے ہین مگر ؏ قطرہ قطرہ بہم شود بسیار ✤ دانہ دانہ ہست غلہ در انبار ✤ اگر یہی چھوٹی چھوٹی کوششین جاری رہین تو بالآخر نتیجہ قابل قدر پیدا ہو سکتا ہے۔ خاکسار اڈیٹر

رنج و راحت

دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند
آنرا کہ عقل بیش غم روزگار بیش

عقل وہ گران بہا نعمت ہے جو بارئتعالیٰ نے نوع انسان کو عطا فرماکر اُسکا پایہ اعزاز تمام مخلوقات سے بلند کردیا ہے۔ رنج و راحت کا احساس اسی جوہر کے وجود کی بدولت انسان کے حصہ مین آیا ہے اور اسنے انسانی زندگی کو عجیب پُر لطف ڈراما بنادیا ہے ہم تھوڑی دیر اس دلکش ڈراما کے پردون پر نظر ڈالتے ہین۔

رنج و راحت یہہ دونون الفاظ باہم معنوی تضاد رکھتے ہین مگر یہہ تضاد اس قسم کا ہے کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ذہن مین نہین آسکتا یعنی یہہ ایسے خیالات پر حاوی ہین جو ایک دوسرے سے متناسب ہین۔

قلب انسانی خواہشات کا مرکز ہے۔ اِن خواہشات کے بموجب واقعات کا وقوع جو کیفیت قلبی پیدا کرتا ہے اُسکا نام راحت ہے اور بخلاف اسکے ایسے واقعات کا وقوع جو خواہشات کے خلاف ہون وہ کیفیت پیدا کرتا ہے جسکا نام رنج ہے۔ مگر یہہ دونون کیفیتین بنفس خود کوئی وجود نہین رکھتین بلکہ ایک کو دوسرے کے مقابلے مین رکھنے سے وجود پذیر ہوتی ہین۔

انسانی خواہشین دو قسم کی ہوتی ہین۔ ناگزیر اور غیر ناگزیر۔ ناگزیر خواہشین وہ ہین جو فطرتاً انسانی ساخت اور وجود سے وابستہ ہین جن سے انسان کو چارہ نہین اور جنکے عدم حصول کا نتیجہ ہلاکت اور فناے جسم انسانی ہے۔ غیر ناگزیر وہ ہین جو انسان نے خود پیدا کرلی ہین جنکے عدم حصول سے ہلاکت اور فناے جسم انسانی واقع نہین ہوسکتی۔ مثلاً انسان ہوا اور غذا کا فطرتاً محتاج ہے یعنی اُسکی جسمانی ساخت مین یہہ کمزوری رکھی گئی ہے کہ جبتک وہ اِن چیزون کو حاصل نکرے اُسکی جسمانی ساخت قایم نہین رہ سکتی۔ اِن اشیاء کے حصول کی خواہش ناگزیر ہے اور اُسکے عدم حصول کا نتیجہ

ہلاکت اور فنا ہے لہذا حقیقی راحت ان اشیاء کا حصول اور حقیقی رنج انکا عدم حصول ٹھیرا
اب دیکھئے اگر یہہ ضرورت نہوتی تو خواہش نہوتی اور جب خواہش نہین تو حصول خواہش کا احساس
کیسا اور جب حصول خواہش کا احساس نہین تو راحت کا وجود ناممکن لہذا احساس راحت کے
لئے احساس خواہش اور احساس خواہش کے ساتھ ضرورت حصول لازم ہوئی - کوشش حصول
موجب رنج اور نتیجہ حصول موجب راحت قرار پایا - لہذا راحت کے حصول کیلئے رنج ضروری ٹھیرا
یون ہی دوسرے پہلو سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ شئے ضروری کے حصول کا نتیجہ راحت ہے یعنی
وہ خاص کیفیت جو حصول سے پیدا ہوتی ہے اُسی سے اس حالت کا فرق ممیز ہوتا ہے جو دوران
حصول یا زمانہ عدم حصول مین محسوس ہوتی ہے لہذا راحت ہی موجب اور باعث رنج قرار
پاتی ہے - غرض یہہ دونون کیفیتین لازم و ملزوم ہین - کیونکہ کوئی چیز کتنی ہی ناگزیر طور پہ مطلوب
کیون نہو اگر بلا طلب اور زاید از ضرورت دستیاب ہوتی ہے تو کوئی احساس راحت کا اُسکے
حصول سے پیدا نہین ہوتا گویا احساس راحت کے لئے کوشش حصول کا ہونا لازم ہے اور
کوشش حصول صرف اُسی چیز کے لئے ہوتی ہے جو ضروری بھی ہو اور سر دست میسر بھی نہو اسلیے
معلوم ہوا کہ اشیاء ناگزیر کا حصول بنفس خود موجب راحت نہین ہے بلکہ حصول کی کوشش
موجب راحت ہے یا یون سمجھئے کہ جبتک خواہش کی حصول مین رکاوٹ نہو گو وہ خواہش ناگزیر
ہی کیون نہو اُسکا حصول باعث راحت نہین ہوسکتا - اسلئے ثابت ہے کہ رنج موجب راحت
ہے - مثلاً ہم ہوا کو پیش کرتے ہین - باریتعالی نے ایک زبردست سمندر ہوا کا ہمارے گرد پھیلا رکھا ہے
جسمین سے بقدر ضرورت ہم ہر تنفس مین استعمال مین لانیکے لئے آزاد ہین اور حسب لخواہ برابر اُس سے
مستفید ہوتے رہتے ہین - یہہ شئے ہماری زندگی کے قیام کے لئے ناگزیر ہے مگر چونکہ وہ عموماً بلا طلب
دستیاب ہوتی رہتی ہے لہذا اُسکے حصول سے کوئی احساس خوشی کا پیدا نہین ہوتا بلکہ ایک
معمولی بات ہو جاتی ہے - لیکن اگر ہم چند سکنڈ کے لئے ایک ایسے مقام مین بند کردیے جائین جہان
ہوا کا گذر نہو یا ہمارے آلات تنفس مین کوئی ایسا نقص پیدا ہوجائے کہ ہم ضروری مقدار ہوا سے

مستفید نہو سکین اُسوقت ایک کیفیت بےچینی کی ہمارے قلب پر محسوس ہوتی ہے اور جب اس کیفیت کے وقوع کے بعد ہم دوبارہ ہوا و مکان مین پہونچا دیے جائین یا ہمارے آلات تنفس ٹھیک طور سے کام کرنے لگین تو ہمکو ایک خاص قسم کا احساس مسرت کا ہوگا جو اُس کیفیت سے بالکل علیحدہ ہے جو معمولی طور پر حصول شے ناگزیر سے پیدا ہوتی ہے - اس کیفیت کا وجود گویا محض اُس بےچینی کی کیفیت کے مقابلہ مین محسوس ہوتا ہے جسکا تجربہ ہمین پہلے ہو چکا ہے لیکن معمولاً بالکل نہین ہوتا اسیطرح دیگر ضروریات کو قیاس کیجئے - یہہ عجیب انتظام باری تعالی نے کر دیا ہے کہ جو شے جسقدر زیادہ ضروری طور پر درکار ہے اُسیقدر اُسکا حصول آسان ہے یہہ اشارہ اُس جانب ہے کہ حقیقی راحت کا انتظام جناب باری تعالی نے خود ہی کر دیا ہے لیکن اگر وہ ان ناگزیر ضرورتون کی فراہمی کے علاوہ دیگر ضروریات یعنی غیر ناگزیر ضروریات کی فراہمی کا بھی ذمہ دار بنجاتا تو شاید راحت کا وجود دنیا سے معدوم ہو جاتا - انسان کو عجیب قسم کے مادے اور استعداد قدرت سے عطا ہوے ہین منجملہ اُنکے استعداد ترقی بھی اہمیات مین سے ہے اور ترقی کے لئے آزادی فعل اور خود مختاری ایک حد تک لازم ہے اس غرض کے پورا کرنیکے لیے خداے تعالی نے علاوہ ضروریات ناگزیر کے دیگر خواہشات اور اُنکے حصول کی کوشش کا مادہ عطا فرمایا ہے اور ان ضروریات کے بہم پہونچانیکے استعداد وافر سامان پیدا نہین کیے جسقدر اُن ضروریات کے لئے اہتمام کیا گیا ہے جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ اُنکے حصول مین جو کوششین کرنی پڑتی ہین اون سے وہ استعداد اور قوتین ترقی پذیر ہوتی ہین جو بصورت دیگر بالکل معطل رہکر بیکار ہو جاتین ضروریات غیر ناگزیر کے حصول مین استقدر کاوشین پیدا کیگئی ہین کہ بظاہر اُنکا حصول مقصود خداوندی کے خلاف معلوم ہوتا ہے - اور یہی وجہ ہے کہ عقلاے سلف نے غیر ناگزیر ضروریات یا مصنوعی خواہشات کے پورا کرنے سے باز رہنے کی کوشش اپنا اصول تعلیم قرار دیا تھا - اونکی تعلیم یہہ ہے کہ یہہ راحتین فی الحقیقت مصیبتین ہین - اس زرق برق و بق بق مین پھنسنے سے ہمیشہ محترز رہنا چاہیے - اس خیال کو یہان تک ترقی ہوئی کہ اب بھی یہہ تعلیم معتقدات مذاہب مین سے سمجھی جاتی ہے۔

یہ بات ہمارے مضمون کے بحث سے خارج ہے کہ ہم آپکو اس تعلیم پہ چلنے کی ہدایت کرین یا اسکے خلاف چلانے کی کوشش کرین بلکہ ہمارا مقصود صرف رنج و راحت کی حقیقت دریافت کرنا ہے - ہم ثابت کر چکے ہین کہ رنج و راحت بنفس خود کوئی وجود نہین رکھتے بلکہ ایک کا وجود دوسرے کے مقابلہ مین مستلزم ہے اسلئے ظاہر ہے کہ اگر راحت درکار ہو تو مشقت ناگزیر ہے - علایق کا نتیجہ تفکرات اور آلام ہین لیکن آلام سے کنارہ کشی فی الواقع مسرت کے ذرایع سے علیحدگی ہے - اگر ہم آلام زندگانی کو ہمت اور مردانگی سے برداشت کرینگے تو اُسکے لازمی نتیجہ سے جو راحت اور مسرت ہے بہرہ اندوز ہونگے - حقیقت یہ ہے کہ ناگزیر ضروریات صرف قیام زندگی کی ضروریات ہین اور اسی لئے باریتعالی نے اُنکا فراہم کرنا اپنے ذمہ لیا ہے لیکن انسان کو خدا نے ترقی اور عروج کے لئے مستعد بنایا ہے اور اگر وہ تمام ضروریات کی فراہمی کا ٹھیکہ لیتا تو اغراض ترقی فوت ہو جاتین - ضروریات ناگزیر کا حصول لازمۂ قیام زندگی ضرور ہے مگر انسان کی آفرینش کا مقصود صرف زندگی نہین بلکہ ترقی ہے جسکے حصول کی غرض سے وہ امانت انسانی دماغ مین رکھی گئی ہے جسکا بار اُٹھانے سے پہاڑون نے بھی اعراض کیا تھا اور جسکو عرف عام مین عقل کہتے ہین اگر محض قیام زندگی انسان کی آفرینش کا مقصود ہوتا تو انسان کے لئے بھی اُسیقدر مادۂ حیوانی کافی ہوتا جو دیگر حیوانات کو دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ قوت یا قابلیت کا دینا فعل عبث ہوتا جو اُس حکیم مطلق کی شان حکمت سے بعید ہے - اس سے ثابت ہوا کہ ناگزیر خواہشات کے علاوہ اور بھی جائز خواہشین ہین جنکا حصول موجب راحت ہو سکتا ہے اور چونکہ باریتعالی نے اُنکے حصول مین زیادہ کوشش کی ضرورت رکھی ہے لہذا زیادہ حصہ راحت کا اونکے حصول پہ منحصر ہے - اور علت غائی اُس راحت کی جسکے حصول پہ انسان اسقدر حریص ہے وہ ترقی ہے جسکے لئے انسان کو جوہر عقل عطا کیا گیا ہے - غرض یہ امر ایسا محتاج ثبوت نہین کہ انسان مین جو استعداد اور صلاحیت ترقی کی رکھی گئی ہے وہ متقاضی اس امر کی ہے کہ علاوہ ضروریات ناگزیر کے دیگر مقاصد کے حصول مین بھی کوشش کیجاے

لیکن علت غائی آفرینش کی نہ قیام زندگی تک محدود ہے نہ حصول راحت پر ختم ہوتی ہے بلکہ ترقی اور عروج مقصود اصلی ہے اور چونکہ ترقی اور عروج بھی بالآخر باعث راحت و آرام ہے لہذا یہہ تمام مدارج ایک دوسرے سے اسقدر متناسب ہین کہ ایک کا حصول سبکے حصول پر حاوی ہے - لیکن اس موقعہ پر یہہ نکتہ نظر انداز نہونا چاہیے کہ انسان ایک حد تک آزاد اور خود مختار پیدا کیا گیا ہے اسلیے اُسکی ترقی کی بھی راہ کھُلی ہوئی ہے اور تنزل کی بھی - حصول راحت ضروری اور مفید ہے لیکن انسان آزاد ہے کہ اُسکو موجب ترقی بنائے یا موجب تنزل یہہ وہ نکتہ ہے جسکو نظر انداز کرنے سے نیک اور بد مضر اور مفید نتایج ایک ہی منبع سے نکلتے ہوے معلوم ہوتے ہین مگر غور اور توجہ درکار ہے - کیا ہماری معاشرت و مباشرت - خورد و نوش غرضکہ خفیف سے خفیف اور ذلیل سے ذلیل افعال کے لیے کچھ قواعد مقرر نہین ہین - قواعد کیا ہین . طوق زنجیر بیڑیان اور ہتھکڑیان جنسے آدمی جکڑ دیا گیا ہے - آخر یہہ کیون - ہمکو ہاتھ پانون آنکھ کان ناک دل و دماغ استعمال کرکے واسطے دیے گئے ہین اور ایک خاص حد تک ہم اُنکو کام مین لاسکتے ہین مگر یہہ عجیب بات ہے کہ اُس حد تک بھی جو امکان مین ہے انکو کام مین لانا بسا اوقات روا نہین رکھا گیا - کوئی پوچھے کیون - یہہ حقیقت مین عجب مزے کی بات ہے - بظاہر کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ جب ہمکو ایک خاص حد تک قوت عطا ہوئی ہے تو ہم کیون اُس حد تک اُسکے استعمال کرنے مین مطلق العنان چھوڑے جائین اور اپنی حسب مرضی اُنہین استعمال نکرین - لیکن نہین ہم مختار ہین اور مجبور ہم آزاد ہین اور پابند آخر یہہ ہماری راحت مین خلل اندازی نہین تو اور کیا ہے کہ ہمارا جی تو چاہتا ہے کہ ہم ایک شخص کی اندوختہ دولت اپنے قبضے مین کرلین اور موقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ بلا روک ٹوک ہم ایسا کرنے پر قادر ہین لیکن چند امور مانع ہوتے ہین اور خود ہمارا دل ہمسے کہتا ہے کہ یہہ ٹھیک نہین - عجیب بات ہے کہ وہی فطرت ہماری خواہشون کے حصول پر ہمکو مسرت بخشتی ہے اور وہی اُسکے حدود مقرر کرتی ہے - اگرچہ دو صورتین حصول راحت کے باہم مقدار راحت رسانی مین برابر بھی ہون تاہم ایک موقعہ پر اجازت ہوتی ہے اور دوسرے موقعہ پر ممانعت - اسمین کیا رمز ہے -

اصل تو یہ ہے کہ خدا کی باتین خدا ہی جانے مگر اتنا ہم ضرور کہتے ہین کہ اگر آپ فطرت کی ممانعت کی پروا نکرینگے تو نتیجہ برا ہوگا اور وہی راحت جسکے حصول کی کوشش کیگئی ہے باعث رنج اور وہی مسرت باعث کلفت ہوگی۔ قانون یون جاری ہے کہ بعض خواہشون کو بالکل روک دینا چاہیئے اور بعض کے حصول کے لئے موجودہ راحت کو قربان کردینا چاہئے۔ یہہ بھی وہ تکلیف ہے جو بحیثیت ذیعقل ہونیکے ہمپر عاید ہوتی ہے اور جسقدر تہذیب ترقی کرتی ہے اُسیقدر انسان موجودہ راحت کو آیندہ راحت پر قربان کرنا زیادہ سیکھتا جاتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ وہ راحت جو انجام کار حاصل ہوتی ہے زیادہ پایدار زیادہ خوشگوار اور زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے یہی اصول تمام مذاہب اور ملل کا مدار علیہ ہے اور اسی پر حکماے سلف وعقلاے خلف کے مخترعات اخلاقی مبنی ہین۔ انجام بینی گو کسی حد تک دیگر حیوانات مین بھی پائی جاتی ہے مثلاً پرندون کا گھونسلہ بنانا یا شہد کی مکھیون اور چیونٹیون کا ذخیرہ جمع کرنا مگر فرق صرف آزادی اور پابندی کا ہے دیگر حیوانات کی استعداد محدود ہے جسمین نہ ترقی ہے نہ تنزل اور انسانی استعداد غیر محدود ہے جسمین ترقی وتنزل دونون کی گنجایش ہے اور اسی لئے آخر الذکر کے لئے اوامر ونواہی ہین اور اول الذکر کے لئے کچھ بھی نہین۔ وہان جبر ہے تو یہان اختیار وہان سکون ہے تو یہان حرکت۔ وہان قیام ہے تو یہان ترقی۔ غرض انسان مین خلیفتہ اللہ فی الارض بننے کی صلاحیت ہے اور غیر انسان مین نہین۔ یہہ امر کہ کس حد تک حصول راحت مستحسن ہے اور کس حد سے عدم استحسان شروع ہوتا ہے انسانی عقل پر چھوڑا گیا ہے اور چونکہ ایک ترقی کرنے والی مخلوق اُسوقت تک ترقی نہین کرسکتی جبتک اُسکو اس میدان مین آزاد چھوڑنے کا موقعہ نہ دیا جاوے اسلئے قدرت کا زبردست ہاتھ اُسکو اس حد تک بے بس نہین کرتا جتنا دیگر حیوانات کو۔ اس مسئلہ پر غور کرتے ہوے جب ہم یہہ سوچتے ہین کہ حصول راحت مین آزاد ہونیکی وجہ سے انسان ترقی کرتا ہے تو ہمکو یہہ بھی مان لینا پڑتا ہے کہ یہی ذریعہ اُسکے تنزل کا بھی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن جہان تک ترقی کی طرف مخلوق بڑھے وہان تک تو اجازت ہے

اور اُسکے خلاف ممانعت - اب سوچنا چاہیئے کہ منجملہ لاکھون کروڑون افراد کے جنپر یہہ احکام نافذ ہین کتنے حکم کی تعمیل کرتے ہین اور کتنے نافرمان ہین بظاہر نافرمانی کرتے ہوے بہت زیادہ نظر آتے ہین تاہم انتظام عالم مین کوئی درہمی برہمی پیدا نہین ہوتی بلکہ باوجود اسقدر کثیر التعداد افراد کے مختلف الصفات ہونیکے نتیجہ عام ترقی ہے نہ کہ عام تنزل اس سے کیا بات مستنبط ہوتی ہے - سوچنے اور خیال کرنیکی بات ہے کہ آخر وہ کونسی زبردست قوت ہے جو ہمکو باوجود ہماری خلاف کوششون کے راہ رست کی طرف لیے جا رہی ہے یہہ اُسی زبردست قوت کا کام ہے جسنے عالم کی بنیاد ڈالی ہے - غرضکہ آزادی مین پابندی اور پابندی مین آزادی طلسم جہان کا ایک حیرت انگیز تماشا ہے حقیقی راحت کے اسباب زمانے کی ترقی کے ساتھ زیادہ واضح طور پر دریافت ہوتے جاتے ہین اور زیادہ کوشش اُنکے حصول مین کیجا رہی ہے اب یہہ کوئی پوشیدہ مسئلہ نہین ہے کہ صرف وہی راحت جو موجب سعادت اور ترقی ہے قابل حصول ہے - یہی راحت حاصل ہونے پر حقیقی مسرت پیدا کرتی ہے اسلیے کہ وہ بے انتہا کوششون اور بیحد مشقتون کے بعد حاصل ہوتی ہے اور وہ خواہش جسکا حصول موجب تنزل اور شقاوت ہے بآسانی حاصل ہو جاتی ہے مگر عین حصول مین بے لطفی پیدا کر دیتی ہے اور وہ مسرت جو اُسکے حصول سے پیدا ہوتی ہے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ مفارقت کر جاتی ہے جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ بار بار ان ناخوش آیند تجربات کے حاصل ہونیسے اُس خواہش کے حصول مین کوئی حقیقی مسرت باقی نہین رہتی گو انسان عادتاً اُسپر اصرار کرتا ہے لیکن حقیقت مین اصلی لطف کی حس قطعاً باطل ہو جاتی ہے اور انسان تمام مذاق عالیہ اور لطایف علویہ سے بے بہرہ ہو کر اُسی پھیکے اور بے لطف عیش کو اصل مسرت تصور کرتا ہے جسمین وہ پڑا ہوا ہے یہہ ایک اخلاقی بیماری ہے جس سے انسانی دماغ اُن لطیف لذات سے بے بہرہ ہو جاتا ہے جو اعلیٰ درجہ کی دماغی اور اخلاقی ترقی سے وابستہ ہین اُسکا تجربہ اُسکو بتاتا ہے کہ موجودہ تعیش سے بہتر دوسری حالت دنیا مین نہین ہے اور اُسکا خیال اُسکے اندازے کے مطابق صحیح بھی ہے اسلیے کہ اُسکی قوت مدرکہ اس سے بہتر راحت اور اس سے خوشتر لذت کے حصول پہ قدرت ہی نہین رکھتی اسلیے جو کچھ اُسکے مُدرکات کے اندر ہے وہی اُسکے نزدیک

سب سے اچھی حالت ہے - تمثیلاً ہم ایک شوقین طالب علم اور ایک بیفکر عیاش کا مقابلہ کرتے ہین -
طالب علم اپنے کو تمام نفسانی خواہشات اور جسمانی لذات سے خود محروم کرکے نہایت مشقت اور محنت کے
ساتھ کسب علوم کرتا ہے - وہ آرام کا وقت مطالعہ مین اور تفریح کا وقت تدریس مین صرف کرتا ہے
موجودہ ناپایدار آرام پر تکلیف کو ترجیح دیتا ہے اور پایدار مسرت حاصل کرنیکے لئے ناپایدار مسرت سے
منھ موڑتا ہے - وہ اگر احیاناً کچھ وقت اپنا تفریح مین صرف کرتا ہے تو اُس سے حصول راحت مقصود نہین
بلکہ یہہ مطلب ہے کہ زیادہ محنت کرنیکی قابلیت قایم رہے - گو اِس معمولی تفریح مین اُسے اُن عیش پسند
لوگون سے کہین زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے جو دنرات نئی نئی قسم کے سامان راحت مہیا کرکے حصول
مسرت کیلئے کوشش کرتے رہتے ہین کیونکہ اُسکو ضرورت ہے اور اُسکے تمام قویٰ طلبگار تفریح ہین لیکن
عیش پسند آدمی کے قویٰ کی حالت یہہ ہے کہ باوجود سیری کے سیر کئے جاتے ہین اسلئے قدرتاً اُس لطف
کو قبول نہین کرتے جو ضرورت کی حالت مین پیدا ہوسکتا ہے - ہمارا سرگرم اور مستعد نوجوان معمولی تفریح
سے تازگی حاصل کرتا ہے اور اپنے دماغ کو دوبارہ قوت پہونچا کر اُسی انہماک اور مصروفیت کے ساتھ کسب
علوم مین مصروف ہوجاتا ہے - یہان تک کہ ایک مدت دراز تک محنت و مشقت کرنیکے بعد وہ علوم
سے بہرہ ور ہوتا ہے پھر اُسکو اُس مستقل اور پایدار اعلیٰ مسرت کے حصول پر قدرت حاصل ہوجاتی
ہے جو دوامی راحت کا سرچشمہ ہے اور بقیہ عمر تک وہ اُن لذات سے مستفید ہوتا رہتا ہے جو ایک ایسے
شخص کے خیال سے باہر ہین جسکو علم سے بہرہ نہین - یہہ تو وہ حقیقی اور مستقل راحت ہوئی جسکے
لئے اُسنے مشقت گوارا کی تھی پھر اثنائے کسب علوم مین جو حقیقی تفریح وقتاً فوقتاً اُسکو حاصل
ہوتی رہی وہ اُسکے علاوہ ہے اور مزید برآن خلق خدا کے نزدیک جو عزت و احترام اُسکا ملحوظ ہوتا ہے
وہ بے انتہا اطمینان قلب کا موجب ہوتا ہے - اِن سبکے مقابلہ مین وہ اُن معمولی راحتون سے
جو دولت اور فارغ البالی کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہین بالکل مستغنی ہوتا ہے اور اگرچہ یہہ اُسکو
حاصل نہون وہ کشادہ دلی اور بشاشت سے زندگی بسر کرتا ہے اب ہمارے دولتمند نوجوان عیاش
کی حالت کا اندازہ کیجئے - یہہ حضرت سلامت اپنے بزرگون کے اندوختے پر قابض ہوکر اُسکو بیفکری سے

نعیش اور جلسہ احباب مین اور ہرطرح کے بیہودہ اور بلا اندیشہ انجام اُس دولت کے ذریعہ سے حظ نفس حاصل کرنے مین ہمیشہ اور ہر وقت منہمک ہین۔ یہہ عیش طلبی اور حظ نفس کے حصول کی کوشش جب درجہ اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو ایک حالت دماغی استسقا کی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ تدبیرون پر تدبیرین اور ذرایع پر ذرایع حصول حظ نفسانی کے عمل مین لائے جاتے ہین لیکن سیری نہین ہوتی۔ ہوس ہے کہ زبان حال سے نعرۂ "ہل من مزید" بلند کر رہی ہے۔ سامان دلچسپی نہایت اہتمام اور شوق کے ساتھ بہم پہونچایا جاتا ہے لیکن کمبخت اُس آگ کے بجھانیکے واسطے کافی نہین ہوتا جو دل مین بھڑک رہی ہے کچھ نہ کچھ جدّت روز پیدا کیجاتی ہے یہان تک کہ قارون کا خزانہ بھی اُن لا انتہا خواہشون کے پورا کرنے کو کافی نہین ہوتا۔ ایک قسم کا سامان عیاشی نہایت چاؤ اور اُمنگ سے ترتیب دیا جاتا ہے لیکن عین لذت کے موقعہ پر اُس سے بے فرگی پیدا ہوتی ہے یہان تک کہ اُن لذات کا حقیقی مزا ہی دل سے محو ہو جاتا ہے جن کے لئے اسقدر دردسر مول لیا گیا۔ راحت بلا مشقت حقیقت مین راحت ہی نہین اور نادان اِس فطرتی اصول کو نظر انداز کرنے سے سخت دھوکا کھاتے ہین۔ اور راحت بلا مشقت کو باعث سرور تصور کرکے اپنی طبیعت کو حقیقی مسرت کے احساس سے بے بہرہ کر دیتے ہین یہی عیش طلبی کا مادّہ جب ایک خاص حد سے متجاوز ہو جاتا ہے تو ایک طرفہ مصیبت آتی ہے یعنی طبیعت اسقدر ذکی الحس ہو جاتی ہے کہ چھوٹا سا خلاف مزاج وقوعہ بھی انسان کو سخت دلگیر کر دیتا ہے اور ہلکا سا بار غم بھی جسکو انسان نہایت خندہ پیشانی سے جھیل سکتا ہے اُسکے لئے سوہان روح ہو جاتا ہے اور اُسکو غمزدہ بنا دیتا ہے یہی ہجوم آلام اُسکی زندگی کی مدت کو گھٹا دیتے ہین۔ اور اگر کہین دور از حال دشمنون کی زندگی اسقدر بیجا ہوئی کہ اِن جملہ مصائب کو جھیل کر شیخوخیت تک پہونچ گئے تب تو عیاذاً باللہ وہ مصیبت نازل ہوتی ہے کہ خدا دشمن کو نہ دکھائے۔ دل مین حسرتین ہین کہ گھٹ رہی ہین نوجوانی کی اُمنگین یاد آتی ہین اور جوانون کی حالت دیکھ دیکھکر دل مین سُرسُریان اُٹھتی ہین اور وہ زبان حال سے یہہ فرماتے ہین ؎

ہر چیز کو ہوتا ہے بُرا ہاے بُڑھاپا	عاشق کو تو اللہ نہ دِکھلائے بُڑھاپا

صحت کا جانا یہہ تو ضروری ہی بات ہے دولت بھی ذرا کم ٹھہرتی ہے اور پھر وہ روح فرسا غم جو بے وقت پشیمانی سے پیدا ہوتا ہے تمام پچھلے عیش و عشرت کو ایک خواب پریشان بنا دیتا ہے اور ہجوم حسرت و یاس سے زندگی نمونہ دوزخ بنجاتی ہے۔ مرے پر سو دُرّے یہہ کہ اب جو آتا ہے وہی کہتا آتا ہے بھائی ہمنے تو بہت سمجھایا کہ انجام پر نظر کرکے کام کرو اسقدر آپے سے باہر نہو جاؤ مگر تمنے نہ ماننا تھا نہ مانا ع ایسی بھی الٰہی نہ کسی کی مٹی ہوسکی۔ ان سب مصیبتون پر اضافہ یہہ کہ مادہ حسد بڑے زور شور سے رگ و پے مین سرایت کرجاتا ہے پھر دنیا مین کوئی کھاتا پیتا آدمی آنکو پھوٹی آنکھ نہین بھاتا۔ غنیمت ہے کہ ایسے شخص کو اُن لوگون کی حالت سے موازنہ کرنے کی قدرت باقی ہی نہین رہتی جو اعلیٰ درجہ کی روحانی مسرت مین بسر کررہے ہین کیونکہ یہہ حالت اُسکے تجربہ ہی سے باہر ہے لیکن یہہ روحانی بیماری کیا کم ہے کہ وہ اپنی طرح عیش و عشرت کے متوالون کی حالت کو دیکھ دیکھ کر کمال حسد سے خون کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتا ہے آہ یہہ حالت نہایت ہی قابل رحم ہے اور خدا اس سے دشمن کو بھی بچائے۔

حقیقت تو یہہ ہے کہ کمال شئے زوال شئے ہے اس عالم امکان مین اشیا کے وجود اور واقعات کے وقوع کی حدود معین ہین جس سے آگے بڑھنا پیچھے ہٹنا ہے اور اس امر کے سمجھنے کے لئے کہ کہان تک ترقی کی حد ہے اور کہان سے تنزل شروع ہوجاتا ہے باریتعالیٰ نے ہمکو عقل کا جوہر عطا کیا ہے اور کاش یہہ نہوتا تو کیا اچھا ہوتا جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند
آنرا کہ عقل بیش غم روزگار بیش

عبدالغفار۔ اختر

جولیس قیصر

نمبرا

ہمارے اسلاف نے زمانہ قدیم کے تین بہت بڑے لایق لوگون مین اُس ایک شخص کو بھی شمار کیا ہے جسکی فضیلت اُسکی بیمثل قابلیت کی وجہ سے ہے نہ کہ اُسکی اخلاقی حالت کی وجہ سے اور جسکی اخلاقی حالت بت پرستون مین بھی اُنکے معیار سے بہت پست تھی کیونکہ فی الواقع اُسکی کوشش بہ نسبت نیکنامی کے نام آوری پر زیادہ مبذول رہی - قومی مذہب مین جو کچھ شمہ راستی کا باقی رہ گیا تھا یہ شخص اُسکا بھی قایل نتھا اُسکی نظر کسی بلند نمونہ زندگی کی طرف مثل اُن لوگون کے نتھی جنھون نے نہایت سرگرمی کے ساتھ مختلف فلسفیانہ اصول پر تعلیم و تعلم و نیز عمل کرنیکا سلسلہ جاری کر رکھا تھا - وہ اپنے ملکی قانون اور ملکی شوکت کا اسطرح دلدادہ اور فدائی نتھا جسطرح اور لوگ تھے نہ وہ سلف کی قابل قدر رسمون کا قایم کرنیوالا اور زندہ رکھنے والا تھا اُسکا فلسفہ ابیقوری فلسفہ تھا جسکا اصول یہ تھا کہ موجودہ راحت اور فواید کا حصول کافی ذریعہ مسرت کا ہے - گو اُسکی زبردست ذہانت اور عملی قوت اُسکو اس بات پر آمادہ کرتی تھی کہ وہ اِن امور کو فیاضانہ برتاؤ کے ساتھ حاصل کرے تاہم اُسکے مقاصد مین بلندی نتھی اور گو اُسکی قوی بصیرت اُسپر وہی بات ظاہر کر دیتی تھی جو اُسکے اہل ملک کے لیے اہم ضروری اور قابل عمل ہے اور اُسی پر وہ عمل بھی کرتا تھا تاہم اُسکے افعال کی علت غائی ذاتی ناموری ہوتی تھی نہ کہ ملکی اور قومی ہمدردی -

تاہم باوجود اِن تمام عیوب کے کائس جولیس قیصر اپنے زمانہ مین بلاشبہ دنیا مین سب سے بڑا آدمی تھا - اور صرف اپنے ہی زمانہ مین بلکہ ہر زمانہ کے بڑے آدمیون مین صدر نشینی کی قابلیت رکھتا تھا اور اُسکی استعداد اور بعض قابلیتین اُسی توجہ اور غور کے قابل ہین جسکے لایق ہمارے اسلاف نے اُسکو مشاہیر کے گروہ مین شامل کرکے بنادیا ہے -

وہ ایسے وقت مین پیدا ہوا تھا جبکہ نیکی سہل الحصول شے نتھی - یونانی اور رومی حکایات و

روایات مین سے وہ شاہیہ پرستی گم ہوگیا تھا جو متوارث چلا آتا تھا کیونکہ اُسمین مصر اور شام اور فنیشیا کے قصص و حکایات شامل ہوگئے تھے اور فلسفہ فرضی اور خیالی پیچیدگیون مین پھنسکر نیست و نابود ہوگیا تھا۔ انسان کے صفحہ دل سے روشنی اور زندہ دلی اسقدر محو ہوگیی تھی کہ اعلیٰ تعلیم سے بھی جسکو خاندان کارنیلیا نے ہاتھ مین لیا تھا درجہ کمال پر پہونچکر اور تعلیم و تعلم کی بے انتہا قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے پر بھی روشن خیالی پیدا نہین ہوتی تھی۔ علاوہ برین خود روما کی فتوحات نے اُس کی طرز حکومت اور آئین سلطنت کو بالکل بدل دیا تھا اور اُسکے نقائص دارالصدر کے آئے دن کے عظیم انقلابات سے ظاہر ہونے لگے تھے۔ تمام ممالک طالیہ یونان اور کارتھیج پر رومی حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ شام مین بھی کوئی بادشاہ تھا۔ مصر کو بھی سخت صدمہ پہونچ چکا تھا اور اب گویا اُسکا آخری وقت قریب آگیا تھا اور اقوام متصلہ یا تو بے دست و پا ہوکر باجگذار اور مددگار بن گئی تھین جنکا وجود صرف رومی سلطنت کی عنایت پر منحصر تھا یا ایسے دشمن تھے جو اپنی آزادی کے لئے آخری جنگ کر رہے تھے۔ مدبر سلطنت کیٹو کی پیشینگوئی کے بموجب قدیم سخت اور سادہ مزاج کاشتکار بادشاہون کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوچکا تھا۔ کانسل لوگ بجاے اسکے کہ دارالسلطنت مین زمانہ مقررہ تک کار متعلقہ انجام دینے کے بعد اپنے گھر پر آکر

لہ کانسل قدیم روما کی سلطنت مین کانسل سب سے بڑا انتظامی عہدہ دار تھا اُسکو اعلیٰ اختیارات ملکی و فوجی حاصل تھے سینٹ یعنی انجمن شورے کے اجلاس کے انعقاد اور اُسکے جلسون کی صدرنشینی کانسل کے اختیارات اور حقوق خاص مین سے تھی اور اُسکا کام یہ تھا کہ سینٹ اور دیگر مجالس شورے کے تمام احکام کو عمل مین لاوے جنگ کے موقعون پر پورے اختیارات کے ساتھ یہ عہدہ دار فوج کا سپہ سالار ہوتا تھا اور چونکہ اس عہدے پر صرف ایک سال کیلئے انتخاب کیا جاتا تھا لہذا بعد انقضاے مدت عہدہ یہ اکثر کسی صوبہ مفتوحہ کا صوبہ دار بنا دیا جاتا تھا یہ نہایت باوقعت عہدہ تھا گویا کانسل بادشاہ کا قایم مقام سمجھا جاتا تھا مگر اہل روما کو بادشاہی اختیارات سے سخت تنفر تھا اسلیے اُسکو بادشاہ کے لقب سے ملقب نہین کرتے تھے علاوہ برین اس عہدے پر ہمیشہ دو شخص مقرر ہوا کرتے تھے تاکہ اعلیٰ اختیارات منقسم ہوکر دو شخصون مین منقسم مین منقسم

کھیتی باڑی کرین تین چار یا پانچ برس کے لئے کسی نہ کسی صوبہ کے حاکم بنا کر بھیج دیے جاتے تھے اور وہان اپنے عہد حکومت تک وہ بالکل خودمختار اور باشندگان ملک مذکور کی جان و مال کے قطعی مالک ہوتے تھے اور جو جی مین آتا تھا کرتے تھے اور جہانتک لوٹا جاتا تھا لوٹتے تھے کیونکہ انھین اس امر کا کافی اطمینان تھا کہ دارالسلطنت مین اگر کوئی باربیرین[۱] انکی شکایت بھی لیکر گیا تو اسکی سماعت نہین ہو سکتی۔ صوبہ جات مفتوحہ کی تعداد اسقدر کثیر تھی کہ صرف سابق کانسلون پر کیا انحصار ہے سابق پریٹر[۲] اور سابق کیسٹر[۳] بھی اپنے عہدے کے زمانے کے ختم ہو جانیکے بعد صوبہ دار مقرر کرکے جا بیجے جایا کرتے تھے اور اسے اپنی حسن خدمات کا صلہ سمجھتے تھے اور جب وہ وہان سے برسر حکومت رہکر واپس آتے تھے تو انکے پاس بیشمار دولت ہوتی تھی اور اونکی عادتین خودمختارانہ آزاد حکومت پر رہکر بگڑ جاتی تھین۔ ایک کو دوسرے کی صحبت سے تعلیم بد حاصل ہوتی تھی اپنے سے کم درجہ کے لوگون کے حق مین وہ خوفناک اور شیخی باز ظالم ثابت ہوتے تھے اور اونکی دولت انکے خاندان و اون

[۱] باربیرین۔ زمانہ موجودہ مین اس لفظ کے معنی انگریزی مین غیر مہذب اور جاہل وحشی کے لیے جاتے ہین۔ اہل روما علاوہ ملک اطالیہ کے باشندون کے دوسرے ملک کے لوگون کو اس لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ اس لفظ مین تحقیر اقوام مفتوحہ کی اور اپنی قوم کی عظمت کا خیال مضمر تھا۔ مترجم

[۲] پریٹر۔ یہہ عہدہ دار اس زمانہ کے ججون کے سے اختیارات رکھتے تھے۔ لیکن روم کی سلطنت کی خصوصیات مین یہہ بات داخل تھی کہ اپنے ہم قومون اور دیگر اقوام کے درمیان ہر امر مین تفریق کا برتاؤ کرین -- پریٹر بھی دو قسم کے ہوا کرتے تھے۔ پریٹر اربینس وہ تھا جو رومیون کے آپس کے مقدمات طے کرتا تھا اور پریٹر پریگرینس وہ تھا جو غیر رومی اشخاص کے معاملات فیصل کرتا تھا۔ مترجم

[۳] کیسٹر۔ یہہ عہدہ دار تنخواہین تقسیم کرنے والا تھا۔ ابتدا مین رومی سلطنت کے لئے دو ایسے عہدہ دار مقرر ہوتے تھے جب سلطنت دور دور پھیلی تو ہر مفتوحہ صوبہ کے حاکم کی ماتحتی مین ایک کیسٹر رہتا تھا۔ مترجم

کے اُطوار و عادات کے بگاڑنے اور پلیبین لوگون کے بدراہ کرنے مین کام آتی تھی۔

ان تمام خطیات کے دینے والے اہل روما تھے وہ لوگ جو انتخاب کرنیکی لیاقت قانونی رکھتے تھے یعنی قدیم پٹریشین اور پلیبین لوگون کی اولاد۔ پٹریشین گروہ معدودے چند خاندانون مین ہمیشہ سے محدود تھا اور اُسکے اندر اور لوگ ترقی پا کر داخل نہین ہوسکتے تھے لہذا وہ رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا اور پلیبین گروہ کی تعداد بڑھتی گئی کیونکہ ہر شخص جو روما کا باشندہ قرار دیا جاتا تھا اُنمین شامل ہوجاتا تھا۔ اس گروہ کے اکثر لوگ دولتمند تھے اور چونکہ وہ عہدہ مجسٹریٹی پر فائز ہوسکتے تھے لہذا اُنکو سینیٹ مین جگہہ مل جاتی تھی اور اُنکے قدیم اور دولتمند خاندان پٹریشین لوگون سے کسی طور پر کم نتھے۔

اول۔ پلیبین و پٹریشین یہہ دو مشہور فرقے تھے۔ انکا وجود صرف اس امر پر مبنی تھا کہ اہل روما اپنے گروہ مین اُن اشخاص کو شامل کر لیا کرتے تھے جو فی الواقع روم کے باشندے تو نہ تھے لیکن بوجہ خاص خدمات اور خیرخواہیون کے اس قابل شمار کیے جاتے تھے کہ حقوق باشندگان روما کے اُنکو دیے جائین ایسے لوگ پلیبین کہلاتے تھے اور ابتدائی اصلی باشندگان روما پٹریشین کہلاتے تھے۔ یہہ بمقابلہ ایک دوسرے کے ادنی و اعلی طبقے شمار کئے جاتے تھے لیکن بمقابلہ دیگر اقوام کے جنکو خاص حقوق حاصل نتھے زیادہ ذی عزت سمجھے جاتے تھے۔ مترجم

سوم۔ سینیٹ۔ یہہ اُس زبردست رومی مجلس شورے کا نام ہے جس پر اکثر مجالس زمانہ حال مین اپنا نام رکھتی ہین۔ اسمین ابتداءً ۳۰۰ ممبر ہوتے تھے مگر رفتہ رفتہ اُسکے ممبرون کی تعداد ۶۰۰ تک پہونچگئی تھی اسکے ممبر منجملہ اہل روما کے صرف وہی لوگ ہوسکتے تھے جو کبھی منجملہ پانچ مفصلہ ذیل عہدون کے کسی عہدے پر رہ چکے ہون یعنی (۱) سنسر جو اعلی مذہبی اور اخلاقی عہدہ ہوتا تھا اور جسکے اختیارات یہان تک وسعت رکھتے تھے کہ وہ ممبران سینیٹ کو ممبری سے اور نائٹ لوگون کو اُنکے طبقے سے اور اہل شہر کو حقوق اہل شہر سے محروم کرسکتا تھا (۲) کیورائل ایڈائیل جو اعلی درجہ کا عہدہ تعمیری و صفائی اور دیگر انتظامات متعلق شہر یعنی کھیل تماشون وغیرہ کا تھا (۳) کانسل (۴) پریٹر یا (۵) کیسٹر کے عہدون پر متا

لیکن زیادہ تر وہ لوگ باعث زحمت تھے جو غریب تھے جنکی تعداد کثیر تھی کیونکہ انکے ہاتھ مین بہت بڑی قوت یہہ تھی کہ وہ ان عہدون کا انتخاب کر سکتے تھے اور وہ لوگ جو منتخب ہونیکی کوشش کرتے تھے ان مفلوک الحال لوگون کی ناز برداریان کرتے تھے اور انکو نقد دیکر اور کھیل تماشے دکھا دکھا کر راضی رکھتے تھے انکا قول یہہ تھا کہ اگر ہمکو بہت سا روپیہ نہ ملے اور سامان دلچسپی فراہم نہون تو دنیا پر حکومت کرنیکا کیا فایدہ ہے - اس بنا پر ملک سسلی اور مصر انکے لئے غلہ وغیرہ بہم پہونچانے کا ذریعہ تصور ہوتے تھے جو نہایت آزادی سے باہم تقسیم کیا جاتا تھا اور ہر ایک شخص جسکو کسی بڑے عہدے پر منتخب ہونیکی تمنا تھی اور ہر فتحمند جنرل جو اپنے وطن کو واپس آکر ٹرامیف[1] (جلوس فتحیابی) نکالنا چاہتا تھا ایک دوسرے پر عمدہ تماشون کے دکھانے مین سبقت لیجانا چاہتا تھا - ان تماشون مین یا تو یہہ ہوتا کہ عجیب عجیب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷) رہ چکے ہون سینٹ کا ممبر تاحیات ممبر رہتا تھا بجز اسکے کہ کوئی سنسر اسکو ممبری سے خارج کردے - چونکہ یہہ پانچون عہدے (جو مجسٹریٹی عہدے کہلاتے تھے) اہل روما کی رائے پر منحصر تھے اور کوئی شخص اسوقت تک سینٹ کا ممبر نہین ہوسکتا تھا جبتک کہ وہ ان پانچون عہدون مین سے کسی پر مامور نہ رہ چکا ہو لہذا انجمن سینٹ انتخابی انجمن کا ایک نمونہ تھی - اسکے اختیارات تمام ملکی اور فوجی امور پر حاوی تھے - بجز اعلان جنگ وصلح کرنیکے یہہ کام انجمن کمیشیا سنٹوریٹا کے حکم پر منحصر تھے - مترجم

[1] ٹرامیف - جب کوئی رومی جنرل بہت سی فتوحات حاصل کرتا تھا اور خاص ناموری اور شہرت کے شایان سمجھا جاتا تھا تو سینٹ سے اسکے لئے اجازت ٹرامیف کی ہوجاتی تھی اور انجمن کمیشیا ٹریبوٹہ ایک دو روز کیلئے اسکو پابندی آئین سلطنت سے مستثنیٰ کردیتی تھی جس سے یہہ مطلب تھا کہ وہ جنرل معہ اپنی فوج کے شان وشوکت کے ساتھ شہر کے اندر سے فوجی جلوس نکالتا تھا - یہہ بہت بڑی عزت سمجھی جاتی تھی اور اس سے یہہ پتہ چلتا ہے کہ باشندگان روما کے خیال مین آزادی اہل روما اس بات کی صرف خاص اوقات پر متقاضی ہوسکتی تھی کہ فوجی شان وشوکت کے ساتھ کوئی شخص معہ فوج کے اندر نکل سکے -

قسم کے صحرائی جانور ایک دوسرے کو پچھاڑ کھانیکے لئے چھوڑے جاتے تھے یا اِس سے بھی بدتر
طریقہ استعمال کیا جاتا تھا یعنی غلام جو گلیڈئیٹر کہلاتے تھے ایک دوسرے سے لڑائے جاتے تھے اور لوگ
اِن تماشون کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے - جب یہہ حالت تھی تو یہہ ناممکن تھا کہ ایک ایسے شہر کے
لوگ جو دنیا پر حکمران ہون وہ سخت مزاج خود غرض اور مفسد نہو جائین - اگرچہ اطالیہ کے چند شہر
ایسے تھے جنپر خاص عنایتین کیجاتی تھین اور چند نو آبادیان بھی اِن عنایتون مین حصہ دار تھین مگر
عہدہ مجسٹریٹی روما کے لئے بجز روما کے باشندے کے اور کوئی رائے نہ دے سکتا تھا - روما کے
لئے سب سے زیادہ مفید بات یہہ ہو سکتی تھی کہ پلیبین گروہ مین سے وہ لوگ جو رائے دینے ہی کی بدولت
روٹی کماتے تھے اطالیہ مین کہین زمین وغیرہ دیکر کھیتی باڑی پر لگا دیے جاتے اور اسطور پر اُنکی تعداد
مین کمی کر دی جاتی - ٹائبیریس اور کائس سمپرونیس گریکس نے جو سپیو افریکینس اعظم کا پوتا تھا
اِس امر کی کوشش بھی کی لیکن اُن دونون کی جانین پٹریشین اور دولتمند پلیبین گروہ کے
ساتھ اِسی معاملہ کے متعلق فساد برپا ہو جانے مین تلف ہو گئین - دوسرا طریقہ اِس خرابی کے
دور کرنیکا یہہ تجویز کیا گیا تھا کہ رائے دینے کا حق اطالیہ کے چند اور شہرون کو بھی دیا جائے اِس سے
یہہ فایدہ ہوتا کہ روما کے فواید تمام ملک کے فواید سے متحد ہو جاتے اور دوسرے شہر والون کے
دل سے یہہ نامرغوب خیال کہ وہ روما کے صوبجات مین سے ایک صوبہ کے طور پر متصور ہوتے ہین
دور ہو جاتا - اِس بات پر سخت جھگڑے پڑ رہے تھے - اور پٹریشین اور پلیبین گروہ باہمی حسد
کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف اِس معاملہ پر خوب لڑ رہے تھے - اور دو زبردست
جنرل ایک دوسرے کی مخالفت مین سرگرم تھے - اِسی موقعہ پر روما کا سب سے بڑا
شخص عالم وجود مین آیا یہہ زمانہ سخت تنزل اور باہمی فساد کا تھا - وہ شہر روما
مین سو برس قبل ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۱۲ - جولائی کو پیدا ہوا
اس مہینے کا نام اُسکے نام پر ہے وہ ایک قدیم پٹریشین خاندان مین
سے تھا جسکا خاندانی نام جولیس یولس سے مشتق سمجھا جاتا تھا

جو ٹرائے[۱] کے اینس کا بیٹا تھا اور بموجب مشہور روایت کے وہ وینس[۲] کا پوتا تھا - خاندانی لقب سیزر کی نسبت بعض کا قول ہے کہ اُنکے لمبے بالون کی وجہ سے اُنکو ملا تھا اور بعض کہتے ہین کہ پیونک[۳] زبان مین سیزر ہاتھی کو کہتے ہین - زمانہ قدیم مین اِس خاندان کے ایک شخص نے ایک ہاتھی کو مارا تھا اسلیئے وہ سیزر کہلایا اور پھر یہی اُسکا خاندانی لقب ہوگیا - اُسکا ذاتی نام کایس ایسا تھا جو ہمیشہ اُس خاندان کے بڑے لڑکے کا رکھا جاتا تھا اور وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا اُسکے باپ کا نام بھی کائس جولیس سیزر تھا اور مان کا نام آریلیا تھا - اُنکی صرف دو بیٹیان اور تھین جنکا نام باپ کے نام پر جولیا رکھا گیا تھا -

(باقی آیندہ)

---

[۱] ٹرائے یونان کے زبردست شاعر کی مشہور تصنیف ایلڈ مین محاصرہ ٹرائے کا قصہ بیان کیا گیا ہے - اِس شہر کا موقعہ اگر حال کے جغرافیہ سے مقابلہ کیا جاے تو آبنائے ڈارڈنلیس کے قریب ایشیائے کوچک مین ہو سکتا ہے - یہ قصہ اسطرح پر ہے کہ پارس پسر پرائم بادشاہ ٹرائے ہلین کو جو منیلس بادشاہ لیسڈیمن کی بیٹی تھی یونان سے بھگا کر لیگیا - ہلین اپنے زمانہ مین حسن مین یکتا تھی یونان کے تمام شہزادون نے اُسکے چھوڑالانے کے لیئے بسر کردگی اگمینان بادشاہ مائیسنی ملک آرگاس ٹرائے پر چڑھائی کردی اور دس سال تک قتل و خونریزی ہونے کے بعد آخر پارس مارا گیا اور اہل یونان کو فتح ہوئی - مترجم

[۲] وینس - رومیون مین حسن کی دیوی کو وینس کہتے تھے - بعض باتون مین یہ ہندوستان کی سرسوتی سے ملتی جلتی ہے - مترجم

[۳] پیونک - یعنی فنیشیا والے - فنیشیا وہ ملک ہے جسمین مشہور شہر کارتھیج واقعہ تھا اور جہان کے لوگون سے رومیون کو ایک مدت تک جنگ کرنی پڑی تھی - مترجم

ناول نیرنگ زمانہ

باب اول

فرائرس

ماہ جولائی کی ابتدائی تاریخین ہین اور شنبہ کا دن۔ رات کے آٹھ بجگئے ہونگے مین اپنے کھانے کے کمرے مین بیٹھا ہوا اُٹن برج وِلس کے میدان کی سیر کر رہا ہون۔ دو روز گذرے ہین کہ ڈاکٹر پراڈین نے انتقال کیا ہے اور مین اُنکی جگہہ مقرر ہوکر اُسی مکان مین فروکش ہون جسمین پہلے وہ قیام رکھتے تھے لیکن سردست یہہ مکان میری تجرد کی زندگی کے لئے ضرورت سے زیادہ وسیع ہے۔

گھنٹی بجی اور اُسکی آواز پر مین ملاقات کے کمرے مین گیا جہان مجھے ایک خوش پوشاک شخص بیٹھا نظر آیا جسکا چہرہ لمبا اور دُبلا کچھ یہودیون کی سی قطع کا تھا اُسکی رنگت سانولی تھی اور وہ کریہ منظر تھا۔

یہہ شخص اپنی چھوٹی چمکدار مونچھون کو تاؤ دیتا ہوا مجھسے اسطرح مخاطب ہوا۔ "ڈاکٹر ایوریٹ" جسکا جواب مین نے سر جھکا کر دیا۔ پھر وہ بولا کہ "مین آپکو ہیونت فوراً کرنیل بینگ ٹری کے پاس لیجانا چاہتا ہون اُنکا مکان دور نہین ہے اسی میدان کے پرلے کنارے پر واقع ہے شاید آپ فرائرس کو جانتے بھی ہونگے" مین اپنی ٹوپی اور چھتری اُٹھا کر بلا توقف اُسکے ساتھ ہولیا جب ہم میدان کے سرسبز حصے کو قطع کر چکے تو مین نے پوچھا کہ کرنیل سینگ ٹری صاحب کا مزاج کیسا ہے۔

وہ شخص "کوئی دورہ پڑگیا ہے مگر حقیقت مین مسز سینگ ٹری بیچاری کو ہول سوار ہوگئی ہے مین مسز سینگ ٹری کا بھائی ہون"۔

ویلنگٹن ہوٹل سے گذر کر ہم داہنی طرف مڑے۔ نیلے آسمان پر بادل اسطرح اوڑے جاتے تھے جیسے کسی تیز رو جہاز کے بادبان ہون۔ خشک گھاس کی بو دوش ہوا پہ سوار تھی اور کوّے کا ایک جوڑا کائون کائون کرتا ہوا بسیرے کو جا رہا تھا۔ میدان کو چھوڑ کر ہم ایک پگڈنڈی کی راہ چلے جو ایک تالاب کے سامنے تھی حالانکہ اُسکے نکڑ پر ہمکو ایک مکان مِل چکا تھا تاہم سو گز آگے بڑھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیون کی آبادی سے کوسون دور ہین۔

ہمارے داہنی طرف بڑے بڑے درخت اندھیرا کئے ہوے تھے اور بائین طرف چٹیل میدان کے کنارے بڑے بڑے پھولدار جھاڑ کھڑے تھے۔ دو ڈھائی سو قدم چلکر پگڈنڈی مین ایک موڑ واقع تھا اور اِس موڑ سے ایک بڑا سا مکان دکھائی دیتا تھا جو رستہ سے کسیقدر بچا ہوا تھا۔

میرے راہبر نے چھڑی کے اشارہ سے بتایا کہ یہہ فرائرس ہے یہہ ایک بوسیدہ سی عمارت تھی جسپر نکبت برستی ہوئی معلوم ہوتی تھی اُسکی سیاہ دیوارون کو اصلی حالت مین لانے کی ایسی بے سود کوشش کیگئی تھی جیسے کسی کریہ منظر لڑکے کا مُنہ طشتری مین دھلایا گیا ہو اُسکی کارنس اور بالاخانہ کی کھڑکیون کی دہلیز کے نیچے کالی کالی ٹیڑھی لکیرون کے نشان پانی کے بہاو کا پتہ دے رہے تھے اور دروازون کے سیاہ کھمبے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ماتمی خط کے کاغذ کے کنارے سیاہ خطوط ہوتے ہین۔

یہہ ایک دو منزلہ چوکور اور مضبوط عمارت تھی اور دیکھنے مین ایسی معلوم ہوتی تھی کہ اپنی نکبت زدہ حالت کے بوجھ سے خود ہی جھک گئی ہے یہہ معلوم ہوتا تھا کہ سورج کی شعاعین آجتک اسپر پڑی ہی نہین اور کسی حد تک یہہ گمان صحیح بھی تھا کیونکہ یہہ ایک ایسی عمارت تھی جسکے اندر بچون کا ہنسنا اور کھیلنا ناممکن الوقوع امر تھا اور جسمین بیٹھکر کوئی دل لگی مذاق کی باتین کرنے یا قصہ کہانی کہنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔

ہم اُسکے بلند چوبی پھاٹک کے اندر داخل ہوے اور ایک پیچدار رستہ سے روانہ ہوے جسپر سُرخی کُٹی ہوئی تھی اور اُن سدا بہار کے درختون کی پتیان تمام رستہ پر بکثرت پڑی ہوئی تھین

جو بائین طرف کھڑے تھے لیکن اُس محل کی خوشنما پھولون کی شادابی کے مقابلہ مین کچھ دوبالا ہی معلوم ہوتی تھی۔ یہہ مکان ایک ایسے گوشہ مین واقع تھا جو دو راستون کے ملنے سے پیدا ہوا تھا اور بڑے بڑے بلوط کے درختون کی قطار اُسکے وسیع پائین باغ اور دوسرے باغ کے درمیان جو اُسکے بازو پر واقع تھا حد فاصل تھی۔

جبکہ ہم مکان مین بغیر کھٹکھٹاے یا آواز دیے داخل ہوے تو مین نے دیکھا کہ اندرونی حصہ مکان کا بہ نسبت بیرونی حصہ کے زیادہ خوشنما ہے۔ کمرے مین بھاری بھاری پردے پڑے ہوے ہین اور تمام دیوارین سیاہ چوکھٹون کی تصویرون سے چھپی ہوئی ہین۔ مجکو ایک خوابگاہ کے کمرے مین لیگئے یہہ ایک بڑا سا معمولی طور سے سجا ہوا کمرہ تھا۔ اُسکے روشندان بند تھے۔ اس جولائی کے مہینے مین شام کے وقت بھی اُسکے اندر ٹھنڈ تھی۔ دیوار سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا سفری پلنگ بچھا ہوا تھا جسپر ایک سن سفید ستر برس کا بڈھا پڑا تھا۔ میرے ہمراہی نے کہا کہ مین ڈاکٹر الورسٹ کو لایا ہون اور اسپر ایک عورت سرخ کپڑے سے ڈھکے ہوے لیمپ کی روشنی مین آہستہ آہستہ آتی ہوئی دکھائی دی۔

مسس میننگ ٹری کی عمر پینتیس ۳۵ سال سے زیادہ نہوگی یعنی اُسکے شوہر کی عمر سے نصف۔ مگر اُسکے حسن مین ابھی صرف پختگی آئی تھی۔ اُسکا حُسن آن بان اور رنگت پر زیادہ تر منحصر تھا۔ ناک کا نقشہ بہت اچھا تھا مجموعی طور پر اُسکا چہرہ دلفریب تھا اُسکے بال سیاہ تھے اور اُسکی رنگت دلکش تھی۔ اُسکے چہرے سے کسیقدر متانت ظاہر ہوتی تھی۔ جسکا اثر مٹانے مین اُسکے پتلے پتلے پُر حلاوت لعل لب بھی کامیاب نہوئے تھے۔ وہ سرخ روشنی جو لیمپ سے پھیل رہی تھی اُسکی آہستہ اور نستعلیق طرز خرام اور اُسکی نازک اور صاف آواز کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی اُسکے حرکات وسکنات مین ایک قسم کی عیارانہ مسکینی اور تملق کی جھلک تھی جو اُسکے سنجیدہ اور پُر علم طرز نگاہ کے مقابلہ مین عجیب معلوم ہوتی تھی۔

تھوڑی سی معمولی گفتگو کے بعد مین نے اپنے مریض کو دیکھا۔ تشخیص مین کچھ دقت واقع

نہین ہوئی اسکو سکتہ ہوگیا تھا جسکی وجہ شکم سیری بہ کثرت شراب نوشی تھی جسکے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ کرنیل مینگ ٹری نے دو بجے شب کو ایسا کیا تھا۔

رخصت ہوتے وقت مین نے کہا کہ کل تک ایک دایہ کا انتظام ہو جانا چاہیے۔

مس مینگ ٹری نے جواب دیا کہ اگر آپ اجازت دین تو دایہ نرکھی جائے کیونکہ مین نہین چاہتی کہ میرے سوا اور کوئی اُنکی تیمارداری کرے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس کام مین آپ مجھے بہت ہوشیار پائینگے۔

چونکہ مجھے معلوم تھا کہ کرنیل مینگ ٹری کو زیادہ عرصہ تک کسیکی تیمارداری درکار نہوگی لہذا مین نے رضامندی ظاہر کردی اور تھوڑی دیر بعد اسی شخص کے ساتھ مکان سے باہر نکل آیا جو مجھے اندر لایا تھا۔ اُسکا نام لاسیلس تھا۔

جب مین نے پاو گھنٹے بعد اپنے مکان پر پہونچکر اپنے بڑے کمرے کا دروازہ کھولا اور اُسکو دوا کی شیشی دی تب اُسنے پوچھا کہ سچ سچ بتا دیجئے آپکی کیا راے ہے۔ کرنیل مینگ ٹری کے بچنے کی کچھ امید ہے یا نہین۔

مین۔ اُنکا ضعیفی کا زمانہ ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اُنکو اب گفتگو کا اتفاق نہوگا۔

لاسیلس۔ تو بہتر ہوگا کہ اُنکی صاحبزادی کو جو ناروچ کو گئی ہوئی ہین اطلاع دیدی جاے۔

مین۔ اور اگر تم دیر کروگے تو شاید تمھاری بھانجی کا آنا بے سود ہوگا۔

لاسیلس۔ ڈاکٹر صاحب وہ میری بھانجی نہین ہے۔ کرنیل کی میری بہن سے ابھی تین مہینے ہوے شادی ہوئی ہے۔ مس مینگ ٹری اُسکی سوتیلی بیٹی ہے۔ مگر آپ یقین کرین کہ مین ہرگز ہرگز دیر نکرونگا۔

دوسرے روز اتوار تھا اور مین دس بجے فرائس این پہونچا خود مسٹر لاسیلس نے مجھے بلایا اور بالاخانے پر لیگیا۔ اوس روز سات بجے شام کو مین دوبارہ کرنیل مینگ ٹری کو دیکھنے گیا اور پھر دوشنبہ کی صبح کو گیا تو دیکھا کہ اُسکا آخری وقت ہے جسوقت سے اُسپر مرض کا حملہ ہوا تھا

اُسی وقت سے اُسکی زبان بالکل بند ہو گئی تھی ۔ مسس مننگ ٹری نے اسقدر دلسوزی سے تیمارداری اور مریض کی ضروریات کی خبرگیری کی تھی کہ کوئی ملازمت پیشہ دایہ نہین کرسکتی اور نیز اُسکی زندگی کے زمانہ کو وسعت دینے کی کوشش مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا گیا جسکا بچانا ناممکن تھا۔

جبکہ دوشنبہ کو ساڑھے تین بجے شام کے وقت مین اپنے مریض کو دیکھنے کو گیا تو مین نے کھڑکیون کی طرف غور سے دیکھنا شروع کیا ۔ روشندان بند رہتے لیکن مسس مننگ ٹری اور مسٹر لاسیلس مجھے دروازے ہی پہ ملے اور اُنکی صورتین دیکھکر مین سمجھ گیا کہ قصہ تمام ہو چکا۔

مسٹر لاسیلس نے کہا کہ کرنیل مننگ ٹری بیس منٹ ہوئے کہ راہی ملک بقا ہوے۔ اس فقرے پہ اُسکی ہمشیر نے منھ پر رومال رکھ لیا۔ اُنکے کہنے سے مین بالاخانے پر گیا اور مُردے کو دیکھکر ملاقات کے کمرے مین اوتر آیا۔

گو اس کمرے مین قیمتی سامان آرایش موجود تھا تاہم وہ بھی مکان کے دوسرے حصون کی طرح ویران سا معلوم ہوتا تھا ۔ کرسیان اور میز جو تھین موجود تھین اُسکی دیوار کی بلندی اور وسعت طول و عرض کے مقابلہ مین اوچھی سی معلوم ہوتی تھین۔

لاسیلس آگے بڑھکر ایک کھڑکی کو جو سامنے والے باغ کی طرف تھی بند کرنے لگا اور مین بولا کہ مس مننگ ٹری باپ کے آخری دیدار کے لئے پہونچ نہ سکی"

لاسیلس۔ جی نہین۔ ڈاکٹر صاحب آپ تو دیکھتے ہین کہ شنبہ کے روز جب آپ تشریف لائے تھے تار دینے کا بھی وقت تھا اور کل اتوار تھا۔

مین (قطع کلام کرکے) لیکن صدر دفتر اتوار کے روز بھی چند گھنٹون کے لئے صبح اور شام دونون وقت کھلتا ہے اور ریلوے اسٹیشن سے تو دن بھر مین جسوقت آپ چاہین تار دے سکتے ہین۔

لاسیلس (کھڑکی کی چٹخنی لگاتے لگاتے) واللہ۔ مجھے پہلے سے اسکی مطلق خبر نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب بات یہہ ہے کہ مرحوم کرنیل کی اس بیماری سے کسیقدر میرے حواس مین فرق آگیا ہے۔ صبح تک مین مسس مننگ ٹری کو چھوڑکر جا نہین سکتا تھا اور اب تو ظاہر ہے کہ کوئی موقع ہی نہ رہا۔

جسوقت اُسنے روشندان بند کرنیکے لئے رسّی ہاتھ مین لی دفعتاً ایک گاڑی کے پہیون کی سرخی پڑی ہوئی سڑک پر چلنے کی آواز معلوم ہوئی - ایک گاڑی کا دروازہ کھولا گیا - مکان کے سامنے والے پتھر کے فرش پر نازک قدمون کی آہٹ معلوم ہوئی اور کمرے کا دروازہ تیزی سے کھولا گیا - پھر ایک خوش لہجہ نوعمر لڑکی کی آواز اُس مکان مین جسپر موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا اسطرح گونجی " ابا جان - ابا جان "

ایک لمحہ کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک بلند بالا نازک لڑکی چوکھٹ پر نمودار ہوئی ایک ہندوستانی ریشم کا لباس ڈھیلا ڈھالا اُسکے زیب تن تھا اور اُسکے پیارے بال اُسکی چوڑے کنارے کی ٹوپی کے نیچے بے تکلفی سے پڑے لٹک رہے تھے اُسکی آنکھون کی چمک اُسکے انداز تبسم اور اُسکی کھلتی ہوئی باچھون سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ اس بڑے حادثے سے بالکل بے خبر ہے -

مسس مننگ ٹری اُس لڑکی کو ایک ایک کی طرف متعجبانہ تکتے دیکھکر فرط حیرت سے ذرا پیچھے ہٹ گئی اور پکاری " ڈورا تم آگئین "

ڈورا - میرا خیال تھا کہ مین دفعتاً پہنچ جاؤن - مین اپنی دلی خواہش سے مجبور تھی - مین ضرور آتی خواہ مین آنا پسند کرتی یا نکرتی - بچے بیمار ہوگئے ہین اسلئے ہیلینا نے کہا کہ اب تمہارا یہان ٹھیرنا مناسب نہین ہے - مین نے تار اسلئے نہین دیا کہ مین چاہتی تھی کہ والد سے دفعتاً بلا اطلاع ملون - وہ کہان ہین -

مسس مننگ ٹری - (گھبرائے ہوئے لہجہ مین) " ڈورا یہ ڈاکٹر ایورسٹ ہین " - اسپر ڈورا نے میری طرف دیکھا اور مین نے جھک کر سلام کیا -

ڈورا کے چہرے سے بشاشت کے آثار ناپدید ہوگئے اور ایک قدم کمرے کے اندر اور بڑھکر اُسنے کہا کہ " کہین کرنیل مننگ ٹری بیمار تو نہین ہین "

مین " کرنیل مننگ ٹری سخت بیمار تھے " اسپر اُسکے عذار رنگین پر سفیدی نمودار ہوگئی اور وہ

مسس میننگ ٹڑی سے اسطرح مخاطب ہوئی۔

ڈورا۔ "مجکو کیون نہین بلایا" یہہ فقرہ اس طور پر تحکمانہ کہا گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی سوتیلی مان سے بہت محبت نہین کرتی - پھر مجھسے مخاطب ہوکر بولی "ڈاکٹر صاحب ابا جان کتنے عرصہ تک بیمار رہے - ابھی تو ایک ہفتہ گذرا انھون نے مجھے لکھا تھا کہ مین بقدر اچھا ہون کہ اس سے پیشتر کبھی اتنا اچھا نہین رہا"

لاسیلس (ہمدردی کے لہجے مین) مین آج تار دینے کا قصد کر رہا تھا لیکن جب .... مگر جب معاملہ دگرگون ہوگیا ....

اتنا سنتے ہی اسکی آنکھون مین ایک عجیب قسم کا تغیر پیدا ہوگیا اور اسکا چہرہ دیکھتے دیکھتے مرجھایا ہوا سا معلوم ہونے لگا اور اسنے بیتابی سے کہا۔

"معاملہ دگرگون ہوگیا! کیا آپکا یہہ مطلب ہے کہ خدا نخواستہ دشمنون کا انتقال ہوگیا" یہہ کہکر اسنے اپنا غمناک چہرہ میری طرف متوجہ کیا اور کہا کہ "ڈاکٹر صاحب آپ میرے والد کے معالج رہے ہین سچی بات فرما دیجیے" مین نے خیال کیا کہ جسقدر مختصر جواب اس موقعہ پر دیا جائے اسیقدر مناسب ہوگا۔ اسلئے مین نے صاف کہدیا کہ " ایک گھنٹے سے کم عرصہ گذرا کہ تمھارے والد نے انتقال کیا"

فرط غم سے اسکی آنکھ سے آنسو بھی نہ گرے اسکے لب کانپنے لگے اور ہاتھ اوٹھا کر اسنے اپنی ٹوپی اُتار کر پیانو پر ڈالدی اور چلائی کہ " مجھے جلدی انکے پاس لے چلو" لیکن مسس میننگ ٹڑی مین اسوقت نہ تو گویائی کی قوت معلوم ہوتی تھی نہ کسی کام کے کرنیکی طاقت - اسوقت مین بھی بہت زیادہ متاثر ہوچکا تھا اسلئے مجھے اسکی حالت پر کچھ تعجب نہین ہوا۔ لیکن اسنے اپنے کو سنبھالا اور ڈورا کے پاس آکر بولی " میری پیاری بچی ابھی تمھاری حالت اس قابل نہین ہے کہ تم اپنے باپ کو دیکھ سکو - یہہ بڑے امتحان کا وقت ہے جو تمپر گذر گیا جبتک تم ذرا اور ٹھنڈی نہ ہو تو تمکو اس کمرے مین نہ جانا چاہیے جہان مُردہ پڑا ہے"۔

ڈورا۔ مین بالکل اچھی حالت مین ہون۔

مسس منینگ ٹری۔ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لو کہ مین ٹھیک کہتی ہون یا نہین۔ اُنکی بھی یہی راے ہوگی کہ قبل دیکھنے کے تمکو ذرا اور آرام کر لینا چاہیے تاکہ تمھارا دل قابو مین آجاے۔

اُسکی خاموشی اور صبر کو دیکھکر مجھے اُسکی طرف سے اور بھی اندیشہ ہو گیا تھا۔ اوسکا غم خاموشی اور ضبط کے ساتھ تھا اور اُسکی آنکھ مین آنسو تک نہ تھے اور اس قسم کا اندرونی رنج بہت زیادہ تکلیف دہ ہوا کرتا ہے۔ یہہ سوچکر مین نے کہا کہ "میرے خیال مین مسس منینگ ٹری صاحبہ بجا فرماتی ہین اگر تم پہلے ذرا سی دیر آرام کر لوگی تو اس صدمے کو زیادہ آسانی سے برداشت کر سکوگی صرف چند گھنٹون کی بات ہے"۔

ڈورا ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور بیٹھ کیا گئی گویا گر پڑی اس انداز سے جیسے کوئی اپنی قسمت پر صابر ہو کر مجبوری سے ضبط غم کرتا ہے۔ پانچ منٹ کے بعد مین اُس غمزدہ لڑکی سے جدا ہوا اور موسم گرما کی تیز دھوپ مین خندہ پیشانی تماشائیون کے گروہ کے ساتھ میدان مین کرکٹ کا میچ دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

(باقی آیندہ)

حصۂ نظم

غزلیات برطرح مشاعرہ سکندر آباد منعقدہ یکم جولائے سنہ ۱۹۰۶ عیسوی

مصرعہ طرح دریا بھرے ہون سینے مین اور چشم تر نہو

اختر - جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب الٰہ آبادی تلمیذ حضرت خورشید سکندر آبادی مدظلہ العالی

یون ہی سہی بلا سے شبِ غم بسر نہو
آجائے موت ہی جو الٰہی سحر نہو

شکوہ نہین جو آہ کا اُسپر اثر نہو
جسکو مذاق لذتِ دردِ جگر نہو

پروا نہین جو بازیِ الفت مین سر جو
ہم باز آئین عشق سے یہ عمر بھر نہو

رکھنے سے دل پہ ہاتھ جو تمکو حذر نہو
یون دردِ دل مٹے کہ کبھی عمر بھر نہو

غم ہی سہی فراق مین کوئی تو ہے رفیق
جینا مراد بال ہو یہ بھی اگر نہو

عادت نہین وفا کی مگر ہے عدو کے ساتھ
پہلو یہ خوب ہے کہ اُدھر ہو اِدھر نہو

مین مانگتا رہا دمِ رخصت یہی دعا
آجائے موت کرب مگر اسقدر نہو

اختر محال ہے کہ ہو طے منزلِ طلب
جبتک کہ راہ رو کا ہتھیلی پہ سر نہو

تاسف - جناب ناظر الحسن خیدر صاحب خورجوی

دل مین خیال قامتِ جانان اگر نہو
موزون ہمارا شعر کوئی عمر بھر نہو

ناکام آرزوے محبت کا کام کر
ابرو سے کام لے کوئی خنجر اگر نہو

سودائے عشق گیسوے جانان محال ہے
اے دل بلا مین پڑتا ہے کیون اسکے سر نہو

پھر ہے ہمارا جہان کو ڈبونے سے چشمِ اشک
رونا وہ کیا ہے جس سے کہ دامن بھی تر نہو

ہم اور ترکِ عشقِ بتان واہ ناصحا
یہ تو کبھی نہ ہم سے ہوا عمر بھر نہو

ہو جائیگا محال تمھین دل سنبھالنا / ممکن نہین ہم آہ کرین اور اثر نہو

خورشید۔ حضرت قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندرآبادی مدظلہ العالی

دل مین اثر نہ لب پہ فغان کا اثر نہو / دریا بھرے ہون سینے مین اور چشم تر نہو
پرزے اڑے ہین جسکے نہو میرا خطِ شوق / سر جسکا وان کٹا ہے مرا نامہ بر نہو
آتی خدا کرے کہ شبِ وصل ہو دراز / تو عمر بھر بغل مین رہے اور سحر نہو
اس کوچۂ وفا مین رکھیگا وہی قدم / پہلو مین جسکے دل نہو گردن پہ سر نہو
دیکھا جسے تڑپتے ہی دیکھا ہے خاک پر / دیکھو کہین تمھاری نظر کو نظر نہو
یا تو وہ جب ستاتے تھے آتی لبون پہ تھی / یا جانِ مضطرب ہے ادھر سے ادھر نہو
ممکن نہین کہ کاٹ لے کوئی شبِ فراق / تھوڑی بھی گر حلاوتِ دردِ جگر نہو
اقرار وصل منھ سے کرے اور نہو دہن / چوٹی تری کمر پہ رہے اور کمر نہو
اس عیش جاودان کا مزا اس سے پوچھیے / تو جسکے پاس رات کو ہو اور سحر نہو
میری شبِ فراق ہے وہ ورنہ دہر مین / ایسی بھی کوئی شب ہے کہ جسکی سحر نہو
خورشید جسکے نور سے روشن تمام گھر / افسوس ہے جو پاس وہ رشکِ قمر نہو

خنجر۔ خادم الاطبا حکیم سید محمد سعید سکندرآبادی اڈیٹر رسالہ تلمیذ حضرت خورشید ظلہ

عالم تری جفا سے اگر بیخبر نہو / جینے کی پھر کسیکو ہوس عمر بھر نہو
تم ماتمِ رقیب مین یون نوحہ گر نہو / دیکھو کسی غریب کا ٹکڑے جگر نہو
ہر اک کی بیخودی مین کمر تک ٹٹولی / ہر اک پہ یہ گمان ہے مرا نامہ بر نہو
مجکو تمھاری یاد ہو ہر وقت رات دن / تمکو مرا خیال کبھی بھول کر نہو
مین خوگرِ جفا ہون مزا ہے فراق مین / گو اس صنم کا وصل مجھے عمر بھر نہو

دریائے عشق مین گہر مقصود کب پائے — جسکو یہہ ہو خیال کہ اپنا ضرر نہو

شوخی نے پائی نشو و نما تیری آنکھ مین — تو وہ ہے جسکی لاگ مین نیچی نظر نہو

سر تیغ سے اتار کہ اترے یہہ بار عشق — ہون مین سبک دوش اگر تن پہ سر نہو

زلف دراز کا ہے تصور شب فراق — ہر لحظہ یہہ دعا ہے الٰہی سحر نہو

راہ طلب ہے طالب صادق کے سامنے — کچھ غم نہین جو خضر مرا راہبر نہو

وہ ہم سے ہین خفا تو اجل سے امید کیا — سمجھے ہین سہل تر جسے دشوار تر نہو

خنجر غلط ہے عشق مین تاثیر کچھ نہین — نکلے جو دل سے آہ تو کیونکر اثر نہو

راز۔ جناب شیخ عنایت اللہ صاحب سکندر آبادی تلمیذ حضرت رشید ظلہ

جانے کی تیرے اور کسیکو خبر نہو — یہہ کیا کہا کہ کوئی سر رہگذر نہو

آنے لگا ہے ہجر مین بھی وصل کا مزا — میری شب فراق کی یارب سحر نہو

وعدہ یہان کے آنیکا کرتے ہین وہ مگر — قسمت سے میری راہ مین دشمن کا گھر نہو

حمد خدائے پاک مین گر ہو نگہ بلند — اے راز آسمان مری حد نظر نہو

عشقی۔ جناب قاضی محمد محمود حسن صاحب ہاپوڑی تلمیذ رشید خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

یہہ چرخ بدنہاد اگر میرے سر نہو — دشمن کا یون دماغ کبھی عرش پر نہو

جز یاس کچھ لحد کے ادھر اور ادھر نہو — حسرت بھی پائینتی ہو گر نوحہ گر نہو

اللہ رے درد عشق تری بے نیازیان — مرجائے کوئی اور کسیکو خبر نہو

چرکے دل و جگر پہ نہ یون دیکھے چھوڑ دے — تجکو لہو کی چاٹ جو تیغ نظر نہو

وان آمد سحر کی دعائین شب وصال — یان یہہ کہ اور چار پہر تک سحر نہو

سمجے یہان ٹھہر کہ انھین خوب دیکھ لون — رخصت ابھی تو اور پہر دو پہر نہو

عشق ہے آپ ایسے بیزار ناصحا
اسکو نہ چھیڑ پھر خدا اسکے سر نہو

کوثر - جناب منشی محمد صدیق صاحب امین محکمہ نہر تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

دیکھو بغور چارہ گرو نوحہ گر نہو
ڈوبا ہوا جگر مین کہین نیشتر نہو

مدت کے بعد آئی ہے یارب شب وصال
اس رات کی تو تابقیامت سحر نہو

رکھتے ہو سرکشون سے امید وفا عبث
جھکتی ہے کب وہ شاخ کہ جسمین ثمر نہو

مہر - جناب سید محمد نواب علی صاحب اجمیری تلمیذ حضرت نشتر اجمیری

غماز راز عشق کہین چشم تر نہو
سمجھا ہون پردہ پوش جسے پردہ در نہو

تاکید ہے یہہ میرے لئے وقت نزع بھی
مرجائے بھی جو یہہ تو کوئی نوحہ گر نہو

وہ دن وصال کا ہے جو باتون مین ہو تمام
وہ رات ہجر کی ہے کہ جسکی سحر نہو

دم لے خدا کے واسطے کچھ کہہ تو ماجرا
آنا تو بد حواس تو اے نامہ بر نہو

دنیا مین مہر رنج اٹھائے ہزار ہا
اب اُس جگہہ چلو کہ جہان اسکا ڈر نہو

نشتر - جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندر آبادی تلمیذ خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

اللہ گر دعا مین ہماری اثر نہو
نخل مراد غیر کا بھی بارور نہو

قاتل خیال رکھہ نکرے کوئی بازپرس
دامن بوقت قتل ترا خون مین تر نہو

نادان - جناب حافظ کریم الدین صاحب سکندر آبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

مصروف سیر باغ ہے وہ گل جو بے نقاب
نرگس کو ہے یہہ خوف کہ میری نظر نہو

نادان جگر کو تھامے وہ آتے ہزار بار
کیا کیجے جب آہ مین اپنی اثر نہو

توقع فضول ہے۔

۱۰- چونکہ یہہ رسالہ تجارتی مقصد سے شایع نہیں ہوتا ہے لہذا اس کی قیمت بہت کم ہے یعنی

		سالانہ	ششماہی
والیان ملک سے / امرا و معززین سے	جو کچھہ عطا ہو ~~عمدہ ولایتی کاغذ~~	۴ سے	۲ ر
عام شائقین سے -	معمولی کاغذ	[illegible]	۱۴ ر
ایضاً -	عمدہ ولایتی کاغذ	[illegible]	۱۱ ر
قیمت فی پرچہ	....	۳ ر ہوگی۔	

۱۱- اجرت طبع اشتہارات وغیرہ کے لئے منیجر سے جملہ امور بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتے ہیں صرف اسقدر اعلان ضروری ہے کہ لغو اور فحش مضامین کے اور بہت زیادہ لمبے چوڑے اشتہارات شایع نہونگے۔

۱۲- ترسیل زر قیمت رسالہ بنام مولوی محمد عبد الغفار صاحب بی۔اے سکرٹری منیسپل بورڈ سکندرآباد ہونا چاہیے۔

خاکسار

حکیم محمد سعید خجستہ

ایڈیٹر و منیجر

گذارش

ید بیضا - یہ ایک ماہوار علمی اردو کا رسالہ ہے جس کی اشاعت سے زبان اردو میں مذاق سلیم پیدا کرنا نیز زبان کی ترقی اور خیالات کی اصلاح مقصود ہے یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ زبان کی ترقی قوم کی ترقی کی بنیاد ہے اور چونکہ اردو زبان کو بہ لحاظ اپنی جامعیت اور زبردست اشاعت کے ملکی زبان ہونے کی حیثیت حاصل ہے لہذا ترقی زبان اردو کی کوشش اہل ملک کا پہلا فرض ہے یہ کام حسن خیال سے ہاتھ میں لیا گیا ہے وہ خالص قومی خیال ہے اور ذاتی منفعت کے اغراض سے خالی ہے اس لئے بزرگان قوم اور جملہ حضرات سے امید ہے کہ تہ دل سے اسکی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرمائینگے۔

قیمت باعتبار حجم چالیس صفحہ کی بہت کم رکھی گئی ہے یعنی قسم اول ۸ؔ ، و قسم دوم ۱۲ؔ
جو صاحب رسالہ ہذا کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے کوئی تجویز پیش فرماوینگے ہم انکے تہ دل سے مشکور ہونگے اور بشرط مفید ہونے کے وہ اصلاح ہمارے طرز عمل میں تغیر پیدا کریگی - جو صاحب کسی قسم کی خط و کتابت نفس رسالہ کے متعلق کرنا چاہیں اور جواب کے بھی خواستگار ہوں انکو مناسب ہے کہ ٹکٹ ڈاک قیمتی ایک آنہ ملفوف کر دیا کریں -

خاکسار منیجر

التماس

جو صاحب بیرونجات سے غزلیات روانہ فرمانا چاہیں انکی غزلیات بابت مشاعرہ ماہ منعقدہ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک اور غزلیات بابت مشاعرہ منعقدہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء ۱۷ اکتوبر تک میر مشاعرہ منشی سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر میونسپلٹی سکندر آباد ضلع بلند شہر کے پاس پہونچ جانی چاہئیں اور جو صاحب خود مشاعرے کو سرفراز فرمانا چاہیں انکو ایک ہفتہ تاریخ انعقاد مشاعرہ سے پیشتر اپنی آمد کی تاریخ و وقت سے میر مشاعرہ صاحب موصوف کو مطلع فرمانا ضروری ہے -

خاکسار ایڈیٹر

رجسٹر نمبر اے ۳۶۷

ید بیضا

نمبر ۲	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء	جلد ۱

اڈیٹر۔ حکیم سید محمد سعید خنجر سکندرآبادی   مقام اشاعت۔ سکندرآباد ضلع بلندشہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہرپرشاد بلندشہر میں چھپا

قواعد وضوابط رسالہ ہذا

۱۔ یدبیضا صحیح اور فصیح اردو کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخون مین سکندرآباد ضلع بلند شہر سے شایع ہوتا ہے۔

۲۔ اس کا مقصد زبان اردو کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنا ہے اور اس غرض کے حصول کے لئے جس قدر مضامین اس مین درج ہوتے ہین انہین صحت زبان اور بلندی خیالات کا حتی الامکان لحاظ رکھا جاتا ہے۔

۳۔ اس مین ہر قسم کے علمی ادبی فلسفیانہ۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ تمدنی مضامین شایع ہوتے ہین۔ ظریفانہ مضامین بشرطیکہ رکاکت سے پاک ہون درج ہوسکتے ہین۔ کوئی اور تخیل ناول یا کسی نتیجہ خیز ناول کا ترجمہ بشرط گنجایش طبع ہوسکتا ہے۔ اور غزلیات و نظمین ہر قسم کی بشرط پسند اور قابل انتخاب ہونے کے شایع ہوسکتی ہین۔

۴۔ اگر کسی اعلےٰ پایہ کے مصنف یا شاعر کا غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہو تو نہایت خوشی سے شایع کیا جاتا ہے۔

۵۔ کسی خاص مضمون یا غزل کا شایع ہونا صرف اڈیٹر کی پسند پر منحصر ہے۔

۶۔ اگر کوئی صاحب تحریری اجازت عطا فرمائینگے تو انکے مضمون یا غزل مین ضروری ترمیم قبل از اشاعت کردیجائیگی ورنہ داخل دفتر ہون گے۔

۷۔ واپسی غزل یا مضمون یا امور جواب طلب کے لئے نصف آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔

۸۔ جملہ صاحبان سے جو غزل یا مضمون عنایت فرمائین خاص طور پر درخواست کیجاتی ہے کہ تحریر صاف اور خوشخط ہو اور اس کے ہمراہ انکا نام اور پتہ صاف طور پر درج ہو ورنہ بصورت عدم اشاعت معاف۔

۹۔ مضمون نویسون کی ذاتی رائے کا اڈیٹر ذمہ دار نہین ہے اور مضامین فحش و لغو و بیہودہ کی یا جس مضمون مین کسی فرد یا گروہ پر حملہ اور طعن و تشنیع بیجا ہو اسکی اشاعت کی توقع فضول ہے۔

۱۰۔ چونکہ یہ رسالہ تجارتی مقصد سے شایع نہین ہوتا لہذا اسکی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی

		سالانہ	ششماہی
والیان ملک سے		عطیہ مرضیہ	
امرا و معززین سے		[illegible]	[illegible]
عام شایقین سے	قسم اول عمدہ دبیز کاغذ پر	۲؍	[illegible]
"	قسم دوم معمولی کاغذ پر	[illegible]	[illegible]

ممالک غیر کی ترسیل مین چونکہ محصول ڈاک وغیرہ زیادہ ہوتا ہے لہذا معمولی قیمت سے جو عام شایقین سے لیجاتی ہے ہر قسم کی بابتہ ۲؍ اور زیادہ ہونگے اور شہر کے اندر شرح قیمت سالانہ ۲؍ کم ہوگی۔ قیمت فی رسالہ معمولاً ۳؍ ہوگی لیکن اگر خاص طور پر قسم اول کا رسالہ طلب کیا جائیگا تو ۵؍ قیمت پر بھیجا جائیگا۔

۱۱۔ اجرت طبع اشتہارات وغیرہ کیلئے جملہ امور منیجر سے بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتے ہین صرف اس قدر اعلان ضروری ہے کہ بہت زیادہ لمبے چوڑے اور فحش و ناپاک مضامین کے اشتہار ہرگز شایع نہ ہونگے۔

۱۲۔ خریداران رسالہ براہ کرم جملہ خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری جو چٹ پر درج ہوتا ہے ضرور تحریر فرمادیا کرین۔ خاکسار اڈیٹر و منیجر

ید بیضا

ہماری شاعری اور ہم نمبر ا

اللہ اکبر! زمانے کا انقلاب اور اُسکی بوقلمونی بھی ایک حیرت انگیز طلسم ہے۔ اس عالم کے ایک ایک ذرّے کو ہر لمحہ اور ہر ساعت حرکت ہے اور ہر حرکت ایک نئے انقلاب اور تلوّن کا پیش خیمہ۔ بظاہر اگر کسی شے کو سکون بھی معلوم ہو تو یون سمجھئے کہ ہم اپنے نقص اور کمزوری کی وجہ سے اُس تغیر کا احساس نہین کر سکتے جو درحقیقت ہر وقت ہر شے مین برابر جاری ہے۔ ہمکو ایک چھوٹا سا زمانہ عمر کا عطا ہوا ہے اور اگر اس قلیل مدت کے اندر کسی تغیر کا نمایان طور پر اظہار نہ ہو تو ہم اُسکے وقوع سے بیخبر رہتے ہین لیکن اس محدود عرصے کے تجربے کی اُس بے پایان اور غیر محدود زمانے کے امتداد کے مقابلہ مین کیا ہستی ہے جسکے اندر قدرت کے زبردست اور نہ تھکنے والے صناعون نے پہاڑون کو سمندر اور سمندرون کو پہاڑ میدانون کو دریا اور دریاؤن کو میدان بنا دیا ہے یہ سلسلۂ تغیرات گو عالم مین برابر جاری ہے لیکن ہر شے کے تغیر و تبدیل کی رفتار یکسان نہین۔ انھین اسباب علل سے جو بے روک ٹوک متواتر جاری ہین کوئی شے جلد متاثر ہوتی ہے کوئی بدیر۔ بعض وقت انقلابات زمانہ کا اثر اس قدر جلد ظاہر ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور دیکھنے والے کی آنکھین حیرت و استعجاب سے کھلی کی کھلی رہ جاتی ہین لیکن بعض وقت نتایج اسقدر تاخیر اور تامل سے ظہور پذیر ہوتے ہین کہ اُنکے اسباب تک سُراغ لیجانا ایک دشوار امر ہو جاتا ہے۔

ہماری ملکی زبان اور اُسکی حالت مین ابھی پچھلے سو پچاس برس کے اندر جو انقلابات وقوع مین آئے

اُن سے حیرت انگیز سرعت کا پتہ چلتا ہے - ابھی کل کی بات ہے کہ مذاق سخن گوئی و سخن فہمی ہر صاحب کمال کے نزدیک وسیلۂ وقعت و اعتبار سمجھا جاتا تھا مگر آج وہی موجب ننگ و عار تصور کیا جاتا ہے - آہ وہ زمانے کیا ہوے اور وہ لوگ کدھر گئے ! لوگ کہتے ہین کہ ہندوستان کے لئے یہہ زمانہ ترقی تہذیب کا ہے تو کیا یہہ صحیح ہے کہ ترقی تہذیب کے ساتھ شاعری کا انحطاط لازم ہے ؟ کیا فی الواقع شاعری ایک میجک لالٹین کی تصویرون کی مانند ہے جنکا جلوہ صرف اُسی وقت تک نظر فریب ہوتا ہے جبتک خارجی روشنی اُس پردے پر پڑے جہان وہ تصویرین جلوہ گر ہین - اگر یہہ صحیح ہے تو ایک مذاق شاعری کیا ہزار لذتین اور کروڑ ولولے اُس ایک جوش پر قربان کر دینا چاہیے جو ہم کو ترقی تہذیب کی طرف لیجائے - لیکن سوال یہہ ہے کہ آیا درحقیقت یہی معاملہ ہے یا کوئی اور بات ہے - لارڈ میکالے ہمکو یقین دلانا چاہتا ہے کہ ترقی تہذیب اور شاعری مین بیر ہے اور جب وہ اتنا تسلیم کر چکا تو اوس کو انگریزی شاعری کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کر دینا آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جب ہم ٹینی سن اور ورڈس ورتھ جیسے شاعرون کو اُنیسوین صدی کے مہذب انگلینڈ پر گہرا اثر ڈالتے ہوے دیکھتے ہین اور یورپ کے معراج ترقی کی صعود مین شاعری کو ایک حد تک معاون پاتے ہین تو ہمکو لارڈ میکالے کے فیصلہ سے اتفاق کرنا سخت مشکل معلوم ہوتا ہے - اتنا تو ہم ضرور تسلیم کئے لیتے ہین کہ زمانہ حال مین شاعری کا اثر قومون کی زندگی و موت اور سلطنتون کے عظیم انقلابات پر نمایان طور پر بلا واسطہ پڑنا موقوف ہو گیا ہے اس سے بظاہر یہہ نتیجہ اخذ کرنا آسان معلوم ہوتا ہے کہ ترقی تہذیب نے دلون سے شاعری کا اثر محو کر دیا ہے لیکن غور کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ شاعری کا اثر زایل نہین ہوا البتہ محدود ہو گیا ہے تاہم یہہ محدود ہونا انحطاط پر دلالت نہین کرتا ہمکو معلوم ہے کہ ابتدا مین انسان کا امتیازی مادّہ ضعیف تھا اور وہ مختلف نتایج کا اس قدر مختلف اسباب تک سراغ لے جانا نہین جانتا تھا جس قدر ترقی تہذیب نے اُسے سکھا یا ہے آج ہم دیکھتے ہین کہ ہر تمدنی - اخلاقی - ملکی اور علمی شعبے کے لئے مختلف وسایل و ذرایع تکمیل کے پیدا ہوتے جاتے ہین اور جس قدر اِن ذرایع و وسایل کی ترقی ہوتی ہے اُسی قدر اِن مختلف شعبون

کی حد بندی زیادہ نمایان اور واضح طور پر جدا جدا ہوتی جاتی ہے۔ تمثیلاً ملکی امور پر غور کیجئے۔ آج جس قدر سرکاری محکمے مختلف فرایض کے انصرام کے لیئے موجود ہین اُن مین سے اکثر کے نام بھی زمانہ سلف والون کے احاطہ علم سے باہر تھے۔ اُس عہد مین متعدد اور مختلف فرایض اکثر ایک عہدہ دار کے ذریعہ سے انجام پاتے تھے لیکن اب جو اِس قدر مختلف محکمے قایم ہو گئے ہین تو کیا اِس سے یہہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہر محکمہ بجاے خود کمزور اور ناقص ہوتا جاتا ہے؟ نہین۔ بلکہ بخلاف اس کے جدا جدا انتظام زیادہ استحکام اور مضبوطی کی دلیل اور وسعت و ترقی کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح امور علمی مین بھی جُدا جُدا حدود کا تعین لازمی نتیجہ علوم کے وسعت اور ترقی کا ہے نہ کہ تنزل اور انحطاط کا۔ اگر اب شاعری نے پولٹیکل اسٹیج پر ایکٹ کرنا ترک کر دیا ہے تو یہہ نتیجہ نکالنا کہ وہ بالکل زاویہ خمول مین بیٹھ گئی ہے بلند نظری پر دھبہ لگانا ہے۔

انسان مین وہ قوت ادراک حُسن جسکو زبان انگریزی مین ایسٹھے تھک سنس کہتے ہین دیگر قواے دماغی کی طرح ازلی اور ابدی طور پر خلق کیگئی ہے۔ اگر لفظ "ترقی تہذیب" کا مفہوم موجودات عالم کی حقیقت اور اُن کے باہمی ارتباط کا صحیح حال دریافت کرنا اور اُس دریافت سے فایدہ اٹھانا ہے تو یہہ کہنا کہ ترقی تہذیب شاعری کی دشمن ہے گویا یہہ کہنا ہے کہ دلفریبی کا سامان عالم مین صرف اُسی وقت تک محسوس ہو سکتا ہے جب تک موجودات عالم کی حقیقت نظر سے پوشیدہ ہو۔ ہم کو اِس عجیب استدلال اور اُس کے عجیب نتیجے کو تسلیم کرنا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔

ہمارا تو یہہ عقیدہ ہے کہ عجائبات قدرت کی دلچسپی پردہ اُٹھتے ہی ختم نہین ہو سکتی بلکہ ادراک حقیقت سے وہ عجیب کرشمے جن پر موجودات عالم کا وجود مشتمل ہے آنکھون کے سامنے آکر عالم اور اُس کے متعلقات کو نہایت دلچسپ بنا دیتے ہین اور ہمکو اُس بے ہمتا اور لازوال قوت کے عجیب و غریب صنعتون کی دلچسپیون سے مانوس بنا کر ہماری طرز زندگی اور ہمارے خیالات مین نئی روح پھونک دیتے ہین۔ ہمارا فلسفی شاعر کیا خوب کہتا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار   ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

کوئی ذرا سی توجہ کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ صناع ازل نے ہماری دلچسپی اور ہمارے لطف کے لئے کس کس طور پر انتظام کیا ہے۔ ہمارے گرد و پیش جس قدر اشیا ہین وہ سب مختلف طریقون سے ہمارے لئے مفید اور کار آمد ہین مگر علاوہ اس وصف کے اکثر اشیا یہ صفت بھی رکھتی ہین کہ ہماری نظرون مین خوشنما اور ہمارے دلون کے لئے باعث تفریح ہون اسی غرض سے اُن کی ساخت مین خوبصورتی اُنکی صنعت مین حسن اور اُنکی ترکیب مین تناسب کا بہت بڑا لحاظ رکھا گیا ہی جنگل کا کونسا پتا چمن کا کونسا پھول اور کوہستان کا کونسا بیل بوٹا ہے جو اس کمال صنعت سے خالی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر خوبصورتی و تناسب سے قطع نظر کیجاتی تب بھی اُن کے کار آمد ہونے کی صلاحیت اور فایدہ رسانی کی خاصیت مین کوئی فرق نہ آتا اس لئے جب ہم غور کرتے ہین کہ وہ کونسی فطرتی قوت اور وہ کون سا قدرتی ادراک ہے جو اس عجیب صنعت کا محرک ہے تو ہمکو یہی جواب ملتا ہے کہ یہ سارا سامان حسی قوت ادراک حسن کے مستفید کرنے کی غرض سے مہیا کیا گیا ہے جیسے باری تعالیٰ نے انسان کے ترقی اور تزئین اور تفریح کی غرض سے خلق کیا ہے بقول غالب ؎

محرم نہین ہے تو ہی نوا ہاے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

لیکن بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمکو جو قوت ترقی اور عروج کے حصول کی غرض سے عطا ہوئی ہے اُس کا عدم استعمال یا سوء استعمال ہمکو پستی کی طرف لے جاے اور ہمارے قویٰ مین انحطاط اور ادراک مین تنزل پیدا ہو جاے۔ یہان تک کہ ہم اُن لذات سے بے بہرہ ہو جائین جنکا وافر سامان قدرت نے مہیا کر دیا ہے۔ اس کے جو کچھ اسباب ہوتے ہون ان پر ہم بحث کرنا نہین چاہتا مگر اس قسم کے انحطاط کے امکان مین کچھ شبہ نہین۔ چنانچہ اس کی مثال کے لئے ہماری اُردو زبان کی شاعری ہی موجود ہے۔

اس مین کچھ کلام نہین کہ آج ہماری اُردو شاعری انحطاط پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیون ہے؟ اس کا جواب جو کچھ ہے وہ بلا شبہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ وہ اس لئے ہے

کہ اُس نے ابتدا ہی سے فطرتی حسن کا جلوہ نہین دیکھا - موجودات عالم کی دلچسپیوں کے نظر فریب جلوے نے اُنکی آنکھین خیرہ کردین حُسن کا جلوہ ایک فطرتی برقی قوت کو حرکت مین لاتا ہے اور اُس سے جو جذبات پیدا ہوتے ہین وہی شاعری کے لیے موضوع لہ ہین لیکن ہمارے شاعر جو اِن فطرتی جذبات کے اظہار کو اُٹھے تو مجذوب کی بڑ ہانکنے لگے انھون نے موجودات عالم کے باہمی تعلقات پر جب خیال دوڑایا تو زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگے - انھون نے کہین معشوق کو قاتل ظالم سفاک ہرجائی حصاری بدمزاج بیحیا بیوفا اور ایک ذلیل بیسوا کے صفات سے متصف کردیا کہین عاشق کو بوالہوس بیعقل ننگ خاندان مخبوط الحواس فرض کرکے "الخبیثات للخبیثین" کا ثبوت بہم پہونچایا - سچ ہے "جیسی روح ویسے فرشتے" پھر اس پر بھی صبر نہ آیا تو نالون کو فلک پر پہونچایا - آہ شرربار سے جہان کو جلاکر خاک سیاہ کرڈالا اور اشکون سے دنیا کو غرقاب کرکے طوفان نوح کی کیفیت تازہ کی ذرا ذرا سی بات پر لاکھون دفعہ مرے مرمر کر گفتگو مین کین اور پھر بھی اُٹھے کمر محبوب کی تلاش مین عدم کی خوب سیر کی اور دہان معشوق کے تعین مین وہم و گمان کے ہاتھون مدتون حیران و سرگردان رہے اور نتیجہ کچھ نہ نکلا غرض وہ وہ سوانگ بھرے کہ اصلی جذبات کا تو کیا ذکر نقلی جذبات کا چربہ بھی نہ اُترا اور مدح مین ذم اور تمکین مین تمسخر کا پہلو نکلنے لگا - یہہ بدقسمتی اُسی وقت سے شروع ہوگئی تھی جب سے اُردو زبان پیدا ہوئی جس ملک مین اس بچہ نے ہندو مسلمانون کے باہمی ارتباط کی بدولت جنم لیا تھا اُس مین سنسکرت کی زبردست شاعری کا خوب دور دورہ ہوچکا تھا گو ایشیائی مبالغے سے وہ بھی پاک نتھی مگر اُس نے اپنی یادگارین جو اپنی سگی سوتیلی بہت سی بیٹیان چھوڑی تھین اُنمین سب سے ممتاز اور اُردو زبان کے ساتھ کی کھیلی ہوئی سہیلی برج بھاشا مین فطرتی جذبات کے اظہار کی اچھی صلاحیت پیدا ہوچکی تھی اور جو مادہ اُس مین موجود تھا اُس مین حسب اقتضاے زمانہ تھوڑی سی اصلاح ہوجاتی تو ترقی کی بہت گنجایش تھی لیکن اُردو زبان جس نے اسلامی بادشاہون کے ظل حمایت مین پرورش پانا شروع کردیا تھا اپنی سہیلی کو ہمیشہ مبتذل سمجھتی رہی اور چونکہ اُسکو فارسی دایہ کا دودھ پلایا گیا تھا اس لیے اُس نے

زبان کھلتے ہی شیراز اور اصفہان کا لہجہ اختیار کر لیا۔ بچپن ہی سے اہل کمال کی آغوش مین پرورش پا کر اُس نے اِس قدر جلد نشو و نما حاصل کی کہ ننھی سی عمر مین بڑھ بڑھ کر باتین بنانے لگی اُسکی آنکھین متوالی اور خوبصورت تھین اُس کی پیشانی سے بلند حوصلگی ٹپکتی تھی اُس کے ننھے ننھے ہاتھ پانون خوشنما اور اُس کے اعضا متناسب تھے۔ وہ اِس عمر کی معمولی لڑکیون سے زیادہ خوشحال اور چونچال معلوم ہوتی تھی لیکن اُس کی باتین اکثر بے تکی ہوتی تھین اور وہ اکثر تخیّلات اور توہمات مین ڈوبی رہتی تھی بعض وقت تو اُس کی میٹھی میٹھی باتین نہایت دلفریب ہوتی تھین لیکن اکثر اوقات وہ زمین آسمان کے قلابے ملاتی رہتی تھی کیونکہ اُس کا مزاج تلوّن پسند تھا اور اُس کی قوت تخیّلہ مین توہم کو زیادہ دخل تھا۔ یعنی اُس کے خیالات اکثر واقعیت اور فطرت سے دور ہوا کرتے تھے یہہ اُس کی دایہ کی تربیت کا اثر تھا۔ خیر اُس زمانے مین تو اُس کے سر پر اُس کے مربی اور سرپرست موجود تھے اور وہ جیسی کچھ بھی نبھ گئی لیکن اب زمانے نے رنگ بدلا اُس کے سرپرست ایک ایک کرکے سب اُٹھ گئے اور اب اُس کو یہہ ضرورت پڑی کہ یا تو اپنی حالت درست کرے یا آیندہ ترقی کی خوشگوار امید سے ہاتھ دھوئے۔ یہہ اُس کے لئے بڑا نازک وقت ہے خصوصاً اِس وجہ سے کہ جو لوگ جدید تحریک کے پیرو ہین وہ نہ اس کی مدد کرنا چاہتے ہین نہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہین۔ اُنھون نے یوُرپ کے جا و بیجا تتبع کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور اظہار لیاقت کے بہت سے عجیب طریقے اختیار کئے ہین جن مین ایک یہہ بھی ہے کہ ملکی طرزون اور چیزون سے منافرت اور مغایرت کے اظہار مین حتی المقدور کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی جائے۔ ہم سردست اِس امر کے فیصلے کو ملتوی کرتے ہین کہ یہہ منافرت مذموم ہے یا محمود لیکن ہم کو اِس بات کا رنج ضرور ہے کہ اِس طریق عمل سے ملکی طرزون اور چیزون کی بلا لحاظ اچھے یا بُرے کے کساد بازاری ہو گئی اور اِسی زمرے مین ہماری شاعری بھی آ گئی۔

اُردو زبان ابھی محض بچہ ہے اُس کو جیسی تعلیم دی گئی اُسی کے مطابق وہ متاثر ہوئی لیکن اُس کی تربیت کا وقت ابھی باقی ہے۔ اگر ہم اُس کو الزام دین تو بے جا ہے جب وہ پیدا ہوئی تب اُس کے مربی اور سرپرست فارسی بولنے والے لوگ تھے اُس نے زبان کھلتے ہی شیرازی

اور اصفہانی لہجہ مین گفتگو شروع کردی - شاباش اُن صاحبان کمال کو جنھون نے اُس بے زبان کو بولنا سکھایا - ہم کو دیکھئے کہ یورپ کی نیچرل شاعری پر دل دادہ ہین اور اتنا نہین ہوسکتا کہ اس بچے کو جس کی زبان ابھی کھلی ہے وہی لہجہ سکھادین جس پر ہم اس قدر مٹے ہوے ہین - لیکن الزام تو ہم جب دین کہ ہم کو سب کچھ آتا ہوا اور ہم اُسے کچھ نہ سکھائین مشکل تو یہہ ہے کہ ہماری تعلیم خود ناقص ہے - ہم نیچر پرستی مین بھی تو پکے نہین ہین ہمارا اشعار محض جھوٹی تتبع اور اندھی تقلید ہے جب ہم دیکھتے ہین کہ مہذب دنیا نیچر پرستی مین محو ہے تو ہم بھی آنکھ بند کرکے اُن کی آواز مین آواز ملا کر ایک نعرہ لگا دیتے ہین اور پھر ایسے چپ ہوجاتے ہین کہ گویا ہم مین گویائی کی قوت ہی نہین - اُس پر لطف یہہ کہ اپنی ناقابلیت کو اپنی زبان اور اپنی شاعری کے سر تھوپتے ہین اور اُس کی مذمتین کرکے دل مین خوش ہوتے ہین کہ بڑا کام کیا - ہم مین اتنی ہمت کہان کہ علمی درسگاہون سائنس کی رصدگاہون اور صنعت و حرفت کی سنگلاخ گھاٹیون مین اپنی زبان کو اور مہذب انجمنون کی جلسہ گاہون سوسائیٹیون کے کتب خانون اور مدارس اور کالجون کے کمرون مین اپنی شاعری کو لا کھڑا کرین اور اُسکی تعلیم و تربیت مین کوشان ہون - ہم نے اپنی مستورات کی طرح اُسے بھی مجلہ نشین بنا رکھا ہے اور یہہ سمجھ رہے ہین کہ یہہ سات پردون مین بیٹھی ہوئی اپنی ترقی کا آپ انتظام کرے گی - نہین نہین اس سے بھی بدتر اور بزدلانہ طور پر اس امر پر قانع ہین کہ اسی حالت مین تنزل اور پستی کی طرف گرتے گرتے نیست و نابود ہوجاے - مین کہتا ہون کہ یہہ نہایت بزدلانہ خیال ہے ! کوئی علم و فن جو کسی قوم کی طرف منسوب ہو وہ خاک مذلت پر پڑا رہنے دیا جاے اور اُسکی ترقی اور ارتفاع کی کوشش نہ کی جاے اس سے بڑھکر کیا بزدلانہ خیال ہوسکتا ہے ! لیکن یہہ ہمارا قومی خاصہ ہوگیا ہے کہ ہم تمام قومی ترقی کے امور مین بزدلانہ کارروائی کرنے پر خوش ہوتے ہین -

آئیے اس سے بھی بدتر حالت کا آپکو نظارہ کرائین - ہم مین اکثر ایسے ہین جنکا یہہ سوال ہے کہ شاعری کا نتیجہ کیا ہے اس سے کونسا فایدہ حاصل ہوتا ہے ؟ کیا اس سے ضروریات ناگزیر

کے انصرام میں کچھ مدد ملتی ہے؟ کیا اس سے کسب معاش کا کوئی وسیلہ ہاتھ آتا ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کیا یہہ ایک فضول شے نہیں ہے جس پر توجہ کرنا تضیع اوقات ہے؟
ان سوالات کے قایم کرنے والے شاید دل میں یہہ سمجھتے ہوں کہ ہمکو لوگ حکیم ارسطاطالیس کا ہمپایہ سمجھیں گے کیونکہ شاعری کے متعلق اسکا بھی خیال تھا لیکن اسکا ہمپایہ سمجھے جانیکے لئے صرف اسی ایک امر میں اسکا ہم خیال ہونا کافی نہیں ہے، جبکہ اسنے انسانی فطرت کا وہ جوہر دکھایا ہے جو انسان دریلا ایک میں مابہ الامتیاز ہے یعنی غلطی جس طرح ہرنا بینا یعقوب نہیں ہوسکتا اور جس طرح ہر زندانی یوسف نہیں ہوسکتا اسی طرح ہر شخص جو شاعری کے رموز اور خوبیاں نہیں سمجھ سکتا ارسطاطالیس ہونے کا محض اس بنیاد پر دعوی نہیں کرسکتا کہ اس معاملہ میں وہ اسکا ہم خیال ہے تاہم چند لمحوں کے واسطے ارسطو کی خاطر سے یا اسکے ہم خیالوں کا دل خوش کرنے کے لئے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ شاعری محض بیکار ہے اور مخالف گروہ کی طرف سے یہہ دلیل بھی پیش کئے دیتے ہیں کہ شاعری سے ہماری ضروریات ناگزیر کے انصرام میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ اگر بیکاری کا یہی معیار ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں شاعر اپنے ساتھ بہت سے اہل فن کو نہ لے ڈوبے۔ نقاش اور مصور بیچارے تو کسی گنتی ہی میں نہیں علم ہیئت کے دقیق مسایل حل کرنے والے علم جیالوجی کی چھان بین کرنے والے علم تاریخ کے بیشمار اوراق الٹنے والے اور علم فلسفہ کے پیچیدہ مسایل میں سر مغزن کرنے والے بھی شاید اس ناپیدا کنار دریا میں ڈوب جائیں گے کیونکہ ضروریات ناگزیر کے انصرام کے لئے اس قدر دقایق وحقایق کی چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایک وحشی اور غیر مہذب انسان شاید ان معاملات میں مہذب اور ترقی یافتہ انسان سے زیادہ ہوشیار اور چابک دست ہوتا ہے کیونکہ وہ ساری ضروریات کے سامان خود اپنی قوت بازو سے بہم پہونچاتا ہے بخلاف اسکے مہذب آدمی کی اکثر ضروریات کی بہم رسانی کے اور لوگ کفیل ہوتے ہیں اور وہ خود غیر ضروری کاموں مثلاً تحصیل وتکمیل علوم وفنون میں مصروف رہتا ہے۔ ہماری ضرورتیں فی الواقع بہت تھوڑی ہیں اور اگر بنظر غور وتامل ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہوجائے گا کہ جسقدر انسانی صنعت اور کاریگ

کے نمونے نظر آتے ہین وہ سب تہذیب اور ترقی کے زمانے کے آرام طلب انسانون کی راحت رسانی کے سامان ہین اور اپنی پیدا کی ہوئی ضروریات کے انصرام کے ذرایع ہین ترقی تہذیب کے ساتھ ضرورتین اور ضرورتون کے ساتھ ایجادین بڑھتی جاتی ہین جنکا اثر سب سے زیادہ محسوس ہونے والی مادی اشیا مین روز بروز ظاہر ہوتا جاتا ہے تاہم یہہ نہین کہا جاتا کہ ترقی تہذیب عبث اور اُسکی مستلزم ضروریات فضول ہین تمام علوم و فنون ایک حد مقررہ سے آگے جا کر ضروریات کے انصرام کی قیود سے اسی طرح نکل جاتے ہین جس طرح نظر شیشے سے گذر جاتی ہے لیکن اُس سے جدا نہین ہوتی اور اِس درجہ پر پہونچ کر وہ اُن نازک اور پیچیدہ مسایل کے حل کرنے مین مصروف ہو جاتے ہین جن کا تعلق دماغی ترقی ہی سے کیون نہو تاہم انصرام ضروریات سے بھی جدا نہین کون کہہ سکتا ہے کہ دماغی قویٰ کے تزئین و توسیع و انصرام ضروریات کے مفید بلکہ ضروری نہین ؟ انسانی افعال خیالات کے نتایج ہین اور دماغی بصیرت اور بینش کو ترقی دینا گویا افعال کے سرچشمہ کو تقویت اور صفائی بخشنا ہے۔ تمام کاملین علوم عالیہ اور ماہرین فنون لطیفہ جب اِس اعتراض کے مورد ہوتے ہین کہ اِس بلند پروازی اور موشگافی سے جس مین وہ مصروف ہین ہماری ضروریات کے انصرام اور کسب معاش کے نظام مین کیا ترقی ہو سکتی ہے تو یہی جواب دیتے ہین کہ اعلیٰ تعلیم سے دماغی قویٰ کو ایسی وسعت اور بصیرت حاصل ہوتی ہے جو رموز و غوامض موجودات عالم پر مطلع کرنے کے علاوہ انصرام ضروریات اور کسب معاش کے معاملات مین بھی ہماری رہنما اور مددگار ہوتی ہے اور یہہ کام بھی علم کی مدد سے استقدر خوبی کے ساتھ انجام پاتے ہین کہ ایک علم سے نابلد اور بے بہرہ شخص اِس خوبی کے ساتھ اُن کی انجام دہی پر قادر نہین ہو سکتا ۔ اِس طرح پر طبی اور خیالی علوم بھی بالواسطہ کسب ضروریات کے لئے مفید اور ضروری ہین اِس بحث مین بڑی طوالت کی گنجایش ہے جو اس مختصر مضمون مین نظر انداز کیجاتی ہے اگر کوئی صاحب زیادہ مشتاق ہون تو وہ فادر نیوتن کی آئیڈیا آف یونیورسٹی سے فایدہ اٹھا سکتے ہین - ہمارا مطلب صرف یہہ ہے کہ جب تمام اہل علم کی طرف سے یہہ جواب کافی

سمجھا جاتا ہے تو بیچارہ شاعر ہی اس معاملہ مین کیون خاص طور پر بدقسمت ہو - وہ موجودات عالم اور اُس کے تعلقات باہمی کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے جس سے دماغ کے اعلیٰ قوی فیض یاب اور ترقی پذیر ہوتے ہین - وہ پر اثر نصایح و پند کے وہ طریقے ایجاد کرتا ہے کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اُس کو سننے والا گوش دل سے سُن کر گوشۂ خاطر مین جگہہ دیتا ہے اور اُس کے نامعلوم اثر سے اپنے اطوار و عادات کو اُس رنگ مین رنگا ہوا پاتا ہے جس کے بڑے بڑے مصلحان قوم آرزومند ہین کیونکہ قومی ترقی کا دارومدار اخلاقی اور تمدنی حالت کی درستی پر ہے - ایک چیز کو ہم روزمرہ دیکھتے ہین ایک معاملہ ہماری آنکھون کے سامنے ہر روز گذرتا ہے لیکن اُس کے متعلق جو خیالات ہم قایم کرتے ہین وہ معمولی ہوتے ہین - شاعر انھین مین وہ نکات پیدا کرتا ہے اور انھین معمولی تصویرون کو کچھ ایسا رنگ و روغن دیکر جلوہ گر کرتا ہے کہ انسان کو اُسی معمولی شے اور روزمرہ کے واقعات مین عجیب عجیب پُر لطف رموز مضمر معلوم ہونے لگتے ہین اور دیدۂ دل کے سامنے ایک عجیب پُر فضا گل بوٹون سے ہرا بھرا چمن کھل جاتا ہے - کیا اس سے دماغی بصیرت اور بینش مین حیرت انگیز اضافہ نہین ہوتا ؟ شاید کوئی کہے کہ ہماری شاعری ان باتون سے خالی ہے یا بفرض خالی بھی ہو تو قصور کس کا ہے - اور کون اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کرنے کا خطاوار ہے لیکن سچ پوچھیے تو ہمارے ہان بھی کیا نہین البتہ دیکھنے والون کی کمی ہے - آئیے ہم آپ کو اس چمن کی سیر کرائین ملاحظہ فرمائیے شاعر آپ کو کیا کیا سین دکھاتا ہے -

انتخاب از دیوان مرزا اسد اللہ خان غالب

اِس مضمون آفرین کے کمال سخن کی داد نہ دینا سخت ظلم ہے - دیکھئے مندرجہ ذیل اشعار مین ایک یا دو الفاظ کے باہمی ربط سے مضامین کا جلوہ اِس طرح پیش نظر کرتا ہے جیسے کسی دلچسپ سین کا سارا سامان نظرون سے پوشیدہ اسٹیج پر پہلے سے موجود تھا اور دفعتاً ایک تڑاقے کی آواز کے ساتھ پردہ جو ہٹ گیا تو چشم زدن مین ایک چمن زار آنکھون کے سامنے جلوہ گر ہو گیا ۔

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

مُنہ نہ کھُلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین
زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے مُنہ پر کھلا

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

غم اگرچہ جان گسل ہے پہ کہان بچین کہ دل ہے
غم عشق اگر نہوتا غم روزگار ہوتا

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین
ایک چکر ہے مرے پانون مین زنجیر نہین

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہے
مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جاے ہے

گرچہ ہے کس کس خرابی سے مگر با این ہمہ
ذکر میرا مجھسے بہتر ہے کہ اُس محفل مین ہے

فردا و دی کا تفرقہ اکبار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

بے اعتدالیون سے اپنی سبک سب مین ہم ہوے
جتنے زیادہ ہوگئے اُتنے ہی کم ہوے

پھر اُسی بے وفا پہ مرتے ہین
پھر وہی زندگی ہماری ہے

مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بن جاے کچھ ایسی کہ بن آے نہ بنے

اِس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا
ہاتھ آوین تو اُنھین ہاتھ لگاے نہ بنے

ڈرے کیون میرا قاتل کیا رہیگا اُسکی گردن پر
وہ خون جو چشم تر سے عمر بھر یون دمبدم نکلے

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اُڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو وان نہین پہ وان کے نکالے ہوے تو ہین
کعبے سے اِن بتون کو بھی نسبت ہے دور کی

کبھی اِس قدر شان وشوکت کے ساتھ برق خاطف کی مانند مضامین کا جلوہ پیش نظر کرتا ہے کہ فرط تابش سے آنکھین خیرہ ہو جاتی ہین اور کبھی اِس قدر پیارا مبہوت کردینے والے طرز کلام سے گویا ہوتا ہے کہ حیرت و استعجاب سے آنکھین کھُلی کی کھُلی رہ جاتی ہین - لطف یہ کہ مبالغہ تو ہے مگر واقعیت کو روشن کرنے والا ہے نہ کہ پوشیدہ ۔ مجکو ایک عجیب نکتہ اِس موقعہ پر یاد آتا ہے ۔ میرے اُستاد مکرم جن کا کمال سخن فہمی سالہا سال کے اوراق مین وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہتا ہے اکثر فرمایا کرتے ہین کہ

مبالغہ جان شاعری ہے لیکن اُسی حد تک کہ متکلم کو محض اپنے اظہار مطالب پر زور دینا اور اسکو مؤکد کرنا منظور ہو نہ یہ کہ نفس مضمون ہی ہاتھ سے جاتا رہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ "فرط غم سے میرا کلیجہ پھٹ گیا" تو مخاطب کی جانب سے اس جرح و قدح کی امید نہین ہوسکتی کہ "کلیجہ پھٹ گیا تو آپ زندہ کیونکر ہین" یا اگر کوئی یہ کہے کہ "اپنی بے دست و پائی کا کیا گلہ کرون" تو سامع سے اس جواب کی توقع نہین ہوسکتی کہ "آپ کے ہاتھ پاؤن بفضلہ اچھے خاصے ہین یہ بےدست و پائی کا گلہ کیسا" اس لطف مبالغہ کو اشعار ذیل مین ملاحظہ فرمائیے۔

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تھا

غافل بہ وہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان
بے شانۂ صبا نہین طرّہ گیاہ کا

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اٹھائیے
طاقت کہان کہ دید کا احسان اٹھائیے

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

چشم خوبان خامشی مین بھی نوا پرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہے

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

ظلمت کدے مین میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

تپش سے میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہے
مرا سر رنج بالین ہے مرا تن بار بستر ہے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

کہین نہایت لطیف اور نازک تشبیہون کے ساتھ دیدۂ دل کے سامنے نرالی تصویرین کھینچتا ہے اور جس بات کو ثابت کرنا چاہتا ہے انھین تشبیہون کے ذریعہ سے آئینہ کردیتا ہے۔

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین
چراغ کشتہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

کبھی اس عجیب دل فریب انداز سے معاملات اور واقعات عالم کے طلسم کی سیر کراتا ہے کہ خود بھی حیرت و استعجاب مین آجاتا ہے اور دوسرون کو بھی محو حیرت بنا دیتا ہے ؎

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

عشرتِ قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا
درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بدمِ سرد ہوا
باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہو گئین

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کی ذرّے مین جان ہے

عمر بھر کا تونے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہین ہے پایداری ہائے ہائے

بس ہجومِ ناامیدی خاک مین مل جائیگی
یہہ جو اک لذت ہماری سعیِ بےحاصل مین ہے

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نالۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

فریاد کی کوئی لے نہین ہے
نالہ پابندِ نے نہین ہے

رگون مین دوڑنے پھرنے کے ہم نہین قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

کبھی دلی جذبات اور عاشق معشوق کے باہمی معاملات کو اس مزے سے بیان کرتا ہے کہ دل کو لذت حاصل ہوتی ہے اور بے تکلفی اور برجستگی طرزادا کو اس قسم کے مضمون مین بالخصوص ملحوظ رکھکر تناسب اور موزونیت طبعی کی داد دیتا ہے ؎

دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بنگیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

جانتے ہوے کہتے ہو قیامت کو ملین گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا حال کرون خون جگر ہونے تک

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُسکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون
روئین گے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

کسی کو دیکے دل کوئی نواسنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھیرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

یہہ کیا کہتے ہو کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

گذرا اسد مسرت پیغام یار سے
قاصد پہ مجکو رشک سوال و جواب ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
مین نے یہہ جانا کہ گویا یہہ بھی میرے دل مین ہے

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراق
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

اپنی گلی میں مجھکو نکر دفن بعد قتل
میرے پتے سے غیر کو کیوں تیرا گھر ملے

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار میں آئے

غیر پھرتا ہے لئے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

کبھی نیکی بھی اُسکے دل میں گر آجائے ہے مجھسے
جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھسے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

بسر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر
فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اُسی کو دیکھکر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا
جان نذرِ دلفریبیٔ عنوان کئے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
زلفِ سیاہ رخ پہ پریشان کئے ہوئے

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو
سرمہ سے تیز دشنۂ مژگان کئے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جانان کئے ہوئے

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کئے ہوئے

کبھی شوخی اور مزاح کا رنگ دے سے کر زنگِ ملالِ خاطرِ احباب سے دھوتا ہے ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھکر عذرِ مستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

کہان میخانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی جو غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لئے

(باقی ہے)

حقیقت یہہ ہے کہ کسی قوم مین ایک صاحب نطق کا پیدا ہو جانا اُس قوم کے لیے نہایت خوش قسمتی کی بات ہے - یعنی یہہ ایک بہت بڑی بات ہے کہ ایک ایسا شخص کسی قوم مین پیدا ہو جائے جو اُن جذبات اور خیالات کا اظہار کر سکے جو قوم کے دلون کے اندر موجزن ہین - ملک اطالیہ کو دیکھیے آج اُس غریب کی حالت کس قدر تباہ ہے اُس کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے اور وہ باہمی قومی معاہدون اور صلحنامون مین کہین ایک متحدہ قوت کی صورت مین نظر نہین آتا - تاہم ملک اطالیہ مین ڈینٹی سا شاعر پیدا ہوا جس نے ثابت کر دکھایا کہ اطالیہ مین قوتِ نطق موجود ہے - زار روس ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے جسپر وہ اسقدر کثیر التعداد تلوارون کا سکون اور توپون کی امداد سے حکومت کر رہا ہے اور سچ پوچھیے تو کمال کر رہا ہے کہ اسقدر وسیع خطۂ زمین کو پولیٹکل حیثیت سے متحد کئے ہوئے ہے لیکن اُسمین قوتِ نطق نہین ہے - اُسمین عظمت ضرور ہے لیکن گونگی عظمت ہے - اُسمین کوئی صاحب نطق آج تک پیدا نہین ہوا جسکی آواز ہر زمانے اور ہر ملک مین سُنی جاتی - اسکو گویائی کی مشق کرنی چاہیے وہ اب تک ایک زبردست بے زبان حیوان ہے اُسکی توپین اور اُس کے کاسک ایک روز فنا ہو جائین گے مگر ڈینٹی کی آواز ابدالآباد تک سنائی دیگی جس قوم مین ڈینٹی سا شاعر پیدا ہو چکا اُسکے اتحاد مین کوئی چیز حارج نہین ہو سکتی مگر بے زبان اُس کو کبھی وہ اتحاد میسر نہین ہو سکتا -

کارلایل

جولیس قیصر

نمبر ۲

جولیس قیصر کا باپ کوئی مشہور آدمی نہ تھا۔ کیونکہ اُس نے عہدہ پریٹر سے زیادہ کبھی ترقی نہین کی ممکن ہے کہ عمر کم پانے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ اُسکی ماں آریلیا اعلیٰ قابلیت کی عورت تھی اور کامل طور پر تعلیم یافتہ اور مستقل مزاج تھی۔ اُس نے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت نہایت معقول طور پر کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جولیس قیصر اپنے زمانہ مین ایک فاضل اجل بھی سمجھا جاتا تھا اور اپنے اخلاق اور عادات کی خوبی کے اعتبار سے بھی ممتاز تھا۔

جولیس قیصر مین ذاتی وجاہت بھی بہت بڑی تھی وہ بڑھاپے کا نمایان خد و خال والا چہرہ جسکے ذریعہ سے ہم جولیس قیصر کو اس زمانہ مین پہچانتے ہین اُسکے اواخر عمر کا تھا۔ اور گو کہ اُسکا حسن زائل ہو چکا تھا تاہم اس عمر مین تمکنت اور وقار نے تھوڑی سی حسن کی جگہ لے لی تھی اور ہمین یقین کرنے کا موقع ہے کہ اُسکی متین پُر حلم اور متجسس نگاہین اُسکا چمکتا ہوا گورا رنگ اُسکے سیاہ بال اور اُسکے متناسب اعضا سب نے ملکر اُسکی وجاہت کو اسقدر بڑھا دیا تھا کہ وہ اہل روما مین اعلیٰ درجہ کے خوبصورت آدمیون مین شمار کیا جا سکتا تھا۔ اُسکا قد بلند اور موزون تھا جس سے شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی اور اُسکے قیافہ سے حلم و تواضع کا پتہ چلتا تھا ابتدا مین اُس کی صحت درست نہین تھی لیکن جوانی مین وہ بہت تندرست اور جفاکش ہو گیا تھا۔ وہ گھوڑے کی باگ چھوڑ کر اور دونون ہاتھ کمر پر رکھکر سوار ہو سکتا تھا اور ہر قسم کی فوجی ورزش مین دستگاہ رکھتا تھا۔ اُسکی آواز صاف اور بلند تھی اور علم بیان مین کافی دستگاہ رکھنے کی وجہ سے اُسکی فطرتی فصاحت مین عجیب رنگ پیدا ہو گیا تھا۔
اُس زمانہ مین فصاحت تقریر عمائد سلطنت کے لئے اسقدر ضروری فن تھا جسقدر کہ سپاہی کے لئے فن جنگ۔ جولیس قیصر علم فلسفہ مین نیفو کا شاگرد تھا جو قوم گال سے تھا۔ اُسکے استاد نے اسکندریہ مین تعلیم پائی تھی جو زمانہ قدیم مین بحیثیت ایک دار العلوم کے شہر ایتھنس (دار السلطنت یونان)

کا ہم پلہ تھا۔ اس شخص کو یونانی زبان اور فلسفے پر کامل عبور تھا۔ اُسنے چند سال تک کوہ پی لے ٹاین پر جولیس کے دروازے اپنا مدرسہ قایم رکھا۔ کوہ پیسے ٹاین وہ مقام تھا جہاں روما کے تمام روسا و عظام رہتے تھے۔ اسکے وسط مین خوبصورت اور عالیشان سنگ مرمر کے محل کھڑے تھے۔ اور اُسکے بیرونی حصہ مین غلامون اور دوکاندارون کے چھوٹے چھوٹے مکان واقع تھے اور یہہ چھوٹے درجہ کے لوگ ان عظیم الشان محلون کے رہنے والون کی بدولت پرورش پاتے تھے۔ گویا اُنکے مکانون کو ان کی جھونپڑیان اس طرح گھیرے ہوے تھین جیسے کسی زبردست جانور کی نعش پر چھوٹے چھوٹے مردار خوار جانور جمع ہوجاتے ہین اور جتنی ان خدام دولت کی تعداد زیادہ ہوتی تھی اُتنا ہی اُس رئیس کا اقتدار زیادہ سمجھا جاتا تھا جو اُنکی پرورش کا کفیل ہو۔ جولیس قیصر کے مقتدر خاندان کے ظل حمایت سے نیفو نے یہہ نفع حاصل کیا کہ مدتون روما کے نوجوانون کو تعلیم دینے کا شغل جاری رکھا اور نوجوان قیصر نے اُس سے بہت کچھ حاصل کیا اور جو کچھ حاصل کیا اُس مین اُسکی مان آریلیا نے جو بیٹے کی تعلیم و تربیت کو اپنا اہم فرض سمجھتی تھی اور جلا دیدی۔

باعتبار نسل کے جولیس کا خاندان پٹریشین گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن اُسکی پھوپی جولیا کی شادی اُس زبردست پلیبین جنرل کائس ماریس کے ساتھ ہوئی تھی جو اس تجویز کا بڑا حامی تھا کہ ملک اطالیا کے دیگر بلاد کے باشندون کو بھی باشندگان شہر روما کی طرح اظہار رائے کے ملکی اور قانونی حقوق حاصل ہوجائین۔ اس شخص سے پیلیئس کارینس سُلا کو سخت دشمنی تھی کیونکہ سُلا پٹریشین گروہ کا بہت بڑا حامی تھا۔ یہہ شخص لیاقت مین ماریس سے کم نہ تھا لیکن رحم دلی مین اُس سے کمتر تھا۔ ۸۶ قبل مسیح مین جو ماریس کی کامیابی کا سال تھا اور جس سال ماریس نے اپنے دشمنون سے سخت خونخوارانہ بدلے لئے تھے جولیس قیصر صرف تیرہ برس کا تھا اور اُسکو اپنے پھوپھا کی شہرت اور نام آوری سے صرف اسقدر نفع ہوا کہ اسکو جوپیٹر دیوتا کے پوجاری کا عہدہ ملگیا۔ جسکا ملنا شرافت خاندانی پر منحصر تھا۔ اور یہہ مالی نفع بھی ہوا کہ اُسکی شادی کسوشیا سے ٹھہر گئی جسکو وراثتاً بہت بڑی جایداد حاصل ہوئی تھی۔

ماریس کی موت اُس وقت واقع ہوئی جب اُسکے جاہ و جلال کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور اُسے نوین مرتبہ عہدہ کانسل پر منتخب ہوئے سولہ روز گذرے تھے - اسکے دو برس بعد بڑے جولیس قیصر (یعنی ہمارے جولیس قیصر کے والد) نے انتقال کیا - اُسکی موت پیسا مین دفعتًا واقع ہوئی اور ہمارے ہیرو کائس قیصر نے (اس نام سے جولیس قیصر اپنے ہم عصرون مین مشہور تھا) خود مختار ہوتے ہی کسوشیا سے نسبت چھوڑ کر کارنیلیا سے شادی کرلی - یہہ لوسیس کارنیلیس سنا کی بیٹی تھی جو ماریس کا خاص دوست اور مددگار تھا اور جو چوتھی مرتبہ عہدہ کانسل پر منتخب ہوا تھا - یہہ شادی ابھی ہوئی تھی کہ سلا کی جو متھریڈیٹس بادشاہ پانٹس پر متواتر زبردست فتوحات حاصل کرچکا تھا واپسی کی خبر گرم ہوئی اور یہہ مشہور ہوا کہ وہ واپس آکر اپنے دشمنون سے سخت انتقام لینا چاہتا ہے اس موقعہ پر سنا کو جو اُس کی مخالفت کا قصد کر رہا تھا قبل جہاز پر سوار ہونے کے خود اُسکی فوج نے قتل کر دیا جب سلا غیظ و غضب سے بھرا ہوا وطن کو واپس ہوا تو پیٹریشین گروہ نے اسے ہاتھون ہاتھ لیا اور ڈکٹیٹر مقرر کر دیا

سلہ ڈکٹیٹر - انتخابی طرز حکومت روما کے قوانین کی جان تھی اور جہان تک ہوسکتا تھا وہ اسکے خلاف عملدرآمد نہین کرتے تھے لیکن جہان وہ آزادی کے خواہشمند تھے وہان مین ایک خاص وصف یہہ بھی تھا کہ موقع کے موافق وقت پر مناسب تدبیرین کرنے مین کبھی نہ چوکتے تھے اسی بناپر اُنکے قوانین مین وقت بوقت کے لیئے ایک یہہ بھی شرط موجود تھی کہ جب کوئی خاص ضرورت مجبور کرے تو کوئی لائق شخص حاکم مقرر کرلیا جاوے اور ایک مدت مقرر کردی جاوے کہ اُسکے اندر وہ ضروری انتظامات حسب دلخواہ کرکے تمام فتنہ و فسادات رفع کردے - اس غرض کے حصول کے لیئے اُسکو ایک خاص مدت تک تمام فوجی اور ملکی امور مین خود مختارانہ اور شخصی رائے کے مطابق احکام نافذ کرنے کا پورا اختیار دیدیا جاتا تھا ایسے حاکم کو ڈکٹیٹر کہا کرتے تھے - ایسے ڈکٹیٹر کے تقرر کی ایک مثال یہہ بھی ہے جسکا اس موقع پر ذکر ہے - سلا اس غرض سے ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا تھا کہ گروہ پیٹریشین کے حقوق کی حفاظت کا کافی انتظام کرے کیونکہ اس نازک موقع پر جبکہ پلیبین گروہ اپنے حقوق کی توسیع کی جان توڑ کر کوشش کر رہے تھے ملکی قوانین کی پابندی پیٹریشین اور پلیبین گروہ کے مساوات مین منتج ہوتی ہوئی نظر آتی تھی اور یہہ بات پیٹریشین گروہ کے لیئے جو آپ کو اشرف اور افضل جانتے تھے ناگوار تھی - مترجم

اب اُسنے اسقدر سختی اور خونریزی کے ساتھ انتظام کیا کہ سارے شہر روما مین اُسکا رعب و سطوت غالب ہوگیا اور ہر شخص نے اُسکا قشقہ اطاعت پیشانی پر کھینچا۔ پٹریشین گروہ کے اُن نوجوانون کو جنھون نے ماریس والے فریق کے خاندانون مین شادیان کرلی تھین اپنے ازواج سے قطع تعلق کرنے کے احکام جاری ہوے ان احکام کی سب نے تعمیل کی لیکن جولیس قیصر نے کچھ پروا نہ کی اور اپنی زوجہ سے جس سے تھوڑے دن ہوے اُس کی اکلوتی بیٹی جولیا پیدا ہوئی تھی قطع تعلق کرنا منظور نہ کیا اُس نے نہایت استقلال سے باوجودیکہ اُس کی عمر ابھی صرف سترہ سال کی تھی ایسے معاملہ مین دست اندازی کو ناقابل تعمیل سمجھا جو روما کے قوانین کے مطابق قابل دست اندازی نہ تھا۔

سلا بحیثیت ڈکٹیٹر کے جو چاہتا کرسکتا تھا اور اُس نے اس ضدی نوجوان کو پوجاری کے عہدے سے برخاست کردیا اور اُس جایداد سے محروم کردیا جو اُس کی زوجہ کو جہیز مین ملی تھی اور یہہ بھی حکم دیدیا کہ اُسکو اُسکے باپ کی میراث مین حصہ نہ ملے۔ روایتاً یہہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ گروہ جسکو سلا نے اُن مخالفون کا کام تمام کرنے کے لیے مقرر کر رکھا تھا جن کو وہ کھُلے خزانے واجب القتل قرار دیکر دفع کرنے کی قدرت نہ رکھتا تھا جولیس قیصر کی تاک مین تھے اور باوجودیکہ جولیس قیصر اُس وقت اُس مرض بخار مین جو حوالی شہر روما کے لئے بلاے بے درمان تھا مبتلا تھا اُس کو ان سفاک معاندین کے ہاتھ سے عرصے تک چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا اور یہان تک ہرزہ گردی مین مبتلا رہا کہ اُسے ایک جگہہ دو دن سے زیادہ قیام کی نوبت نہ آئی۔

(باقی آیندہ)

اخلاقی بزدلی

سامنے ایک مختصر گر خوبصورت کچھ پختہ کچھ خام حویلی ہے - گو اسکی بیرونی حالت سے قدیم عظمت کے آثار نمایان ہین مگر اب تو اس کی دیوارین معمولی سالانہ مرمت کی بھی محتاج ہین اور اسی تمنا مین مدتون کھڑی رہکر اس طرح گر پڑی ہین جیسے کسی مشتاق دیدار کی نظرین کسی وعدہ فراموش کا انتظار کرتے کرتے تھک تھک کر گر جاتی ہین اور اب اُن دیوارون مین جو کسی زمانہ مین نہایت چاؤ اور اُمنگ سے بنوائی گئی تھین جا بجا ایسے غار پڑ گئے ہین جیسے کسی بیوفا معشوق کے ہاتھون کسی ارمان بھرے دل مین ناسور پڑ جاتے ہین - اس کی اندرونی حالت اور بھی زیادہ گئی گذری ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جو صفائی اور سلیقہ ایک معمولی مکان کے منظر کو خوشنما بنا دیتا ہے وہ صاحب خانہ مین نام کو نہین ہے - تمام وسیع صحن مرغیون کی جولانگاہ بنا ہوا ہے اور جا بجا غلاظت کا ڈھیر اور کوڑے کا انبار نظر آ رہا ہے ہر گوشے مین غار اور گڈھے ان خاک پہ لوٹنے والون کی سرگرمی کا پتا دے رہے ہین اور دالان مین جا بجا اس قدر غلاظت پڑی ہوئی ہے کہ نازک مزاج آدمیون کا تو کیا ذکر معمولی طبیعت کا آدمی بھی اگر دو گھڑی کے لئے وہان بیٹھ جاے تو یقین ہے کہ استفراغ کی نوبت پہونچ جاے ایک طرف چند میلے اور ناصاف برتنون کا ڈھیر پڑا ہے دوسری طرف دو تین چار پائیان برابر برابر اس طرح پڑی ہوئی ہین کہ اگر کوئی دالان سے گذر کر اندر کے کمرے مین جانا چاہے تو بغیر فن جست و خیز کی کامل دستگاہ کے کیا مجال کہ اندر قدم رکھ سکے - دیوارون کے گوشون اور چھتون مین تار عنکبوت اس طرح بہار دے رہے ہین جیسے باریک جھالرین آویزان کی گئی ہون - ہم بڑی ہمت کر کے ایک جست مین ان تمام رکاوٹون کو پار کر کے کمرے کے اندر پہونچ گئے یہان آ کر ہم نے دیکھا کہ جہان تک تزئین و رونق کی کوششین صاحب خانہ کے امکان مین تھین وہ اس خوش قسمت حصہ مکان کے نذر کی گئی ہین - لیکن رنگ طبیعت اُنکا ماشاء اللہ یہان بھی جھلکتا ہے - اس کمرے کی زمین ایک چٹائی کے فرش سے پوشیدہ کی گئی ہے جس مین جا بجا شکنین

پڑی ہوئی ہین ایک طرف ایک چھوٹی سی چوکی ہے جسپر پانی پینے کی صراحی رکھی ہوئی ہے اور ایک لوٹا ہے جسپر شاید ایک مرتبہ اُسی وقت قلعی ہوئی تھی جب وہ خریدا گیا تھا نیچے ایک چلمچی ہے جو شاید کبھی صاف نہ ہوتی ہوگی۔ اُگالدان جو ذرا علیحدہ رکھا ہوا ہے اُسکی حالت بھی کسی طرح اِس عام کلیے سے مستثنی نہین۔ ایک طرف چند ٹوٹی پھوٹی کرسیان پڑی ہین اور اُنھی کے قریب چار چوکیان ملا کر بچھائی گئی ہین جسپر ایک نہایت میلی دری ایک شکستہ چاندنی سے چھپائی گئی ہے جسپر چشم بددور سنگار کا سامان جو ایک ٹوٹے کنگھے اور بوسیدہ آئینے پر مشتمل ہے ایک طرف رکھا ہوا ہے اور چونکہ اس کے استعمال کے لیئے اِس سے بہتر اور کوئی موقع نہ تھا لہذا تیل کے بڑے بڑے دھبے چاندنی کو رونق دے رہے ہین۔ دیوار سے ملا ہوا ایک بڑا گاؤ تکیہ رکھا ہوا ہے جس کے غلاف کو کسی رنگ مین رنگنے کی ضرورت نہین کیونکہ جو سیاہی مائل رنگت اُس نے تیل بھرے بالون اور اُڑنے والی خاک سے حاصل کرلی ہے وہ صاحب خانہ کو دل سے پسند ہے۔ اس مکلف فرش پر ہم کو دو شخص آپس مین باتین کرتے ہوے نظر آئے ان مین سے ایک تو ضعیف العمر معلوم ہوتا ہے اور دوسرا ابھی نوجوانی سے نکل کر سن رشد کو پہونچا ہے۔ یہ بزرگ حلیئے سے اُن زبردست اقوام کے نسل کی یادگار معلوم ہوتے ہین جنھون نے قرون وسطیٰ مین ہندوستان کو ترکتاز کا میدان بنا رکھا تھا۔ گو اثنار گفتگو مین ہمکو اُن کے نام سے واقفیت نہ ہوئی تاہم اُن کی بلند پیشانی اور اُٹھی ہوئی گالون کی ہڈیاں بلند اور ستوان ناک نمایان نقشہ اور سرخ و سپید جھلکتی ہوئی رنگت ہمارے قیاس کی تائید کرتے تھے اور جب اثنار گفتگو مین ہم کو معلوم ہوا کہ یہ ہمارے نوجوان دوست کے چچا ہین تو ہمکو یقین ہوگیا کہ ضرور یہ نسل مغل کے نام لیوا ہین کیونکہ اُنھون نے اس نوجوان سے یون خطاب کیا کہ "میرے عزیز دلاور بیگ تمھارے خیالات ضرور قابل تحسین ہین لیکن افسوس ہے کہ جب تک اُن پر عمل درآمد نہو وہ ایک جھوٹی آب و تاب کے سوا کچھ وقعت نہین رکھتے اور اُس تعلق کی مانند ہین جو اپنی ناپایداری کی وجہ سے اپنی چمک کے بعد غیر معمولی ظلمت چھوڑ جاتی ہے"۔

مرزا دلاور بیگ - چچا جان مین کیا کرون بہتیرا قصد کرتا ہون کہ اُن اصول پر عمل کرون مگر جن لوگون سے تعلقات اور برتاو ہے اُنکا بھی تو آخر کچھ دباو ہوتا ہے پس یہی مجکو آگے نہین بڑھنے دیتا-

اب دیکھیے آپ کے پوتے کی رسم بسم اللہ کے موقعہ پر مین نے ہرچند چاہا کہ فضول رسمین نہ ادا کی جائین اور کچھ نہین تو کم از کم میراثنون ڈومنیون ڈھاڑیون وغیرہ کا جھگڑا الگ کیا جاے اور دعوت مین چند خاص رشتہ دارون اور احباب کے سوا اور کوئی شریک نہ کیا جاے۔ مگر آپکی بہو صاحبہ کب ماننے والی تھین ادھر انھون نے بہ لجاجت اصرار کرنا شروع کیا ادھر یار دوستون نے جلسے کے لئے مجبور کیا۔ غرض ایک ذراسی تقریب مین سات سو روپیہ نقد اوٹھ گیا - آپ تو جانتے ہین کہ میری اوقات اس قدر نہین کہ اس بار گران کا متحمل ہو سکتا جو کچھ ہوا سب قرض کی مد مین پڑا اُس نے اسقدر زیر بار کر دیا ہے کہ مطلق سر اُٹھا نہین سکتا۔ خود بیگم صاحبہ کا تمام زیور رہن ہے پہنے کا ٹھیکرا بھی آج تک رہن سے بچا ہوا ہے سو آیندہ اُسکا نمبر ہے اب جو یہہ تقریب شادی برخوردار مصطفے بیگ کی عنقریب ہوگی اُس مین اس کا بھی قلع قمع ہو جائیگا۔

ابھی یہہ فقرہ ختم بھی نہوا تھا کہ کمرے کے دروازے سے ایک بلند بالا عورت کسیقدر بھدّے نقشے کی سانولی رنگت والی جسکے نتھنے چوڑے اور رخسار اُبھرے ہوے تھے نظر آئی اُسکی آنکھین چھوٹی چھوٹی اور اندر گھسی ہوئی تھین اور اُسکا جسم کسی قدر فربہی لئے ہوے تھا۔ اُسکے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت کم ہنستی ہوگی لیکن باوجود اس کے متانت اور سنجیدگی کے آثار ندارد تھے اور غصہ اور بدمزاجی کی جھلک شکن دار ابروٗن سے نمایان تھی - یہہ عورت نہایت بے محابا طور پر کمرے مین داخل ہوئی۔ دوپٹہ سر سے ڈھلکا ہوا تھا اور ایک آنچل خاک پر لوٹ رہا تھا آتے ہی چچیا سسر کو بیٹھا ہوا دیکھ ذرا ٹھٹکی اور جلدی سے ایک ہاتھ سے دوپٹہ سنبھال دوسرے ہاتھ سے سلام کر کے ایک مونڈھے پر جو سامنے پڑا تھا بیٹھ گئی۔ سسر نے شفقت آمیز متانت سے کہا " جیتی رہو۔ ہو تو اچھی طرح"

بیگم۔ جی ہان اچھی کیا ہون۔ خیر جیتی ہون خدا کا شکر ہے۔

بزرگوار۔ کیون بیٹی آخر خدانخواستہ کیا ایسی مصیبت ہے جو اس قدر پژمردگی کا باعث ہے۔

بیگم۔ چچا جان یہہ تو مین نے ویسے ہی کہدیا تھا۔ مین بہت اچھی ہون اور یون تو فکر انکا لگا ہی

رہتے ہین اب میان مُنّو (مصطفےٰ بیگ) کی اس تقریب کا فکر ہے۔

بزرگوار- واقعی فکر تمھارا بیجا نہین لیکن اگر تم سہولت سے انجام دوگی تو بفضل خدا اس فرض سے آسانی کے ساتھ سبکدوش ہو جاؤگی۔

بیگم- سہولیت ہی تو نہین ہے اب آپ کے یہہ نورچشم جو بیٹھے ہوے ہین طرح طرح کے جھگڑے ڈال رہے ہین کبھی کہتے ہین کہ ڈپ اور باجہ قطعی موقوف کبھی فرماتے ہین کہ معمولی دو چار جوڑے کپڑے دُلہن کے لئے بنالو کبھی فرماتے ہین کہ اس قدر سودا فرسامان کی کیا ضرورت ہے نجہ نگوڑی کا ناک مین دم ہے - انکا کہنا مانون تو کُنبے والون سے زرد رو ہون اور برادری کے طعنے سہتے سہتے کوٹیا ہو جاؤن۔

اِن فقرون پر میان نے ہر چند گوشہ چشم سے بیوی کو خاموشی کے اشارے کئے مگر وہ کب ماننے والی تھین اُنکو بیٹے کا لحاظ کیا ہو سکتا تھا جلی بھُنی یون ہی بیٹھی تھین اب بھی دل کے پھپھولے نہ توڑتین۔

بزرگوار- یہہ بیچارہ بھی سچ کہتا ہے- تمکو خود انجام کا خیال رکھنا چاہئے- اگر یون ہی فضولیات پر اصرار کیا جائیگا تو گھر کا تھل بڑا کیونکر لگے گا۔

بیگم صاحبہ- سچ ہے- گھُٹنا جھُکے گا تو پیٹ ہی کو جھکے گا - چچا جان مجھے آپ سے یہہ امید نہ تھی کہ جہاندیدہ ہو کر آپ اس قسم کی باتین کرینگے- لڑکے کا بیاہ چُھپ چھُپانے کرون مہمانون کو نہ بلاؤن بھاری جوڑے نہ لیجاؤن ناچ جلسہ سبکو خیرباد کہون یا یون کہیے کہ بہو بیاہ کر لاؤن تو جنازے کی طرح لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہتے ہوے چار آدمی اُس کی پالکی کے ساتھ ہون مگر برا نہ مانیے گا دنیا کس پر تھوکے گی اور کس خاندان کی عزت خاک مین ملے گی ؟-

بزرگوار- عزت کہین اِن باتون پر منحصر ہے- عزت پیدا کرنا سب کا فرض ہے لیکن سچی عزت عزت ہے اور جھوٹی عزت کو شیخی کہتے ہین- جب تمھارا گھر رہن ہو جائیگا اور تم خدانخواستہ قرضہ کے بارسے لد جاؤگی ہر وقت مہاجن کا آدمی تقاضے کے لئے دروازے پر کھڑا رہے گا تو عزت کیا خاک رہیگی۔

بیگم- یہہ تو مین پہلے ہی سے جانتی تھی کہ انھون نے (میان کی طرف اشارہ کرکے) خوب ہی ال کم چوکر

دکھڑے رو دئے ہونگے لیکن ان سے یہہ تو پوچھئے کہ اب تک انھون نے کونسا اپنی جیب سے خرچ کیا جب اسی بچے کی بسم اللہ ہوئی تھی تب بھی مین نے اپنے زیور اوتار کر دیدیے تھے اور اب بھی خدا کے فضل سے میرے پاس اتنا اثاثہ موجود ہے کہ ایک یہہ تقریب اور چار اور انجام دیدون خدا میرے مان باپ کو جیتا قائم رکھے مین کیا کسی کی محتاج ہون - خدا نے چار مین ایک تو یہہ اولاد دکھائی ہے اُسکے کام کے لئے بھی اسقدر جھگڑے بکھیڑے - اگر اسی طرح بکھیڑے ڈال کر کام کرنا ہے تو صاف کیون نہ کہدین کہ مین کچھ نہین کرنے کا اس نہین ہان اور گول باتون سے کیا فایدہ - میرے بچے کے کام مین تو انھون نے ہمیشہ اسی طرح فساد ڈالا اگر اس طرح کی بدشگونیون سے خدانخواستہ میا بندے کا ذرا بھی رونگٹا میلا ہوا تو مین کہے دیتی ہون کہ کچھ کھا کر سو رہون گی -

اتنا کہہ کر بیگم صاحبہ نے آنچل مُنہ پر ڈالکر پھُسپھُسر رونا شروع کر دیا - بزرگوار بہت گھبرائے کہ مین نے ناحق دخل در معقولات کر کے اس نالایق عورت کو برانگیختہ کر دیا - ندامت کے مارے اُن کی آنکھین جھک گئین اور نہایت دبی ہوئی آواز سے بولے "دلہن میرا قصور معاف کرو - مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر ناراض ہو جاوگی ورنہ مین ہرگز یہہ بات زبان سے نہ نکالتا مین نے تو تمھاری ہی خیرخواہی کے خیال سے کہدیا تھا آیندہ تم کو اختیار ہے" بیگم مُنہ سے کچھ نہ بولی اور چند ساعت اس کمرے مین سوائے سسکیون کی آواز کے سناٹا رہا آخر بزرگوار بیچارے اُٹھ کھڑے ہوئے مرزا دلاور بیگ سے رخصت چاہی - مرزا دلاور بیگ نے نہایت افسردگی کے ساتھ انھین رخصت کیا اب کے مرتبہ بہو نے سسر کو سلام بھی نہ کیا اور وہ بیچارے اپنا سا مُنہ لیکر چلے گئے -

نخلائے کا ہونا تھا کہ بیگم صاحبہ میان کے سر ہو گئین اور اس قدر تک تک لگائی کہ میان گھبرا کر باہر بھاگنے کو ہوئے لیکن بیگم نے دوڑ کر دامن پکڑ لیا اور ڈپٹ کر بولین کہ "کہین اس طرح بھاگنے سے پیچھا چھوٹ سکتا ہے آج فیصلہ کئے بغیر اُٹھنے تھوڑا ہی دیتی ہون"

مرزا دلاور بیگ مین کہتا ہون تم کو کیا ہو گیا ہے فضول باتون پر ضد اور ہٹ آخر تم نہین سمجھتین کہ ان باتون کا انجام کیا ہوگا -

بیگم- انجام کیا ہوگا یہی ناک برس دو برس کھانے پہننے مین کفایت کرنی ہوگی سو یہہ دنیا کا دستور ہے مگر مین کون دیکھنے آتا ہے کہ تم نے جو کی کھائی یا چنے کی- برادری مین تو منہ کالا ہوگا-

مرزا دلاور بیگ اچھا خیر ان جھگڑون سے کیا مطلب ہے تم جس طرح کہوگی اُسی طرح کرونگا-

بیگم- کروگے تو کیا مجہپر احسان کروگے مین بھی تمھاری ہی آبرو کے لئے مرتی ہون اور یہہ تو کچھ بات بھی ایسی نہین جس پر تم اس قدر کھٹیرا کرتے ہو بلا سے میرے ناک کان موے ننگے ہوجائین تم کو تو اپنی گانٹھ سے پیسہ خرچنے دینے کی نہین- پھر تم کو کیا تردد پیدا ہوا-

مرزا دلاور بیگ- یہہ تو مین نے مانا کہ تم اپنے زیور بیچنے کو تیار ہو مگر کبھی تم نے اندازہ بھی کیا کہ تمھارے پاس اب کس قدر زیور موجود ہے اور اس تقریب مین تمھارے حوصلے کے موافق کام کرنے سے کس قدر روپیہ خرچ ہوگا-

بیگم- اے ہے کیا خدا نکرے اب مین ایسی گئی گذری ہوگئی ابھی ابّا جان نے مجھے ڈھائی سو کے لنگن بھیا ولایت کی شادی مین دیئے ہین اور دو ڈیڑھ سو سے میرے پتے بھی کم نہون گے سو یہی دونون زیور میرے تستو کے کام کے لئے کافی ہون گے-

مرزا دلاور بیگ- جی بجا! آپ کو گھر کے اندر بیٹھے بیٹھے باتین ہی بنانی آتی ہین یا دنیا کی کچھ خبر بھی ہے مصطفٰے کی بسم اللہ کے موقعہ پر بھی تو تم نے اپنے پتری بند اور چھلے مجھ سے یہہ کہکر دیئے تھے کہ یہہ ڈھائی سو کا مال ہے سو بازار مین ٹانکا وغیرہ مجرا دیکر ایک سو چھیاسٹھ کا مال ٹھیرا اور پھر اونٹ کے منہ کو زیرہ تم نے جو کھٹراگ نکال رکھا تھا اس مین سات سو روپیہ نقد میرے ہاتھون اُٹھ گئے وہ آخر کہان سے آئے اس پر تم چچا جان کے سامنے یہہ قصہ لے بیٹھین کہ بسم اللہ مین نے اپنے زیور بیچ کر کی بیوی کو حساب لگانے کا تو ڈھنگ خدا نے دیا ہی نہین پتہ چلے تو کیا چلے کہ کسی پر کس قدر بار ہوگیا اور آج پھر فرماتی ہین کہ میرے زیور موجود ہین یہہ بھی خبر ہے کہ اس تقریب مین جس طرح تم چاہتی ہو ہزار روپیہ سے کوڑی کم نہین خرچ ہونے کی اور آپ کا زیور جس کے بھروسے پر آپ پھولی بیٹھی ہین مہاجن کے پاس گیا اور آدھے داموں کا رہ گیا- اس کمبخت زیور بنانے سے تو اگر آدمی یہی روپیہ کسی اور کام مین لگا دے تو گھر

سو کے سوا سو ہو جائین۔

بیگم۔ اور برادری کے سامنے ناک کان ننگے کر بیٹھے۔

مرزا۔ اور اب جو تم نے اپنی کرتوتون ناک کان ننگے کر دئے۔

بیگم۔ صاحب مجھے تو اُلٹی سیدھی دلیلین آتی نہین اتنا جانتی ہون اور مین کیا دنیا جانتی ہے کہ آدمی کے پاس یہہ دو چار چیزین پڑی ہون تو وقت پر کام آجاتی ہین اور بیاہ کا چھچھا تو بھاری ہوتا ہی ہے اگر کچھ دنون مین ننگی بوچی ہی رہون گی تو کیا ہے دنیا نہ دیکھے گی کہ ابھی بیٹے کا بیاہ کر چکی ہے کیا سب آنکھون پر ٹھیکریان ہی رکھ لین گی۔

مرزا۔ مگر آخر بات تو وہی ہوئی۔ ایک طرح پر سرخروئی تو دوسری طرح سے ذلت تم خود اپنے منہ سے قایل ہوتی ہو۔ اور سچ پوچھو تو یہہ دو طرح کا نقصان ہے ایک تو زیور کی پوری قیمت کیا روپیہ مین بارہ آنہ بھی وصول نہین ہوتے دوسرے وہ زیور جس کے لئے یہہ سب قصے قضیے ہوتے ہین اس طرح فضولیات مین ضایع کر دیا جاتا ہے۔

بیگم۔ دیکھو پھر تم نے وہی فضولیات کا لفظ زبان سے نکالا۔ اس سے بہتر ہے کہ تم صاف جواب دیدو مین تر گھر بھیک مانگونگی اور جہان سے بن پڑیگا اپنے بچے کا سہاگ بھرے طور سے رچاؤن گی واہ میرے کیا دو چار ہین جو سیر ارمان نکلنے کی پھر پھر امیدین ہون دنیا مین آدمی بچون کے لئے کیا کیا مصیبتین نہین بھگتا مین جہان سے بن پڑیگا محنت مزدوری کرکے اس کام کو کرون گی مگر تم سے ہین کہنے کی مین جانون گی کہ مین رنڈیا ہو گئی۔

مرزا۔ اچھا صاحب آپ اس قدر خفا کیون ہوتی ہین آپ کے حکم کی تعمیل بسر وچشم کی جائیگی اور آپکو انشاءاللہ میرے مقدور بھر کوئی شکایت باقی نہ رہیگی۔

بیگم۔ اے ہے پھر وہی مین کیا اور میری شکایت کیا۔ آبرو شہر مین تمھارے نام کی ہے کہ میرے نام کی۔

مرزا۔ (دل مین کیا بیوقوف عورت ہے اس جھوٹی عزت کو آبرو سمجھتی ہے اور انجام کو نہین سوچتی) آبرو عزت جو کچھ ہے اُسے خدا ہی رکھے گا تو رہے گی مگر تمھارے حکم کی تعمیل تو ہو ہی جائیگی۔

غرضکہ اس زور زبردستی سے بیگم نے میان لال بیگ کی دلیری پر فتح حاصل کی اور بیچارے کو زیور لیکر دکان دکان پھرایا اور مکان کا قبالہ لیکر گھر گھر دوڑایا جسکا قصہ طویل ہے آخر کار سارا زیور آدھے تہائی پر بکا اور رہنے کا مکان آٹھ سو روپیہ پر رہن ہوا اور یہ کل روپیہ میان مصطفے بیگ کی شادی کے یا یون کہو کہ مصطفے بیگ کی والدہ کی حماقت کی نذر کر دیا گیا

نیرنگ زمانہ

نمبر۲

باب دوم

خوب سے ملے

اس روز شام تک ڈورا کی صورت میری آنکھون مین پھرتی رہی اُس سے ملنے کی اُس وقت تک کوئی امید نہ تھی جب تک اُن صدمات سے جو اُسکے نازک دل پر گذر رہے تھے اُسکے دشمنون کو سوء مزاج کی شکایت نہ پیدا ہو جاتی۔

مین نے دوسرے دن صبح کو ساڑھے آٹھ بجے حسب معمول ناشتہ کیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر شفاخانہ مین جا بیٹھا اور مریضون کو دیکھنا شروع کیا۔ دس بجے کیا دیکھتا ہون کہ پری جمال ڈورا چلی آتی ہے۔ آج اُس کے جسم پر وہ ہلکے رنگ کا لباس نہ تھا جو اس سے پہلے مین نے دیکھا تھا بلکہ سیاہی مائل نیلا سایہ اُسکی گوری رنگت پر اپنی پھبن دکھا رہا تھا سر پر سیاہ ٹوپی تھی اور ہوا مین اوڑنے والے سنہری بال سمیٹ کر باندھ لئے گئے تھے۔ یہہ متانت کا انداز جو اس وقت اُس کی وضع سے ظاہر ہو رہا تھا اُس طفلانہ ادا کا پیارا نعم البدل تھا جو اس سے پیشتر میری نظرون مین سمایا ہوا تھا۔ اُس نے دبی زبان اتنا کہا کہ "مین اس وقت آپ کی خدمت مین ایک مریضہ کی حیثیت سے حاضر نہین ہوئی ہون"۔ اس فقرے کے جواب مین میری زبان سے بے ساختہ نکل تو گیا کہ "مجھے یہہ سنکر بہت خوشی ہوئی" لیکن مین ایک نظر مین تاڑ گیا کہ اُس کے نازک دل پر سخت بےچینی ہے کیونکہ اُس کے پیارے رخسار سرخ تھے اُس کی نرگسی آنکھون سے وحشت ظاہر ہوتی تھی اور اُس کے تنفس مین غیر معمولی تیزی تھی۔ مین نے کہا کہ "آپ تشریف رکھین اور فرمائین تو سہی کہ آپ کی کیا خدمت بجالاؤن"۔ ڈورا اُس کرسی پر جو مین نے سرکا دی تھی بیٹھ گئی اور یون گویا ہوئی۔

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو حیرت ہوگی کہ مین بلا تعارف سابقہ آپ کو کیون تکلیف دینے کی جرأت کرتی ہون۔ مجکو آنا نہ چاہیے تھا مین جانتی ہون کہ مجھے آنا نہ چاہیے تھا لیکن مین یہان درماندہ و بیکس ہون یہان میرا نہ کوئی دوست ہے نہ واقف کار نہ صلاح دینے والا اور مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔

مین مس مینگ ٹری تم نے بہت اچھا کیا کہ تم میرے پاس چلی آئین۔ جو خدمت تم کہو اُسے بجا لانے کو مین بجان و دل حاضر ہون۔

ڈورا (اُس بھرّائے ہوے لہجہ مین جس سے کمال دردو بیکسی کا اظہار ہوتا تھا) آپ صرف میری عرضداشت سُن لین۔ اگر آپ میرا قصۂ غم غور سے سُن لینگے تو یہی عنایت آپ کی کافی ہوگی۔

اتنا کہتے کہتے وہ کانپ اُٹھی اور پیچھے پھر کر اس طرح دیکھنے لگی جیسے کوئی سہما ہوا ہرن اُس وقت دیکھتا ہے جب اُسے ہر ساعت یہہ دھڑکا ہو کہ اب شکاری پہونچے اور اب جان پر آفت آئی

مین "آپ فرمائین تو سہی مین ہمہ تن گوش ہون" اتنا کہکر مین نے اپنی کرسی سے تکیہ لگا لیا اور جب تک وہ اپنا قصہ کہتی رہی خاموش سنتا رہا۔

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب رات مسس مینگ ٹری نے آپ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ تھوڑی دیر لیجا کے تمھارے والد کو دکھا دون گی مگر باوجودیکہ مین نے بہت منت و سماجت کی اُنھون نے اپنے وعدہ کی کچھ پروا نہ کی اور آج صبح تک ابّا جان کے کمرے مین جانے نہ دیا۔ رات کو دس بجے مین بہت بریہی اور بیدلی کے ساتھ ایک مغموم دل پہلو مین دبائے پڑی رہی۔ مکان مین سنّاٹا تھا تین دم اور ایک مُردے کے سوا کوئی نہ تھا۔ سارے نوکر نکال دیے گئے تھے۔ مسس مینگ ٹری نے اس کی وجہ یہہ بیان کی تھی کہ وہ کام اچھی طرح نہین کرتے تھے اس لئے اُنکو نکال دیا ہے چند روز بعد اور نوکر رکھ لئے جائین گے۔ ان سب کی جگہہ صرف ایک عورت رکھ لی گئی تھی اور وہ بھی نو بجے رات کو اپنے گھر چلتی ہوئی۔

مجھے نیند نہ آتی تھی اور بار بار میرے دماغ مین یہہ خیالات آتے تھے کہ وہ بھی کیا خوب زمانہ تھا

جب مین اپنے باپ کے ساتھ رہتی تھی اور مسس مینگ ٹری نے خیر سے اس گھر کو رونق نہین بخشی تھی۔ عالم تصور مین ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مین ابا جان کو دیکھ رہی ہون اور اُن کی آواز سُن رہی ہون اور مجھے کسی طرح یقین نہین آتا تھا کہ وہ اس طرح دفعتًا ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائین گے۔ میری زندگی مین یہہ پہلا موقعہ تھا کہ مجھپر اس قدر سخت مایوسی کی حالت طاری ہوئی ہو۔ تین برس ہوے جب میری مان نے انتقال کیا تھا تو مین بچہ تھی اور ابا جان موجود تھے مگر ہاے اب تو مین بالکل بیکس ہون اور ان کم بختون نے میری اتنی بھی پروا نہ کی کہ مجھے ابا جان کی بیماری کی خبر کر دیتے۔ مشیت ایزدی مین کیا چارہ ہے اگر اُس کی مرضی یہی ہے کہ مین یون برباد ہو جاؤن تو خیر لیکن ہاے یہہ دعا بھی تو قبول نہین ہوتی کہ اس روح فرسا غم پر مجھے صبر ہی آجاے۔ ساڑھے گیارہ بجے جب کروٹین بدلتے بدلتے تنگ آگئی اور کسی طرح نیند نہ آئی تو مین نے لیمپ گل کر دیا اور کھڑکی سے باہر کو دیکھنے لگی۔ ہاے وہ اندھیری ڈراونی کالی رات اور وہ تیز ہوا کے جھونکے میرے رنج وغم کو دوبالا کرنے والے تھے۔ اتنے مین بدلی فرا اٹھی اور مجھے ایک ستارہ نظر آیا اُس کی تنہائی میری بیکسی کے مقابلہ مین کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ دن بھی ہوتا تو کیا۔ درختون اور چراگاہون کے سوا مین کیا دیکھتی اس مکان پر بلا کی وحشت برستی تھی۔ اتنا تو مجھے یاد ہے کہ مین نے اپنا شوریدہ سر تکیہ پر رکھا اور میری آنکھ لگ گئی پھر مجھے خبر نہین کہ کیا ہوا۔ منہ اندھیرے ہی پھر میری آنکھ کھل گئی اور مین اوٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ہلکی سی روشنی کی شعاع کھڑکی سے نکل کر چھت پر پڑ رہی تھی۔ نیند کے خمائین میرے کان خود بخود ایک آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رات کے سناٹے مین یہہ آواز ایسی معلوم ہوئی جیسے کوئی شخص زمین کھود تا ہے مین نے ذرا اور غور سے سنا ایکدفعہ آواز ہلکی اور بند بند سی معلوم ہوئی مجھے شک گذرا کہ واقعی یہہ کوئی آواز ہی ہے یا میرے توہمات کا نتیجہ۔

دفعتًا میرے دل مین یہہ خوفناک خیال گذرا کہ یہہ تو قبر کے کھودنے کی آواز ہے۔ اب میرے کانون مین صاف پھاوڑے کی کھٹک آنے لگی اور ہر ضرب کا زمین پر پڑنا اور ہر تازے ڈھیلے کا اوکھڑنا اور گرنا صاف طور پر ممیز ہونے لگا۔ مجھے گمان تو ہوا کہ یہہ میرا محض وہم ہے تاہم مین ڈر گئی۔ فورًا

بستر سے اُٹھکر مین نے چاہا کہ روشندان کی کھڑکی کھول دون تاکہ ذرا اور روشنی ہوجاے۔

اس قصد سے مین نے ڈوری کو پکڑ کر کھینچنا چاہا مگر مین سہم گئی اور میرے ہاتھ پانون اس قدر قابو سے باہر ہوگئے کہ اگر کوئی میری جان پر حملہ کرتا تو بھی مین جنبش نہ کرسکتی - میرے ہاتھ پانون کا گویا دم نکل گیا تھا - مین سوچنے لگی کہ الہی مجھے خبط تو نہین ہوگیا یا کوئی نیا وہم تو مجھپر مسلط نہین ہوا چاہتا ہے آواز اُسی طرح بند بندسی سنائی دے رہی تھی اور اب اور ہلکی اور دور معلوم ہونے لگی مگر سنائی دیتی تھی صاف۔

یک بیک میرے کانون مین ایسی آواز آئی جیسے ابا جان میرا نام لے کر پکار رہے ہون - مجھے حیرت تھی کیونکہ مجھے ہرگز یہہ امید نہ تھی کہ اب مین اُن کی آواز سُن سکون گی - مین یہہ سوچ ہی رہی تھی کہ پھر وہی دردناک آواز میرے کانون مین پڑی "ڈورا - پیاری ڈورا" یہہ حسرت و یاس سے بھری ہوئی آواز بہت دور سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی بلکہ میرے پریشان دماغ مین یہہ خیال پیدا ہوگیا کہ کہین دوسری دنیا سے تو نہین آرہی ہے - مین دوزانو بیٹھ گئی اور جلدی جلدی دعا مانگنے لگی کہ الہی خیر کیجیو یا اللہ کہین مین دیوانی نہ ہوجاؤن۔

اتنی دیر مین وہ آواز موقوف ہوگئی - خوف کی بھی ایک حد ہے اور جب ڈر حد سے گذر جاتا ہے تو انسان مین دلیری آجاتی ہے - مین نے اپنی دُلائی اُتار ڈالی اور سوچنے لگی کہ الہی یہہ ماجرا کیا ہے کیا ابا جان جنھین لوگ مُردہ سمجھ رہے ہین ابھی زندہ ہین - کیا اب تک مین غلطی پر تھی - اس خیال نے میری ڈھارس بندھائی اور مین دروازہ کھول کر ننگے پانون ٹٹولتی ہوئی اپنے کمرے سے نکل کھڑی ہوئی وہ کمرہ جس مین میرے باپ کی میت پڑی تھی میرے کمرے سے چند گزون کے فاصلے پر واقع تھا - اُسوقت بالکل سناٹا تھا - نسیم سحری کے سرد جھونکے تمام رکاوٹون کو طے کرتے ہوے مکان کے اندر پہونچ گئے تھے مرغان سحر اپنے گھونسلون مین پر پھڑ پھڑا رہے تھے اور روشنی کی اُس شعاع مین جو چھت پر پڑ رہی تھی سفیدی اور چمک لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جاتی تھی - میرے دماغ مین اُس وقت اس کے سوا اور کوئی خیال نہ تھا کہ کسی طرح اپنے باپ تک پہونچ جاؤن اور اسی دُھن مین مین اُن کے کمرے کے

دروازے پر پہونچ ہی گئی۔ مین نے کواڑ کا دستہ پکڑ کر کھولنا چاہا مگر غضب کا سامنا ہوا کیونکہ دروازے مین قفل لگا ہوا تھا۔

مین ڈری کہ کہین مسس مینگ ٹری یا مسٹر لاسیلس کو میری آہٹ نہ مل جاوے اور ڈر کے مارے کھڑی ہوئی تھر تھر کانپتی رہی پھر مایوس ہو کر یہہ سوچتی ہوئی پلٹنے ہی کو تھی کہ یہہ آوازین محض میرے توہم کا نتیجہ ہین اتنے مین وہ دردناک آواز پھر کان مین پڑی "ڈورا پیاری ڈورا!"

کیا خبر یہہ آوازین اس دنیا سے آرہی تھین یا اُس عالم سے جہان کا حال کسیکو کچھ بھی معلوم نہین مگر اتنا ضرور تھا کہ اُن مین لجاجت کا اثر پایا جاتا تھا۔ اس آواز کی حقیقت کی تو کیا خبر تھی مگر یہہ ضرور معلوم ہوتا تھا کہ مصیبت کی بھری ہوئی ہے۔ اس کے دوبارہ کان مین پڑتے ہی میرے ارادے مین استقلال پیدا ہوگیا اور مین نے بیصبری سے قفل توڑنے کی کوشش کی۔ اس کے قریب اور بھی دروازے تھے اور ایک دروازے پر سے مین نے ایک کنجی لیکر چاہا کہ قفل کھول ڈالون۔ وہ کنجی اُسکی تو تھی ہی نہین گھومتی کیونکر مگر جب مین نے اپنی ساری قوت صرف کردی تو وہ قفل آخر کھل ہی گیا۔

بڑی ہمت کرکے مین نے دروازہ کھولا۔ یہہ کمرہ میرا پہلے کا دیکھا ہوا تھا۔ بڑھتی ہوئی روشنی مین اُس کے اندر کی چیزین دُھندلی دُھندلی دکھائی دینے لگین۔ وہ سفری پلنگ پر پڑا ہوا تھا جس کے سوا میرے باپ نے کبھی کسی پلنگ پر سونا پسند نہین کیا۔ اور اوسپر وہ بلند قامت شخص لیٹا ہوا تھا بالکل اس طرح پر جیسے کہ وہ زندگی مین لیٹا کرتا تھا البتہ ایک چادر سر سے پانون تک اُسپر پڑی تھی جو مین مین نے اُس کے قد و قامت کو دیکھا جو باریک چادر کے اندر سے نمایان تھا مجھے یقین ہوگیا کہ میرے حواس نے مجھے دھوکا دیا۔ اس حالت سے میت کے سوا اور کسی کا اندازہ نہین ہوسکتا تھا یہہ خاموشی اور سناٹا نیند کی خاموشی سے کہین بڑھا ہوا تھا۔ چادر جو اُس کے چہرہ پر پڑی ہوئی تھی اس طور پر ٹھوڑی کے نیچے سے دبی ہوئی ہاتھون کے پاس اُٹھی ہوئی اور سینے کے چارون طرف لپٹی ہوئی تھی کہ اُسکو دیکھکر فوراً یقین ہوتا تھا کہ اس کے نیچے میت ہی ہے کوئی زندہ آدمی نہین ہوسکتا۔

مین چند سکنڈ تک چارپائی کے پاس اس تمنا مین کھڑی رہی کہ ابا جان کا آخری دیدار کرون لیکن اس سے پہلے مردہ کبھی کاہے کو دیکھا تھا ڈر کے مارے میرا برا حال تھا اور چادر چھوتے ہوے میرے ہاتھ کانپتے تھے۔ اتنے مین سفیدہ صبح کی چمک اور تیز ہوگئی اور مرغان سحر نے نغمہ سنجی شروع کردی۔ آخر ہمت کرکے مین نے چادر کا گوشہ ہاتھ سے پکڑ کر میت کے سر پر سے اٹھا ہی لیا اب اتنا رہ گیا کہ اسے ذرا ہٹا دون اور ابا جان کا آخری دیدار کرلون مگر اس موقع پر پھر مجھے ذرا تامل ہوا اور چادر کا گوشہ ہاتھ مین لئے کھڑی رہی آخر ہمت کرکے مین نے یک بیک چادر ہٹا دی۔ چہرہ کھل گیا۔ این یہ کیا! مین فرط حیرت سے نادانستہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور یہ خیال بجلی کی طرح میرے دل سے اٹھا اور دماغ تک کوند گیا کہ یہ تو میرے باپ کی صورت نہین ہے مین نے پھر پاس آکر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا اور بڑی دیر تک نہایت غور و تامل سے دیکھتی رہی۔ ڈاکٹر صاحب مجھے تو یقین آتا نہین کہ وہ میت جو اس پلنگ پر پڑی ہوئی تھی ابا جان ہی کی تھی۔

(باقی آیندہ)

وفا۔ غزل جناب قاضی سید محمد محسن صاحب رجسٹرار سکندرآباد ارشد تلامذہ حضرت ناظر

افشا کسی پہ راز دل اے چشم تر نہو — یون چپکے چپکے رو کہ قطرہ کو خبر نہو
وہ دو قدم چلین تو اٹھے حشر لاکھ بار — مین شرط باندھتا ہون قیامت اگر نہو
دل کی لگی ہے عشق کوئی دل لگی ہے کیا — یہ آگ وہ نہین کہ ادھر ہو ادھر نہو
آفت ہو قہر ہو کہ قیامت ہو سب سہی — آئی ہوئی کسی پہ طبیعت مگر نہو
ترچھی نگاہ سے مجھے دیکھو پھر ایک بار — یہ کیا کہ دل کے ساتھ نشانہ جگر نہو
کھینچا انھین جو شوق نے وہ اور کھنچ گئے — اتنا بھی جذب عشق مین الٹا اثر نہو
آواز غیر پر بھی گمان ہے انھین مرا — کہتے ہین دیکھنا وہی آشفتہ سر نہو
وہ دل ہی کیا کہ جسکو حسینون کی ہو نہ چاہ — وہ آنکھ کیا کہ حسن پہ جسکی نظر نہو
بیکار ہے یہ دعوی شعر و سخن وفا — کام آئے کیا کمال جو قدر ہنر نہو

جناب شاعر کی شاعری پر ایک سرسری نظر

ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء کے رسالہ مخزن مین ایک غزل جناب آغا شاعر قزلباش دہلوی کی ایک مختصر تمہید کے ساتھ شایع ہوئی ہے جس مین یہہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اِس غزل پر سرکار مالیر کوٹلہ سے جناب شاعر کو ایک سو روپیہ انعام اور خلعت ملا۔ ہمکو جناب آغا شاعر کی اِس کامیابی پر بہت خوشی ہوئی لیکن ساتھ ہی یہہ بھی خیال ہے کہ مخزن سے معزز رسالے کا اظہار حسن عقیدت جناب موصوف کے ادعاے زباندانی کے ساتھ مِل کر کہین لوگون کو اِس دھوکے مین نہ ڈال دے کہ جناب موصوف کا کلام کسی حد تک مسلم الثبوت ہے اور اِس طرح دھوکے مین وہ لغزشین جو جناب موصوف سے وقوع مین آئی ہین زبان اُردو کے اندر دخل نہ ہو جائین۔ اِس صورت مین یہہ اہم فرض ہم پر عاید ہوتا ہے کہ ہم بلا رو رعایت صاف صاف جتا دین کہ مسلم الثبوت شاعر ہونا اور بات ہے اور بازاری زبان کے لکھنے پر قدرت رکھنا شے دیگر۔ اِس اہم فرض کے ادا کرنے مین گو ہمکو ایک ایسے مضمون پر قلم فرسائی کرنی ہوگی جس مین ذاتی مخالفت کی جھلک معلوم ہوتی ہے تاہم جاننے والے جانتے ہین کہ ملکی اور قومی فرائض کے حقوق ذاتی رو رعایت کے مقابلے مین بہت زیادہ ہین۔ نہ ہم نکتہ چینی اور عیب جوئی کے عادی ہین نہ اِس امر سے بیخبر ہین کہ کلام کے موزون کرنے مین دانتون پسینا آتا ہے اور خون پانی ہو جاتا ہے لیکن ملکی زبان کے حق سے ادا ہونا بھی ضروریات سے ہے اور یہی خیال ہمکو مجبور کرتا ہے کہ کچھ لکھ ہی دین۔ ہم اپنے معزز رسالہ مخزن کی طرف سے معذرت کئے دیتے ہین کہ اُس کا حسن عقیدت صرف اِس بنا پر تھا کہ وہ بحیثیت ایک پنجابی رسالہ ہونے کے زبان اُردو کے حسن و قبح کے متعلق زبان کھولنے کی اہلیت نہین رکھتا۔ علاوہ برین اِس نے صرف جناب شاعر کے ایک سو روپیہ انعام پانے کا ذکر کیا ہے اور اِس بات پر کوئی روشنی نہین ڈالی کہ یہہ غزل بھی اس لایق تھی یا نہ تھی۔ اور پھر یہہ بھی تو ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ سرکار مالیر کوٹلہ کا انعام کوئی یونیورسٹی کی ڈگری یا کسی علمی سوسائٹی کا خطاب تو ہے ہی نہین جو کمال

شاعری کے لئے سند ہوسکے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس خیافانہ داد و دہش سے جو ہمارے معزز دوست ملک کا ایک قدیم محمود شیوہ ہے اہل فن کا دل بڑہ جاتا ہے۔ ہمکو یقین ہے کہ اس انعام کے ملنے اور آیندہ انعامون کی توقع سے جناب شاعر کی شاعری پر اچھا اثر پڑیگا۔ اور آیندہ اُن کا کلام ان نقصون سے پاک ہوگا جو غزل زیر بحث مین پائی جاتی ہین۔ کاش اگر سرکار والا مرتبت نے پیشتر سے انعام کی کچھ بھی امید دلائی ہوتی تو یہہ غزل بھی اسقام سے پاک ہوتی۔

جناب شاعر نے اس غزل مین بیس شعر نکالے ہین جن مین تین مطلع شامل ہین لیکن افسوس کہ بجز چند اشعار کے سب مختلف اسقام سے مملو ہین مثلاً تحریر فرماتے ہین کہ ؎

چلے گا نہین مجھپہ نقرا تمھارا
اُٹھا لو کہ خنجر ہے جھوٹا تمھارا

"چلے گا نہین" یعنی "نہ چلیگا" کیون حضرات ناظرین اگر یہہ مصرعہ یون لکھا جاتا تو کیا بُرا تھا "چلیگا نہ مجھپر یہہ نقرا تمھارا"۔ خیر خیال نہ رہا ہوگا جانے دیجیے۔

"نقرا" "جھوٹا" کا قافیہ اب متروک ہے۔ کوئی کہے گا کہ داغ و امیر لکھتے تھے ہان لکھتے تھے مگر وہ اب کہان ہین گئی گذری پُرانی بات کا دُھرانا کیا حضرت ظہیر کی تقریظ دیوان انور کی ملاحظہ فرمائیے وہ صاف صاف ہائے مختفی کا الف کے قافیہ مین لانا متروک بتارہے ہین۔ آگے چلکر اسی غزل مین جناب شاعر نے "کعبا" "چہرا" "پردا" "پہرا" "جنازا" کے الفاظ اسی قبیل سے استعمال فرمائے ہین۔ مگر یہہ لفظی بحث ہے اسے چھوڑیے۔ معنی کی طرف آئیے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ آیا "جھوٹے خنجر" یا مطلق خنجر کو ایک "نقرہ" قرار دیا ہے یا معشوق کے اس فعل کو کہ اُس نے جھوٹا خنجر محض دھمکانے کے لیے "رکھدیا" تھا نقرے سے تعبیر کیا ہے۔ یہہ دونون صورتین غلط ہین خنجر کو ایک نقرہ باندھنا صرف غلط ہی نہین رکیک بھی ہے اور جھوٹا خنجر رکھدینے کے فعل کو نقرہ لکھنا بالکل مہمل کیونکہ نقرہ ایک اسم جامد ہے جسکا اطلاق فعل پر نہین ہوتا علاوہ برین مفہوم اگر آخرالذکر ہی ہے تو صرف بعض شاعر مین جو اس کے اظہار اور توضیح مین کامیابی نہین ہوئی۔ ہم اس بحث سے قطع نظر

کرتے ہین کہ لفظ "نقرہ" جس معنی مین یہان استعمال کیا گیا ہے کس قدر رکیک ہے اور کہان تک ساتذہ ایسے الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہین - اس کا فیصلہ طبایع سلیم کے وجدان پر چھوڑنا زیادہ مناسب ہوگا۔

تمھارا ہی ہے بت خانہ کعبا تمھارا
ہے دونون گھرون مین اُجالا تمھارا

سستی بندش سے قطع نظر کیجیے - "کعبا" و "اُجالا" کا قافیہ کہان تک جائز ہے - یہہ بحث بھی ترک کیجیے کیونکہ اوپر گذر چکی - صرف اِس بات پر نظر کیجیے کہ کس بُری طرح سے محاورے کی شامت آئی ہے - اہل زبان یون کہین گے "بت خانہ بھی تمھارا ہی ہے اور کعبہ بھی" یا "تمھارا ہی بتخانہ ہے اور تمھارا ہی کعبہ" یعنی "بھی" یا "ہی" کی تکرار ضروری اور خبر کا ترک ترک واجب ہے -

نہ چھوڑون گا دل دے کے پہونچا تمھارا
کہ ہے یہہ ہی اقرار سے اتھا را

"یہی" کی جگہہ "یہہ ہی" کہان تک فصیح ہے ؟ ایک سوال - دو متحد المزاج اور ثقیل التلفظ حروف یعنی حروف "ہ ہ" کا اجتماع کہان تک فصیح ہے ؟ دوسرا سوال - خیر اسے بھی جانے دیجیے مضمون کو لیجیے گویا معشوق نے یہہ اقرار کیا تھا کہ جب تم ہمکو دل دیدوگے تو تمھین یہہ اختیار حاصل ہوگا کہ ہمارا پہونچا پکڑ لو - یا یون سمجھیے کہ معشوق نے کہدیا تھا کہ ہم تمھارا دل لے لین پھر تم ہمارا پہونچا پکڑ لینا اب عاشق اُس اقرار کو یاد دلاتا ہے - واہ کس قدر رفیع مضمون ہے - بات یہہ ہے کہ جو شعر لکھتا ہے وہی جانتا ہے کہ کس قدر کاوش سے ایک مضمون ہاتھ آتا ہے - اب دیکھئے ضرورت قافیہ کے لئے تو انکو پہونچا پکڑنا پڑا اور وہ بھی دل دے کے - لوگ اُنگلی سے پہونچا پکڑتے ہین مگر یہہ بیکاری کی باتین ہین سخن سنج کو اتنی فرصت کہان کہ اِس طرح بتدریج پہونچا پکڑے خصوصاً جبکہ ضرورت قافیہ مجبور کر رہی ہو

نہین بے سبب اشک خون حضرت دل
کوئی آبلہ پس کے ٹوٹا تمھارا

"اشک خون بے سبب نہین" یا "اشک خون کی روانی بے سبب نہین"۔ ضرورت شعری سب کچھ جائز کردیتی ہے۔ خیر اس سے بھی قطع نظر کیجئے۔ "پس کے ٹوٹنا" کیونکر "پسا" کوئی وجہ ظاہر نہین ہوتی دیکھئے پسنے کا ثبوت یون دیا کرتے ہین۔ برق ؎

ہجوم وصل مین اللہ رے مسرت کا | کہ دل سے نکلی ہے پس پس کے آرزو تیری

بچی ہے جو ساغر مین کیون پھینکتے ہو
ہمین دیدو ہم پی لین جھوٹا تمھارا

اسمین شک نہین کہ مطلقاً "جھوٹا کھانا یا پینا" تذکیر مین بولتے ہین خواہ اسکا مفہوم مذکر شئے ہو یا مونث مگر کب! یہہ خیال ہے کہ جب کوئی ایسی مونث شئے اول مذکور یا مضمر ہو جو اس فعل کا مفعول قرار دیجا سکے لیکن اس موقع پر جبکہ ایک مونث ضمیر مصرعہ اولی موجود ہے تو لفظ "جھوٹا" کا استعمال مصرعہ ثانی مین کہان تک جائز ہے جناب شاعر خود انصاف فرمالین۔

مجھے کانورا کردیا حسرتون نے
کیا ہاے یہہ عشق اچھا تمھارا

"کانورا" ایک غیر مستعمل لغت ہے جس کے استعمال کے لئے سند درکار ہے اسے بھی جانے دیجئے۔ "تمھارا عشق کیا" کونسا محاورہ ہے! ۔ "مین نے تم سے عشق کیا" یا "مجھے تمھارا عشق ہوا" البتہ اہل زبان کی بول چال ہے۔ اسکے علاوہ "ہاے" اور "اچھا" دونون لفظ آپس مین جھگڑتے ہین کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ انکا جھگڑا چکانے کے لئے یا تو یون لکھنا پڑیگا کہ "ہاے تم سے کیون عشق کیا یا یون کہ "اچھا تم سے عشق کیا"

یہہ کیا بے سبب آج چپ چپ ہو پیارے
بتاؤ تو کیون جی ہے کیسا تمھارا

کمال سخن اسے کہتے ہین یعنی ایک عاشقانہ غزل مین معشوق کی ماد مہربان کی طرف سے بھی ایک شعر لکھ دینا تھی ضروری تھا کیونکہ ہر طرف سے یہ گمان ہوتی ہے کہ عاشقانہ طرز چھوڑ کر شاعری محدود ہو گئی

پہن لین کفن اب یہ نوبت ہے اپنی
مگر ہے وہی ہم سے پردا تمھارا

"پہن لین کفن" یار شاطر باش نہ کہ بار خاطر۔ کفن پہنانے کی تکلیف بھی کیون کسی کو دی۔ اس شعر کا مفہوم بھی بخوبی ظاہر نہین ہوا۔ ملاحظہ فرمایئے اس مضمون کو یون لکھتے ہین۔ مولف ؎

اپنا یہ حال کہ ہین نذر کفن ہین احباب ۔۔۔ اور انھین پردۂ بیجا پہ ہے اصرار وہی

علاج اُسکے بیمار کا تم کروگے
کہین دل چلا ہے مسیحا تمھارا

"دماغ چلنا" تو اپنی لیاقت سے زیادہ دعوے کرنے کے معنی مین سنا کرتے تھے "دل چلنا" آج سُنا شاید لفظ "من چلا" جو دلیر کے معنی مین مستعمل ہے اس اہمال کا باعث ہوا ہو۔

یہ کیا سایہ بھی ساتھ ہے وحشتون مین
بٹھایا ہوا ہے یہ پہرا تمھارا

کیا سایہ کی ہمراہی کی تخصیص حضرت شاعر کے ساتھ ثابت ہے ؟ اگر نہین تو معشوق کی طرف سے پہرہ بٹھایا جانے کا ثبوت کہان ہے ؟ "وحشتون مین" کیا خوب لکھا ہے۔

چلے آئے جنت سے بندہ بشر تھے
کھُلا ہے یہان آکے دھوکا تمھارا

شعر کے جو کچھ معنی ہون مگر یہ کھُلی بات ہے کہ انسان کو جنت سے دھوکا دیکر جس نے نکالا وہ شیطان تھا اگر حضرت شاعر کے معشوق سے بھی یہی فعل سرزد ہوا تو ہمکو نہایت افسوس اور حضرت شاعر سے کمال ہمدردی ہے کہ انکا دل ایسے معشوق پہ آیا جس نے معلم الملکوت کو بھی مات کر دیا کیونکہ بیچارے شیطان کا دھوکا تو وہین کھُل گیا تھا لیکن اس فسون ساز کا دھوکا یہان آنے پر کھُلا۔

چلا شاعر زار تسلیم سے تجھے
بھلا ہو بھلا میرے داتا تمھارا

ادہو۔ اب کھلا کہ اسی مقطع نے انعام دلوایا ہے۔ اگرچہ لفظ "لیجیے" جو مصرعہ اولیٰ میں واقع ہے مقتضی اس کا تھا کہ مصرعہ ثانی میں بجائے لفظ "تمھارا" کے لفظ "آپ کا" لایا جاتا۔ مگر خیر ہم حضرت شاعر کے حسن طلب کی داد دیتے ہیں اور مبارکباد پر مضمون کو ختم کرتے ہیں ؎

شاعر کی شاعری کا انجام ہو مبارک
خلعت ہو تن پہ زیبا انعام ہو مبارک

عبدالغفار۔ اختر

انتخاب از بیاض مکرمی جناب قاضی محمد نذیرالدین صاحب رئیس سکندرآباد سب جیسٹرار

غیاث حلوائی

چو مرگم شد یقین لطفہا کردی کہ مے بخشند | مریض مُردنی را ہر چہ در دل آرزو باشد

ملا محمد توفیق کشمیری

تیرت از سینۂ من دل زدہ آید بیرون | ہمچو آن کس کہ ز ماتم کدہ آید بیرون

ملا بدر جاجرمی

با عقیقِ لبِ او لعلِ بدخشان کم گیر | با گلِ عارضِ او لالۂ نعمان کم گیر

بیکسی سبزواری

زنہار محتسب مے نابِ مرا مریز | خونِ مرا بریز و شرابِ مرا مریز

فائز گیلانی

میدانم از منع گریہ مطلب چیست ناصح را | دل از من دیدہ از من آستین از من کنار از من

شعر

شاید کہ دل گداختہ یک لخت ہو گیا | کچھ آب چشم رات سے خوناب سا ہوا
سمجھے تھے ہم تو میر کو عاشق اسی گھڑی | جب سن کے تیرا نام وہ بیتاب سا ہوا

لا اعلم

خواب راحت شد حرام دیدہ گریان تا | رفت آسایش از ان دل کہ تیمان داشت

غزلیات مشاعرہ سکندرآباد

مصرعہ طرح اول۔ یون تو مضمون پہ بہت ہم نے قلمدان اُٹھے

اختر۔ جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب بی۔ اے الہ آبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

شوقِ جلوہ جو نقابِ رخِ جانان اُٹھے — طورِ سینا سے پھر نہ موسیِ عمران اُٹھے

اُلٹی تدبیر ہوئی ہو گئے سامان اُٹھے — میرے قاصد بنے جاسوسِ رقیبان اُٹھے

پہلے ہی سوختہ سامان تھے شکایت کیسی — برقِ خرمن سے ہوئے ہم تو پشیمان اُٹھے

مجکو افسوس کہ یکتائی پہ دھبہ آیا — آپ تصویر پر اپنی ہوئے نازان اُٹھے

مظہرِ قدرتِ حق جان کے چاہا تھا تمھین — بن گئے تم تو مگر دشمنِ ایمان اُٹھے

شان مولا کی جنھین دیکھنے مین جینا ہو — ہین وہی ہائے مری جان کے خواہان اُٹھے

جامۂ شعر مین مضمون کی ادا اور کھلی — چھپ کے اس پردے مین یہہ ہو گئے عریان اُٹھے

ہے وہ سانس بھی جو ساتھ تھی ہمدم ہمدم — اگر آئے بھی تو آئے شبِ ہجران اُٹھے

کرتے ہین بار یہ پیکان کو کیون دل سے جدا — چارہ گر کرتے ہین کیون درد کے درمان اُٹھے

عرضِ حالِ دلِ بیتاب کے شایان اختر — ایک مضمون نہ لا سینکڑون دیوان اُٹھے

خنجر۔ خادم الاطبا خاکسار حکیم سید محمد سعید سکندرآبادی اڈیٹر رسالہ ہٰذا تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

ہم سے الفت مین ہوئے کام سب انجان اُٹھے — آپ کیا کہتے ہین ہم خود ہین پشیمان اُٹھے

زخمِ دل کھل گئے ہین تیرِ پیکانِ ستم — بند در دیکھ کے پھر جائین نہ مہمان اُٹھے

رخ سے پردے کا اُٹھنا ہے قیامت لیکن — طالبِ دید کہے جائینگے ہان ہان اُٹھے

دل پسیجا ہے نہ اُسکا نہ پسیجے گا کبھی — لاکھ دریا بھی اگر دیدۂ گریان اُٹھے

حسرتِ دید مین مر جائین نہ مشتاق کہین — جلد لے کاش نقابِ رخِ جانان اُٹھے

جان و دل لے لئے خنجر یہ کرم تھا اُنکا
میرے احسان تو کیا اُنکے ہین احسان اُٹھے

خورشید۔ جناب قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندرآبادی

سوزشِ دل کے ہوے خوب یہ دہان اُٹھے
لب پہ آ آکے پھرے نالۂ سوزان اُٹھے

نزع مین دم تو مین لیتا ہون گران جان اُٹھے
دم ترا بھی نہ کہین خنجرِ بُرّان اُٹھے

الٹی تقدیر کے کیونکر نہون سامان اُٹھے
برسون ڈالے پھرے وحشت مین گریبان اُٹھے

آپ بھی روئے اور اُنکو بھی رُلایا ہمنے
وصل مین اُن سے جو ذکرِ غمِ ہجران اُٹھے

دل کو کیا زخم و جراحت کا گلہ ہو اُن سے
قید رہنے کے ہین مشتاق ترے پیکان اُٹھے

دیکھنا سیر ہی نگاہون سے بھی دشوار ہوا
روتے روتے یہہ مرے دیدۂ گریان اُٹھے

ہم پریشان ہین تو کیا تو بھی رہیگی برہم
تجھ پہ افسون جو ترے کاکلِ پیچان اُٹھے

قبضہ پھر دل پہ کیا ہے تری پیکانون نے
میزبان بنگئے گھر آن کے مہمان اُٹھے

کس کے زخمون پہ نمک چھڑکے مرے قتل کے بعد
خالی کر کرکے رکھے اُس نے نمکدان اُٹھے

بیوفائی کا گلہ اُن سے جفاکارون سے
اُنکو پروا بھی نہین ہم ہین پشیمان اُٹھے

تنگیِ دل سے نکلنے کی کہان تھی صورت
زخمِ دل چیر کے نکلے ترے پیکان اُٹھے

زہر بن بن کے جگر مین مرے ڈالے ناسور
پھر گئے اشک بھی اے دیدۂ گریان اُٹھے

میری مٹی نہ اُڑا آکر کہین کرنا برباد
اے صبا گر کبھی خاکِ درِ جانان اُٹھے

دستِ نازک سے جو پھیر کئے خنجر سیدھا
کسکی گردن پہ کئے آپ نے احسان اُٹھے

سیدھے سیدھے لکھے مضمون غزل مین خورشید
خوب لکھی ہے ردیف اسکی سخندان اُٹھے

راز۔ جناب شیخ عنایت اللہ صاحب بندوق ساز سکندرآبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

وار ہون میرے گلو پر سرِ میدان اُٹھے
سخت جانی کے گلے خنجرِ بُرّان لئے

کام جتنے کئے اے دیدۂ گریان اُٹھے
لختِ دل پھر گئے آکر سرِ مژگان اُٹھے

ظلم کرتا ہے جہان سے بُتِ نادان اُٹھے
یعنی تیرون مین بھی چھلے ہین پیکان اُٹھے

دیکھو تو کیا مرا اثر رگ رگ نے گلا کاٹا ہے
مجھ پہ ہوتے ہین دم قتل یہ احسان اُلٹے

آہ نے خشک کیا تھا نہ ابھی زخم جگر
چھینٹے دینے لگے اے دیدۂ گریان اُلٹے

حرف مطلب پہ ہوئی راز زبان کو لکنت
پھر گئے آکے لبون تک مرے ارمان اُلٹے

مفتون - جناب مینڈھو خان صاحب روغنگر سکندرآبادی (نا نواندہ)

شکوے کرتے ہو عبث مجھ سے مری جان اُلٹے
شاد کرتے نہین کرتے ہو پشیمان اُلٹے

کام تدبیر سے کرتا ہون ہزارون سیدھے
اپنی تقدیر سے ہو جاتے ہین سامان اُلٹے

شستہ - جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندرآبادی تلمیذ خنجر [illegible]

پھر کے جاتے ہو شب وعدہ تم اے جان اُلٹے
پلٹی تقدیر مری ہو گئے سامان اُلٹے

چارہ گر کیسے کئے درد کے درمان اُلٹے
سانس آنے لگے مجکو شب ہجران اُلٹے

کچھ تواضع ہے نہ تکریم تری محفل مین
دھکّے کھا کھا کے چلے جاتے ہین مہمان اُلٹے

آپ ہی کرتے ہین دنیا سے نرالی باتین
آپ ہی ہوتے ہین انگشت بدندان اُلٹے

اپنے بسمل پہ انھین رحم تو کب آتا ہے
مین تڑپتا ہون تو وہ ہوتے ہین شادان اُلٹے

آستان بوسی کا کس بت کی پڑا ہے چسکا
جا کے کعبے سے جو پھر آئے مسلمان اُلٹے

وائے بے رحمی کبھی فکر مداوا تو نہ کی
اور زخمون پہ مرے اُس نے نمکدان اُلٹے

تم نے کیون چھیڑ دیا اُسکو بھلا اے نشتر
بات وہ کرتے ہو جسمین ہو پشیمان اُلٹے

نادان - جناب حافظ کریم الدین صاحب سکندرآبادی تلمیذ حضرت جوہر [illegible]

چھین کر دل کو ہوئے جان کے خواہان اُلٹے
بن گئے دشمن جان تم تو مری جان اُلٹے

بعد مردن بھی رہے ظلم یہ اُنکے جاری
میری تربت پہ پڑھے جاتے ہین قرآن اُلٹے

وفا - جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سب رجسٹرار سکندرآباد از رشتۂ تلامذہ حضرت ناظر [illegible]

پھر چلے آتے ہین دل مین مرے ارمان اُلٹے
گھر مرا گھیرتے ہین پھر مرے مہمان اُلٹے

رہ گئے دل مین مرے دل سے نکلکر ارمان
آ گئے پھر کے اسی گھر مین یہ مہمان اُلٹے

ہم تمھین چاہتے ہین غیر پہ تم مرتے ہو
یہہ طریقے ہین محبت کے مری جان اُٹھے

کل مرا غم کسی صورت سے گوارا ہی نہ تھا
آج کرتے ہو ستم مجھپہ مری جان اُٹھے

ہو چکین زیر و زبر چاہنے والون کی صفین
ہان صف حشر بھی اب اے صف مژگان اُٹھے

قصد ہے بند محبت مین پھنسانے کا مجھے
حضرت دل ہین مری جان کے خواہان اُٹھے

تاب نظارہ نہ لائین مہ و خورشید کبھی
تو جو پردہ رخ روشن سے مری جان اُٹھے

لے چلا کھینچ کے سودا جو تری زلفون کا
سر کے بل گھر سے گئے تا در زندان اُٹھے

واہ رے خوبی تقدیر مری واہ رے مین
مجھ سے لیتے ہین وہ خود وصل کے پیمان اُٹھے

معرکہ جیت لیا تو نے سخندانون سے
خوب ہی آج وفا نظم کے میدان اُٹھے

مصرعہ طرح ثانی۔ کفن مین بھی وہی اک چاک ہے جو تھا گریبان مین

اختر۔ جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب بی۔اے الہ آبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

بہار اس جوش پر اور چارہ گر مصروف درمان ہین
یہان ہین اور تدبیرین جنون ہے اور سامان ہین

جب اُنکا ذکر آیا بیخودی مین چونک چونک اُٹھا
کسی کا نام بجلی کی طرح دوڑا رگ جان مین

ہماری تنگی دل آج ہی تو کام آئی ہے
جو نکلا تیر پہلو سے تو دل اٹکا تھا پیکان مین

الٰہی خیر کیجو نامہ بر پر کچھ نہ بن جاوے
خدا جانے مین کیا کیا لکھ گیا ہون جوش ہذیان مین

امید اُس بیوفا سے کسکو تھی ایفاے وعدہ کی
مگر اک لطف تو حاصل ہوا اُسکی نہین ہان مین

دل تنگ اور خیال یار اے نیرنگی قسمت
پھنسایا شوق بے پایان نے کس وسعت کو زندان مین

رہا پاس مدارا بیخودی مین اس قدر باقی
کہ پاس غیر کو مینے جگہ دی طاق نسیان مین

مچلنا صورت دریا پہ جسکا کھیل ہے اختر
وہی دل لیکے آج آپ آئے ہین بزم سخنسنجان مین

خورشید۔ حضرت قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندر آبادی مدظلہ

لہو کب زخم سینہ سے بھر لے آ گئے دامان مین
جگر کا بڑھتے بڑھتے چاک جب آیا گریبان مین

جنون سکھاتا ہے سے دامن کئی ہین ایک دامان مین
بہت سے چاک ہین اک چاک کے پردے گریبان مین

دلِ مجروح پر کب تک رہے گی یون نمک پاشی — ہمارے دل کے ٹکڑے رکھ بھی نے ظالم نمکدان مین
بڑھا یہ ضعف وحشت مین کہ جیب سے کھینچا ہے — اُلجھ کر رہ گیا ہے ہاتھ اک تارِ گریبان مین
لہو روئین گے سب آپس مین ہو گی ٹوٹ پھوٹ ایسی — جو کھٹکی پاؤن کے چھالون مین اور خارِ مغیلان مین
محبت کی کشش دیکھو کہان سے کھینچ لائی ہے — زلیخا مصر مین تھی حضرتِ یوسف تھے زندان مین
اِدھر تحریکِ الفت تھی اُدھر مانع حکومت تھی — زلیخا اسپہ بھی یوسف کو دیکھ آتی تھی زندان مین
زلیخا صاحبِ عصمت نہ تھی تو قید کیون ہوتی — وہ جرم پارسائی تھا پھنسے یوسف جو زندان مین
بُرے اچھون کی صحبت مین ضرر سے باز رہتے ہین — نہ اک کانٹا لگا گل کا کبھی پھولون کے دامان مین
غبارِ خاطرِ دلدار ہی کر دے کہین خورشید — صبا رکھے نہ اپنی خاک کو گر کوے جانان مین

خنجر۔ خادم الاطبا حکیم سید محمد سعید سکندرآبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

مقید ہو چکا تھا دل خمِ گیسوے پیچان مین — جو سچ پوچھو زلیخا ساتھ تھی یوسف کے زندان مین
دلِ عاشق کو آزادی ہے پھنسنا زلفِ پیچان مین — حیاتِ جاودان ہے ڈوبنا چاہِ زنخدان مین
ٹھہرتا ہی نہین عہدِ شباب فصلِ باران مین — الہی بیڑیان ڈالے کوئی اب پاے ایمان مین
ذرا چھیڑا جنون نے کشمکش ہونے لگی باہم — خدا جانے کہان کی لاگ ہے دستِ گریبان مین
جنابِ خضر ذوقِ زندگی مین جان دیتے ہین — یہ ثابت ہو گیا اُلٹا اثر ہے آبِ حیوان مین
پری کہتا ہے کوئی اور کوئی حور کہتا ہے — تمھارے حسن نے تمکو نہ رکھا نوعِ انسان مین
مزے کیا کیا گناہون مین گنہگارون کو آتے مین — تری رحمت نے وہ پیدا کئے ہین لطف عصیان مین
الہی پھر کوئی تازہ مصیبت آنے والی ہے — مجھے پھر لے چلی بیتابیِ دل کوے جانان مین
نہ جاگی ایک دن بھی میری قسمت واے ناکامی — نہ کی تاثیر بختِ خفتہ نے چشمِ نگہبان مین
جو ہو گی پرسشِ اعمال خنجر صاف کہدونگا — الہی تیری رحمت نے پھنسایا جرمِ عصیان مین

راز۔ جناب شیخ عنایت اللہ صاحب بندوق ساز سکندرآبادی تلمیذ حضرت خورشید

نکالین حسرتین کیا کیا خیالِ حور و غلمان مین — خدا دیکھے تو زاہد ڈالکر منھ کو گریبان مین

ہوا ہے ضعف یہ وحشی کو تیرے درد ہجران مین
الجھ کر رہ گئی ہین انگلیان تار گریبان مین

تسلی بخش وعدہ پھر اسی بدخو کا ہم کو ہے
مزا انکار کا آتا ہے جس کے عہد و پیمان مین

چھٹے ہین دشت وحشت مین کچھ ایسے یہ تلودن نے
کہ کانٹا دیکھنے کو بھی نہین ملتا بیابان مین

اذیت پاک باطن کو نہین ہوتی ہے دشمن سے
کہ دامان نگہ الجھا ہے کسدن خار مژگان مین

غضب ہے راز اتنی بات پر تم جان دیتے ہو
کہ بہر فاتحہ وہ آئینگے گور غریبان مین

عشقی۔ جناب سید محمود حسن صاحب ڈاسنوی محافظ دفتر میونسپل بورڈ سکندرآباد
تلمیذ رشید خنجر سکندرآبادی

کچھ ایسی بڑھ گئی ہے وحشت دل ہجر جانان مین
دل اپنا ہے مگر پھر بھی نہین ہے اپنے سامان مین

چھپا سینہ مین آیا دل مین اور بیٹھا رگ جان مین
بڑا اعجاز دیکھا ہم نے اُسکے تیر مژگان مین

تصور ہر گھڑی رکھتا ہے مجکو کوے جانان مین
اوٹھائے لطف آزادی کے کیا کچھ مین نے زندان مین

ہماری منتون پر وہ بگڑ کر وصل مین بولے
تمنا خاک ہو ایسی لگے آگ ایسے ارمان مین

ترے سر کی قسم اے سوز فرقت ہم تو تھک جاتے
اگر یہہ چار آنسو بھی نہوتے چشم گریان مین

خطا وار محبت کون ہے انصاف تو کیجے
ذرا منہ ڈالکر تو دیکھئے اپنے گریبان مین

وہ لا دیتے کہان سے اور ہم اُن سے مانگتے کیونکر
ہمارا دل تو رکھا جا چکا تھا طاق نسیان مین

بنا ہی خوب تو نے رسم سمدردی شب ہجران
قلق مین سوز مین غم مین الم مین پیچ و حرمان مین

تمناے عدو عشقی کہین بر آنے والی ہے
ترقی ہوتی جاتی ہے ہمارے درد پنہان مین

مصرع طرح مشاعرہ سکندرآباد منعقدہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء

کرنی جو کچھ تھی وصل کی تدبیر کر چکے

"تدبیر" "زنجیر" "تصویر" قافیہ "کر چکے" ردیف

طرح مین غزلین ایکہفتہ قبل تاریخ انعقاد مشاعرہ سے جناب ممبر مشاعرہ سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر چنگی سکندرآباد کے پاس پہونچ جانی چاہئین۔

ایڈیٹر و منیجر

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۶۷

ید بیضا

جلد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۹۰۶ء | نمبر ۳

اڈیٹر۔ حکیم سید محمد سعید خنجر سکندر آبادی * مقام اشاعت۔ سکندر آباد ضلع بلند شہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہر پرشاد بلند شہر میں چھپا

قواعد و ضوابط رسالہ ہذا

۱- یہ بیضا صحیح اور فصیح اُردو کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں سکندرآباد ضلع بلندشہر سے شایع ہوتا ہے۔

۲- اس کا مقصد زبان اُردو کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنا ہے اور اس غرض کے حصول کے لیے بیش قیمت مضامین اس میں درج ہوتے ہیں اُن میں صحت زبان اور بلندی خیالات کا حتی الامکان لحاظ رکھا جاتا ہے۔

۳- اس میں ہر قسم کے علمی۔ ادبی۔ فلسفیانہ۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ تمدنی۔ مضامین شایع ہوتے ہیں بشرطیکہ نفسانیت سے پاک ہوں درج ہو سکتے ہیں۔ کوئی اور نتیجہ خیز ناول یا کسی نتیجہ خیز ناول کا ترجمہ بشرطیکہ گنجایش ہو شایع ہو سکتا ہے۔ اور غزلیات اور نظمیں ہر قسم کی بشرط پسند اور قابل انتخاب ہونے کے شایع ہو سکتی ہیں۔

۴- اگر کسی اعلیٰ پایہ کے مصنف یا شاعر کا غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہو تو نہایت خوشی سے شایع کیا جاتا ہے۔

۵- کسی خاص مضمون یا غزل کا شایع ہونا صرف اڈیٹر کی پسند پر منحصر ہے۔

۶- اگر کوئی صاحب تحریری اجازت عطا فرمائیں گے تو اُن کے مضمون یا غزل میں ضروری ترمیم قبل اشاعت کر دی جاسکی ورنہ داخل دفتر۔

۷- واپسی غزل یا مضمون یا امور جواب طلب کے لئے نصف آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

۸- جملہ صاحبان سے جو غزل یا مضمون عنایت فرمائیں خاص طور پر درخواست کیجاتی ہے کہ تحریر صاف اور خوش خط ہو اور اُس کے ہمراہ اُنکا نام اور پتہ صاف طور پر درج ہو ورنہ قصور عدم اشاعت معاف۔

۹- مضمون نویسوں کی ذاتی رائے کا اڈیٹر ذمہ دار نہیں ہے اور مضامین فحش و لغو و بیہودہ یا جس مضمون میں کسی فرد یا گروہ پر حملہ اور طعن و تشنیع بیجا ہو اُس کی اشاعت کی توقع فضول ہے۔

۱۰- چونکہ یہ رسالہ تجارتی مقصد سے شایع نہیں ہوتا لہٰذا اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی

والیان ملک سے		عطیہ منبر	
امرا و معززین سے		سالانہ سے	ششماہی سے
عام شائقین سے	قسم اول عمدہ دبیز کاغذ پر	۲ روپے	۱۲ آنہ
	قسم دوم معمولی کاغذ پر	۱ روپیہ ۸ آنہ	۱۰ آنہ

ممالک غیر (اقساط) میں چونکہ محصول ڈاک وغیرہ زیادہ ہوتا ہے لہٰذا معمولی قیمت سے جو عام شائقین سے لیجاتی ہے فی رسالہ ... [illegible] آنہ زیادہ ہو گی اور شہر سکندرآباد میں شرح قیمت سالانہ ۲ روپے کم ہو گی قیمت فی رسالہ معمولاً ۳ آنہ ہو گی لیکن اگر خاص طور پر قسم اول کا رسالہ طلب کیا جائیگا تو وہ قیمت سے بھیجا جائیگا۔

۱۱- اجرت طبع اشتہارات وغیرہ کے لئے جو امور ضروری ہیں بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں صرف اس قدر اطلاع ضروری ہے کہ بہت زیادہ لمبے چوڑے اور فحش یا ناپاک مضامین کے اشتہار ہرگز شایع نہ ہوں گے۔

۱۲- خریداران رسالہ براہ کرم جملہ خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری جو ٹکٹ پر درج ہوتا ہے ضرور تحریر [illegible]

ید بیضا

ہماری شاعری اور ہم

نمبر ۲

اِن اشعار کی خوبیان محتاج بیان نہین اور یہہ چند اشعار تو محض بطور مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ ناظرین کیے گئے ہین ورنہ ہر شاعر کے کلام مین کم و بیش ایسے خیالات کا ذخیرہ موجود ہے جس کے ذریعہ سے موجودات عالم اور اُس کے باہمی تعلقات و واقعات زندگی اور اُس کے متعلق جذبات پر اِس طریقے سے روشنی ڈالی گئی ہے جس کو انسان وجدانی طور پر ضرور محسوس کرتا ہے لیکن زبان اور بیان کے ذریعہ سے ظاہر نہین کر سکتا اور جب اُنکا اظہار ہو جاتا ہے تو اُنھین عجیب سمجھتا ہے حالانکہ اُن مین بنفس خود کوئی عجیب بات نہین صرف اُنکا اظہار ایک عجیب قوت اور استعداد کے ذریعہ سے ممکن ہے۔

لیکن اگر ہم نے شاعر اور اُس کی خدمات کا اندازہ صرف یہین تک کیا ہے تو واقعی اُس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ ہم شاعرون کے از سرتاپا ممنون ہین کیونکہ اُنھون نے ہمکو اظہار خیالات کا رستہ بتایا اور زبان اور بیان مین وہ وسعت پیدا کردی جس سے باریک سے باریک خیال اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسایل کے ادا کرنے پر ہمکو قدرت حاصل ہو گئی اگر نطق کا فایدہ یہہ ہے کہ انسان اپنے خیالات سے دوسرون کو متمتع اور مستفید کر سکے تو شاعری کا فایدہ اہل بصیرت پر خود روشن ہے شاعری قوت بیانیہ کو اِس درجہ ترقی بخشتی ہے کہ انسان کے لئے یہہ دشوار کام آسان ہو جاتا ہے کہ ایک لطیف طرز ادا کے ساتھ اپنے پیچیدہ اور باریک خیالات پر دوسرون کو محیط کر سکے۔ بالفرض انسان مین اور عجیب قوتین موجود نہ ہوتین تو کیا صرف اِسی قوت نطق کا وجود ایک ایسا معجزہ نہ تھا جو

حیرت و استعجاب مین ڈال دینے کے لیئے کافی ہوتا لیکن انسان کی ایک فطرتی کمزوری یہہ بھی ہے کہ جب کوئی معجزہ ہمیشہ معمولی طور پر وقوع پذیر ہوا کرتا ہے تو وہ اُسکو معجزہ ہی نہین سمجھتا - قوت نطق ایک ایسا معجزہ ہے جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممیز کرتا ہے - کیا یہہ ایک زبردست معجزہ نہین ہے؟ کیا اس نطق مین جو ہماری زندگی کی آرایش اور ہماری ترقیون کا سرچشمہ ہے قدرت کے عجیب اسرار مضمر نہین ہین؟ تاہم جب ایک بچہ اپنے تمام قوی اور تمام کوششین قوت نطق کے حصول مین صرف کرتا ہے اور ہر مخاطب ہونے والے کو اپنی پیاری آغون اور ہان ہون سے متوجہ کرتا ہے تو ہم اُسکی کوشش کو کچھ زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھتے حالانکہ ہم کو جاننا چاہیے اور درحقیقت تمام علوم کی کنجی اپنے ہاتھ مین لانے کی کوشش کر رہا ہے - غور تو کیجیے اگر سرے سے انسان مین قوت نطق موجود نہوتی تو تمام موجودہ علوم و فنون کا کیا حشر ہوتا! اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ کسی زبان مین اظہار خیالات کے مادے کو ترقی دینا اور اُسکو اس قابل بنانا کہ ہر قسم کے جذبات کے اظہار پر محیط ہوسکے اُس زبان اور اُس قوم کی نہایت قابل قدر خدمت ہے - سچ پوچھیے تو انشا پردازی کسب علوم کے ذرایع کا وجود مین لانا ہے اور اسی لیئے ہر زبان اور ہر ملک کی تعلیم مین مقدم سمجھی گئی ہے - یہان دو سوال پیدا ہوسکتے ہین اول یہہ کہ اکثر شاعری کو الفاظ سے تعلق ہوتا ہے اور خیالات کی ترقی کا سامان اُس مین بہت کم ہوتا ہے دوم یہہ کہ اگر خیالات کی طرف توجہ ہوئی بھی تو اکثر فرضی خیالات اور بے بنیاد توہمات کی طرف ہوتی ہے - ہم درخواست کرتے ہین کہ ان سوالات کے جواب کے لیئے ناظرین کسی قدر صبر کے ساتھ انتظار کرین -

شاعری جن دو چیزون سے مرکب ہے وہ الفاظ اور خیالات ہین - الفاظ جسم شاعری ہین تو خیالات روح - جسم کی زندگی بغیر روح کے ناممکن ہے اور روح کا وجود بغیر جسم کے اگر ناممکن نہین تو ناقابل الحس ضرور ہے - ہم تسلیم کرتے ہین کہ ہم مین بہت لوگ ایسے ہین جو بے جان جسم کی خوبصورتی پر اترا تے ہین اور محض شوکت الفاظ اور پیچیدگی طرز ادا کو شاعری کا ماحصل سمجھتے ہین اُن کے مذاق اور استعداد پر درحقیقت افسوس کرنا چاہیے - طرز عبارت اور نشست الفاظ کو شاعری مین

ایک پایہ امتیاز کا ضرور حاصل ہی مگر پیچیدگی اور الجھاؤ کو برجستگی پر یا چیستان گوئی کو لطافت مضمون پر ترجیح دینا فساد عقل اور ذوق سلیم کے معدوم ہونے کی دلیل ہے - ہمکو اس امر کے تسلیم کر لینے مین ذرا بھی تامل نہین کہ لفظ کو معنی پر ترجیح دینا ایک ایسا سخت عیب ہے جس نے ہماری شاعری کو بہت کچھ مبتذل بنا رکھا ہے لیکن کیا اس سے یہہ لازم آتا ہے کہ نفس شاعری لغو اور لاطائل ہے؟ ہرگز نہین - شاعر کی بے اعتدالیان شاعر کے ساتھ اور شاعری کی خوبیان شاعری کے ساتھ ہین! اگر کسی شاعر کا کلام معیار شاعری سے گرا ہوا ہو تو شاعر جانے شاعری پر اُس سے کیا الزام عاید ہو سکتا ہے - تھوڑی بہت بے اعتدالیان ہر شاعر مین ہوتی ہین کوئی شاعر شاعری کا اوتار نہین ہو سکتا اور نہ کسی شاعر کی شاعری مکمل ہو سکتی ہے لیکن ہمارا فرض یہہ ہے کہ خذ ما صفا و دع ما کدر کے مفہوم کو سمجھکر اُسپر عمل کرین -

میرا ذاتی خیال یہہ ہے کہ شاعری کا اصل کام اظہار خیالات کا ایک ایسا مرغوب پسندیدہ سانچہ طیار کرنا ہے جس مین اعتدال اور تناسب کے ساتھ اظہار خیالات کا موقعہ ملے لیکن ثقالت اور سفاہت کی گنجایش نہو - اس میدان مین قدم رکھنے والے کو بہت احتیاط لازم ہے کیونکہ یہان فطرتی استعداد پر ایسی روشنی پڑتی ہے کہ وہ عیوب جو بحالت دیگر پوشیدہ اور مخفی رہتے نمایان طور پر ظاہر ہو جاتے ہین اور غیر موزونیت کی قلعی کھلے بغیر نہین رہتی - الفاظ کی شایستگی اور موزونیت اور طرز ادا کی برجستگی اور نزاکت شاعری کا خاص معیار ہے اور جس کے مذاق مین سلامت اور خیالات مین تناسب نہین وہ اس میدان کا مرد کبھی نہین ہو سکتا کیا ہم مین بہت سے لوگ ایسے نہ نکلین گے جو اپنے رکیک خیالات کو نظم کی صورت مین لانے کے بعد خود اُس کی رکاکت سے آگاہ ہو کر شرمندہ نہوے ہون؟ گو وہی خیالات جب تک نظم کی صورت مین نہ آئے تھے بیحد مرغوب و محبوب معلوم ہوتے تھے - فی الواقع شاعری ایک کسوٹی ہے جس پر کھوٹا کھرا فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور اچھے برے کا ایک نظر مین امتیاز ہو جاتا ہے - یہہ وہ پیمانہ ہے جس مین ثقالت و سفاہت کی گنجایش ہی نہین یہہ وہ آلہ ہے جسکے ذریعے سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ نظر آتا ہے -

یہان عالم و جاہل پر منحصر نہین فطرتی استعداد درکار ہے - یہ ایک خداداد جوہر ہے یہ ایک قدرتی مادّہ ہے یہ ایک وہبی ملکہ ہے - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم -

اس کہنے مین تو کچھ شبہہ کی گنجایش ہی نہین کہ شاعری کا مادّہ وہبی ہے کسبی نہین لیکن چونکہ اُسکا جسم الفاظ سے بنا ہے اور الفاظ زبان کے اجزا ہین اس لئے شاعر کو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس زبان مین شاعری کرنا چاہتا ہو اُس کے لغات و مصطلحات و محاورات پر پورا عبور حاصل کرے ورنہ اُسکی فطرتی موزونیت کے اظہار کے لئے کوئی آلہ نہوگا اور اُسکا جوش دل ہی دل مین اُمنڈ کر ٹھنڈا ہو جائے گا - زبان دانی بھی بجائے خود ایک کمال ہے اور اکثر قوائے دماغی کی تربیت اور ترقی اُس پر منحصر ہے لیکن یہ اس قدر آسان کام نہین جس قدر اہل زمانہ نے اسے سمجھ رکھا ہے بقول شاعر ؎

زبان دانانِ عالم کا کیا ہے امتحان برسون
زبانِ غیر کیا آتی نہین اپنی زبان برسون

کسی زبان کے لغات و محاورات پر عبور حاصل ہونا برسون کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ہماری شاعری انحطاط پر ہے - گر ہم دو چار سیڑھیان پھاند گئے ہمکو اس طور پر کہنا چاہیے تھا کہ ہم اپنی زبان پورے طور پر نہین حاصل کرتے اس لئے ہم اپنی شاعری کو ترقی نہین دے سکتے - ہمکو اپنی حالت کے اقتضا سے مجبوراً اپنی زبان کی طرف سے عنان توجہ منعطف کرنی پڑتی ہے - ہم اس غرض سے تعلیم پاتے ہین کہ دو پیسے کما کر اپنی اور اپنے کنبے کی پرورش کرین ہمارا افلاس ہمکو ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے - اس تعلیم کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک نامانوس اور غیر مسموع زبان کو جسے ہم نے بچپن سے کبھی نہین سنا حاصل کرتے ہین یہان تک تو ہم مجبور ہین اور اسی مجبوری سے ایک بڑا فایدہ بھی اٹھا رہے ہین یعنی ہم اُن خیالات سے آشنا ہوتے ہین جنکو پختہ کر کے یورپ نے آج چار دانگ عالم مین کوس لمن الملک بجا رکھا ہے لیکن بڑا افسوس یہ ہے کہ ہم اُن خیالات سے آشنا ہونے پر بھی اُن کے فوایدسے متمتع نہین ہوتے ہم یورپ کی اقوام کو اپنی اپنی قوم کا دلدادہ دیکھتے ہین اُنکی تاریخون کو حب وطن

کی مثالون سے معلوم پاتے ہین اور یقین کر سکتے ہین کہ انکا سارا اقتدار محض قومی محبت اور ملکی اتفاق پر منحصر ہے تاہم اُس سبق کو حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہین جس نے آج "دول عظمیٰ" کو "دول عظمیٰ" بنا رکھا ہے ہم اپنی قوم کو مغربی خیالات سے مستفید کرنے کے بجاے یہہ کوشش کرتے ہین کہ اُسی غیر مانوس زبان مین مصنفی اور انشا پردازی کا ڈنکا بجانے لگین سکیا یہہ حوصلہ ہمارے لئے شایان ہے ؟ کیا ہم ایک منٹ کے لئے امید کر سکتے ہین کہ ہم اُس نامانوس اور غیر مسموع زبان مین کمال سخن فہمی و سخن سنجی حاصل کر سکین گے ؟ لیکن ہم نشہ جنٹلمینی مین چور ہین اور اپنی زبان کو اپنے سامنے سے "ڈیم نیٹیو راسکل" کہہ کر بھگا دینے کو تیار ہین - آج کسی جاپانی کا دل ٹٹولئے تو اُس مین جاپانی ہونے کا فخر جاگزین ملے گا اس سے یہہ خیال نہ کیجیے گا کہ آج جب جاپان کا نام زرین حرفون مین تاریخ کے صفحے پر لکھا جا چکا تب وہ اپنے کو جاپانی سمجھنے پر فخر کرنے لگا نہین وہ اس سے بہت پہلے اپنے ملک پر فخر کرتا تھا اور اسی وجہ سے آج وہ ملک کے لئے اور ملک اُس کے لئے باعث فخر بن گیا ہے

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

تاریخ صاف شہادت دے رہی ہے کہ جب تک کسی قوم کے افراد نے اپنی قوم اور اپنے ملک کو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے اُسی وقت تک اور صرف اُسی وقت تک وہ قوم دنیا مین مقتدر اور نامور رہی - قدیم ہندوستان مین قوم ایرین کو قدیم شام مین قوم بنی اسرائیل کو - قدیم یورپ مین یونانیون اور اہل روما کو - قرون وسطیٰ کے عرب مین مسلمانون کو اور زمانہ موجودہ مین اہل یورپ کو دیکھو اور پھر ہم سے کہو کہ ہمارا دعویٰ غلط ہے یا صحیح - ہم کیون درماندہ ہین ؟ اس لئے کہ ہم مین قومی حمیت نہین - ہم اپنی زبان کی طرف اپنی قوم کی طرف اپنے ملک کی طرف ایسی نظر سے دیکھتے ہین جس سے یہہ حسرت ٹپکتی ہے کہ کاش ہم کو ابتدا ہی سے ان سے تعلق نہ ہوتا تو بہتر تھا ! اسکا نتیجہ کیا ہے یہی جو ہم دیکھ رہے ہین - یعنی ہم ازین راندہ و زان سو درماندہ ہین اور جب یہہ حالت ہے تو کچھ تعجب کی بات نہین اگر ہم اُس طریقے کو اختیار کر لین جو پست ہمتون کو ایسی حالت مین مرغوب

ہوا کرتا ہے اور جسکو ایک خاص موقعہ پر اُس لومڑی نے اختیار کیا تھا جس نے اپنی مجبوری کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے کہدیا تھا کہ انگور کھٹے ہین مگر نہین ہماری حالت اُس لومڑی سے بھی زیادہ مبتذل ہے اس لیے کہ اُسے تو اپنی مجبوری کا علم بھی تھا یہان جہل مرکب کا بادل چھایا ہوا ہے۔ اگر کوئی ہمارے ان لایق بھائی بندون سے جنھون نے یونیورسٹی کی ڈگریون کے ساتھ تمام قومی امور کے استکراہ اور استخفاف کی بھی سند حاصل کرلی ہے پوچھے کہ کس قدر تحقیقات کے بعد آپنے اپنی شاعری پر لغویت کا حکم لگایا ہے تو کہین گے کہ ہمکو اُس سے ازلی نفرت تھی اس لیے ہمنے اُس کی کچھ تحقیقات نہین کی پھر اگر کوئی سوال کرے کہ بلا تحقیقات آپنے حکم کیونکر لگا دیا تو شاید کچھ جواب نہ دینگے پتلون کی جیب مین ہاتھ ڈالکر ٹہلنے لگین گے اور حرکات و سکنات سے یہہ ظاہر کرنے کی کوشش کرینگے کہ ایسے لغو سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے!

کاش وہ تسلیم ہی کرلین کہ ہمارے پاس اسکا کچھ جواب نہین مگر نہین آخر ہٹ دھرمی بھی تو کوئی چیز ہے - خیر مجھسے سُن لیجئے - ہم ہندوستان مین ایک عرصہ دراز تک شخصی حکومت کے زیر سایہ رہکر اپنی ذاتی - ملکی اور قومی حالت کے احساس سے بے بہرہ ہو چکے تھے وہ عادت اس زمانے مین بھی جب ہم ترقی کے میدان مین دوڑ لگانے کی تیاریان کر رہے ہین ہم سے جدا نہین ہوئی اور ہم اب تک قوم کے وجود کو اس قدر مبتذل اور ذلیل سمجھنے کے عادی ہین کہ کسی قومی چیز پر فخر کرنا یا کسی قومی حقوق اور فرایض کا اپنے کو ذمہ دار سمجھنا گویا ایک غیر طبعی اور نامانوس خیال ہو گیا ہے۔ ہم اس مین اپنی کسر شان سمجھتے ہین کہ ہمکو کسی قومی چیز سے تعلق یا اُنس ہو کیونکہ جب اگر ہم اپنی زبان کو اپنی ذاتی ترقی کے لئے مفید نہین خیال کرتے تو کیا یہہ مناسب ہے کہ خود اُس کی ترقی اور درستی کے فرض سے بھی آپ کچھ سبکدوش سمجھین لیکن ہم شاید مداہنت کے ملزم ٹھیر سکتے ہین کیونکہ ہم نے ضمناً تسلیم کر لیا کہ قومی زبان کا حاصل کرنا اپنی ذاتی ترقی کے لئے بے سود ہے یہہ امر ہمین تسلیم نہ کرنا چاہئے تھا۔

اگر ہم یہہ بھی مان لین کہ ہماری زبان اور ہماری شاعری مین بظاہر کوئی بات مفید نہین تاہم کیا یہہ سوال پیدا ہوگا کہ آپ ایک غیر زبان اور صرف ایک غیر زبان کو حاصل کرکے اس قدر ترقی کی

استعداد پیدا کر نہین سکتے جس قدر اپنی زبان مین کافی مہارت حاصل کرنے کے بعد ممکن ہی؟ مانا کہ ہماری زبان مین وہ علوم موجود نہین ہین جنکی اِس زمانے مین سخت ضرورت ہے اور خاص کر ہماری شاعری بالکل اُن علوم سے بے بہرہ ہے یہہ بھی مسلم کہ یورپ مین زبانون کا حصول صرف کسب معاش ہی کے لئے نہین بلکہ تہذیب نفس اور ترقی قوم کے لیے بھی ضروری اور مفید ہے تاہم یہہ کیونکر لازم آتا ہے کہ جسقدر اپنی زبان سے اِس وقت لاپروائی کیجاتی ہے وہ غیر ضروری اور غیر مفید نہین ہے؟ اگر آپ یہہ کہین کہ جو وقت اپنی زبان کے حصول مین صرف ہوتا ہے وہ ضایع ہوتا ہے تو ہم یہہ کہین گے کہ آپکو ضایع ہونے کے معنی غلط یاد ہین آپ اپنے کسی پروفیسر سے دوبارہ پوچھیے۔ ہمارا یہہ دعویٰ ہے کہ آپ جب تک اپنی مادری زبان کے مختلف اصناف مضامین اور متعدد طریقہاے اظہار خیالات سے خوب واقف نہ ہونگے جب تک برجستگی کے ساتھ خیالات کو ظاہر کرنا آپ اپنی زبان مین نہ سیکھ لین گے غیر زبان پر عبور ہونا کیا معنی اُس سے مس بھی نہ حاصل ہوگا۔ خیالات کا اظہار بھی ایک خاص ملکہ پر منحصر ہے اور یہہ ملکہ اُس وقت تک نہین پیدا ہوسکتا جب تک آپ اپنی زبان کی شاعری سے کافی واقفیت اور ضروری بہرہ نہ حاصل کرلین زبانون مین باہمی ہمدردی ہے اور نوع انسان کے اظہار خیالات کا طریقہ روے زمین پر ہر جگہہ قریب قریب یکسان ہے اپنی زبان مین اِن طریقون سے مانوس ہوجانا زیادہ آسانی سے ممکن ہے پھر جب اسکا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے تو غیر زبان کے خیالات سے مستفید ہونا کچھ دشوار نہین ہوتا۔ اگر ہم اپنی زبان مین یہہ نہ سیکھین گے اور ابتداے عمر سے مختلف اصناف سخن پر قدرت بہم نہ پہونچائینگے تو ہمیشہ کے لئے اُن لطایف اور غرایب سے بے بہرہ رہ جائین گے جو ہر زبان کے چند زور انشا پردازون کے نوک قلم کے اشارون پر حاضر رہتے ہین۔ اِس سوال کا دوسرا پہلو لیجیے تب بھی ہمارے دلایل کچھ کمزور نہ ثابت ہون گے یعنی اگر ہم مغربی خیالات سے بہرہ اندوز ہوکر اپنی زبان کو اُس سے مالامال نہ کرین گے تو یہہ ترقی ترقی جس کی ہم سب پکار مچاے ہوے ہین محض زبانی ڈھکوسلا ہوگی اِس غرض کے حصول کے لئے بھی ہمکو اپنی

شاعری سے ضرور استفادہ کرنا پڑیگا کیونکہ ہم میں اُس وقت تک پوری قابلیت اظہار کی نہیں پیدا ہوسکے گی جب تک نکات شاعرانہ سے واقف نہ ہون - اور اگر ہم یہ نہیں کہ اپنی زبان مین مغربی علوم کے لانے کی کوشش بھی نکرین اور ترقی کی امید بھی قایم کرین تو ہمکو کم از کم اُس مبارک زمانے تک انتظار کرنا چاہیے جب کہ کل ہندوستان کی زبان انگریزی ہوجاے گی - مگر اُس کا انتظار ایسا ہی ہے جیسے عیسائیون کے ہان خدا کی بادشاہت کا یا مسلمانون کے ہان امام مہدی کا جسکے لیے کوئی مدت مقرر نہین ہے بلکہ ہمارا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ یہ امید ایسی ہے جیسے کوئی امید کرے کہ کچھ دنون بعد ہم سب یوروپین لوگون کی طرح لال لال منھ کے پیدا ہونے لگین گے البتہ یہ امید اگر پوری ہو بھی تو یون ہو سکتی ہے کہ جس سرعت سے عیسائی مذہب بھنگی چمارون مین پھیل رہا ہے اُسی سرعت سے برہمن چھتری سکھ راجپوت اور شیخ سید مین بھی پھیلنے لگے -

یہ کہتے تو مین کہہ گیا لیکن ڈرتا ہون کہ کہین کوئی تاریخ دان حضرت یہ سوال نہ کر بیٹھین کہ کیا تاریخ مین مختلف زبانون کے شمول کی مثالین موجود نہین ہین ؟ - ہین اور بلا شبہ ہین - لیکن آپ نے تو بہت کچھ تاریخ پڑھی ہے غور تو کیجیے کہ اُن اقوام کے باہمی ارتباط اور ہندوستان کی موجودہ فاتح اور مفتوح قومون کے باہمی تعلقات مین کچھ فرق ہے یا نہین - ہندوستان مین مسلمان آئے - ابتدا مین سلطنت کے استحکام کے لیے جو کشت و خون ہوا وہ خارج از بحث ہے مگر وہ یہان جم گئے تو کیا انھون نے جنگل مین بنگلے چھوا کر بود و باش اختیار کی ؟ کیا وہ ہندوستانی کے سایے سے متنفر رہے ؟ - نہین وہ باہم مخلوط ہوے باہم دوستی و دشمنی ملنا جلنا رہا اور بعض رسم و رواج مین تو ایک دوسرے کی یہان تک نقل کی گئی کہ اب تک بہت سے ہندو اور مسلمان خاندانون مین ایک دوسرے کی رسم و رواج مختلف تقریبون کے موقعہ پر برتی جاتی ہین - فاتح قوم فارسی زبان اپنے ساتھ لائی اور سچ پوچھو تو ایک ہی ایرین قوم کی دو شاخین فاتح و مفتوح کی حیثیت سے زمانہ دراز کے بعد پھر ملین اُن کی زبانین باوجود اختلافات کے مدت کی

. بچھڑی ہوئی بہنین تھین جو ہرچند ایک دوسرے کی صورت کو نہ پہچان سکین تاہم ایک ہی مورث اعلی کی اولاد مین تھین - اب دیکھو کیا ہوا - باوجود اسقدر باہمی ارتباط اور اختلاط کے جو زبان فاتح قوم بولتی آئی اور جو کچہری دربار مین مدتون رایج رہی نہ وہ زبان ہندوستان مین اختیار کی گئی نہ مفتوح قوم کی زبان بدستور رہی بلکہ باہمی میل جول سے ایک تیسری زبان اردو پیدا ہوئی ایسی حالت مین موجودہ فاتح قوم کی طرز وروش کو دیکھتے ہوئے یہ امید کیونکر کی جاسکتی ہے کہ ہندوستان کی زبان انگریزی ہوجائے گی - تمام ہندوستان کی زبان بننے کی صلاحیت اگر ہے تو پھر اردو زبان مین ہے آج ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہین ہے جسکے ہر بڑے شہر مین اردو زبان کم از کم سمجھی نہ جاتی ہو - لیکن یہ بحث طویل ہے اور اسکے لئے جداگانہ مضمون درکار ہے ہم اس وقت صرف اس قدر کہنا چاہتے ہین کہ سردست ایک مدت دراز تک یہ امید قایم کرنا فضول ہے کہ زبان انگریزی ہماری عام زبان ہوجائے گی اور برخلاف اس کے اردو زبان کی نسبت زیادہ تر خیال ہوسکتا ہے کہ وہ ملکی زبان کی حیثیت حاصل کرلے پھر کونسا مدعی ترقی قوم اس بات کا دعوی کرسکتا ہے کہ اردو زبان کی ترقی کے بغیر قومی ترقی ممکن ہے جس زبان کو اکثر افراد قوم بولتے ہون اُس کو ترقی دینا اکثر افراد قوم کے لئے ترقی کا ذریعہ پیدا کرنا ہے لہذا تمام اُن اصحاب کا جو مغربی خیالات سے مستفید ہوتے ہین فرض ہے کہ اپنی زبان اور ملک کے حقوق سے ادا ہونے کی کوشش کرین اور اسکو مفید مضامین سے خالی ہونے کے الزام سے بچائین اور یہ صرف اُسی وقت ممکن ہوگا جب وہ اپنی زبان کی انشا پردازی کو غیر ضروری اور غیر مفید تصور کرکے اُس سے کنارہ کش ہونا چھوڑ دین گے -

ہمارا یہ دعوی نہین کہ کسی زبان کی انشا کی ترقی اُس زبان کی ترقی کی معراج ہے - ہم یہ بحث پیشتر کرچکے ہین کہ قوت نطق ضروری شے ہے لیکن قوت نطق بنفس خود کوئی علم نہین ہے البتہ علوم کے حصول کا ذریعہ اور آلہ ہے - اسکی تطبیق انشا پردازی پر کیجیے اور خود نتیجہ نکال لیجئے یعنی جب تک ہم اپنی زبان کو حاصل نہ کرلین گے اسوقت تک نہ اُسکے کمال سے خبردار ہون گے

نہ اُس کے نقایص سے نہ اُسکو ترقی دے سکین گے نہ اُسکو تنزل سے بچا سکین گے کیا اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے کچھ بہت منطق کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی زبان کو چھوڑکر ترقی کے ذرایع کی تکمیل ہرگز نہین کر سکتے ؟ - یہہ کچھ بہت پیچیدہ مسئلہ نہین ہے نہ اسپر زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے - تاہم ہمارے بہت سے انگریزی دان اصحاب نے اس کو ایک مابہ النزاع معاملہ قرار دیدیا ہے اور ہمکو افسوس ہے کہ ایک ایسی بدیہی بات کے ثبوت کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے اگر ہم صرف انگریزون ہی کی تتبع کرین تب بھی ہمکو لازم ہوگا کہ ہم اپنی زبان اور اپنی شاعری کو اپنا بنا کر رکھین کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ وہ لوگ اپنے معمولی مصنفون کے نام اور شہرت قایم رکھنے کے لئے کیا کچھ کرتے ہین اور اپنی زبان کی معمولی تصانیف کی کس قدر قدر کرتے ہین وہ ایک معمولی شاعر کے ہاتھہ کی تحریر کا ایک صفحہ سو دو سو پاونڈ کے عوض ارزان خیال کرتے ہین - وہ اپنے زبان اور ملک کی قدر کرتے ہین اگر ہم وہی عروج حاصل کرنا چاہین جو اسوقت اہل یورپ کو حاصل ہے تو ہمکو لازم ہوگا کہ وہی عزت اپنی قومی چیزون کی کرین جو وہ لوگ کر رہے ہین - گو ہم یہہ بھی تسلیم کرین کہ ہماری شاعری فی الواقع بہت سے دور از کار توہمات سے بھری ہوئی اور اکثر رکیک خیالات سے پُر ہے تاہم ہمکو اپنی ترقی استعداد کے لئے اور اس غرض کے حصول کے لئے کہ غیر زبان مین جو علوم ہین اُنھین حاصل کرکے اپنی زبان مین دوبارہ اُس دولت کو لادین جو ہم سے نکل گئی ہے یہہ ضروری ہے کہ ہم اُس شاعری کو جیسی کچھ ہے حاصل کرکے اُسے ایک ذریعہ اپنی ذاتی ترقی کا بنا دین اور خود اُسکو ترقی دینے کی قابلیت حاصل کرین - نہ یہہ کہ اُسکی طرف سے پیٹھہ پھیر کر بیٹھہ جائین -

بہت سے لوگ ہم سے کہین گے کہ آج کل تمام مصلحان قوم شاعری کی طرف سے نفرت دلانے پر بہت زور دیتے ہین اور صاف طور پر کہتے ہین کہ شاعری ہمارے قومی تنزل کے اسباب مین سے ہے لیکن ہمارا یہہ خیال ہے کہ اگر کوئی مصلح قوم شاعری کو اس وجہ سے کہ اکثر شاعر مبتذل مضامین لکھتے ہین مخرب اخلاق بتاتا ہے تو اُسکو یہہ کہدینا بھی آسان ہوگا کہ بہت سے

آدمی فحش گوئی کے عادی ہین لہذا قوت گویائی مخرب اخلاق ہے۔ لیکن مصلحان قوم کی باتین بعض وقت مختص المقام اور مختص الوقت ضروریات کی نظر سے ہوا کرتی ہین جب کسی خاص شے کی طرف قوم کو حد سے زیادہ توجہ ہو اور پھر وہ توجہ بھی اِس طور پر ہو کہ اُس شے کی بگڑی ہوئی حالت کو بھی وہ مکمل سمجھکر نہ اُس مین ترقی کی گنجائش تسلیم کرین نہ ترقی کی کوشش کرین تو مصلح قوم کا فرض ہوگا کہ اِس طلسم کو باطل کرنے کی غرض سے اور قوم کو اُس مینیا سے نجات دینے کے لیے اُس شے کی مذمت کرے یا اُس مین ترقی کی گنجائش ثابت کرے بالکل اِس طرح جیسے ایک طبیب اخلاط غالبہ کا تنقیہ ضروری سمجھتا ہے گو وہی خلط اعتدال کی حالت مین مفید اور ضروری ہو۔ درحقیقت کچھ دنون پہلے ہماری قومی نبض شاعری کے اخلاط فاسدہ سے مملو تھی اور اُسکے حد اعتدال سے بڑھ جانے کی وجہ سے قومی ترقی کے دیگر محرکات مین روک پیدا ہوگئی تھی۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ جس وقت سے ہم ہوش سنبھالتے تھے ہمکو یہی سبق ازبر کرایا جاتا تھا ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینون پر
ہمین تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

اور جب ہم پیر فرتوت ہوکر قبر مین پانون لٹکا دیتے تھے اُسوقت تک ہماری یہی حالت رہتی تھی ؎

دل سے عشقِ رُخِ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

یہ امر مسلم ہے کہ ہماری شاعری کا گل و بلبل شمع و پروانہ خزان و بہار پابندی قفس و آزادی کاکل و سنبل تک محدود رہنا قومی مذاق مین سخت تنزل پیدا کرنے والا ہے۔ گو بہت سے شاعری کے طرفدار یہ کہتے ہین کہ شاعری کے تمام کنایات و اشارات کا مرجع ذات باری ہے ممکن ہے کہ بمقتضائے ظن المؤمنین خیرا کے کوئی پاک طینت پڑھنے والا شاعر کے اصل مطلب تک باوجود تمام رکاوٹون کے سراغ لیجائے اور ہر شعر کے مفہوم کو عالم آب و گل سے بالاتر تصور کرے لیکن جبکہ ہر قسم کی چوما چاٹی اور ہتھا پائی اور ہر رنگ کے لہو لعب اور ہوا و ہوس کے مضامین سے بھرے ہوئے

اشعار بکثرت موجود ہون جبکہ ہمارے شاعرون نے شاعری کو اِس قدر مبتذل بنا رکھا ہو اُس صورت مین ہر معمولی پڑھنے والے سے یہہ امید کرنا کہ وہ اُن اشعار کو انوار آسمانی اور لمعات روحانی کا مظہر اور منبع سمجھے گا بالکل ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ ہر معمولی آدمی ننگی تصویرون کو دیکھکر صانع کی کمال صنعت کا معترف ہوگا یا ہر نوجوان کو کسی پریزاد کے ساتھ تخلئے مین بند کر دینے سے اُس کی پاکبازی کا تجربہ ہو جائے گا۔ لیکن اِس کمی کا پورا کرنا کس کا فرض ہے اور اُردو شاعری کے اندر مذاق صحیح پیدا کرنے کا کون ذمہ دار ہے ؟۔ کیا وہ لوگ ہین جنکو سلف سے آج تک کوئی قباحت اُس مین محسوس نہین ہوئی ؟ جو فن تنقید سے اِس قدر ناواقف اور نابلد ہین کہ ذوق اور غالب کے کلام کی نسبت آزادانہ رائے ظاہر کرنے کو الحاد سے کم نہین جانتے ؟ جن کے نزدیک اُستادان مسلم الثبوت کے پسندیدہ طریقون کے خلاف چلنا ترک فرایض ہے ؟ ظاہر ہے کہ یہہ کام اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہی جس نے دنیا کے اسٹیج پر بدلتے ہوے سین دیکھے اور محسوس کئے ہین جو مغربی طرز خیالات سے آشنا ہے جس کو معلوم ہے کہ ہماری شاعری مین کیا نقائص ہین اور وہ کیونکر دور ہو سکتے ہین میرا مطلب انگریزی تعلیم یافتہ لوگون سے ہے لیکن وہان تو قصہ ہے کہ ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔

حضرت کا دعویٰ تو یہہ ہے کہ ہم اُردو زبان کی طرف توجہ کرنا کسر شان سمجھتے ہین اصلیت یہہ ہے کہ حضرت کو سلیقہ ہی نہین کرین تو کیا کرین۔ یہہ تو اپنے زعم مین یہہ سمجھ رہے ہین کہ انگریزی پڑھکر ہم تو پار اُتر گئے اب قوم کا بیڑا منجدھار مین ہو تو ہو ہمکو کیا۔ اصلیت یہہ ہے کہ اگر قوم کی ناؤ ڈوبی تو انگریز بہادر انکو اپنے بجرے مین بٹھانے والے نہین انکو بھی ناچار ڈوبنا پڑیگا۔ ہم اِس امر پر زور دئیے بغیر اِس مضمون کو ختم نہین کر سکتے کہ ہمکو صرف قوم ہی کے فائدے کے لئے اپنی زبان کی طرف توجہ کرنا ضروری نہین بلکہ اپنی ذات اور نفس کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی مادری زبان کو گو وہ کیسی ہی کیون نہ ہو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دین۔ ہمارا یہہ دعویٰ ہے اور ہم پکارے گلے کہتے ہین کہ جب تک ہمارا علم اپنی زبان کا مکمل نہوگا ہم ہرگز قابلیت کا دعویٰ نہین کر سکتے۔ جدید تعلیم نے درحقیقت لایق آدمی کم پیدا کئے۔ اِس کی کیا وجہ ہے یہی جس کو ہم بار بار اِس مضمون مین کہہ چکے ہین یعنی اپنی زبان

اور اپنے علوم سے بے بہرہ ہونا سمجھنے ما تا دمغربی زبان مین سب کچھ ہے مگر وہ ہمارا نہین ہوسکتا جب تک ہم اُسے اپنی زبان مین نہ لائین کیا ہم مین سے کوئی یہہ فخر کرسکتا ہے کہ "کیا غم ہے اگر ہندوستان ہمارے قبضے سے نکل جاے ہمارا شکسپیر تو ہمارے پاس ہے"؟ - ہرگز نہین - اس بے پروائی کا جو لازمی نتیجہ ہے اُسے ہم اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہین اور ابھی بہت کچھ دیکھین گے ؎

تڑپتا ہے تو ایک ہی زخم کھاکر
چھری پر چھری تجھ پہ بسمل پڑیگی

سید محمد محمود الحسن عشقی

خورشید - حضرت قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندرآبادی مد ظلہ

نالے فرقت کے نہین جب لبِ نالان سے الگ
مین کسی طرح نہونگا غمِ جانان سے الگ

جوشِ وحشت مین بہم ربط ہوا ہے ایسا
ہاتھ ہوتا نہین دم بھر کو گریبان سے الگ

نیند آتی نہین ہے رنجِ عدو ہجر کا غم
اتنے آزار ہین جان کو شبِ ہجران سے الگ

پانون ایسے چلے وحشت مین کہ بے ہاتھ لگے
خود بخود ہو گئے دامن بھی گریبان سے الگ

خارِ غم پہلو مین ہر رات کھٹکتے ہین مرے
یہہ وہ کانٹے ہین جو ہین خارِ بیابان سے الگ

سخت پیوند محبت ہے اسے یار نہ کھینچ
دل نہین ہوگا ترے تیر کی پیکان سے الگ

ساتھ بھی سوئے تو وہ منہ ہی لگا کر سوئے
شب کو ہم پاس رہے پر رہے جانان سے الگ

یہہ مری خاک سے ظالم تو جھٹکتا کیون ہے
اب نہ ہوگی یہہ ترے گوشۂ دامان سے الگ

میری قسمت کی کجی تو کبھی جانے کی نہین
بل نہو جیسے تری کاکلِ پیچان سے الگ

اس نے جس دن سے دیکھا رخِ روشن انکا
کبک اس دن سے ہوا ہے مہِ تابان سے الگ

شغل زخمون پہ چھڑکنے کا ملا ہے ایسا
ہاتھ ظالم نہین ہوتا ہے نمکدان سے الگ

ترکِ اسلام کرون کسلئے کیونکر خورشید
دل لگا رکھا ہے اس دشمنِ ایمان سے الگ

آنریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی مرحوم

مغربی تعلیم کا اصلی جوہر قومی ہمدردی اور حُبِّ وطن ہے۔ آج سے سو برس پہلے انسان کی لیاقت کا معیار صرف اُس کی ذات تک محدود تھا لیکن اب وہ زمانہ آگیا کہ جب تک ذاتی لیاقت کے ساتھ حُبِّ وطن کا جوہر شامل نہ ہو اُس وقت تک کوئی شخص نامور لایق لوگون مین شمار نہین ہو سکتا۔ آنریبل جسٹس بدرالدین طیب جی مرحوم اُن شخصون مین سے تھے جنکو ملک کے لئے قوم نے زمانہ حال کے مفہوم کے مطابق اعلیٰ درجہ کا تمغۂ لیاقت دیدیا ہے اور انکا اُٹھ جانا ایک ایسا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی اِس زمانۂ قحط الرجال مین سخت دشوار ہے۔ اِس قومی ادبار اور تنزل کے زمانے مین اِس قسم کے جامعِ صفات لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہین اور جس قدر قوم اِس نقصان عظیم پر رنج و افسوس کرے بجا ہے۔ وہ بحیثیت ایک ہندوستانی ہونے کے ملک کے ایک قابل قدر لیڈر اور بحیثیت مسلمان ہونے کے مسلمانون کے ایک سچے ہمدرد تھے۔

زمانے نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ترقی کی شاہراہ پر قومون کے باہمی مقابلے کی دوڑ مین اُس وقت تک کامیابی ناممکن ہے جب تک مغربی تعلیم سے کافی طور پر فایدہ نہ اُٹھایا جائے۔ آنریبل جسٹس بدرالدین طیب جی خوش قسمتی سے ایک ایسے گھرانے مین پیدا ہوئے جس مین یہ مسئلہ پیشتر سے مسلم تھا اور اُن کو مغربی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کا کافی موقعہ ملا۔ اُن کے والد بزرگوار بمبی کے عربی الاصل شرفا اور متقدر تاجرون کے گروہ مین سے تھے اور اُنھون نے اپنے تمام بچون کو تعلیم کی تکمیل کے لئے انگلستان بھیجا۔ مسٹر طیب جی نے جب انگلستان مین قدم رکھا اُس وقت اُن کی عمر صرف سولہ برس کی تھی اور وہ لندن یونیورسٹی کے طلبا مین شامل ہوئے لیکن کمزوری بصارت نے انھین ایسا مجبور کیا کہ وہ یونیورسٹی کی کوئی ڈگری حاصل نہ کر سکے اور انھین عنان توجہ قانون کی طرف منعطف کرنی پڑی۔ وہ مڈل ٹمپل مین داخل ہوئے اور ۱۸۶۷ء مین بیرسٹری کا

کا امتحان کامیابی کے ساتھہ پاس کر لیا - جب اُنھون نے وطن مالوف کو واپس آ کر بمبئی ہائیکورٹ کی فہرست وکلا و بیرسٹران مین اپنا نام درج کرایا تو اُن سے پیشتر کسی ہندوستانی کا نام فہرست مذکور مین درج نہ ہوا تھا - جودت طبع اور لیاقت ذاتی سے اُن کی شہرت یہان تک بڑھی کہ تھوڑے ہی دنون مین اُن کی بیرسٹری چمک گئی اور وہ اعلیٰ درجہ کے بیرسٹرون مین شمار ہونے لگے -

جب اُنکا اقتدار بحیثیت ایک لایق بیرسٹر کے قایم ہو چکا تو قومی ہمدردی کی آگ جو کا نون سینہ مین دبی پڑی تھی یک بیک مشتعل ہو گئی اور ۱۸۶۹ء اُن کی زندگی مین اس امر کے لئے یادگار رہیگا کہ اُنھون نے اول مرتبہ ایک عام جلسے مین ایک ملکی معاملہ پر گفتگو کی - یہہ جلسہ اس غرض سے منعقد کیا گیا تھا کہ منچسٹر کے تجارتی مال پر محصول درآمد کی مجوزہ معافی کے خلاف پارلیمنٹ انگلستان کے روبرو درخواست پیش کی جاے - سُننے والون نے اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ یہہ نوجوان ضرور اعلیٰ درجہ کی ناموری حاصل کر کے رہیگا اور قومی اور ملکی کامون مین نمایان حصہ لیگا -

آخر وہ مبارک وقت آ پہونچا کہ اُن کو اپنے ذاتی جوہر کے اظہار کا کافی موقعہ ملے کیونکہ اس ابتدائی مشق کو ابھی صرف تین ہی برس گذرے تھے کہ سر جیمس فرگیسن گورنر بمبئی نے اُنکو کونسل واضعان قانون صوبہ بمبئی کی ممبری کے لیے منتخب کیا اور بحیثیت ممبر کونسل کے اُنھون نے وہ ملکی خدمات انجام دیے جن کے لیے ملک ہمیشہ اُنکا زیر بار احسان رہیگا - اُس زمانے مین لارڈ رپن نیکنام وایسرائے ہند کے وہ مجوزہ قوانین جن کی رو سے نصف انتخابی میونسپل اور لوکل بورڈون کا وجود مین آنا ممکن تھا زیر بحث تھے اور ہمارے نوجوان بیرسٹر نے یہان تک ممکن تھا ان بیش بہا حقوق کو اپنے ملک کے لیے حاصل کرنے مین کوئی سعی اور کوشش اُٹھا نہ رکھی - آنریبل مسٹر طیب جی کی تقریر ہمیشہ نہایت پُر اثر ہوتی تھی کیونکہ وہ منطقی دلایل کے ساتھہ پُر زور طرز بیان اور مناسب طریقہ اظہار سے سامعین کو گرویدہ کر لیتے تھے اور زمانہ حال کے لیڈرون کا یہہ رجحان کہ بمقابلہ اپنے خیالات پر زور دینے کے موجودہ گورنمنٹ کی تضحیک و توہین مین زیادہ حصہ دکھائین اُن مین نہ تھا - اکثر لوگ اس زمانے مین ملکی ہمدردی کا معیار یہی خیال کرتے ہین کہ جہان

تک ممکن ہو حکمران قوم کی ہجو کرین - یہہ لوگ عیب جوئی اور نکتہ چینی کو قومی حقوق کا طلب کرنا
تصور کرتے ہین - سچ پوچھئے تو مرحوم سرسید کو جو ایک زبردست قومی نباض تھا اس غلط فاسد کا
پہلے ہی پتہ چل گیا تھا اور وہ خوب سمجھ گیا تھا کہ ایک نیم تعلیم یافتہ قوم کبھی طلب حقوق مین متانت
اور اعتدال کی پابند نہین ہو سکتی یہی وجہ تھی کہ وہ مسلمانون مین جن کی جہالت اور تعصب کی
آگ ابھی علم کے چھینٹے سے فرو نہین ہوئی تھی اس خطرناک مادے کو بھڑکانے سے باز رہا - لیکن کبھی
ریفارمرون کی رائین ہمیشہ اس طرف رہی ہین کہ جب صلاحیت اور استعداد موجود ہو تو ملکی بہبودی
کے معاملات مین حصہ نہ لینا درحقیقت ایک ایسی غفلت ہے جس کی کچھ تلافی نہین ہو سکتی اور بمبئی کے
تعلیم یافتہ مسلمانون کے لئے کسی طرح مناسب نہ تھا کہ سرسید کے اس اتناعی مسئلہ کو جو زیادہ
تر شمالی ہندوستان کے غیر تعلیم یافتہ مسلمانون کے لئے تھا ایک واجب التعمیل کلیہ سمجھکر اپنی
لیاقتون کو زنگ آلود ہونے دیتے اسی بنا پر جب ہم دیکھتے ہین کہ مسٹر طیب جی نے تیسری نیشنل
کانگریس منعقدہ مدراس واقعہ ۱۸۸۷ء کے صدر انجمنی کا عہدہ قبول کیا اور اُس کے قیام اور
استحکام مین سعی بلیغ کی تو ہمکو یہہ نہ چاہئے کہ دو مصلحان قوم مین سے ایک کو برا اور دوسرے
کو اچھا کہنے لگین اور گویا یہہ سمجھ لین کہ ان دونون کے افعال مین کوئی مطابقت ممکن ہی نہین
بلاشک اُس وقت بالعموم مسلمانون کا کانگریس مین شریک نہ ہونا ایک ایسا امر تھا جس نے
مسٹر طیب جی کی شرکت کو حامیان کانگریس کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ بنا دیا - لیکن
اس سے یہہ تصور کر لینا کہ اُنھون نے اپنی قوم کو ہلاکت مین چھوڑ کر اپنی کشتی پار لے جانا
کافی سمجھا ایک غلط خیال ہے - اُنھون نے اس نکبت زدہ قوم سے جس مین خالق نے اُنھین
پیدا کیا تھا کبھی علیحدگی اختیار نہین کی اور سب سے پہلا خیال جو اُن کے گوشہ خاطر مین جاگزین
تھا وہ اپنی قوم کی اصلاح اور ترقی کا تھا - وہ درحقیقت ملکی اور قومی فرائض کا سچا فرق
جانتے تھے اور اس مسئلہ سے بخوبی واقف تھے کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر کوئی ترقی نہین کر سکتا
وہ کمیٹی انجمن اسلام کے بانیون مین تھے - اس انجمن کے استحکام مین اُنھون نے

مساعی جمیلہ سے کام لیا اور برسون تک اُس کے آنریری سکرٹری اور سولہ برس تک اُس کے صدر انجمن رہے۔ اِن حیثیتون مین رہکر اُنھون نے جس قدر کام قوم اسلام مین تعلیم اور تہذیب پھیلانے کی غرض سے کیے اُس کا اندازہ مشکل ہے۔ سنہ ۱۹۰۳ء مین وہ محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے پریسیڈنٹ ہوے اور جب کبھی ممکن ہوا ہندوستان مین جہان کہین اس کا جلسہ منعقد ہوا اُس مین شریک ہوتے رہے۔ مرحوم سرسید نے جو کوششین علیگڈھ کالج کے قیام کے بارے مین کین اُن کو بہی جن مین نیک نفس بزرگون سے تقویت اور استعانت ملی اُن مین بدرالدین طیب جی کا نمبر پیچھے نہ تھا اور وہ تا زیست اُس کے قیام اور استحکام مین کوشان رہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ شاید وہ تقریر جو اُنھون نے لنڈن مین ایم۔ اے۔ او کالج ایسوسیشن کے ڈنر کے موقعہ پر اُس ساعت ناگزیر سے جو اُنھین وہین پیش آئی چھ ہفتہ پیشتر کی تھی اُن کی آخری تقریر تھی اور اس طرح پر یہہ کہنا ممکن ہے کہ گویا مرتے مرتے وہ علیگڈھ کالج کا دم بھرتے رہے۔

تعلیم نسوان اور پردے کا مسئلہ آج کل بڑے زور شور سے زیر بحث ہے اور بہت سے "مصلحان قوم" جو جلسون اور کمیٹیون مین اس معاملہ پر اسپیچین دیتے پھرتے ہین اس قدر اخلاقی جرات کو کام مین نہین لاسکتے کہ اپنے فرمودہ پر عمل کر کے اپنے بھائیون کے سامنے نمونہ پیش کرین۔ مسٹر بدرالدین طیب جی اُن "مصلحان قوم" مین نہ تھے جو اصلاح کا بیڑا دوسرون ہی پر اُٹھاتے ہین اور اپنے گریبان مین منھ ڈالکر نہین دیکھتے جب ایک مرتبہ اُنھون نے طے کر لیا کہ عورتون کو پردے مین بٹھا رکھنا اور تعلیم کی نعمتون سے محروم کر دینا درحقیقت ایک سخت ظلم اور قومی ترقی کی راہ مین ایک سنگ گران ہے تو اُنھون نے پھر اُس مبارک زمانے کا انتظار نہین کیا جب وہ اپنے ہم خیالون کی تعداد بکثرت موجود پاتے اور اپنے خیال پر عمل کرنے کا موقعہ دیکھتے بلکہ بلا پس و پیش اُس خیال کو عملی صورت مین لاکر دکھا دیا کہ قول و فعل کی مطابقت یون ہوا کرتی ہے۔ اُنکی ایک صاحبزادی نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا اور انگلستان جا کر تعلیم کی تکمیل کی اور دوسری صاحبزادیان [illegible] کی [illegible] مین [illegible] حاصل کئے اور اپنی [illegible]

دکھادیا جس پر اِس وقت مسلمان قوم زندہ نظر آتی ہے (؟) ہم اِس موقعہ پر صرف اُن کی اخلاقی جرأت کا نمونہ پیش کرتے ہین ہمارے ذاتی خیالات کا اُن سے متحد ہونا یا نہ ہونا امر دیگر ہے -

جون ۱۸۹۵ء وہ مبارک زمانہ تھا جب آنریبل مسٹر بدرالدین طیب جی کو بمبئی عہدہ ججی ہائیکورٹ بمبئی پر فایز دیکھتے ہین - یہہ ایک معقول صلہ تھا جو اُن کو قومی اور ملکی ترقی کے کامون مین کوشش کرنے کے عوض مین گورنمنٹ کی جانب سے عطا ہوا - وسعت اخلاق کا اندازہ اُس وقت بہت اچھی طرح ہوا کرتا ہے جب انسان اعلی مراتب پر فایز ہوجاے اور جسٹس بدرالدین طیب جی کا وسیع اخلاق بحیثیت جج ہائیکورٹ کے وکلا اور بیرسٹران مین ضرب المثل تھا لیکن ساتھہ ہی وہ انصاف پسندی اور ادلے فرایض کا سچا خیال جس نے اُنکو ججی کی حالت مین امتیاز بخشا تھا ایک ایسا وصف تھا جس کا اجتماع وسعت اخلاق کے ساتھہ بہت کم پایا جاتا ہے -

مرحوم بدرالدین طیب جی مین ایک اور کمال تھا اور وہ یہہ کہ روشن خیالی کے ساتھہ پابندی مذہب بھی اُنمین اسقدر غایت درجہ کی موجود تھی کہ شاید تازیست اُنکو بہت کم ایسا اتفاق ہوا ہوگا کہ اُن کی نماز قضا ہوئی ہو اسکے علاوہ اُنکی وضع اور اُنکا لباس بھی ہمیشہ خالص عربی رہا اُنکے چہرے پر ایک اسلامی نور نمایان تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب کی مانند اپنے قومی شعائر سے متنفر نہ تھے حقیقت یہہ ہے کہ مذہبی احکام کی پابندی اور قومی شعائر کا قایم رکھنا اصلی عظمت و لیاقت کی دلیل ہے اور جو شخص قومی لیڈری کا دعوی کرے لیکن قومی اور مذہبی فرایض سے آپ کو سبکدوش سمجھے اُسکی ظاہری چمک جھوٹے موتی کی آب و تاب سے زیادہ نہین - ہندوستان کو صرف اُنھین لوگون کی ذات پر فخر ہوسکتا ہے جو ہندوستانی بن کر ترقی کرین ورنہ صاحب نما ہندوستانیون کی ذات پر جنھین اِس بات پر افسوس ہو کہ ہم کیون ہندوستان مین پیدا ہوے ہمین کیا فخر ہوسکتا ہے - بقاے دوام کا سرٹیفکیٹ صرف اُنھین کو مل سکتا ہے جو باوجود عروج اور ترقی کے اپنی کمبخت (؟) قوم سے قطع تعلق نہ کرلین - ایسے ہی لوگ مین جو اُن لوگون کے مقابلے مین جو اپنی قوم اور اپنے ملک کے پور بنکر ترقی کرنا چاہتے ہین پکارکے کہہ سکتے ہین ؎

وہ بندہ ہم [illegible]
[illegible] ہندوستان کے [illegible]

عبدالغفار - اختر

جولیس قیصر

نمبر ۳

انجام کار قاتلون نے اُسے آ ہی گھیرا اور وہ اُنکے پنجے مین گرفتار بھی ہوگیا - لیکن اُس کی شیرین زبانی اور معقول رقم دینے کے وعدے سے قاتلون کے سردار نے بر سر رحم آکر اُسے چھوڑ دیا - ابھی وہ ملک سبا مین چھپا ہی ہوا تھا کہ اُس کے ماموں اور دوسرے رشتہ دارون نے جن کا رسوخ سُلا سے اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُنکی سفارش گویا مجرمون کی جان بخشی کی ضمانت تھی سُلا سے اِن الفاظ مین سفارش کی کہ جولیس قیصر محض لڑکا ہے اور اُسے ملکی معاملات اور انقلابات سے ذرا بھی دلچسپی نہین ہے جس کا ثبوت یہی کیا کم ہے کہ اُس نے اپنی زوجہ کی محبت کے جوش مین اُن مضر نتایج کی کچھ بھی پروا نہ کی جو بیوی سے قطع تعلق نہ کرنے کی وجہ سے اُس پر عاید ہوسکتے ہین خاص کر ایسے وقت مین جبکہ اُس کا کوئی مددگار اور معاون بھی نہ ہو - جو شخص ایک عورت کی خاطر اپنی جان اور آبرو کو اِس قدر خطرے مین ڈالنا پسند کرے اُس سے بجز تعیش اور کاہل الوجودی کے کیا امید ہوسکتی ہے - اُس کا قیمتی انگشتریان پہننا اور لمبے دامنون کی ٹوگا[1] پر جدید فیشن کے مطابق پٹکا باندھنا اور اپنے سیاہ بالون کو سنوارے رہنا یہہ تمام علامتیں اِس بات کی ہین کہ وہ محض ایک شوقین مزاج اور نازک طبع آدمی ہے اپنے ہی بناو سنگار مین مصروف رہتا ہے اور دنیا کے معاملات سے کچھ واسطہ نہین رکھتا" سُلا اپنے عہد کا بہت بڑا معاملہ فہم اور دوربین آدمی تھا اُس نے طوعاً و کرہاً اِس سفارش کو منظور کر لیا لیکن ساتھ ہی یہہ بھی کہدیا کہ خیر اگر تم یون چاہتے ہو تو یون ہی سہی مگر یہہ تم گویا اپنے ہاتھون اپنے پانون مین کلھاڑی مارتے ہو

---

[1] ٹوگا اہل روما کا وہ ڈھیلا ڈھالا لباس تھا جو معمولی کپڑون کے اوپر سے پہن لیا جاتا تھا جس طرح اِس زمانے مین چغا اور قبا پہنا جاتا ہے - ممکن ہے کہ الفاظ قبا اور چغا اسی لفظ کی معرب اور مفرس صورتیں ہون - مترجم

اور اپنا بنا بنایا کھیل بگاڑنے کا سامان پیدا کر رہے ہو۔ جولیس قیصر کو کم نہ سمجھو یہہ ایک عیش پسند نوجوان ہزار ماریس کی برابر ہے"۔

جولیس کی جان بخشی تو ہو گئی لیکن اُس نے روما مین رہنا گوارا نہ کیا اور ایشیاے کوچک کی طرف چلا گیا وہان تھرمیڈیہ ایٹیس کی لگائی ہوئی آگ ابھی دبی دبی سلگ رہی تھی۔ جولیس نے اس موقعہ سے وہی فایدہ اُٹھایا جو خاندان پیٹریشین کے اکثر نوجوان اُٹھایا کرتے تھے یعنی فن سپاہگری کی مشق کرنا اور ایک قسم کا معزز وانٹیر تصور کیا جانا۔ اُس کی خورد و نوش و نشست و برخاست سپہ سالار فوج کے ساتھ تھی۔ موجودہ سپہ سالار پیٹر مارکس مینو شیش تھرمس نے اُس کی فطرتی قابلیت کا اندازہ کر لیا اور اُس پر اِس قدر بھروسا کرنے لگا کہ تھوڑے ہی دِنون بعد جب میٹی لینی کے محاصرے کی ضرورت پڑی تو یہہ کام خاص طور پر ہمارے نوجوان ہیرو کے سپرد کیا گیا اور اِس موقعہ پر جو تہوّر اور شجاعت کے کام جولیس قیصر سے بن آئے اُن کا صلہ اُس کو اُس توقیر کی صورت مین دیا گیا جو اُس زمانے مین بہت بڑی عزت کی علامت سمجھی جاتی تھی یعنی اُس کے گلے مین شاہ بلوط کی پتیون کا ہار ڈالا گیا۔ یہہ وہ رسم تھی جو ایک رومن کی قید سے مخلصی پانے کی یادگار مین ایسے شخص کے حق مین ادا کیجاتی تھی جو اپنے ہمراہی سپاہیون کی جان بچانے مین غیر معمولی تہوّر اور شجاعت کو کام مین لاے۔ اِس واقعے کے بعد اُس کا اعتبار یہان تک بڑھ گیا کہ وہ نکومیڈیس بادشاہ ملک تھینیا کے پاس بطریق سفارت بھیجا گیا۔ ایشیاے کوچک مین اُس وقت بہت سی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین تھین اور تھینیا اُن مین ایک طاقتور ریاست شمار کی جاتی تھی۔ یہان جولیس قیصر کو معاملات کے سُلجھانے مین اِس درجہ تک کامیابی ہوئی کہ تھینیا کے لاولد بادشاہ نے یہہ وصیت کر دی کہ میرے بعد یہہ سلطنت روما کی قلمرو مین شامل کر دی جاے چنانچہ چند سال بعد جب نکومیڈیس کا انتقال ہو گیا تو اُس کی وصیت پر عمل کیا گیا۔

جس زمانے مین جولیس قیصر اُس بیڑے مین کام کر رہا تھا جو زیر کمان کالیس سرویلیس کے اُن بحری غارتگرون کے استیصال مین مصروف تھا جو سیلیسیا کے کوہستانی سواحل کو اپنا مسکن

قریب کے سمندر مین غارت گری کرتے تھے اُسی زمانے مین دفعتًا اُسے سُلا کے انتقال کی خبر ملی - اس خبر کو سنتے ہی وہ فی الفور روما کو واپس ہوا اور وہان پہونچتے ہی سُلا کے زمانے کے دو افسرون پر یہہ الزام قایم کیا کہ وہ بیرونی صوبہ جات کے لوگون کے ساتھ ظلم و تعدی سے پیش آتے ہین اور اس معاملے مین اُسے سینٹ کے روبرو کامیابی بھی ہوئی لیکن اُس نے اندازہ کر لیا کہ ابھی سُلا کی طرز حکومت پر حملہ کرنے کا وقت نہین آیا ہے اور چونکہ اُس کی عمر ابھی صرف اکیس سال کی تھی اس لئے اُس کا اقتدار بحیثیت ایک لیڈر کے قایم ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا - ایسی حالت مین وہ اگر روما کی سکونت اختیار کرتا تو اُسے کسی دوسرے لیڈر کی پیروی و متابعت کرنی پڑتی اور یہہ ایسا کام تھا جو جولیس قیصر کی ہمت اور غیرت کے مقتضا کے خلاف تھا -

یہہ خیال جولیس قیصر کے دل مین ایسا جاگزین ہوا کہ اُس نے روما کی سکونت پسند نہ کی اور جزیرہ روڈس کو اس قصد سے روانہ ہوا کہ اُس مشہور مدرسے مین داخل ہو جہان کہ یونان گال اور اسپین کے لوگ فن تقریر سیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے - یہہ مدرسہ ایسا تھا جہان فصاحت تقریر اور منطقی مباحثے کا طریقہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سکھایا جاتا تھا اور دور دراز ملکون سے لوگ آ کر یونانی معلم مولو سے جو اس فن مین اعلےٰ درجہ کی دستگاہ رکھتا تھا اور جس نے وہ مدرسہ قایم کر رکھا تھا فیض پاتے تھے جب جولیس قیصر اُس چھوٹے جزیرے کے قریب پہونچا جسے اُس زمانے مین فارمیکوسہ کہتے تھے تو سیلیسیا کے قزاق آن پڑے اور اُس جہاز کو گرفتار کر لیا جس مین وہ سوار تھا یہہ بحری قزاق مخلوط النسل یونانی اور شامی تھے جو اپنے کمینگاہون سے بحیرۂ میڈیٹرینین کے سارے مشرقی ساحل پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے جب کوئی رومن مجسٹریٹ اُن کے قبضے مین آ جاتا تھا تو پھر اُس کی جان کی خیر نہ تھی وہ لوگ اُس کو قتل کر کے شہر روما کی عظمت و اقتدار کی توہین کرنا باعث فخر سمجھتے تھے اور اس طور پر اُس حسد کی آگ کو بجھاتے تھے جو روما کی عالمگیر فتوحات کی وجہ سے اُن کے دلون مین مشتعل تھی - اس بلند بالا نوجوان کو جس کے چہرے کی زردی سے اُس کے پُر از تفکرات زندگی کا پتہ چلتا تھا اور جس کی خوش پوشاکی سے اُس کی نسبت ایک عیاش نوجوان ہونے کا خیال قایم ہوتا تھا

انھون نے سمجھا کہ یہہ کوئی بڑا عہدہ دار نہین ہوسکتا اور اُس کی کم عمری کی وجہ سے اِس خیال کو اور بھی استحکام ہوا۔ یہہ جولیس کے حق مین بہتر ہوا ورنہ ممکن تھا کہ اُس کو زیادہ نقصان پہونچانے کی کوشش کی جاتی تاہم اُن قزاقون کو ضرور شبہہ ہوا کہ یہہ قیدی بالکل معمولی آدمی بھی نہین ہوسکتا لہذا انھون نے اُس کی قیمت بیس ٹیلنٹ[1] مقرر کی اور اُس سے کہدیا کہ اگر تم اِس قدر فدیہ ادا کردوگے تو تم کو رہائی دیدی جائے گی جولیس نے نہایت حقارت سے جواب دیا کہ میری ثروت کے اعتبار سے تو یہہ فدیہ تم نے بہت کم تجویز کیا بھلا کچھ نہین تو پچاس ٹیلنٹ تو مانگتے یہہ کہکر اُس نے اپنے خدام مین سے چند آدمیون کو ایشیاے کوچک کی طرف اپنے قدیم دوستون کے پاس روپیہ لانے کو بھیجدیا اور خود معہ اپنے ایک طبیب اور دو غلامون کے اُن بحری غارتگرون کی نظربندی مین رہا جن کے ہاتھ مین قسمت نے اُسے پھنسا دیا تھا۔ اِس امتحان کے وقت مین اُس کا استقلال قابل داد تھا۔ وہ ہروقت اپنا پٹکا باندھے ہوے اور جوتا پہنے ہوے رہتا تھا تاکہ کسی کو یہہ شبہہ نہ گذرے کہ وہ تیر کر نکل جانے کا قصد رکھتا ہے۔ بعض لوگون مین یہہ قدرتی مادّہ ہوتا ہے کہ وہ کیسی ہی گری گذری حالت مین کیون نہ ہون اپنا رعب قایم رکھ سکتے ہین اور ہمارے نوجوان جولیس نے اپنا رعب و اقتدار یہان تک اُن غاصبون پر قایم کرلیا تھا کہ اُس کے محافظون کا برتاو اُس کے ساتھ ایسا تھا جیسے کسی شہزادے کے باڈی گارڈ کا ہوتا ہے اور جب وہ کہلا بھیجتا تھا کہ ہم سونا چاہتے ہین تو تمام محافظ اِس قدر احتیاط کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے کہ بغیر منھ تا کان لے جاے ایک کی آواز کو دوسرا نہ سُن سکتا تھا۔ جولیس قیصر نے بھی کوئی دقیقہ قزاقون کے خوش کرنے کا فروگذاشت نہین کیا وہ نظمین تصنیف کرتا اور اسپیچین لکھتا اور اُن کو سُنا کر اُن کی جاہلانہ نکتہ چینیون پر خوش ہوتا۔ وہ اُن کے کھیل کود ورزشون اور شکار مین شریک ہوتا اور ہر طرح سے اپنے دل بہلانے اور اُن کے خوش رکھنے کا سامان کرتا مگر یہہ ہمیشہ کہہ دیتا تھا کہ یہان سے رہائی پا جاؤن تو تمھاری خبر ضرور لونگا۔

(باقی آیندہ)

---

[1] ٹیلنٹ۔ ایک قدیم سکہ زمانہ حال کے سکے کے اعتبار سے ایک ٹیلنٹ تین ہزار چھ سو چھپن روپیہ چار آنے کا ہوتا ہے۔ مترجم

نیرنگِ زمانہ

نمبر ۳

باب سوم

ناصح مشفق

بیری جمال ڈوراجس وقت رات کے خوفناک واقعات کو میرے سامنے دُہرا رہی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سچ مچ اُس پر وہ تمام واقعات اُسی وقت گذر رہے ہیں - بظاہر تو وہ میری طرف دیکھ رہی تھی مگر اُس کی نظر خدا جانے کہان تھی - جب اُس نے اُن آوازون کا ذکر کیا جو رات کو اُس کے کانون مین آئی تھین تو اُس کی حالت ایسی معلوم ہوتی تھی گویا اِس وقت بھی وہ اُنھین آوازون کو سُن رہی ہے جس وقت اُس نے اپنے کمرے سے اُٹھ کر اندھیرے مین چُپکے چپکے دوسرے کمرے تک پہونچنے کا قصہ بیان کیا تو اُس کی آواز خود بخود دھیمی ہو گئی اور وہ کرسی پر اِس طرح جُھک گئی جیسے کوئی چُھپ جانے کی کوشش کرتا ہے اور جب اُس نے چادر کو اُٹھا کر سیٹ پر نظر ڈالنے کا واقعہ بیان کیا تو وہ اِس طور پر جھجھک کر پیچھے کو ہٹ گئی گویا اِس وقت بھی وہ چادر اُٹھا کر دفعتہً اُس چہرے پر نظر ڈال رہی ہے - جو اُس کے باپ کے سوا اور کسی شخص کا تھا -

اُس کے شکرین لبون سے جو کچھ الفاظ نکلے اُن کے انہماک اور ہمدردی کے ساتھ نہ سننے کے لئے تو فی الواقع بڑا سخت اور بے رحم دل درکار تھا مگر اُن کا یقین کرنا امر دیگر تھا - مین تو ڈاکٹری کا پیشہ ہی کرتا تھا مجھے اپنے روزانہ کاروبار مین صدہا واقعات اِس قسم کے پیش آچکے تھے کہ بعض وقت ایک شخص دماغی امراض مین دفعتاً مبتلا ہو گیا ہو اور پھر وہ اپنے کو ہوشمند اور با حواس بھی سمجھ رہا ہو مگر ایسے واقعات اور تجربات کا ذکر کرتا ہو جو کوئی ذی ہوش باور نہین کر سکتا - ڈورا کی ابھی عمر ہی کیا تھی اُس کے نضے سے دل پر جو صدمہ کل گذر گیا تھا اُسے مین خود دیکھ چکا تھا - کہان اُس کا فرائس

مین خوشی خوشی یہہ سوچ کر داخل ہوناکہ اپنے باپ کے پاس اچانک پہونچ کر اُس کی متعجبانہ خوشی اور خیر مقدم کا لطف اُٹھاؤنگی اور کہان باپ کی بیماری کی جان گداز خبر سنکر اُس پھول کی طرح کمھلا کر رہ جانا جسپر عین نمو کی حالت مین بادِ سموم نے اپنا دست تظلم دراز کیا ہو لو کا جھونکا گذر چلے اور پھر باپ کی موت کی خبر سنکر۔ ہاے۔ اُسکے نازک دل کا بیٹھہ جانا اور جی کا ڈوب جانا یہہ سب باتین جو میری آنکھون کی دیکھی ہوئی تھین کیا اُس کے نازک دل کو سخت پریشان کرنیوالی نہ تھین؟

اِن خیالات مین تھوڑی دیر تک مجھہ پر محویت کا عالم طاری رہا اور مین کچھہ دیر کے لئے یہہ بھی بھول گیا کہ پیاری ڈورا اپنا قصہ بیان کر چکی اب مجھے اُسکی تسکین کے لئے کچھہ بولنا چاہیے۔ آخر میرے دل مین دفعتًا یہہ خیال آیا کہ کہین پیاری ڈورا کی رات کی حرکات و سکنات کی مسِس سیننگ ٹری کو خبر تو نہین ہوگئی۔ اِس خیال کے آتے ہی مین نے ڈورا سے مخاطب ہوکر دریافت کیا کہ "تم جب اُس کمرے سے نکل کر آئین تو تم نے سب چیزین اُسی طرح پر رکھدی تھین نا جیسے وہ پہلے سے رکھی ہوئی تھین؟"

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب مین میت کو دیکھکر سہم گئی اور ڈر کے مارے مین نے چادر ویسی کی ویسی مُنہ پر ڈالدی اور پھر وہان سے نکل کر دروازہ ویسے کا ویسا بند کر دیا اور کنجی وہین رکھدی جہان سے لائی تھی۔ پھر جب مین اپنے کمرے مین واپس آئی تو مین نے چاہا کہ اُن سب باتون پر پھر غور کرون مگر میرا دماغ اُس وقت بے انتہا شورش کی حالت مین تھا اور مین کسی بات پر ذرا خیال نہ جما سکتی تھی پیماوڑے کی گمک۔ پیٹا اُٹھنا اور ابا جان کے دیدار آخری کے لئے دوسرے کمرے تک جانا اور پھر چادر کا اُٹھانا اور اُن کی میت کی جگہہ دوسرے شخص کی میت کا دیکھنا یہہ سب خیالات ایک دوسرے کے بعد اِس سرعت کے ساتھہ دماغ مین چکر لگا رہے تھے کہ اِن مین سے کسی کا گرفت کرنا اور اُس پر دھیان کو جمانا اِس قدر مشکل تھا جیسے ایک زبردست انجن کے چلتے ہوے پہیے کو ہاتھہ لگانا مگر کچھہ ہی کیون نہ ہوتا ہو تا تو مجھے یقین ہے کہ وہ لاش ابا جان کی نہین تھی۔

مین۔ کیون مسِ مینگ ٹری کیا اب بھی تمھین شک ہے؟ کیا وہ تمھارے باپ کی لاش نہ تھی؟

ڈورا (کرسی پر پیچھے کی طرف گردن ڈال کر) ہرگز نہین۔ ناممکن ہے نہین ہو سکتا کہ ابا جان کی میت

میں نے خوب دیکھ لیا ہے میں نے خوب پہچان لیا ہے - یہہ بھی جو میں دفعتاً اُسے دیکھتے ہی کچھ دیر مبہوت رہگئی تھی اور یقین نہ کرسکی تھی کہ جو کچھ میری آنکھیں مجھے دکھا رہی ہیں وہ واقعی چیز ہے یا میرے وہم کی ایک تصویر یہہ بھی افراط حیرت کی وجہ سے تھا نہ کہ اس وجہ سے کہ فی الواقع مجھے اس معاملہ میں کچھ بھی شبہ تھا - مجھے اُس وقت کچھ شبہہ تھا نہ اب ہے کہ وہ میت کسی اور کی تھی وہ میرے باپ کی کبھی نہیں ہو سکتی - مگر پھر میں یہہ سوچتی ہوں کہ آخر ابّا جان گئے کدھر اور ہوئے کیا - وہ میرا نام لیکر پکارتے تھے میں نے خود اُن کی آواز سُنی اب میں کیا سمجھوں کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں یا یہہ جو رات میں نے پھاوڑے کی کھٹ کھٹ سُنی تھی وہ اُن کے لئے جیتے جی قبر کھودے جانے کی تھی یا الٰہی یہہ ماجرا کیا ہے میں تو کچھ سودائی سی ہوئی جاتی ہوں! ہائے ابّا جان نے تو خود میرا نام لے کر پکارا میں نے اپنے کانوں سُنا میں کیا اُن کی آواز نہیں پہچانتی؟ میں نے خوب اچھی طرح اُن کی آواز پہچانی تو پھر میں کیسے یقین کر لوں کہ اُن کے دشمن گذر گئے - ڈاکٹر صاحب آپ خود انصاف کریں کہ جس کمبخت کے دل پر یہہ حالتیں گذر رہی ہوں اور پھر وہ کم نصیب ادھر اُدھر کوئی اپنا بیگانہ تسلی دینے والا بھی نہ دیکھے ایسی حالت میں اگر وہ آپ جیسے غیر آدمی سے جن سے ایک روز سے زیادہ کی شناسائی و واقفیت نہیں ہے استمداد کرے اور گھبراہٹ میں ڈوبتے وقت تنکے کا سہارا لے تو کیا کچھ تعجب کی بات ہے ڈاکٹر صاحب یقین ہے کہ آپ یہہ حالتیں سُنکر مجھے معاف فرمائیں گے اور میری طرف سے یہہ بات قابل درگذر تصور فرمائیں گے کہ میں نے بلا سابقہ تعارف کے آپ کو اس قدر تکلیف دی - اب تو مجھے کوئی معقول رائے دیجئے اور کوئی ایسی تدبیر بتلائیے کہ اس خلجان سے نجات ملے -

سچ یوں ہے کہ میں دل سے تو چاہتا تھا کہ اُس کی پریشانی رفع کروں لیکن بظاہر کوئی صورت معلوم نہ ہوتی تھی اور گو میں نے کہتے تو کہہ دیا کہ "میں خدا سے چاہتا ہوں کہ کسی طرح تمہاری امداد کر سکوں" مگر میری خاک سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس ترکیب سے یہہ پریشان کرنے والے خیالات اُس کے دل و دماغ سے دور کروں -

ڈورا (کسی قدر بشاش ہو کر) ڈاکٹر صاحب اگر آپ چاہین تو آپ ضرور میری امداد کر سکتے ہین اگر آپ اِس بات پر اصرار کرین کہ وہ میت آپ کو پھر دکھا دی جاے جس کو میرے باپ کی میت مشہور کر رکھا ہے تو فوراً حال کھل جائیگا کیونکہ آپ دیکھین گے کہ وہ اُس مریض کی نہین ہے جو آپ کے زیر علاج تھا اور جہان اتنا معلوم ہوا پھر آپ بذریعہ پولیس تحقیقات کرا سکتے ہین -

ڈاکٹر صاحب مین تو جانتی ہون کہ اِس معاملہ مین ضرور کوئی بے ڈھب راز ہے اور شاید اِن تمام باتون سے آپ کو بھی خیال ہو گیا ہوگا کہ کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے اور پھر جب آپ اُس لاش کو دیکھین گے تو آپ کو اور بھی یقین ہو جائے گا۔

مین - آپ بجا فرماتی ہین مگر مشکل یہہ ہے کہ ذرا یہہ بات شان طبابت کے خلاف ہے کہ مین انھین بے وجہ مجبور کرون کس بات پر کہ ایک مُردے کو جو پہلے میرا مریض زیر علاج تھا مجھے دکھاؤ مین تو یہی کہتا ہون کہ جس روز مین تمھارے والد کے انتقال کے بعد فرائرس کو گیا اُسی روز مجھے اُن کی میت دیکھنے پر اصرار نہ کرنا چاہئے تھا نہ کہ اب دوبارہ دیکھنا - یہہ تو آپ نے بڑی مشکل بات بتائی - اُس وقت بھی مین نے محض خاطراً دیکھ لیا تھا اگر تمھاری مان . . . . .

ڈورا - ڈاکٹر صاحب اُس کو تو میری مان نہ کہئے - وہ میری مان کہان سے آئی - مین تو اُس سے ذرا بھی واقف نہ تھی اور شاید ابا جان بھی کچھ زیادہ واقف نہ تھے - جب مین ابا جان کے ساتھ کینس کو گئی تھی تب مین نے پہلے پہل اِن ذات شریف کو دیکھا تھا اور اِس ملاقات پر آٹھ روز بھی نہ گذرے ہون گے کہ یہہ سنا گیا کہ ابا جان نے اِن سے شادی بھی کر لی - مین نے تو جب کینس مین اُسے دیکھا تھا تو وہ اپنے بھائی کاسیلس کے ہمراہ سفر مین تھی ہم کو نہ اُس کے حسب نسب کی کچھ خبر تھی نہ اُس کے کفو و قبایل کا کچھ حال معلوم تھا - مگر ہمارا حال اُسے سب معلوم تھا -

مین - یہہ کیونکر ؟

(باقی آیندہ)

تنقید

حکیم مومن خان کی لغزشین

۱۵ جون ۱۹۰۵ء کے اردوے معلی مین ہمارے ہمعصر جناب حسرت موہانی اڈیٹر رسالہ مذکور کا ایک مختصر مضمون مومن خان مرحوم کے متعلق ہماری نظر سے گذرا۔ لایق ہمعصر نے جو کچھ فیصلہ مومن خان کی شاعری کی نسبت کیا ہے اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون زیادہ احتیاط سے نہین لکھا گیا۔ معزز ہمعصر کے شبہات آج کل کی زبان کے لحاظ سے قابل وقعت ہون۔ تو ہون۔ مگر مومن خان کے زمانے تک اِس قسم کے شبہات کو دل مین جگہہ دینا اپنی عدم واقفیت کا اظہار کرنا ہے۔ کیونکہ اِن کے تمام ہمعصر۔ شاہ نصیر۔ ذوق۔ غالب۔ ناسخ۔ آتش وغیرہم کے دواوین کی سیر کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اِس قسم کی باتین اُس وقت نقایص شعری مین داخل نہ تھین مجھے تعجب ہے کہ ہمعصر جیسے لایق شخص کو کیون ایسے بے اصل شبہات پیدا ہوے۔ اصل بات یہہ ہے کہ کسی کے کلام پر تنقید کرنا زبان و اہل زبان کے محاورات سے واقفیت اور اساتذہ کے دواوین کے مطالعہ پر منحصر ہے جس کی ہمارے قابل ہمعصر کو ابھی کسی قدر ضرورت ہے۔ اِسی وجہ سے اُن کی تنقید بھی ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ معزز ہمعصر لکھتے ہین" کہ مومن خان کے اُردو کلام مین جتنی غلطیان ہین اتنی شاید اِن کے برابر والے ہمعصرین سے کسی ایک کے دیوان مین نہ ملین گی۔ اِسی وجہ سے جناب آزاد نے ذوق وغالب کے ساتھ مومن خان کا حال درج کرنا مناسب نہین سمجھا تھا" اِس کے بعد رقم طراز ہین" کہ مومن خان کی اُستادی کو جس چیز نے قایم رکھا وہ انکی فارسی زبان کے ساتھ خاص مناسبت تھی جسکے زور پر اُنھون نے ایسی غزلین بھی لکھدی ہین جنکو دیکھ کر پڑھنے والا اُن کی لغزشون کو فراموش کر دینے پر مجبور ہو جاتا ہے" اِسکے بعد ہمعصر منجملہ بہت سی لغزشون کے چند لغزشین گنتے ہین۔ مثلاً

(۱) اے محتسب نہ توڑ تو شیشے کو دیکھنا ❖ آتی ہے مجکو سنگدلِ دل شکن کی یاد

اعتراض یہہ ہے کہ سنگدل صفت ہے۔ جب تک اس کے ساتھ موصوف نہ ہو اُس وقت تک اُس سے موصوف مراد لینا قطعی غیر فصیح ہے۔ اسی قبیل سے ایک شعر۔ ایک مصرع اور بھی لکھتے ہین۔

ایک ہی جلوہ مہرو مین ہوا سو ٹکڑے ÷ جامۂ صبر جسے کہتے ہین کتان ہوگا

پردۂ شوخ جو پیوند گریبان ہوگا

قابل معصر کا یہہ اعتراض اُن کی زبان دانی اور وسعت معلومات پر تاریک پردہ ڈالتا ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ۔ حوروش۔ پری وش۔ حور شمایل۔ پری شمایل۔ مہروش۔ مہ وش۔ مہر شمایل۔ مہ شمایل ماہ رو۔ ماہ پیکر۔ مہ رخ۔ خورشید رو۔ شمع رو۔ گل اندام۔ گل پیرہن۔ سنگدل وغیرہ اگرچہ صفت ہین مگر اپنے اپنے موقعہ پر عموماً اُن سے مراد محبوب ہی ہوتا ہے اور سمجھنے والا یہی سمجھتا ہے۔ چنانچہ مرزا نوشہ لکھتے ہین۔

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے ÷ اُس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

یہان مرزا غالب نے مہ خورشید جمال بالکل اسی طرح لکھا ہے جس طرح مومن خان نے سنگدل و ستمگر اور زودرنج لکھتے ہین۔

نہین جاتے اُٹھائے نازکاش اُن کی عوض ہوتے ÷ مری چھاتی پہ پتھر سنگدل دو چار بھاری سے

اور ناسخ لکھتے ہین

باغبان اپنے گل و میوے سے رکھ خاطر جمع ÷ مین تو مشتاق چمن مین ہون چمن آرا کا

ایضاً

جو گل رستون کو دیکھون دھیان آوے سرو دلجو کا ÷ تصور مین کعبہ مین بندے محراب ابرو کا

ایسے ہی مہرو۔ شوخ کو قیاس کر لینا چاہیے۔

(۲) نہ چاہون رو رہ زادو بہہ ستم دیکھو ÷ کب آزماتے ہین جب تب امتحان نہین

یہان پر بقول معصر دو اعتراض ہین۔ ایک تو یہہ کہ فارسی اضافت کے ساتھ اعلان نون جائز نہین پھر خود ہی فرماتے ہین دو کہ غالب کے وقت تک اس کو جائز رکھا ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ مومن خان

کے زمانے تک لوگ اسے ناجایز نہ سمجھتے ہونگے" مین نہین سمجھتا کہ جب اِن کے ہمعصرون مین سے کوئی بھی اسے ناجایز نہین سمجھتا تھا تو پھر خواہ مخواہ چند سطرین کیون سیاہ کی گئین شاید یا تو اعتراضون کا شمار بڑھانا مدنظر ہو یا اظہار معلومات و قابلیت منظور ہو مقدمہ غالب مین بھی غالب پر اعلان نون کا اعتراض ہے - خدا جانے ذوق کو کیون چھوڑ دیا - حالانکہ وہ بھی اسی گناہ مین ملوث ہین چنانچہ لکھتے ہین -

تھا تو بہا مین بیش پر اُس لب کے سامنے + سب مول تیرا لعل بدخشان بہہ گیا

دوسرا اعتراض مذکورہ بالا شعر کی نسبت یہہ ہے کہ آ زمانے کے ساتھ " وہ " یا " آپ " کا لفظ ضروری تھا - یہہ ایک فضول بات ہے - اساتذہ کے دواوین دیکھنے سے ہزارون شعر اِس قبیل کے نظر آتے ہین - نہ اسے لغزش کہہ سکتے ہین نہ غلطی - اساتذہ کیا جانتے تھے کہ آیندہ ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جسمین لوگ ذرا ذرا سی باتون کے سمجھنے مین بھی قاصر رہینگے - چند شعر اِس قسم کے لکھتا ہون ملاحظہ ہون -

آتش

لعلِ شکر بار کا بوسہ مین کیونکر نہ لون + کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دود کو

لعل شکر بار کے ساتھ " اُس " یا " اُس کے " وغیرہ محذوف ہے -

ناسخ

مسی آلودہ لب پر رنگ پان ہے + تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے

مسی آلودہ لب سے پیشتر " یار کے " یا " اُس کے " ندارد -

ایضاً

استرہ منہ پر جو پھیرنے نہین دیتا ہے بجا + محو دیدار سے کیون کر خطِ قرآن ہوتا

پھیرنے کے ساتھ " یار " یا " وہ " کا لفظ نہین -

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی (ذوق) چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

یہان بھی "اُس" "یا" "یار" وغیرہ کا لفظ نگہ کے ساتھ غایب ہے-

خلیق

اشک جو چشم خون فشان سے گرا ✤ تھا ستارہ کہ آسمان سے گرا

یہان اشک خون فشان سے پہلے "میری" "یا" "عاشق کی" ضرورت باقی ہی-

غالب

حسنِ مہ گرچہ بہنگامِ کمال اچھا ہے ✤ اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے

خورشید جمال سے پہلے "وہ" "یا" "محبوب" وغیرہ محذوف ہے-

مصحفی

وان لعل فسون ساز نے باتون مین کیا ✤ دے پیچ ادھر زلف اُڑا لیگی دل کو

یہان اُس کا لفظ لعل فسون ساز کے ساتھ حذف ہے-

استعارہ کی اقسام دیکھنے سے بھی یہہ شبہ دور ہوسکتا ہے-

(۳) تم اُٹھ گئے محفل سے ذرا آتے ہی مجنون کا ✤ سایہ سے مرے وحشت لے بیٹھی پری اتنی

اعتراض یہہ ہے کہ پری کے ساتھ تم کا استعمال ناجائز ہے-

مگر چونکہ تم کا لفظ قافیہ مین نہین ہے اس لئے قابل لحاظ نہین-

(۴) سر سے شعلے اُٹھتے ہین آنکھون سے دریا جاری ہے ✤ شمع سے یہہ کس نے ذکر اُس محفل آرا کا کیا

یہان اعتراض یہہ ہے کہ جاری کی "ی" بہت دبکر نکلتی ہے- افعال کے علاوہ دیگر الفاظ کو یہہ حق حاصل نہین مثلاً آتے ہین- جاتے ہین- بروزن فاعلن آسکتے ہین- مگر حامی ہین جاری ہین- بروزن فاعلن ناجائز ہے" اشعار مرقومہ ذیل کی "ی" ملاحظہ فرمایئے-

ذوق

پنجاب مین بھی وہ نہ رہی آب تاب حسن ✤ اے ذوق اب تو پانی وہ ملتان گیا

(ذوق) الٰہی کس بیگنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے

ناسخ

پیری آئی کودکی سے ہے مگر غفلت وہی ✤ کیا ہمارا ہائے یہہ خواب پریشان بڑھ گیا

آتش

حال مستقبل نجومی اُس سے کرتے ہین بیان ✤ زائچہ مین نقل ہے پیشانی کی تحریر کا

(۵) آنکھین جو ڈھونڈتی ہین نگہہ ہائے التفات ✤ گم ہونا دل کا وہ مری نظرون سے پا گیا

ناکامیون کا گاہ گلہ گاہ شکر ہے ✤ شوقِ وصال واندہِ ہجران نہین رہا

اعتراض ہے کہ نگہ کا "ہ" پر ختم ہونا اور پھر ایسے لفظ سے ملنا جسکے شروع مین بھی "ہ" ہو بہت ثقیل معلوم ہوتا ہے۔

یہہ بھی ایک عام بات ہے جس سے تمام اساتذہ کا کلام بھرا ہوا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہونا عیب مین داخل نہین۔ اگر عیب ہوتا تو اساتذہ ضرور اجتناب کرتے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہون۔

زیب تن گرچہ ہے گل پیرہن سرخ ترا	شاہ نصیر	لیکن انجام یہہ ہوگا کہ کفن سرخ ترا
جبکہ سرطان واسد مہر کا ٹھیرا مسکن	ذوق	آب وایلولہ ہوے نشو ونماے گلشن
اگر پیالہ ہے صغرا تو ہے سبو کبرا	″	نتیجہ یہہ ہے کہ سرمست ہین صغیر وکبیر
پاک رکھ اپنا دہان ذکرِ خداے پاک سے	″	کم نہین ہرگز زبان منہ مین ترے مسواک سے
مرا گھر تیرا منزل گاہ ہو ایسے کہان طالع	″	خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہرو نکلا
چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب	″	جبکہ وہ پردہ نشین پردہ کرے ادراک سے
ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام وطن مین	″	جو جاتا ہے یہان سے وہ دوبارہ نہین آتا
دم واپسین بر سرِ راہ ہے	مرزا صاحب	عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے
خورشید مثل ماہ ہے گویا محاق مین	شیخ ناسخ	روزِ فراق بھی شبِ دیجور ہوگیا

غبارِ راہ ہم کیونکر نہ سمجھین جسمِ خاکی کو	شیخ ناسخ	رگِ جان توسنِ عمرِ روان کو تازیانہ ہے
جو اُس پری سے شبِ وصل مین رکاوٹ ہو	”	مجھے ہے ایک جنازہ ہو یا چھپرکھٹ ہو
میکشی کرتا نہ بربادی تنِ خاکی کی ہو	”	خاک کو اُڑنے نہین دیتا چھڑکنا آب کا
ہے بیہودہ راہ کہ تا عرش پہونچتا ہے دماغ	خواجہ آتش	دل مین دروازہ ہے اُس گنبدِ مینائی کا
ناتوانی سے گران سرمہ ہے چشمِ یار کو	”	جس طرح ہو رات بھاری مردمِ بیمار کو

(۶) جون نکہتِ گل جنبش ہے جی کا نکل جانا ✣ اے بادِ صبا میری کروٹ تو بدل جانا

اعتراض یہ ہے کہ اس قسم کے مصرعون مین جنکے دو ٹکڑے ہو سکتے ہون شانِ اُستادی یہ ہے کہ دونون ٹکڑون کے الفاظ علیحدہ علیحدہ رہین۔ مثلاً مومن کے شعر مین ”جنبش“ پہلے ٹکڑے کے ساتھ چلا جاتا ہے حالانکہ اُس کا تعلق معنوی دوسرے ٹکڑے ”ہے جی کا نکل جانا“ کے ساتھ ہے۔ چنانچہ یہی بعض ذیل کے شعر مین ہے۔

رازِ نہان زبانِ اغیار تک نہ پہونچا ✣ کیا ایک بھی ہمارا خطِ یار تک نہ پہونچا

مگر یہ بھی لایق ہمعصر کا خیال ہی ہے کیونکہ اس کا لحاظ بھی اساتذہ نے بہت کم رکھا ہے چنانچہ چند اشعار تمثیلاً درج کیے جاتے ہین ملاحظہ ہون۔

نیت پہ سب بنا ہے یان مسجد اک پڑی تھی	میر صاحب	پیرِ مغان ہوا سو اُس کا بنا حظیرا
شبِ وصل نہ تعلق تھا یہ سو گیا تو سمجھے	جرأت	نہ ذرا بھی مین دوپٹا زرہِ حجاب اُٹھا
چلے تھے حرم کو رہ مین ہوے اک صنم کے عاشق	انشا	نہ ہوا ثواب حاصل یہ ہوا عذاب اُٹھا
مجھے چھیڑنے کو ساقی نے دیا جو جام اُلٹا	”	تو بہک کے مین نے اُس کو کیا اک سلام اُلٹا
جو وہ باتون مین مُکرے گا تو یہ جانونگا کہ سمجھا	”	مری جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا
جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	مصحفی	بگہِ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا
کیونکر نہ ہاتھ اپنا پہنچیگا تا گریبان	شاہ نصیر	دستِ خیال ہم کے دامن کو چھو نہ آیا
جو نہ رنگ رنج و ماتم کا یہان نمود ہوتا	ذوق	تو زمین نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

لبِ نازک اُس کا کیونکر کبھو بارِ حرف اٹھاے	ذوق	کہ جو صدمۂ تبسم سے بھی ہو کبود ہوتا
یہہ حیات چند روزہ جو نہ سدِّ راہ ہوتی	ایضاً	تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا
جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہہ تیری خوبی	"	کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا
تہِ خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دل کا	"	تو شرارِ سنگ تربت مین بھی اپنے دود ہوتا
اک جا نہین ہین مثلِ ریگِ رواں نہ ٹھیرا	خواجہ آتش	گردش سے دو گھڑی تو لے آسمان نہ ٹھیرا
کیا تلخ کیا اس نے اس عمر دو روزہ کو	"	زہر اپنے لیے عشقِ معشوق شکر لب تھا
ایذا ہو جو اُس خال و گیسو سے تعجب ہے	"	وہ افعی بے دندان بے نیش یہہ عقرب تھا
عیسیٰ سے نالہ درد دل کی خبر نہ کرتا	"	ذکرِ درونِ خانہ بیرون در نہ کرتا
جلوہ گہن کا اُس پر چیتا جو ہے چلیگا	"	گرد اپنے یہہ حصارِ ہالہ قمر نہ کرتا
عالم دکھا کے اپنا دہ پنجۂ حنائی	"	میرے حواس خمسہ کو منتشر نہ کرتا
مردِ فقیر ایذا دیتے نہین کسی کو	"	مین ذکر ارّہ زیرِ شاخ شجر نہ کرتا
اللہ رے فروغ اُس رخسار آتشین کا	"	شمعون کے رنگ مثل کافور اڑا دیے ہین
ابروے کج سے خونِ عشاق کیا عجب ہے	"	تلوار نے نشانِ لشکر مٹا دیے ہین

توصید گاہ مین آئے ابرو کمان نہ ٹھیرا

افسوس ہے کہ لایق ہمعصر نے اعتراض تو جڑ دیا مگر اساتذہ کے دواوین پر نظر نہ ڈالی اگر وہ ایسا کرتے تو شاید اُن کو یقین آجاتا کہ مومن خان کے کلام مین یہہ بات جس کو وہ اپنے مزعوم مین شان اُستادی کے خلاف سمجھ رہے ہین بہ نسبت اُنکے ہمعصر اساتذہ کے بہت کم ہے اور اکثر غزلون مین اُنھون نے احتیاط رکھی ہے معلوم نہین کہ قصداً یا فطرتاً

(۷) اک اور پڑھ وہ مومنِ شعلہ زبان غزل ✣ جل جائین جس کے رشک سے حاسد بسانِ شمع

اعتراض ہے کہ یہان شعلہ زبان کو جب تک شعلہ زبان نہ کہیے مصرعہ موزون نہین ہوتا حالانکہ فارسی ترکیب مین اُردو قاعدے کا جاری کرنا خطا ہے" مگر کیا صرف مومن ہی کے

لئے ہے - اگر تنہا مومن خان سے یہ خطا ہوتی تو شاید خطا تھی (کیونکہ ان کو اہل زبان ہونے کا وہی حق حاصل ہے جو ان کے دیگر ہمعصرون کو) جبکہ ان کے ہمعصر ہی اس کو خطا نہین سمجھتے اور بے تکلف اپنے دواوین مین لکھتے ہین تو کوئی وجہ نہین کہ ہم غلط العام فصیح کے لحاظ سے ان کے دور تک ایسی باتین جوازین نہ سمجھ لین - چنانچہ ان کے ہمعصر لکھتے ہین -

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب	ذوق	جبکہ وہ پردہ نشین پردہ کرے ادراک سے
لیکے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار	،،	اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا
حلقۂ گیسو مین دیکھی کس کے رخسارہ کی تاب	،،	شب مہ ہالا نشین سر در گریبان ہی رہا
استخوان اس سوختہ جان کی نہ کھانا زینہار	،،	اے ہما یہ رزق ہے مرغانِ آتش خوار کا
کیا کیا الجھتا ہے تری زلفون کے تار سے	آتش	بخیہ طلب ہے سینۂ صد چاک شانہ کیا

(۸) کیا ہوا ہوا گر وہ بعدِ امتحان اپنا + بے گنہ سزا پائی اب وہ دل کہان اپنا

اے آرزوئے قتل ذرا دل کو تھامنا + مشکل پڑا مرا مرے قاتل کو تھامنا

دوسری جگہہ لکھتے ہین

اگر گردش یہی ہے مغبچون کی چشم میگون کی + کفِ ساقی مین جامِ بادۂ گلگون نہ ٹھیرے گا

اعتراض یہ ہے کہ پہلے شعر مین لفظ "ہوا" کی اور دوسرے مین لفظ "مرا" کی اور تیسرے مین لفظ "کی" کی تکرار نہایت ناموزون ہے یہ درست ہے مگر مومن خان کی طرح دیگر اساتذہ نے بھی اس کا خیال بہت کم رکھا ہے اور اکثر بے تکلف لکھ جاتے ہین چند شعر ملاحظہ ہون -

کاسۂ چشم ہے کے جون نرگس	میر	ہم نے دیدار کی گدائی کی
بغیر اس کے کرم کے نہین بن آتی بات	انشا	اگرچہ لاکھ پڑھا کیجیے دعائے قنوت
اے دل اس کے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل	ذوق	دیکھ پچھتائے گا تو یہ ساتھ نادان چھوڑ کر
زاہد اب کے رمضان مین ہین پڑھون خاک نماز	ناسخ	سوے قبلہ تو خنازیر کھڑے ملتے ہین
آنکھین نہین ہین چہرہ پہ تیرے فقیر کے	آتش	دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کے لئے

اڈیٹر

انتخاب از بیاض مخدومی جناب قاضی نذیر الدین احمد صاحب اسکندرآبادی مدظلہ

ظہوری ترشیزی

بعشق قابلِ دیوانگی خردمند است
بجز ز جملہ کہ آزاد مردِ این بند است

نظیری نیشاپوری

کسے بقلبِ شبنم ترکتاز مے آرد
کہ بر فراش قصب پاے در حنا خفت است

مرزا ولی دشت بیاضی

سرخی چشم تو از جامِ عتاب است مگر
مے خوری خون دلم راے ناب است مگر

اولب از ننگِ سوالم نزند یہ بہ سخن
من باین شاد کہ در فکر جواب است مگر

شاپور طہرانی

کسیکہ مانع قتلم شود چنان باشد
کہ دشمنی بہ شہیدانِ کربلا کرد است

ولہ

سوزِ عجبی در دلم از نالہ فگندہ
این خستہ بہ بینید کہ شاپور نباشد

انسی

زبسکہ در دلِ تنگم خیالِ آن گل بود
نفیرِ خواب من امشب صفیرِ بلبل بود

مرزا اسعد الدین راقم

بآن لب کردہ ام نسبت شرابِ ارغوانی را
بخون آلودہ ام بیہودہ آبِ زندگانی را

لا اعلم

بیرون میا ز خانہ کہ ذوقِ امیدِ وصل
بہتر ز دید نیست کہ بیہوشی آورد

غالب دہلوی

چو صبح من ز سیاہی بہ شام مانند است
چہ گوئیم کہ ز شب چند رفت یا چند است

غزلیات مشاعرہ سکندرآباد

مصرعہ طرح وہ شمع کشتہ ہوں جسکا دھواں بھی آسماں تک ہے

اختر۔ جناب مولوی محمد عبدالغفار خان صاحب بی۔ اے الہ آبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

اُسے ضد جور بیجا کی ہمارے امتحاں تک ہے
ہمیں معلوم ہے اُس شوخ کی شوخی جہاں تک ہے

چھلے ہیں اشکِ گلگوں کیا ہمارے زرد عارض پر
فزا ہے رنگ الفت کا تو چشمِ خونفشاں تک ہے

نہ ہونگا میں تو غیروں سے رہے گی گرمیِ صحبت
کسی کی سرد مہری بھی فقط مجھ تفتہ جاں تک ہے

کریں گے دل سے آہیں اور تغافل اُس کا دیکھیں گے
ہمیں بھی آزمانا ہے کہ وہ بدخو کہاں تک ہے

بھری ہے حسرتِ دردِ نہاں دل چیر کر دیکھو
ہماری بے نیازی حاجتِ آہ و فغاں تک ہے

سوالِ امتحاں پر غیر کی حالت نہیں دیکھی
اب اس کا پوچھنا کیا ہے کہ ظرف اُسکا کہاں تک ہے

عدو ساعی ہیں میرے قتل کے اُن سے ذرا کہیو
مرا حرفِ تمنا دشمنوں کی بھی زباں تک ہے

گھٹا سینے میں غم جس دن جگر ہو جائیگا ٹکڑے
ہماری سخت جانی قوتِ آہ و فغاں تک ہے

بھلا ہر شعر پر یہ شورِ تحسین پھر کہاں ہوگا
یہ رنگِ بزم بھی کچھ اخترِ جادو بیاں تک ہے

خورشید۔ جناب قاضی غیاث الدین صاحب سکندرآبادی مدظلہٗ

تڑپنا لوٹنا اُٹھ بیٹھنا تاب و تواں تک ہے
مریضِ غم کو ایذا جان کنی کی اپنی جاں تک ہے

الٰہی وہ حلاوت دے ابد کی جس سے جاں خوش ہو
جہاں کی لذتوں کا تو مزا دل سے زباں تک ہے

محبت آپ کے دل کی گئی ہے دل میں غیروں کے
ذرا دیکھو وفا اپنی کہاں سے اور کہاں تک ہے

کہوں گر اپنا میں قصہ تو اُنکو نیند آتی ہے
کہ اُن کا جاگنا شوقِ عدو کی داستاں تک ہے

ہماری خاک یوں برباد ہونے پر بھی ہے اتنی
غبارِ رہگذر بنکر تمھارے آستاں تک ہے

جہنم اور ارم سے کیا غرض ہم آس کے عاشق ہین
محبت زاہدا تیری تو حوران جنان تک ہے

تجھے بھی ایک دن ہم صبح محشر سے ملا دین گے
ہمین یہہ دیکھنا ہے تو شب ہجران کہان تک ہے

تمھارے نقش پا کی خاک ہم بنتے تو زندہ تھے
غبار آسمان رس بھی زمین پر کاروان تک ہے

گل افشانی سخن کی اپنے ہوگی حشر تک خورشید
نوا سنجی عنادل کی بہار بوستان تک ہے

خنجر - خادم الاطبا حکیم سید محمد سعید اڈیٹر رسالہ ہذا

ہلا دون عرش کو تاب و توان مجھ مین یہان تک ہے
تمھارا یہہ تغافل بس مرے ضبط فغان تک ہے

کسی کی تشنہ کامی کا تقاضا ہے یہہ قاتل سے
مجھے بھی دیکھنا ہے تیغ مین پانی کہان تک ہے

خزان کے نام سے اے ہم صفیرو ہم تو مرتے ہین
ہماری زندگی گویا بہار گلستان تک ہے

اٹھو مسجد سے توڑو سبحہ دیکھو لطف اے زاہد
یہان سے راستہ سیدھا در پیر مغان تک ہے

پلا دو آب حیوان اپنے خنجر سے ابھی مجکو
توقع زندگی کی کسکو وقت امتحان تک ہے

بھکا جاتا ہون ہمدم سوز الفت سے معاذاللہ
لکیر اک آگ کی گویا مرے دل سے زبان تک ہے

مرے پہلو مین جب تک بھی رہے صحبت غنیمت ہے
کہ دل ہمان آن کی اک ادا ئے دلستان تک ہے

ہزارون حسرتین آباد ہین اور سینکڑون ارمان
خداوندا دل عشاق مین وسعت کہان تک ہے

فروغ عشق سے چمکا ستارہ حسن عالم کا
یہی وہ شمع ہے جس کی تجلی آسمان تک ہے

بلائین جو اترتی ہین یہین آرام لیتی ہین
فلک سے ایک سیدھی راہ میرے آشیان تک ہے

سخن کے عاشق و شیدا حلاوت پھر نہ پائین گے
مزا کچھ شاعری کا خنجر شیرین زبان تک ہے

طالب - جناب منشی نند کشور صاحب دہلوی

رقیب اپنا ہر اک ذرہ زمین سے آسمان تک ہے
خدایا حسن شہرت یافتہ اُن کا کہان تک ہے

مفتون - پینڈو خان صاحب وغنگر سکندرآبادی (زنانخوانندہ)

اگر وہ جان جان مانگے تو حاضر اپنی جان تک ہے
ارادہ دیکھنا ہے اُس جفا جو کا کہان تک ہے

نادان - جناب حافظ کریم الدین صاحب سکندر آبادی تلمیذ حضرت خورشید دہلوی

بڑھایا اپنا یہہ رتبہ کسی کے سوزِ الفت نے
کہ اپنی آہ سوزان کا دھوان بھی آسمان تک ہے

تبسم سے گراتے ہین وہ بجلی دل یہ نادان کے
خدایا جور لطف آمیز مین لذت کہان تک ہے

نشتر - جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندر آبادی تلمیذ خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

یہہ شورِ وجد تیرا لبس ترے ذوقِ بیان تک ہے
جو ہے رندون کے دل مین واعظا تیری زبان تک ہے

کہان اشکِ عدو مین ہے یہہ رنگِ بادۂ احمر
تمھارا رنگِ الفت میری چشمِ خون فشان تک ہے

مروت ہے کسیکی آنکھ مین یہہ بھی غنیمت ہے
ہماری گردشِ قسمت نگاہِ پاسبان تک ہے

زمین پکڑی جو اُس در کی فلک سے مُنھ دلے چھوڑی
مین ہون وہ خاک بر سر جسکا قایل آسمان تک ہے

جو چشمِ خون فشان نے دی شہادت قتل کی تو کیا
شہادت کی سند مقتل مین تیغِ خون چکان تک ہے

متاعِ دل تو نذرِ نیم جلوہ کر چکے نشتر
ہوا اب جلوہ فرما وہ تو نوبت نقدِ جان تک ہے

وفا - جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

یہان سمجھے ہوے تھے آہ کا شعلہ زبان تک ہے
وہان اُس کی بھڑک رہ رہ کے جانِ ناتوان تک ہے

کبھی دل تھام کر دردِ جگر سے لوٹ جاوگے
یہہ سب ظلم و ستم اے جان تاثیرِ فغان تک ہے

قیامت ہوگئی اے دل اگر آنسو نکل آئے
کہ ساری رازداری ظرف وشانِ رازدان تک ہے

سُنا ہے مرنے والے قبر مین بے فکر سوتے ہین
تو خوش روح کو جتنا ہے اِس قیدِ گران تک ہے

مرا مٹنا مٹانے والے کا پردہ اوٹھائے گا
کسی کی بے نشانی کا نشان مجھ بے نشان تک ہے

ذرا جوبن ڈھلے عشاق پھر کب ہاتھ آتے ہین
طیورِ باغ کا مجمع بہارِ بوستان تک ہے

حرم مین بھی بتون کے آن نہ اکدن بار پاؤنگا
یہہ کیا کم ہے رسائی میری انکے آستان تک ہے

نہ ارمان دل ہی جب رخصت ہوا سوزِ دروُن کیسا
کہ یہہ آتش فروزانی نشانِ کامران تک ہے

وفا کیسی غزل گوئی زمانے کا ورق اُلٹا
اگر کچھ لطف ہے تو محسنِ رنگین بیان تک ہے

غزلیات غیر طرح

ماہ گذشتہ کے ید بیضا میں حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی کی ایک غزل پر جناب اختر الہ آبادی کی طرف سے ایک تنقید شایع ہوئی تھی - واقعی مضمون نگار نے حق تنقید خوب ادا کیا تھا اور ہمارا خیال ہے کہ منصف مزاج ناظرین نے مضمون نویس کی عاقلانہ نکتہ چینی سے جو عیب جوئی یا ذاتی مخالفت کے خیالات سے بالکل مبرا تھی ضرور لطف اُٹھایا ہوگا - آج ہم اُسی زمین میں استادی جناب قاضی غیاث الدین صاحب خورشید کی غزل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ حضرات ناظرین بخوبی اندازہ کر سکیں کہ اِس زمین میں کس قدر گلکاری کی گنجایش ہے اور کیونکر ماہران فن انھیں پھولوں سے ایسا گلدستہ بنا کر پیش کر سکتے ہیں جو خوبصورتی کے ساتھ استعمال ہو سکتے ہیں یا نہیں
ایڈیٹر

تصور میں نقشہ جو کھینچا تمھارا
بدن سب پسینوں میں ڈوبا تمھارا

بہے رات کس آنکھ سے نتھر یہ آنسو
کہ پھیکا ہے ہونٹوں کا لاکھا تمھارا

اگر مجھ سے پوچھو تو بندہ ہے کس کا
تو کہہ دوں تمھارا تمھارا تمھارا

لبوں تک نہ آئیگا اب سانس پورا
پڑا ہاتھ گردن پہ اوچھا تمھارا

تصور میں وہ پانوں دھو دھو کے پیتی
جو منھ دیکھ لیتی زلیخا تمھارا

کہا جب میں مرتا ہوں بولے مرو بھی
مجھے شوق اور پھر تقاضا تمھارا

عجب کیا جو مُردوں میں پھونکتی روح جیسے
کہ بھرتا تھا دم خود مسیحا تمھارا

نہ کیوں جاوے جا رقیبوں کی سنتا
میں کیا منھ سے کہتا کہ منھ تھا تمھارا

عدو کے ہو تم تو اُسی کے رہو گے
نہ ہے وہ تمھارا نہ ہوگا تمھارا

میں اُٹھتا نہیں ہوں دباؤ نہ دامن
کہیں دکھ نہ جاے انگوٹھا تمھارا

کبھی آئیں زلفیں جو منھ پر ہوا سے
وہ باتوں سے اُس دم اُلجھنا تمھارا

کہو سچ یہ شب کس نے تھے ہونٹ چوسے
الگ ہی رکھو منھ ہے جھوٹا تمھارا

مقدر مین خورشید لکھا تھا یون ہی	وہ خط غیر کو بھیجے لکھا تمھارا

حضرت خورشید کی چند تازہ غزلیات درج ذیل کی جاتی ہین -

منت وہ کونسی تھی جو شب بھی نہ کر لی
اُس بیوفا نے بھول کے کروٹ ادھر نہ لی

فرصت خرام ناز سے لے فتنہ گر نہ لی
جب تک کہ آسمان سے قیامت اُتر نہ لی

ایسے خودی سے گذرے وہ کچھ یاد غیر مین
لین میری کیا خبر کبھی اپنی خبر نہ لی

کس دن نہ مجکو دیکھ کے ابرو پہ بل پڑا
کس روز تم نے زانو پہ شمشیر دھر نہ لی

سر سے مرے نہ زلف کا سودا کبھی گیا
کس دن تمھارے سر کی بلا اپنے سر نہ لی

خورشید نامراد نہ بولا کسی سے کچھ
جب تک کہ دل کو تھام کے اک آہ بھر نہ لی

دل

یارب جو محبت ہو تو ہو اُس مین اثر بھی
گر ہمکو محبت ہو تو ذرا سی ہو ادھر بھی

دزدیدہ نظر کی ہے تو ہان بار دگر بھی
اچھی ہے مری جان یہ چوری کی نظر بھی

آئینے مین دیکھا نہ کرو حسن کو ہر دم
کہتے ہین کہ ہو جاتی ہے خود اپنی نظر بھی

اپنی شب فرقت کی کبھی صبح نہ دیکھی
ہان نام تو سنتا ہون کہ ہوتی ہے سحر بھی

گر جرم وفا تم نے لیے ہے تعزیر کے قابل
تلوار بھی حاضر ہے یہ موجود ہے سر بھی

ظاہر مین تو کچھ بھی نہین انسان کی حقیقت
پر غور سے دیکھو تو کہان ہے یہ بشر بھی

خورشید مٹاتی ہے غرض جوہر انسان
حاجت مین ہوئی ہے کہین توقیر ہنر بھی

مصرعہ طرح بنا بر مشاعرہ منعقدہ ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء

ماہ بھی عارض انور کے مقابل نہ ہوا

"مقابل" "بسمل" "دل" قافیہ — "نہ ہوا" ردیف

طرح مین غزلین ایک ہفتہ قبل تاریخ انعقاد مشاعرہ سے جناب میر مشاعرہ سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر چنگی سکندرآباد کے پاس پہونچ جانی چاہئین- ایڈیٹر و منیجر

عذر تقصیر

بعض خاص وجوہ سے جن کا اعادہ فضول ہے یہ بینیا کے اُن مضمونون مین جواب تک نکل چکے ہین چند غلطیان رہ گئی ہین اور چونکہ بعض اُن مین سے ایسی ہین جن کی نسبت کتابت اور انطباع سے گذر کر مصنف تک خیال پہونچنا ممکن ہے لہذا یہہ ہمارا ضروری فرض ہے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو اس احتمال سے اپنے لایق مضمون نگارون کو بچائین نظر برآن ہمنے ارادہ کر لیا ہے کہ ماہ ستمبر اور اکتوبر ۱۹۰۶ء کے نمبرون کا صحت نامہ ۱غلاط نمبر ہذا مین شائع کرین اور اگر خدا نخواستہ یہہ سلسلہ اغلاط جاری رہا تو ہر نمبر کے اغلاط آیندہ نمبر مین صحیح کر دیے جایا کرینگے۔ اڈیٹر

جلد و نمبر رسالہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
جلد ۱ نمبر ۱ بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء	۱۵	۱	منوارث	متوارث
	۲۳	۱۵	ناک کا نقشہ	ناک نقشہ
"	۳۰	۴	کٹا ہے	اڑا ہے
"	۳۰	۱۲	شب ہے کہ	رات ہے
"	۳۵	۱۰	حضرت سیم بلند شہری	حضرت ناظر سیتاپوری
"	۳۵	۱۱	این	ہین
جلد ۱ نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء	۱۱	۱۰	سے اپنی سسک	سے سسک
	"	۱۸	پیارا	پیارے
"	۱۶	۲۱	اُس	روس
"	۱۸	۱۹	چوپیٹر	جوپیٹر

جلد و نمبر رسالہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
جلد ۱ نمبر ۲ ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء	۱۹	۱۲	وہان مین	وہان اُن مین
	۲۴	۱۴	بیگم صاحب	بیگم
"	۲۷	۲	کر	لیکر
"	۳۲	۵	نتیجہ مین اتنے مین	نتیجہ مین کہ اتنے مین
"	"	۱۳	پلنگ پر پڑا ہوا تھا	پلنگ پڑا ہوا تھا
"	۳۳	۱۲	وفا غزل جناب	وفا جناب
"	۳۵	۵	تو یہہ غزل	تو غالباً یہہ غزل
"	۳۶	۱۲	متحد المزاج	متحد المزج
"	۴۳	۴	زندان	کنعان
"	ٹائٹل پیج صفحہ ۳	۱۲	تھک سے جاتے	بھٹک جاتے

نوٹ - ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء کے نمبر مین ٹائٹل پیج کے صفحہ ۳ پر جو شرح قیمت رسالہ ہذا لکھی گئی تھی وہ غلط تھی اُس کی تصحیح رسالہ ہذا کے ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے نمبر مین کر دی گئی ہے -

اڈیٹر و منیجر

اردوے معلی علی گڈھ

تقطیع ۲۰×۲۶ حجم ۱۵ صفحے کاغذ اور خوشخط لکھائی چھپائی پسندیدہ

یعنی صحیح اور فصیح اُردو کا ایک قابل دید ماہوار رسالہ

جسکے ساتھ

ہر سال اساتذہ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین میں سے کئی دیوان مع دیباچہ مقدمہ بلا قیمت نذر ہوتے ہیں
(چنانچہ دو سال میں دیوان حسرت - رپورٹ بمبئی کانگرس دیوان سوز دیوان قایم اور دیوان شیفتہ نذر ہو چکے ہیں)

مقاصد ضروری منجملہ دیگر مقاصد لٹریچر و پالیٹکس

(۱) رسالہ معہ دواوین اول درجے کے کاغذ پر ...... للعہ سالانہ مع محصول ڈاک
(۲) صرف رسالہ 〃 〃 ...... ۲ 〃 〃
(۳) 〃 〃 دوم درجہ کے کاغذ پر ...... ۴ 〃 〃

درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی-اے- اڈیٹر اردوے معلی علی گڈھ

---

(۱) دیوان غالب (طبع ثانی)

معہ شرح دیوان

تقطیع ۲۰×۲۶ حجم تقریباً ۱۲ جزو - کاغذ معمولی سفید صرف ۱۲ع محصول ڈاک وغیرہ وی پی میں منیجر اردوے معلی سے مل سکتا ہے

فہرست مضامین :- (۱) دیباچہ (۲) مقدمہ (الف) غالب کے حالات (ب) غالب کی شاعری (۳) دیوان معہ شرح (۴) ضمیمہ یعنی وہ غزلیں اور اشعار جو مطبوعہ دیوان میں موجود نہیں ہیں

نوٹ - طبع ثانی میں تقطیع پہلے سے بڑی کر دی گئی ہے اور مطالب اشعار میں زیادہ توضیح و تشریح کے علاوہ مفید ترمیم بھی کر دی گئی ہے -

(۲) دیوان مصحفی - ماخوذ از دیوان اول و دوم و سوم تقطیع ۲۲×۲۸ حجم ۲ جزو قیمت ۸ معہ محصول

(۳) دیوان شیفتہ - مع مقدمہ مفید و ضمیمہ مشتمل غزلیات فارسی شیفتہ تقطیع ۲۲×۱۸ حجم ۴ جزو قیمت ۴ معہ محصول

(۴) دیوان حسرت - استاد جرات معہ مقدمہ مکتبہ حسرت ۴

(۵) دیوان میر سوز - استاد مشہور معہ مقدمہ 〃 ۳

(۶) دیوان قایم - چاندپوری شاگرد رشید سودا ۴

(۷) رپورٹ اردو بمبئی کانگرس مکمل مرتبہ 〃 ۳

(۸) اردوے معلی - جلد پنجم قسم اول از جولائی تا دسمبر ۱۹۰۸ء

(۹) 〃 جلد ششم ہفتم نوم از جولائی تا جون ۱۹۰۹ء

(۱۰) انوار العیون ملفوظات مخدوم احمد عبد الحق ردولوی

نوٹ - اردوے معلی کے جدید خریداروں کو مندرجہ بالا کتابوں میں سے ۱۲ع کی کتابیں حسب پسند بلا قیمت نذر کیجائینگی

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۶۷

ید بیضا

جلد ۱ | بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء | نمبر ۴

اڈیٹر: حکیم سید محمد سعید خنجر سکندر آبادی — مقام اشاعت سکندر آباد ضلع بلند شہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہرپرشاد بلند شہر میں چھپا

قواعد و ضوابط رسالہ ہذا

۱- یہ فصیح اور صحیح اُردو کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں سکندرآباد ضلع بلند شہر سے شایع ہوتا ہے

۲- اس کا مقصد زبان اُردو کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنا ہے اور اس غرض کے حصول کے لیے جس قدر مضامین اس میں درج ہوتے ہیں اُن میں صحت زبان اور بلندی خیالات کا حتی الامکان لحاظ رکھا جاتا ہے۔

۳- اس میں ہر قسم کے علمی ادبی۔ فلسفیانہ۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ تمدنی۔ مضامین شایع ہوتے ہیں۔ ظریفانہ مضامین بشرطیکہ رکاکت سے پاک ہوں درج ہوتے ہیں۔ کوئی اوریجنل ناول یا کسی نتیجہ خیز ناول کا ترجمہ بشرط گنجایش طبع ہو سکتا ہے۔ اور غزلیات اور نظمیں ہر قسم کی بشرط پسند اور قابل انتخاب ہونے کے شایع ہو سکتی ہیں۔

۴- اگر کسی اعلیٰ پایہ کے مصنف یا شاعر کا غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہو تو نہایت خوشی سے شایع کیا جاتا ہے۔

۵- کسی خاص مضمون یا غزل کا شایع ہونا انتخاب پر منحصر ہے لیکن جو غزل بلا انتخاب شایع ہوگی اس کے عنوان میں لفظ "عطیہ" درج کر دیا جائے گا۔

۶- اگر کوئی صاحب تحریری اجازت عطا فرمائیں گے تو اُن کے مضمون یا غزل میں ضروری ترمیم قبل از اشاعت کر دی جائے گی ورنہ داخل دفتر۔

۷- واپسی غزل یا مضمون یا امور جواب طلب کے لیے نصف آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

۸- جملہ صاحبان سے جو غزل یا مضمون عنایت فرمائیں خاص طور پر درخواست کیجاتی ہے کہ تحریر صاف اور خوش خط ہو اور اس کے ہمراہ اُن کا نام اور پتہ صاف طور پر درج ہو ورنہ قصور عدم اشاعت معاف۔

۹- مضمون نویسوں کی ذاتی رائے کا اڈیٹر ذمہ دار نہیں ہے اور مضامین مخش و لغو و بیہودہ کی یا جس مضمون میں کسی فرد یا گروہ پر حملہ یا طعن یا تشنیع بیجا ہو اُس کی اشاعت کی توقع فضول ہے۔

۱۰- چونکہ یہ تجارتی مقصد سے شایع نہیں ہوتا لہٰذا اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی

		سالانہ	ششماہی
والیان ملک سے		عطیہ مرضی	
امرا و معززین سے			
عام شائقین سے	قسم اول عمدہ دبیز کاغذ پر	۲ر	۱ر ۴
	قسم دوم معمولی کاغذ پر	۱ر ۸	۱۲

ممالک غیر کی ترسیل میں چونکہ محصول ڈاک وغیرہ زیادہ ہوتا ہے لہٰذا معمولی قیمت سے جو عام شائقین سے لیجاتی ہے ہر قسم کی بابت جدا جدا چھ آنہ زیادہ ہوگی اور شہر کے اندر شرح قیمت سالانہ ۲ر کم ہوگی قیمت فی رسالہ معمولی ۳ ر۔ لیکن اگر خاص طور پر قسم اول کا رسالہ طلب کیا جائے گا تو ۵ر قیمت پر بھیجا جائے گا۔

۱۱- اجرت طبع اشتہارات وغیرہ کے لیے جملہ امور منیجر سے بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں صرف اس قدر اطلاع ضروری ہے کہ بہت زیادہ لمبے چوڑے اور فحش و ناپاک مضامین کے اشتہار ہرگز شایع نہ ہوں گے۔

۱۲- خریداران رسالہ براہ کرم جملہ خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری جو تیہ کے پتہ پر درج ہوتا ہے ضرور تحریر فرمایا کریں۔ ایڈیٹر

یدبیضا

محمڈن یونیورسٹی

مضمون مندرجہ عنوان جو ہندوستان کے مشہور و معروف فاضل اجل جناب نواب عماد الملک بہادر مولانا سید حسین بلگرامی کے پُرزور قلم کا نتیجہ ہے ہمکو ہمارے ایک عنایت فرما نے عنایت کیا ہے۔ اصلی مضمون انگریزی مین ہے لیکن یہہ ترجمہ بھی جو جناب مولوی عبد الحق صاحب بی اے پرنسپل مدرسہ آصفیہ حیدر آباد دکن کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے افادہ ناظرین کے لئے کچھ کم نہین۔ یہہ ترجمہ کسی زمانے مین معزز رسالہ افسر کے صفحات مین شایع ہوا تھا اور اب محترم مترجم صاحب کی اجازت سے اِس بیش بہا تبرک کو ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ ممکن ہے کوئی یہہ خیال کرے کہ جب ایک مرتبہ اِس کی اشاعت ہو چکی پھر دوبارہ شایع کرنے سے کیا فایدہ لیکن ملک کے زبردست اہل قلم اور لایق رہنماؤن کی رائین ایک ایسے اہم معاملہ پر یعنی ایک قومی درسگاہ کے متعلق جس کے قیام کے لئے وہ برسون سے کشش اور کوشش کر رہے ہین ضرور اِس قابل ہے کہ جہان تک ممکن ہو اُسکی اشاعت کے میدان کی توسیع مین کوشش کی جاے اور جس قدر کثیر تعداد اہل ملک کی اِن خیالات سے مستفید ہو سکے بہتر ہے۔ نظر برآن ہم اپنے لایق دوست کے عطیہ کو شکریے کے ساتھ قبول کرتے ہین اور دوسرے مضامین پر جو ہمارے پاس اشاعت کے لئے موجود ہین اِس کو ترجیح دیتے ہین۔

ایڈیٹر

وہوا ہذا

"اگر ہندوستان کے مسلمانون کی حیثیت ایک قوم کی سی ہوتی اور وہ اپنے قومی مصالح و اغراض کو سمجھتے - اور اِن تمام معاملات مین مل کر کام کرنے کے عادی ہوتے جن سے ساری قوم کی فلاح اور بہبودی بحیثیت مجموعی متصور ہے تو اِس صورت مین ممکن تھا کہ علیگڈھ جیسے درس گاہ کو جس مین تمام وہ مختلف عناصر موجود ہین - جن سے ایک یونیورسٹی کا وجود قایم ہو سکتا ہے - اپنی موجودہ حالت پر رہنے دیا جاتا اور رفتہ رفتہ خود اس مین نمایان ترقی ہوتی رہتی - لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمان قومی حیثیت نہین رکھتے - اور اب اُنکے خیالات اپنے قومی اغراض کے متعلق اسیقدر مختلف ہین جتنا کہ وہ مختلف مقامات سرزمین ہند جنمین وہ سکونت رکھتے ہین - اِسلئے اندیشہ ہے کہ اگر علیگڈھ کالج اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے - تو اِس سے صرف یہی نہین ہوگا کہ اسکی اعلیٰ ترقی رک جائیگی بلکہ بڑا ڈر یہہ ہے کہ اگر اِس مدرسۃ العلوم کا نام خدا نخواستہ صفحہ ہستی سے مٹ نہ گیا تو اسقدر تو ضرور ہوگا کہ رفتہ رفتہ اِس کی حالت ایک پرانی وضع کے مکتب کی سی ہو جائے گی - جہان تعلیم و تربیت دونون کا خون ہوتا ہے - اسلئے ضرور ہے کہ وہ روشن خیال سرداران قوم جو اِس نتیجہ کو ایک قومی حادثہ تصور کرینگے جہان تک ممکن ہو سب اپنی دار العلوم کے تحفظ و ترقی مین کوشش اور سعی کرتے رہین کیونکہ یہی ایک مدرسہ ہے جسکو ہم اپنا قومی مدرسہ کہہ سکتے ہین -

بعض اوقات یہہ خیال ظاہر کیا گیا ہے اور اب بھی یہہ کہا جائے گا کہ جب گورنمنٹ کالج ہندؤن کے لئے مفید ہین تو بلا شبہہ ہمارے لئے بھی مفید ہونے چاہئین تو پھر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اپنی الگ بنانا ایک فعل عبث ہے لیکن میرے نزدیک - ہمکو ہرگز یہہ خیال دل مین نہ لانا چاہئے کہ ہمارے ہندو بھائی اپنی فلاح اور بہبودی کی تدبیرون سے غافل ہین اور اُن کو جو کچھ کرنا تھا کر چکے اب کوئی مرحلہ باقی نہین ہے، اگرچہ اِس وقت تک وہ ناعاقبت اندیش صلاح کارون کی دلفریب تقریرون کے جال مین گرفتار ہوکر پولٹیکل خیالات اور پولٹیکل توہمات مین آلودہ رہتے ہین مگر جب وہ ایک مرتبہ دیکھ لین گے کہ جس راہ سے وہ اپنے مقاصد کی تلاش مین نکلے ہین وہ ایک اندھی گلی ہے اُس وقت وہ اپنی تمدنی و تعلیمی

اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائینگے اور اُس حالت مین وہ ضرور بہہ مسلمانون کی ہمدردی کے سزاوار ہونگے اور ہمکو لازم ہوگا کہ اگر ہم سے ہو سکے تو ہم اُنکی مدد کرین۔ ہمکو یقین کرنا چاہئے کہ جب اُنکی آنکھ کھلی اور حضرات نے ایکمرتبہ ادھر توجہ کی تو وہ سخت مشکلین اور جانکاہ مخالفتین اُنکی سد راہ نہوینگی جنھون نے اُس نامور اور سچے محب وطن کا گویا دل توڑ دیا تھا جو اس تحریک کا بانی اور اس راہ مین مسلمانون کا ہادی طریق تھا اور جسنے اُس مبارک عمارت کی بنیاد ڈالی جسے اب ہم اُسکی وفات کے بعد وسعت و ترقی دینا چاہتے ہین پس بجاے اسکے کہ اپنی غفلت کی توجیہہ و تاویل مین اُنکی نظیر پیش کرین ہمین اس بات پر فخر کرنا چاہئے کہ دنیا مین تو اسی ایک موقع پر ہمارا قدم اپنے ہمسایہ بھائیون سے آگے بڑھ گیا اور ہمنے اپنی تعلیم مین ایک آزادانہ طریقہ اپنے لئے نکال لیا کیونکہ قطع نظر دوسری باتون کے جو کام آدمی اپنے ہاتھون کرتا ہے جو کوئی مہم اپنی ہی سعی و کوشش سے اپنا ہمیشہ تلخ کر کے اپنے آپ پر مصیبت اُٹھا کے گذرتے ہوے وقت کے آرام و آسایش سے حکیمانہ اغماض کر کے مآل قریب یا بعید کے خیال سے انجام کو پہونچاتا ہے وہ کام اور وہ مہم اُس شخص کے لئے جس نے اُسے انجام کو پہونچایا اور فی الحقیقت قوم کے لئے اگر ایک قوم نے یہہ رفتار اختیار کی بہت زیادہ نیک اور نتیجہ بخش ہے بہ نسبت اسکے کہ کوئی غیر حسبتہ اللہ وہ کام کر دے گو وہ نیکی کرنے والا ایک بڑی سلطنت و حکومت ہی کیون نہو۔

علاوہ اسکے اور بہت سی باتین ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم مسلمانون کو اپنے لئے اپنا دارالعلوم ایک الگ ہی بنانا چاہئے جسمین تمام سامان تعلیم کا ہماری خاطر خواہ مہیا ہو کچھ کم نصف صدی کا عرصہ ہوا جب بنگال۔ مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیان اُس زمانہ کی لنڈن یونیورسٹی کے نمونہ پر باقاعدہ قایم کی گئین اور باوجودیکہ اُن کے افادہ کا احاطہ تنگ تھا تو بھی اُنھون نے ملک کی خدمت مین کوتاہی نہین کی لیکن چونکہ اُن کا تعلیمی فرض صرف چند مقررہ امتحانات کے لینے تک محدود تھا اس لئے لامحالہ جو مدارس اُنکے زیر حکومت قایم ہوے اُنکی زندگانی بھی اِن ہی قیود کے ساتھ شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ فقط بی اے اور ایم اے بنانے کے کارخانے ہو گئے۔ چونکہ محض کتابی امتحان لینے مین کسی قسم کی

مشقت کسی مضرت کا اندیشہ کسی طرح کا جان جوکھم نہین ہے۔ اسلیئے وہ قومین جنکے قویٰ ضعیف ہین اور بالطبع مردانہ اور سپاہیانہ زندگانی سے محروم ہین خود بخود طبیعی مناسبت کی وجہ سے ان مدرسون کی جانب کھنچی چلی آئین اور زیادہ تر کشش کی وجہ یہہ بھی ہوئی کہ یونیورسٹیون کے عطا کئے ہوے لیاقت نامہ مثل پروانہ ملازمت وحکومت کام دینے لگے تھوڑے ہی عرصہ مین یونیورسٹی کی ڈگریون کا ارز بازار اسقدر چڑھا اور بڑھا کہ جسکی نظیر شاید دنیا کی تاریخ مین نہین مل سکتی۔

اور اُسکے ساتھ ہی کتابین یاد کرنے کرانے اور امتحان دینے دلانے کا ایک فن نیا ایجاد ہوا خلاصون۔ نوٹ بکون۔ شرحون حواشی اور اس قسم کے بیسیون مضامین حفظ کرانے کے ڈھکوسلون کی اس قدر بھرمار شروع ہوئی کہ اب رفتہ رفتہ منجملہ اور پیشون کے یہہ بھی ایک پیشہ ہوگیا ہے۔ ایک پروفیسر کی قدر ومنزلت اس وجہ سے نہین ہوتی کہ وہ ایک عالم فاضل شخص ہے بلکہ یہہ دیکھا جاتا ہے کہ اس نے یونیورسٹی کے امتحان مین کس قدر طلبہ کو کامیاب کرایا اور اسی پر اُسکی فضیلت اور وقعت کا انحصار ہے جب کبھی کسی فاضل مدرس نے (اور ایسے لوگون کی ہمارے کالجون مین کچھ کمی نہین ہے) اس ڈھرے سے الگ ہو کر اپنے لکچر دن مین بجائے کتب مقررہ اُن علوم سے تعرض کرنا چاہا جنکے رہ ٹکسٹ بک ہین تو اس بیچارے پروفیسر کو فوراً عملی طور پر معلوم کرادیا گیا کہ اُسکے شاگردون کا دھیان اُسکی تقریر کی طرف نہین بلکہ وہ اپنے نوٹون اور خلاصون کو ڈیسکون کے خانون مین چھپا چھپا کر رٹ رہے ہین۔

ہزارون طلبہ جو ہمارے اسکولون اور کالجون مین بھرتی ہوتے ہین۔ جہان سینگ سمائے رہ پڑے اور اکثر ایسے مقامات مین جا کر رہتے ہین جہان اُن کے اخلاق و آداب طرز معاشرت چال چلن پر کوئی عمدہ اثر نہین پڑتا اور اپنی زندگی کو پاکیزہ اور اپنے اخلاق کو شائستہ بنانے مین اُنھین بہت کم مدد ملتی ہے۔ اُن مین آپس مین سوائے یونیورسٹی کے امتحانات کے کوئی مادہ مشترکہ کسی قسم کا تعلق یا رابطہ نہین ہوتا۔ ایک انگریزی مثل تھوڑے سے تغیر

کے ساتھ اس حالت کے لیے بہت چسپان ہے یعنی یہہ کہ ہر طالب علم نفسی نفسی پکارتا ہے مگر ممتحنون کی دہائی سب دیتے ہین - ان مدارس مین باہمی معاشرت کا وجود ہی نہین نہ کوئی موقع جوانی کے نوخیز جذبات کی توسیع و اصلاح کا حاصل ہے اور نہ اس قسم کی تربیت و سیاست کا جن پر خصایل عادات کی درستی منحصر ہے -

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے پرانی وضع کے لوگ شاکی رہا کرتے تھے کہ شرفا کے بچے انگریزی مدرسون مین پڑھکر بدتہذیبی - خود پسندی - بد وضعی اختیار کرتے ہین اور اس وجہ سے یہہ بزرگوار اپنی اولاد کو انگریزی مدرسون مین بھیجنے سے احتراز کرتے تھے -

یہہ عیوب کچھ ایسے ظاہر اور اسکے نتایج کچھ ایسے نمایان تھے کہ آخر ہمارے ایک نہایت لایق اور قابل ویسرایے کی نظر توجہ اس طرف مایل ہوئی اور ایک باضابطہ سرکلر اس بارہ مین جاری ہوا جو اب صرف اس لیے یادگار ہے کہ اسکا کچھ نتیجہ نہ نکلا - اُس زمانے مین اخلاقی کتب کو نصاب تعلیم مین داخل کرنے کا کسی قدر چرچا رہا مگر حاصل اس سے کچھ نہ ہوا کیونکہ اخلاق و آداب ایسی چیز نہین ہے جسے ہم مقابلہ کے امتحانون کے ذریعہ سکھا سکتے ہون عملی طور پر سیاست و تربیت کی پابندی کا قصد بعض مدارس مین کیا گیا مگر اُس مین کامیابی نہوئی اور اسی پر تجویز مذکور کا خاتمہ ہوگیا - اگرچہ یہہ کوشش نہایت مستحسن تھی لیکن ناکامیابی اس وجہ سے ہوئی کہ اصل اور بنیاد ان خرابیون کی جون کی تون رہنے دی گئی اُسکی جانب کسی نے توجہ نہین کی بچون کی تعلیم کا سارا گر سیاست ہے مگر جو کینڈا التعلیم کا ہمارے مدارس مین بندھ گیا تھا اُس مین سیاست و تربیت کا درست طور پر قایم ہونا ناممکن تھا - حالت تعلیم کی یہہ تھی کہ ہمارے نوجوانون نے اگر یونیورسٹی کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کرلی تو بس گویا وہ نہال ہوگئے کوئی تمنا اُنکی باقی نہ رہی - کسی اور شے کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہی - ڈگریون سے نوکری ملتی تھی حکومت ہاتھ آتی تھی اسلیے ساری ہمت سارا حوصلہ ڈگریان حاصل کرنے پر صرف کیا جاتا تھا - خواہ اسکے حاصل کرنے مین دماغی اور جسمانی صحت قایم رہے یا نہ رہے - اس قسم کی زندگی اور بے انتہا محنت

اور شفقت نے ہمارے نوجوانون پر بہت کچھ ہاتھ صاف کیا بہت سے جو ضعیف القویٰ تھے عین عالم شباب مین چل بسے اور جنکے قویٰ مضبوط اور قوی تھے اُنکی جسمانی اور دماغی حالت مین بھی بہت کچھ فتور آگیا اور سب سے بڑھ کر ستم یہ ہوا کہ یونیورسٹی نے جو طرز امتحانات کا قایم کیا اس مین مختلف امزجہ اور مختلف لوگون کے مختلف میلان طبایع کا مطلق لحاظ نہین رکھا گیا - نتیجہ یہہ ہوا کہ یہہ مصیبت اور دوبالا ہوگئی -

بعض لوگون مین قدرتی طور پر اس قدر قوت اور توانائی ہوتی ہے کہ وہ سخت سے سخت مخالف اثرون کا مقابلہ کرسکتے ہین لیکن عام طور پر ہمارے نوجوانون کے لئے اسکا اثر بہت مضرت بخش ثابت ہوا - مین یہان یہہ نہین بتانا چاہتا کہ ہمارے کالجون کے طلبہ مین سے فیصدی کتنے لوگ فی الحقیقت نہایت قابل ہوکر نکلے لیکن اس مین کسیکو کلام نہین ہوسکتا کہ بہتیرے ایسے نکلتے ہین جن مین متانت - روشن دماغی - تجربہ کے صحیح استعمال کی قوت - ذوق سلیم نام کو نہین حالانکہ یہی چیزین ہین جو ایک تعلیم یافتہ شخص مین اکثر ڈھونڈھی جاتی ہین - اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہی وہ خوبیان ہین جنکے پیدا کرنے کے لئے کم عمر طلبہ کا ایک عمدہ نگرانی اور حکیمانہ سیاست کی پابندیون کے ساتھ باہم بود و باش کرنا ضروری ثابت ہوا ہے - ہم اپنے بچون کو اسلئے تعلیم نہین دیتے کہ وہ گوشہ نشین اور کتاب کے کیڑے بن جائین بلکہ تعلیم سے ہمارا مقصد یہہ ہے کہ وہ اپنی زندگانی اور توفیق ظاہری و باطنی جو خدا نے انھین عطا کی ہین چستی اور بہتری کے ساتھ شایستہ طور پر استعمال کرنے پر قادر ہون لیکن ہمارے کالجون کے طلبہ مین بہ نسبت ان صفتون کے کتابی کیڑے بننے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے - انمین امعان نظر کی عادت - اصابت رای کی نقادی - دنیا کے نشیب و فراز کے سمجھنے کی قوت - عالی دماغی - دوسرون کے تجربون سے اپنی زندگانی کی نسبت نتایج نکالنے کی صلاحیت نشو و نما نہین پاتی - حالانکہ زندگانی وہ کارزار ہے جسمین انھین تھیا ون کی ضرورت ہے اور یہی سب سے وقتون آڑے آتے ہین -

حاصل یہہ ہے کہ جس طرح نیا کھیت بارش کی کمی سے خشک ہوجاتا ہے اور بالیدگی نہین پاتا اُسی طرح قواے فطرت انسانی بھی جب مناسب حال پرورش اور تغذیہ سے محروم رہتے ہین تو اُنکا نشو و نما بند ہوجاتا ہے اور پھلنا پھولنا موقوف ہوجاتا ہے اور ایک عملی نتیجہ اسکا یہہ ہوتا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان خواہ مخواہ پولٹیکل مسایل کا خاک اُڑاتے ہین اور اِس قسم کی امیدون پر فریفتگی پیدا کرتے ہین - اور ایسے خیالات پکاتے ہین جو اُنکی پولٹیکل حیثیت اور قابل تسلیم حقوق سے کوسون دور ہین - نہ وہ اِس عظیم سلطنت کے مشکلات کا جسکے وہ اجزا اور ارکان ہین درست تخمینہ کرسکتے ہین اور نہ اُسکی مجبوریون کو سمجھ سکتے ہین - اگر تعلیم اُنکی زیادہ وسیع اور مردانہ اور زوردار ہوتی تو وہ اپنی قوتون سے زیادہ عاقلانہ کام لینے پر قادر ہوتے اور اِن غلط فہمیون مین نہ پڑتے -

اگر مسئلہ تعلیم قومی کے دوسرے پہلو پر غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ شاید دنیا مین ہم ہی ایک ایسی قوم ہین جس نے بلا کسی شکایت اور رد و قدح کے ایک ایسے طریقہ تعلیم کو قبول کرلیا ہے جس مین مذہب کا نام بھی نہین ہے اِس امر کے تسلیم کرنے کے لیئے کوئی سخت متعصب مذہبی مولوی ہونا ضرور نہین ہے کہ ارکان مذہب مین ضعف پیدا ہوجانے سے قومی زندگانی کی بنیاد مین خلل آجاتا ہے اور حرمت اعتقادات ملتی کا اٹھ جانا ہمیشہ قومی تنزل کا پیش خیمہ ہے -

گو گورنمنٹ بہت سا روپیہ ملک کا اعلی تعلیم مین صرف کرتی ہے گو درحقیقت یہہ گورنمنٹ کے فرایض مین داخل نہین ہے - لیکن وہ ہمین مذہب اور اخلاق نہین سکھا سکتی اور وہ بھی ہندوستان جیسی سلطنت مین جہان بیسیون چھوٹی چھوٹی ریاستین مختلف قومون سے آباد ہین جو بلحاظ عادات و خصایل زبان اور مذہب ایک دوسرے سے بالکل متغایر ہین ایسی ولایت مین اُس بالادست حکومت کے لیئے جو اِن سب کی محافظ اور اِن پر حکمران ہے یہہ نہایت ضرور ہے کہ مذہبی معاملات سے لگاو نہ رکھے ورنہ خود اسکا قایم و برقرار رہنا دشوار ہے - حق یہہ ہے کہ یہہ گورنمنٹ کا کام نہین بلکہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی قومی ضروریات کو دیکھین بھالین اور قومی ترقی اور نشو و نما کے لیئے عمدہ ذرایع حاصل کرنے کی کوشش کرین - کیا یہہ کچھ کم شکر کی جا ہے

کہ ہم ایک ایسی گورنمنٹ کے ظلِ عاطفت مین رہتے ہین کہ اگر ہم یہہ ثابت کردین کہ ہم اپنی آپ مدد کرنے پر آمادہ ہین تو وہ بھی غایت شفقت کے ساتھ ہماری ہمدردی اور مدد کو تیار ہو جاتی ہے - ایشیا مین کونسی ایسی سلطنت ہے جہان رعایا کو اپنے معاملات اور کاروبار مین اسقدر آزادی نصیب ہو اور ترقی کا میدان اس قدر وسیع ہو اور جہان گورنمنٹ اُن تمام کامون مین جو عامہ خلایق کی فایدہ اور بہبودی کے لیے کیے جاتے ہین اسقدر پیش آگے اور سچی ہمدردی کرتی ہو -

اس لیے کوئی وجہ نہین کہ ہم ہمت ہار بیٹھین بلکہ ہمین دونی قوت کے ساتھ اپنے واسطے ایک ایسے معقول دار العلوم قایم کرنے کے لیے سعی و کوشش جاری رکھنی چاہیے جو تمام اُن قیود سے پاک اور اُن حدود سے آزاد ہو جو سرکاری مداخلت کے ساتھ توام ہین - ہماری خاص ضرورتین اور مقتضیات وقت ایسے مدارس سے حاصل نہین ہوسکتے جنھین پولٹیکل مصالح تعلیم اخلاق و مذہب کے سدراہ ہین - اب تک ہم مسلمان تعلیم مغربی کی طرف سے جیساکہ اسکولون اور کالجون مین دیجاتی ہے کھچے سے رہے ہین اور ہمارا یہہ فعل غالبًا بلا وجہ نہین ہے ہم مین پرانی وضع کے بڑے بڑے عالم منطقی فلسفی - اور فقیہ تھے انھون نے جب پہلے پہل مغربی علوم کی تعلیم کے نمونے ہمارے اسکولون اور کالجون کے خام اور نیم تعلیم یافتہ نوجوانون کی صورت مین دیکھے تو فورًا یہہ نتیجہ نکال لیا کہ مغربی علوم کچھ بھی نہین ہین - یہہ تو بالکل سطحی ہین -

(باقی آیندہ)

غزل جناب منشی عبد الحمید صاحب بیابانی بی اے سررشتہ دار کچہری بریلی تلمیذ حضرت شہید مچھلی شہری

جراحت ہاے پنہان کی سُنے تب داستان کوئی
دہان زخم مین جب تیغ کی رکھدے زبان کوئی

حرم مین دیر مین مسجد مین دل مین چشم عاشق مین
کہان رہتے ہو بتلاؤ تمھین ڈھونڈھے کہان کوئی

بڑی بیدردسی ہے یہہ جسے سب موت کہتے ہین
حسین اسنے کوئی دیکھا نہ چھوڑا نوجوان کوئی

بہت سی دعوتین دیکھی ہین ہمنے بھی زمانے مین
نہ دل سا میزبان کوئی نہ غم سا میہمان کوئی

سند تو عشق کی ہم جان دیکر پاچکے زیبا
اُسے بھی پاس کرین اور اگر ہو امتحان کوئی

ایشیا اور یورپ کا مقابلہ

(بلحاظ اپنی اپنی فتوحات کے)

اس زمانے مین جبکہ یوروپین تہذیب کا نقارہ چار دانگ عالم مین بجا ہوا ہے اور خیالات عامہ کا میلان اس حد تک اُس جانب ہوگیا ہے کہ سوا اُسکے دوسرا آنکھون مین جچتا ہی نہین - جو چیز ہے یوروپ ہی کی اچھی ہے - علم بھی اب وہین ہے فضل بھی وہین ہے - شایستگی بھی اُسی جگہہ پائی جاتی ہے اور تہذیب اور اصول مذہب کا اگر کہین نشان ہے تو کہا جاتا ہے کہ یورپ ہی مین ہے - یوروپین آفتاب کی اس چکا چوند ڈالنے والی روشنی مین کسی کو یہہ گمان نہ گذرتا ہوگا کہ ایشیا کا بھی آفتاب کبھی طالع تھا اور یہہ روشنی جو آج کل تمام عالم کی آنکھون کو خیرہ کر رہی ہے درحقیقت اسی کی ایک شعاع ہے -

موجودہ زمانے مین ایشیا کا کیا حال ہے ؟ اسکا جواب صفحات لیالی و ایام سے پوچھنا چاہیے - ایشیا کو ایک جولانگاہ سمجھنا چاہیے جہان یوروپین اقوام اپنے گھوڑے دوڑا رہی ہین اسے ایک رمنہ سمجھنا چاہیے جہان سفید رنگ کی قومین زرد چمڑے والی اقوام کا شکار کر رہی ہین اُسے ایک لعل شب چراغ سمجھنا چاہیے جسے حوادثات زمانے نے یوروپین گرزون کے پے در پے ضربات سے پرزے پرزے کر دیا ہے - سو برس سے سوا پچھلی لڑائی کے کبھی ایسا ظہور مین نہین آیا کہ یہان کی کسی قوم کا یورپ کے مقابلہ مین بول بالا ہوا ہو - صرف یہی نہین بلکہ اس زمانے مین جو فتوحات یوروپینون کو حاصل ہوئین اُنھون نے بعض بے مغز سفید رنگ کے لوگون کو یہہ یقین دلا دیا کہ ایشیا مین جنگ اور تحصیل علم کا مادہ ہی نہ تھا - علی ہذا یہہ سمجھکر کہ ایشیا پر یوروپ کا قبضہ کرنا اور کامیابی حاصل کرنا ایسا ہی ایک مسلمہ اصول قدرت ہے جیسا کہ طبیعات مین ناموس ثقل ہے - ایک طرف سے پرتگال نے سب سے پہلے ہاتھ پانون پھیلانے شروع کئے اور ہندوستان مین دمن گوا اور چین مین مکاؤ پر قبضہ کر لیا -

دوسری طرف جرمنی نے جو اِن مداخلت بیجا کرنے والون مین سب سے آخر تھا کیاؤچاؤ کو اپنی میراث سمجھا اور صوبہ شانٹنگ پر جسکا رقبہ ۵۴۰۰۰ میل مربع اور جسکی آبادی تخمیناً ۳۰ ملین ہے لپنے اثرات کا جال پھیلانا شروع کیا۔ ممالک متحدہ امریکہ جو اپنے تئین امن و امان کی دیوی اور دنیا مین صلح کا نشان سمجھتے مین۔ جزیرہ فلی پائینس پر جسکا رقبہ شانٹنگ سے تقریباً دونا اور آبادی سات ملین ہوگی قبضہ کر بیٹھے۔ ہالینڈ کے پاس ایشیا مین ۷۳۶۰۰۰ میل مربع زمین ہے جو تمام جنوبی مجمع الجزایر مین منتشر ہے۔ ڈچ لوگون کے پاس ایشیا مین ہالینڈ سے ساٹھ گنی زیادہ ہے۔ فرانس نے علاوہ اُن پانچ شہرون کے جو ہندوستان مین اسکے زیر حکومت مین کل انڈوچائنا کو جسکی آبادی بیس ملین اور رقبہ ۳۰۰۰۰۰ میل مربع ہے ہڑپ کر لیا ہے۔ مگر اِن سب کا شمار چھوٹے لوگون مین ہے۔ وہ قوتین جنکا تصرف سب سے زیادہ ہے برطانیہ اور روس ہین۔ روس کے قبضے مین زمین زیادہ ہے اور برطانیہ کے قبضے مین آدمی زیادہ۔ یعنی ایشیا کے کل رقبے مین سے جو ۱۶۶۹۱۰۰۰ میل مربع ہے ۱۰۲۸۷۰۰۰ میل یوروپینون کے ہاتھ مین ہے اور صرف ۶۴۳۴۰۰۰ میل خود ایشیا والون کے قبضے مین۔ ایسی حالت مین ایشیا والون کے خیالات اور اُن کی طبایع یوروپین اقوام کی برتری سے مغلوب نہون تو حیرت ہے۔ جبکہ ملکون مین اِن کا سکہ جاری ہے تو قلوب پر بھی انھین کا سکہ اور خیالات پر بھی انھین کا سکہ جاری ہونا چاہیے۔ بلکہ اگر انکی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تہذیب و تمدن سے ہم متاثر نہون تو تعجب کا مقام ہے اور یہی وجہ ہے جو ہم انکی ہر چیز کو اچھی کہتے ہین شایستگی بھی انہین مین نظر آتی ہے۔ تہذیب بھی انہین مین پائی جاتی ہے اور یہہ خیال بھی نہین آتا کہ عالم کے اسٹیج پر ہماری بھی کبھی کوئی پوزیشن تھی۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ کمزور پر حکومت کیجاتی ہے اور اُسکی کوئی عزت دل مین نہین ہوتی۔ جاپانیون کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ ہم نے یوروپ کے سامنے عمدہ عمدہ خوبصورت چیزین بنا کر پیش کین۔ مگر ہم پھر بھی وحشی رہے۔ ہم نے صنعت و حرفت مین خود ان کے مقابلہ مین بڑھکر انعامات حاصل کئے اور اُن سے اچھی اچھی چیزین تیار کین مگر ہم پھر وحشی کے وحشی ہی رہے۔ مگر جبکہ یکایک ہمنے ہاتھون مین تلوار پکڑی اور کئی لاکھ سفید رنگ کے لوگون کو

خون کے دریا مین ڈبو دیا تو دنیا چیخ اُٹھی کہ ہم مہذب ہین - اس زمانے مین یورپ کا یہ مقولہ ہے کہ
جب تک کوئی مجھے قتل کر سکنے کی استعداد نہ رکھتا ہو مین اُسکی عزت نہین کرتا اس لئے مین اس مضمون
مین یہ دکھانا چاہتا ہون کہ اس استعداد مین ایشیا ہمیشہ یورپ سے برتر رہا ہے - صرف یہی نہین
کہ ایشیا کو یورپ پر فوجی قابلیت کی حیثیت سے ایک زمانہ مین فوق حاصل تھا بلکہ ایشیا وہ
مقام ہے جہان سے تہذیب کی ابتدا ہوئی اور جہان علوم و فنون اور تمام عالم کے مذاہب نے
نشو و نما پائی - یہ وہ جگہ ہے جسے آریہ لوگون کا گہوارہ کہنا چاہئے یہین یہ لوگ پلے پوسے بڑے
ہوئے اور پھر جاکر انھون نے مغربی دنیا کو آباد کیا - میڈیم بلاوٹسکی کا خیال ہے کہ شمالی ایشیا
تمام تر اعظم کی اصل اصول ہے جسکی حقیقت مرور ایام نے تاریخ کے صفحون تک سے مٹا دی ہے -
ایک معزز انگریز کا قول ہے کہ ایشیا[۱] علم اور تہذیب مین بہت پرانا تھا جبکہ پہلے یوروپین نے الف بے
شروع کی اور فرقہ اور برادری کی صورت اختیار کرکے کتاب مذہب کا پہلا ورق اُٹھایا تھا قبل
اسکے کہ رومتہ الکبریٰ[۲] کا بانی کسی بھیڑیا مادہ کا دودھ پی کر بڑا ہو ایسنے بڑی بڑی سلطنتین
قایم کرکے اپنی ریتی تلے اُنھین دفن کر دیا تھا - اُسکے علوم اور اُسکے فنون مصر و یونان کے علوم و
فنون کے ماخذ تھے اور صدیون تک یوروپین تہذیب گویا صرف اُنھین بیجون کی بہار تھی جنھین بحر
قلزم نے ایشیا سے بہا کر یورپ کے کنارون پر چھڑا دیا تھا" ایشیا یوروپ کے مقابلہ مین صرف
اپنے رقبے اور آبادی کے لحاظ سے بڑا نہین ہے بلکہ تاریخی عظمت کے لحاظ سے اور سب سے زیادہ اقوام
عالم کے مذہبی منشا و مبدا ہونے کے لحاظ سے وہ مرتبہ رکھتا ہے جو کبھی یوروپ کو نصیب نہین ہو سکتا
یوروپ کلین بلکہ سیم تو مین - انجن اور جہازات ایجاد کرتا ہے مگر یہ سب زوال پذیر ہین - صرف
تھوڑے دنون کا نمایشی دھوکہ ہے ایشیا نے وہ چیزین پیدا کین جنکا اثر ابدالآباد تک باقی رہیگا -

---

۱ دیکھو مسٹر اسٹڈ کا مضمون "ایشیا اینڈ اسکا نکرز" مطبوعہ ریویو آف ریویوز بابت ماہ جولائی ۱۹۰۷ء
۲ یہ ایک قصہ ہے جو بہت مشہور ہے کہ رومولس بانی شہر رومتہ الکبریٰ نے ایک بھیڑیا مادہ کا دودھ پی کر پرورش پائی تھی

انھین نبی. منی اور گیانی پیدا ہوے. اُس نے مذہب کی بنیاد ڈالی - فلاسفی کے اصول قایم کیے ؛ اُن ریاضات باطنی و ظاہری کی ابتدا کی اور انھین انتہا تک پہونچا دیا جن سے روح کو عروج اور اخلاق انسانی کو کمال حاصل ہوتا ہے - ایک مشہور انگریز کا قول ہے کہ "ہم یوروپ کی برتری و عظمت کے تذکرے سننے کے اسقدر عادی ہو گئے ہین کہ اُن ایام کا ہمین خیال ہی نہین آتا جبکہ ایشیا یورپ سے قوی تر تھا. جبکہ اُس نے تاریخ یوروپ مین نہایت عظیم انقلابات پیدا کیے تھے اور جبکہ اُس کی تلوار اور علم و ہنر کا سکہ تمام عالم پر بیٹھا ہوا تھا" جو حالت کہ یورون کی انگریزون کے مقابلے مین تھی وہی حالت یونان کی سلطنت ایران کے مقابلے مین تھی جبکہ سنہ ۴۹۰ قبل مسیح الیٰ سنہ ۴۷۹ قبل مسیح مین اُسے فتح کرنے کا ارادہ زرکسیز نے کیا تھا - اسکے کہین ڈیڑھ سو برس بعد جاکر ایسا اتفاق ہوا کہ یورپ مین ایک شخص اسکندر فیلقوس پیدا ہوا جسنے اربیلا اور بابل کے میدانون مین پرانی شکستون کا بدلا لیا - لیکن یہہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس زمانے مین یورپ کو ایشیا پر کچھ تفوق حاصل ہوا - یہہ صرف ایشیا کا مغربی کنارہ تھا جسپر یورپ کا اثر تھا اور مقدونیہ اور روما نے ایشیا کو اتنا مطیع نہین کیا جتنا کہ ترکون نے یورپ کو - نیز یوروپین فتوحات کا جھنڈا مشرق کی جانب اس شان سے پہونچا جسطرح ہلال دیوار ہاے وائنا تک اُسکی مستقل فتوحات (اگر لفظ مستقل کا استعمال کیا جا سکتا ہے) اس سے زیادہ نہ تھین کہ آراضی مرتفعہ ارمن سے آگے تصور کیجا سکین اُن پُرآشوب ایام مین جو سلطنت روما کی تباہی کے بعد گذرے ہنس نے جو ایک ایشیائی قوم سے تھے اور جو نہایت ظالم - بے رحم اور بیباک طبیعت رکھتے تھے تمام یوروپین تہذیب کو جو جھوٹے گوٹے کی طرح جگمگا رہی تھی اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے کچل ڈالا یورپ نے ابھی اس صدمہ سے افاقہ نہین حاصل کیا تھا کہ مسیحی دنیا کو ایک اور بہت زیادہ نازک خطرے کا سامنا کرنا پڑا - وہ یہہ کہ ایک ایشیائی قوم نے افریقہ کو جاے قیام بنا کر غربی یورپ پر حملہ کیا - روما کے سلطنت جمہوری کے ابتدائی زمانہ مین ایشیا اور یورپ ایک دفعہ اور باہم ایک دوسرے کے مقابلے مین کھڑے ہو چکے تھے - کارتھیج جو کہ افریقہ مین تھا در حقیقت فنیشین

ایشیائیون کا شہر تھا جنھون نے ایک دوسرے بر اعظم مین آباد ہوکر ۸۰۰ برس تک یورپ کو ناکون چنے چبوائے اور اب یہہ دوسرے مرتبہ تھا کہ اُن ہی لوگون نے سنہ ۷۱۱ء مین اپنے پُرانے مقام (یعنی افریقہ) سے پھر یورپ پر ایک نہایت سخت اور ناقابل برداشت حملہ کیا ایک عیسائی[۵] مورخ لکھتا ہے کہ ساتوین صدی مین ایک عربی اونٹ چرانے والے نے اپنی تعلیم سے اقوام عرب کی ریگ روان کو ایسی شمشیر بُرّان سے تبدیل کر دیا جسنے بڑے بڑے خاندانون کے سر پوستے کے سرون کی مانند کاٹ کر پھینک دیے اور اسلامی فتوحات نے طوفان خیز موجون کی مانند مشرق اور مغرب کی طرف بڑھنا شروع کیا یہان تک کہ مشرق کی طرف وادی فرات پر اپنا علم نصب کیا اور مغرب کی طرف شمالی افریقہ مین کامیابیان حاصل کرتی ہوئی ستون ہاے ہرکلیز تک جا پہونچین"۔

سنہ ۷۱۱ء مین عربی سردار فوج نے لشکر اسلام کو ابناے جبل الطارق کے پار لیجا کر زیریز کے میدانون مین راڈرک (روذرق) کو شکست فاش دی اِس فتح کا بیان ایک فرانسیسی[۶] مورخ اس طرح کرتا ہے کہ "یہہ فتح نہایت سرعت کے ساتھ اتمام کو پہونچی۔ تمام بڑے بڑے شہرون نے فوج فاتح کے لئے دروازے کھول دیے اور قرطبہ ۔ مالقہ ۔ غرناطہ اور طلیطلہ سے شہر گویا بلا مزاحمت فتح ہوگئے۔ طلیطلہ مین جو عیسائیون کا پایہ تخت تھا عربون کو سلاطین گاتھ کے پچیس تاج ملے یہین اُنھون نے راڈرک کی بیوہ کو اسیر کیا جسکے ساتھ بالآخر موسیٰ کے بیٹے نے نکاح کیا"۔ اِسکے چند سال بعد عبدالرحمن اول نے جو عرب اندلس کا بہت بڑا خلیفہ گذرا ہے فرانس پر حملہ کیا۔ کچھ عرصہ تک "تو یہہ معلوم ہوا کہ عبدالرحمن کی فتحمندانہ ترقی کے سامنے کوئی چیز حایل نہین ہو سکتی۔ یورپ اِس حملہ سے چکر کھا گیا اُس نے کوشش کی کہ اِس ایشیائی فوج کو جو بادلون کی مانند اُمڈی چلی آتی ہے بورڈو اور طولوس مین بڑھکر روکا جاے۔ مگر یہہ ایک بے سود کوشش تھی غنیمت یا مسلمون

۵ مسٹر ٹی ڈبلو ارنلڈ

۶ موسو لیبان

نے ہر چیز کو جو اُنکے سامنے آئی اُکھاڑ کر پھینک دیا" لاہرین پہونچکر اس فوج کو چارلس مارٹل کی فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور یورپ کی بدنصیبی سے اِن علم و مذاہب کی تعلیم کرنے والون کو ۷۳۲ء مین میدان طارس مین شکست نصیب ہوئی"۔ اب ان فتوحات[۵۱] سے فارغ ہونے کے بعد ہی عربون نے ترقی شروع کردی۔ ایک صدی کے اندر غیر مزروعہ زمینین کاشت ہونے لگین۔ بڑی بڑی عمارتین بن گئین اور دوسری اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم ہوگئے۔ اسکے بعد ہی عربون نے علوم اور ادب کی طرف بھی توجہ کی اور یونانی اور لاطینی کتابون کے ترجمے کرائے اور دار العلوم قایم کئے جو مدت تک یورپ مین علم کی روشنی پھیلاتے رہے"۔ جو اثر اِس ایشیائی قوم کا یوروپین تمدن اور معاشرت پر ہوا اُسکے متعلق ایک نہایت منصف مزاج عیسائی کہتا ہے کہ عربون کے معاشرت اور اُنکی تقلید نے ہمارے زمانہ متوسط کے امرا کی زبون عادتون کو درست کردیا اور یہہ سردار بلا اسکے کہ اُنکی بہادری مین کچھ فرق آتا ایسے اخلاق سیکھ گئے جو انسان مین اعلی درجہ کی وقعت اور قدر رکھتے ہین یہہ امر نہایت مشکوک ہے کہ صرف عیسائی مذہب وہ کتنا ہی نیک کیون نہو اُن مین ایسے اخلاق پیدا کرسکتا تھا" یہہ قوم یورپ کے اِس مغربی حصہ پر ۷۱۱ء سے ۱۴۹۲ء تک مسلط رہی اور جو فوائد اُسکے وجود باجود سے یورپ کو پہونچے اُس سے کوئی انکار نہین کرسکتا اور نہ اُسکے احسان سے یورپ کبھی سبکدوش ہوسکتا ہے۔ پندرھوین صدی جسمین یورپ کی شمع علم گل ہوئی اندلس کے لئے ایک نہایت منحوس صدی تھی فرڈیننڈ نے جو بنی نوع انسان کا دشمن اور علم و فضل کی بنیاد کا منہدم کرنے والا تھا اپنے مشیر کارڈنل زیمی نیز کے مشورے سے تمام مسلمانون کو اندلس سے کلیتاً خارج کرنے کی کوشش کی اُسکے اِس ظالمانہ اور ناعاقبت اندیش فعل کا اثر جو تمام یورپ پر اور خاصکر اندلس پر ہوا اُسکا ذکر موسیو لیبان جنکا ہمنے اِس مضمون مین اکثر حوالہ دیا ہے اپنی کتاب تمدن عرب مین اس طرح درد کے ساتھ کرتے ہین:۔ "افسوس ہے کہ یہہ

---

۵۱ دیکھو موسیو لیبان کی کتاب تمدن عرب۔

۵۲ دیکھو بارتھ لیمی سینٹ ہلر کی کتاب متعلق قرآن۔

تیس لاکھ رعیت جسے اندلس کی حکومت نے نکال باہر کیا ملک کی دماغی اور صنعتی ترقی کی جان تھی۔ اس مذہبی عدالت نے ایک طرف تو انھین نکالا اور دوسری طرف نکل اُن عیسائیون کا بھی خاتمہ کیا جنھون نے ترقی کی راہ مین ذرا بھی سر اُٹھایا تھا جس وقت یہہ دو طرفہ خونریزی ختم ہوئی تو اُسکے نتایج نمودار ہوے یہہ نتایج نہایت صریح اور بین تھے وہ اندلس جسنے ایک زمانہ تک اسقدر عروج پایا تھا دفعتہً ادنی سے ادنی درجۂ تنزل پر آ گیا۔ زراعت۔ حرفت۔ تجارت۔ علوم و ادب و مردم شماری سب یک لخت گھٹ گیئین۔ اُسوقت سے کئی صدیان گذر چکی ہین لیکن باوجود کوششون کے اندلس نے ابتک سر نہین اُٹھایا۔"

فتح غرناطہ اور عربون کے اخراج کو ابھی کچھ مدت نہین گذری تھی کہ میدان ہاے وسط ایشیا سے ایک اور قوم اُٹھی۔ یہہ سلجوقی ترک تھے جنکی بلند ہمتون اور ملک گیری کے جوش نے بحر قلزم کو اپنے سامنے کچھ نہ سمجھا۔" اُسوقت کوئی قیصر ولیم ہوتا تو بیشک اُسکا یہہ کہنا بجا ہوتا کہ یورپ کی قومو۔ اُٹھو۔ جاگو۔ اور اپنے مقدس مقامات کو بچاؤ" ترکون کے اس حملہ کا نتیجہ یہہ ہوا کہ عیسائیون کے مقدس مقامات مسلمانون کے قبضے مین آ گئے۔ ان مقدس مقامات کے واپس لینے کے لئے یورپنے بڑے بڑے جتن کئے۔ ایک پادری پیٹر دی ہرمٹ کھڑا ہوا جس نے کہا کہ عیسائیو اِن کافرون سے اپنے مقدس مقامات کو بچاؤ مگر اِس سے کیا ہوتا تھا پہلی سال سے لیکر جبکہ پہلی جنگ صلیبی کا اعلان کیا گیا تھا اُس وقت تک جبکہ صلیب کا اخیر لڑنے والا گھر واپس آ کر اپنے خاندان کے قبرستان مین دفن ہوا۔ چار صدیان منقضی ہوئین جن مین یورپ اور ایشیا مین متواتر لڑائی رہی مگر سواے ناکامیابی کے یورپ کو کچھ ہاتھ نہ آیا اور اُس کے مقدس مقامات بدستور اُنھین "کافرون" کے ہاتھ مین رہے جنکے خلاف پیٹر دی ہرمٹ نے مذہبی جنگ کی ترغیب دی تھی۔ گیارھوین صدی

لہ دیکھو مسٹر ہسٹڈ کا مضمون "ایشیا انیرائے کا کنڑ" مطبوعہ ریویو آف ریویوز بابتہ جولاے ۱۹۰۶ء۔

سلہ دیکھو تمدن عرب مصنفہ موسیو لیبان۔

عیسوی کے اخیر مین یعنی اُس زمانے مین جبکہ جنگ صلیبی شروع ہوئی عربون کی ملکی قوت مشرق مین کم ہو چلی تھی لیکن دنیا مین اُنکے نام کی عظمت وشان علی حالہ قایم تھی - اُس وقت تک یہ افریقہ اور اندلس پر قابض تھے اور تھوڑے ہی دن پہلے بحر قلزم اور فرانس کے ایک حصہ اور نیز جزیرہ صقلیہ کے مالک تھے اور اُنھون نے روم کے پوپ تک کو خراج دینے پر مجبور کیا تھا سلطنت روما کے زیادہ سے زیادہ عروج کے زمانے مین بھی کسی قیصر کے نام سے یورپ مین اس قدر ہیبت نہین پھیلی تھی جتنی کہ ضمیر اسلام کے نام سے۔ ایسی قوت بڑھتے گئے پانچ صدیون تک یورپ تھراتا رہا خود ان کے ملک وطن پر حملہ کرنا ایک نہایت مشکل مہم تھی" ایشیا مین جاکر عکہ و بیت المقدس کی دیوارون کے نیچے عیسائیون نے سنہ ۱۲۹۱ء کو جو مسلمانون کے مقابلے مین یورپین مجاہدون کو ذلت برداشت کرنی پڑی "اسکا حال کس درد دکھ کے ساتھ انگریزون کا ایک مشہور مورخ بیان کرتا ہے تینتیس ۳۳ دن کے محاصرے کے بعد شہر کی دوسری دیوار توڑ کر مسلمان اندر گھس گئے - قلعہ کے سب سے بڑے برج کو اُن کے آلات حرب نے منہدم اور مسمار کر دیا - اسکے بعد مملوکون نے عام دھاوا کیا اور شہر بہ زبر فتح کر لیا گیا - ان ساٹھ ہزار عیسائیون کی تقدیر جو اُس مین آباد تھے اب موت یا غلامی کی منتظر تھی. ٹمپلرون کی خانقاہ یا ایوان کو جو انکے قلعہ نے تین دن اور مقابلہ کیا لیکن انکا افسر اعلیٰ ایک تیر کی نذر ہوا اور پانچ ہزار نائٹ مین سے صرف دس زندہ بچے - اُن کی قسمت مین اگر یہ تھا کہ جس طرح اُن کے گروہ کا ظالمانہ اور بے رحمانہ طریقہ سے استیصال کیا گیا ہے اُنھین بھی اُسی طرح دار پر کھینچا جانا ہی رستہ دکھایا جائے تو درحقیقت انکی تقدیر اُن بہادرون کے مقابلے مین جو نذر شمشیر ہوئے بہت خراب تھی یادشاہ یروشلم وہان کے پیٹریارک اور اسپتال کے افسر اعلیٰ نے بھاگ کر سمندر کے کنارے کا رخ کیا - لیکن یہان پانی مین تلاطم تھا اور جہاز اتنے کافی نہ تھے کہ تمام مفرورین کو لے جا سکتے تاہم جس طرح ممکن ہوا روانہ ہوئے مگر قبل اسکے کہ جزیرہ سائپرس

له دیکھو سلطنت روما کی تنزل و انحطاط کی تاریخ مصنفہ ایڈورڈ گبن

پہونچیں جہان شاید سگنان کو فلسطین کھونے کے عوض مین کچھ آرام نصیب ہو سکے ان مفرورین کی ایک بڑی جماعت غرقاب ہو گئی۔ سلطان (خلیل) کے حکم سے لاطینی شہرون کے تمام گرجے اور قلعجات مسمار کر دیے گئے مگر تابوت مقدس کی زیارت کے واسطے ان زایرین کے لیے جنھین درحقیقت زیارت کا شوق ہو اور جو بے ہتھیار آنا پسند کرین دروازہ برابر کھلا رہا جسے خواہ لالچ کی طرف منسوب کرو خواہ خوف انجام کی طرف۔ اسکے بعد اس تمام کنارے پر جہان اس نزاع عالم کے ہتیارون کی آواز اتنی مدت تک گونجا کی تھی ایک سنسان ہو کا عالم طاری تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس خاموشی مین در و دیوار سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔" قریب قریب اس تمام مدت مین جبکہ ان صلیبی لڑائیون کی صورت مین یورپ کے ایشیائی حملہ آورون کا مقابلہ کرنا پڑا قسطنطنیہ اسکا صدر مقام اور مرکز افواج تھا۔ مگر اب ترکی فتوحات کی موجین اس طرف بھی بڑھنی شروع ہوئین اور سینٹ صوفیا کے بڑے گرجے پر صلیب کے بجاے ہلال قایم ہونے کو ابھی سو برس باقی تھے کہ تمام جزیرہ نماے بالکن ترکون کی جولانگاہ بن گیا۔ یوروپینون کی ان کوششون نے کہ ایشیائی شام سے آگے قدم نہ بڑھانے پائین اور شہر قسطنطنیہ ان کے حملون سے بچا رہے اپنے تئین محض بے سود ثابت کیا اور اسی صدی مین جبکہ عرب اندلس سے خارج کیے گئے ایشیا نے دوسری طرف اپنے نقصان کا ایسا بدلا لیا کہ آج تک سلطنت روما کے مشرقی حصہ کی دار السلطنت پر اسی کا پھریرا لہرا رہا ہے۔" ایشیا نے بیزنٹیم (قسطنطنیہ) کو ۱۴۵۳ء مین اپنا دار السلطنت بنایا اور آج تک وہ ایشیا ہی کے ہاتھ مین موجود ہے۔"

یہہ سب باتین جو اوپر بیان ہوئین ایسی ہین جو کم و بیش ہر یوروپین کو معلوم ہونگی لیکن جو بات شاید اس قدر معلوم نہو وہ یہہ ہے کہ ایشیا کے حملے یورپ کی صرف بائین جانب اور جانب وسط ہی محدود نہین رہے بلکہ داہنی جانب اس سے بھی زیادہ کامیابی کے ساتھ کیے گئے تھے۔ ان دونون براعظمون کی جنگ کو جو صدیون تک قایم رہی عیسائی مورخ تین حصون مین تقسیم کرتے ہین۔ اس لڑائی کا پہلا حصہ اس زمانے مین شروع ہوتا ہے جبکہ عربون نے اندلس کی سرزمین پر ۷۱۱ء مین قدم رکھا اور طارق اپنی فوج سمیت بحر قلزم کو پار کر کے کالپ کے میدان مین خیمہ زن ہوا۔ اس حصہ کو وہ اس مقام پر

ختم کرتے ہین جبکہ سنہ ۱۴۹۲ء مین عیسائیون نے غرناطہ پر دوبارہ قبضہ کیا - یہہ حملہ یورپ کے بائین جانب کیا گیا تھا اور طارس اسکا منتہاے کمال تھا جبکہ سنہ ۱۵۳۲ء مین ان فتح کے نشے مین چور ایشیا والون کو آنکھ کھول کر دیکھنا پڑا کہ اب آگے قدم بڑھانا آسان نہین ہے - دوسرا حصہ اس جنگ عظمی کا اس وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ ترکان سلجوق نے عیسائیون کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کیا اور یوروپینون کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے سنہ ۱۴۵۳ء مین قسطنطنیہ کو جا گھیرا - اس حملے کی موجین شہر وائنا تک بڑھتی چلی گئین جسکی دیوارون سے سنہ ۱۶۸۳ء مین ٹکرا کر انھین آخر کار واپس ہونا پڑا - اس حملے کے آثار آیک ہر شخص کے سامنے موجود ہین اور قسطنطنیہ اور مقدونیہ پر ابھی تک ایشیائی پرچم ہوا مین اوڑ رہا ہے - اب تیسرا وہ حملہ شروع ہوتا ہے جو یورپ کی دائین جانب کیا گیا تھا یہہ نہین معلوم کہ کب اسکی ابتدا ہوئی مگر زمانہ تاریخ نویسی سے پہلے جو روایات متداول ہین وہ یہہ پتہ بتاتی ہین کہ ملک روس پر ایشیا کے اکثر حملے ہوا کئے ہین حملہ آور سمندر کی موجون کی طرح بڑھتے چلے آئے اور پھر لوٹ مار کر واپس ہوے - پانچوین صدی کے حملہ آورون کے نامون کا نشان بیشک ملتا ہے اور[^1] اویور - بلگر - خزر - پیشنیگ اور پیلاوٹسی ایشیائی قومون کے نام تاریخ کے صفحون پر نظر آتے ہین - شمالی ایشیا کے رہنے والون کے لئے یہہ ایک تماشا تھا کہ اپنی تیز ہلکی ہلکی کشتیون پر سمندر کے تھوڑے سے حصہ کو عبور کر کے ملک روس کے قریب جوار کے عصر مین داخل ہوتے اور بیچارے مصیبت زدہ اور مفلوک پردیسیون کو لوٹتے مارتے اور پھر اپنے ملک کو واپس چلے جاتے - مگر یہہ سب ایسے چھوٹے چھوٹے حملے تھے کہ زیادہ لحاظ ان پر نہین کیا جا سکتا سب سے بڑا اور پہلا صدمہ جو روس کو برداشت کرنا پڑا وہ آن وسط ایشیا کے باشندون کے ہاتھون تھا جنکی تلوار کی پناہ نہ تھی - سنہ ۱۲۲۴ء سے لیکر سنہ ۱۵۷۲ء تک مغل لگاتار حملے پر حملے کئے چلے گئے حتی کہ سنہ ۱۵۷۱ء مین روسیون کے دارالسلطنت ماسکو پر قبضہ کر کے آگ لگا دی اور کل شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اس ایشیائی قوم کا قبضہ روس پر دو صدیون تک ایسی ہی پختگی کے ساتھ رہا جیسا کہ ہندوستان پر انگریزون کا ہے - انکی فتوحات صرف ملک روس تک ہی محدود نہین رہین بلکہ انھون نے پولینڈ کو فتح کیا -

[^1]: دیکھو موسیو ریمباکی تاریخ روس

ہنگری کو اپنے پانون تلے روندا - اور سوریویا مین آلمز تک اپنا علم فتح پہونچایا - جس طرح سے کہ طارق مغرب مین اُسی طرح آلمز مشرق مین ان ایشیائی حملہ آورون کی ترقی کا منتہاے کمال بنا - ہان جب سے کہ سنہ ۱۶۸۳ء مین وائنا کی دیوارون سے ترک ہٹائے گئے ہین صرف دو صدیان ہونے آتی ہین کہ ایشیا نے کوئی حملہ نہین کیا - موجودہ زمانہ کی روس و جاپان کی لڑائی ایسی نہ تھی جو یہہ کہا جا سکے کہ ایشیا نے یورپ پر حملہ کیا تھا - اس مین روس ہی کی طرف سے زیادتیان ہوئی تھین اور ایشیا کے میدانون مین اکھاڑا جما تھا مگر جو فتوحات کہ جاپانیون کو حاصل ہوئین وہ بیشک یورپ و ایشیا کی باہمی جنگ مین موجودہ زمانے کے لحاظ سے مُہتمم بالشان کہی جا سکتی ہین اور ایشیا والے یہہ کہہ سکتے ہین کہ دو سو برس مغلوب ہونے کے بعد اب پھر ایشیا نے تبادیا کہ اُسے بے جان سمجھنا سراسر غلطی ہے اور مردانگی اور جرات کے لحاظ سے اُسے اب بھی یورپ پر تفوق حاصل ہے گو زمانہ اُسکا سازگار نہو -

روس مین مغل دو سو برس سے زیادہ رہے اُس ملک کے جنوبی حصے پر وہ براہ راست اُسی طرح حکومت کرتے تھے جیسے انگریز بمبئی اور بنگال پر کرتے ہین اور شمالی اور وسطی حصون پر اُن کا ایسا ہی قبضہ تھا جیسا کہ انگریزون کا ہندوستان کی دیسی ریاستون پر ہے - باطی[۱] نے ہنگری سے لوٹ کر سرائے مین جو دریاے والگا کے نشیبی حصہ پر استراخان کے موجودہ مقام کے قریب واقع تھا اپنا دار السلطنت بنایا - یہان سے وہ اُن تمام ممالک پر حکومت کرتا تھا جسکی سرحد جبل یورال و بحر کسپین سے لیکر دریاے ڈنیوب تک پھیلی چلی گئی تھی - ان ممالک پر سب سے پہلے چنگیز خان کی اولاد نے حکومت کا سکہ بٹھایا تھا اور گو کہ سنہ ۱۴۶۲ء مین یہہ ملک پھر خود مختار ہو گئے تھے تاہم ان تمام روسی ریاستون پر ان ایشیائی فاتحون کا اثر شاہنشاہی برابر جاگزین تھا - غرض کہ اس مقام پر بیٹھکر باطی اور اُسکے جانشینون نے روس پر حکومت کی تھی - مسٹر ڈبلو - ٹی - اسٹڈ[۲] لکھتے ہین

---

[۱] ایک ایشیائی فاتح روس کا نام ہے -

[۲] دیکھو موسیو ریپا کی تاریخ روس -

کہ " انکا طرز حکومت بعض صورتوں مین ہمارے طرز حکومت سے مغایر نہ تھا۔ اکثر ریاستون مین اُنھون نے اپنے قوانین دربارے رسوم اور اپنی قوم کے شاہزادے چھوڑے ہین۔ وہ تمام مذاہب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے اور تعصب بالکل نہین کرتے تھے خاصکر یونانی کلیسا پر اُنکی بہت عنایت تھی حتیٰ کہ اُسے ٹیکس تک سے اُنھون نے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ لیکن باوجود اسکے کہ اُنھون نے اپنی ماتحت ریاستون کو بہت کچھ آزادی اور خود مختاری دیدی تھی وہ اپنے اقتدارات شاہنشاہی ضرور قایم رکھنا چاہتے تھے اپنے باجگذار بادشاہون اور نوابون کو اس اقتدار شاہنشاہی کے ظاہر کرنے کے لیے وہ طرح طرح سے ذلیل کرتے تھے۔ جب کبھی خان کے پاس سے کوئی تاتاری سفیر کوئی مراسلہ شاہنشاہی لیکر آتا تو یہہ باجگذار بادشاہ اُسکے پاس پا پیادہ جاکر ملاقات کرتا۔ اپنے تئین اُس پیامبر کے سامنے زمین پر ڈالکر سجدے کرتا اور اُسکے واسطے قدم رکھنے کے لیے بیش بہا قالین اور غالیچے بچھاتا تھا اور جب تک خان کا فرمان پڑھا جاتا برابر جھکا رہتا تھا اور جب یہہ بادشاہ خود خان کی خدمت مین حاضر ہوتا تو سجدے بجالاتا۔ خان کی ساتی گری کرتا اور اُسکے گھوڑے کے ایال پر سے شراب کے قطرات کو جو قصداً چھڑک دیے جاتے تھے زبان سے چاٹتا تھا اس سے بڑھکر شاہنشاہی عظمت نہ کسی کی قایم ہوئی ہے اور نہ ہوگی "

اب یورپ کے اس عروج کے زمانے مین جو کل کی بات ہے کہ اُسے حاصل ہوا ہے اگر وہ اترے اور کہے کہ کسی مین سوائے ہمارے حکمرانی کا مادّہ نہین ہے۔ ہمارے مقابلے مین کبھی کسی کو فروغ نہین ہوسکتا تو لازم ہے کہ تاریخ کے صفحات کو اُلٹکر ذرا اطمینان قلب کے ساتھ معائنہ کرے اور دیکھے کہ یہہ اُسکی دولت کتنے دنون کی ہے اور اسکے پہلے کون قومین تھین جو صاحب عزت و جاہ تھین قطعہ

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند	کز ہستیش بروے زمین بر نشان نماند
آن پیر لاشہ راکہ سپردند زیر خاک	خاکش چنان بخورد کزو استخوان نماند

لے دیکھو ریویو آف ریویوز بابت جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

دنیا کا اصول یہہ رہا ہے کہ آج عزت ایک کی ہے تو کل دوسرے کی - مگر جو قوم کہ ایک زمانے مین بہت کچھ صاحب عز و جاہ رہ چکی ہو اُسکی ضرور عزت کرنی چاہیے - رسول عربی (صلعم) کا قول ہے کہ "اَکْرِمُوْا عَزِیْزَ قَوْمٍ ذَلَّ" جو قوم یا شخص کہ ایک زمانہ مین صاحب منزلت رہ چکا ہے اُسے دیکھکر عبرت پکڑنی چاہیے کیونکہ اللہ کی بہت سی عبرت انگیز نشانیون مین سے یہہ بھی ایک نشانی ہے - سمجھنے کی بات ہے کہ وہ لوگ جنکی وجاہت و عزت عالم کے اسٹیج پر ایسی رہ چکی ہو جیساکہ مذکورہ بالا چند سطور مین بیان کیا گیا ہے اُن کے ساتھ اگر ذلت کا برتاو کیا جاوے - وہ اگر امریکہ جائین تو وہان سے نکالے جائین - وینکوور جائین تو پولیس جہاز پر سے اُترنے بھی نہ دے بلکہ وہ اُسی طرح بند کرکے جانورون کے گلہ کی طرح واپس بھیجے جائین - اگر افریقہ یا اسٹریلیا جائین تو وہان بھی مردود سمجھے جائین غرضکہ دنیا مین جنھین کہین رہنے کی بھی اجازت نہ ملے تو ادن سے بڑھکر عبرت کی نشانی اور کیا ہو سکتی ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار

محمد معشوق حسین خان - بی - اے - از حیدر آباد - دکن

غزل حضرت خورشید سکندر آبادی مدظلہ العالی

ہے پیش تصور جو حسینون کا گذر آج
گھبرائی ہوئی پھرتی ہے آنکھون مین نظر آج

ہے کل تو بہت دور کسے کل کی خبر آج
کیجے جو ہو منظور مرے حق مین مگر آج

تیار ہے پہلے ہی سے سامان سفر آج
کل قصد ہے مقتل کا ہتھیلی پہ ہے سر آج

شرمندہ کیا آپ سے بنیاد نے دل نے
ہم خود ہین پشیمان کہ چلے آئے کدھر آج

برباد ہوا خانۂ دل اپنی وفا سے
ہم ایسے نہوتے نہ لٹا بیٹھتے گھر آج

اشکون مین کمی کیون ہے ہیئے دیدۂ گریان
پانی نہ چُراتا ہو مرا زخم جگر آج

ہے فخر زمانے کے لئے عیب کا جوہر
لے کون جو دین عیب کے بدلے مین ہنر آج

ہین اور عدو راہ عبث تکتے ہین اُسکی
وہ عہد شکن آئے اُدھر کل نہ اِدھر آج

برسون سے نہان آبلۂ دل مین تھی سوزش
کیا ہے جو غم یار بنا خار جگر آج

خورشید دعا ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہماری
وان باب اجابت سے گریزان ہے اثر آج

شراب خواری

شعر

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن	اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

دنیا مین دیکھتے ہین کہ ایک ہی چیز کے ہزارون درخت ہین اور ہر درخت مین لاکھون پتے ہین مگر نہ دو درخت ایک سے ہین - نہ دو پتے - اسی رنگا رنگ اختلاف کا نام دنیا ہے اسی طرح دنیا مین ہزارون بُرائیان ہین مگر وہ اُن مین سے یکسان برابر نہین ہین بعض حکیم ان سب کو یکسان جانتے ہین - جو شخص نیکی کی راہ مستقیم سے سو قدم بے راہ ہو یا دس قدم دونون کو گمراہ جانتے ہین - اور اس گمراہی مین اُس کے واسطے خیر نہین جانتے - اُن کے نزدیک خواہ کوئی شخص مذہب سے بے ادبی کرے - یا کوئی چیز چرا لے دونون یکسان ہین - مگر یہہ اُنکی ہٹ دھرمی ہے - بھلا او یہ کی صورت مین بُرائیون کے سبب سے کب آدمی یکسان برابر ہو سکتے ہین - غرض حکما کی راے مین مثل اور مسایل کے اس مین بھی اختلاف چلا آتا ہے کہ بُرائیان سب برابر ہین یا نہین - گناہون کے درجون اور اندازون کو خلط ملط کرنا اندیشے سے خالی نہین - اگر سب گناہ برابر ہو جائین تو قاتل خونخوار - دغا باز - مکار - ظالم - جابر اپنے تئین بڑے فایدے مین سمجھنے لگین - اور اپنی کانشنس کی خوب خوشامد کرین - اور یہہ جانین کہ ہم بھی ایسے ہی ہین - جیسے کہ کاہل سُست نفس پرست - ریاضت وعبادت مین سُست لوگ ہین - کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر شخص غیرون کے گناہون کو کبیرہ اور اپنے گناہون کو صغیرہ جانتا ہے ابتدا سے اُن گناہون کے باب مین معلم ہمین درست تعلیم ہی نہین دیتے -

سقراط نے لکھا ہے کہ حکمت کا کام ہے کہ وہ نیک و بد مین تمیز کرنے کا ملکہ پیدا کر دے - ہم مین سے جو زیادہ اچھا ہے وہ بھی بد ہے - اس لئے ایسے علم کی بھی ضرورت ہے کہ جو ایک بُرائی کی دوسری بُرائی سے تمیز کرنے کی استعداد پیدا کر دے - جب تک یہہ علم نہ سیکھا جاے تب تک نیک و بد ایسے خلط ملط معلوم ہونگے کہ وہ پہچانے نہین جائین گے - غرض اس تمہید سے یہہ ہے کہ شراب پینا بُرائی بھی

نہین ہے۔ بلکہ سب برائیون مین بدتر ہے اور اس سے بڑھکر کوئی برائی نہین ہی اس لئے اسکو ام الخبائث کہتے ہین۔ اور برائیون کے کرنےمین بڑا حصہ روحانی ہوتا ہے۔ مگر اس مین صرف جسمانی حصہ ہی یعنی اور برائیون مین علم محنت۔ دلیری۔ جرأت ہمت ہوشیاری تیزی چستی۔ چالاکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ شراب پینے مین کسی کی ضرورت نہین۔ اُس کے واسطے کسی عقل کی ضرورت نہین۔ اور برائیان عقل و فہم کو تحلیل کرتی ہین مگر شراب پینا دل کو بالکل زائل و رفنا کرتا ہے اور جسم کو نکما بناتا ہے۔ جب نشے کا اثر اپنی پوری طاقت سے مین دکھاتا ہے تو تمام اعضا مین گرانی آجاتی ہے۔ وہ ڈھیر ہوجاتے ہین ٹانگین لڑکھڑاتی ہین۔ زبان بہکتی ہی۔ دل مین ہول اُٹھتے ہین۔ آنکھین اُبل آتی ہین۔ ہچکیان آتی ہین جھگڑے کھڑے ہوتے ہین۔ سب سے بدتر حالت انسان کی یہ ہی کہ اُس کو اپنے آپ کی خبر نہ ہے اور وہ اپنے تئین سنبھال نہ سکے جیسے تیلی کی تہ مین جس چیز کو ڈال کر جوش دو اُسکا اُبال اُسکے اوپر اُٹھتا ہے۔ اسی طرح شراب کے نشے مین جو راز کہ دل کے اندر مخفی ہوتے ہین وہ زبان پر آتے ہین بعض کے دل کا حال دریافت کرنا چاہو۔ اُس کو شراب پلا کے دریافت کرو۔ سلاطین اور امرا و زرا کی بہت سی مثالین ایسی تاریخ مین لکھی ہین کہ انھون نے خود شراب پی کر اپنے اسرار کو برملا کہدیا جس سے اُن کے سر پر آفتین آگئین یا اورون کو پلا کر انکی باتین معلوم کرین۔ متقدمین حکما مے نوشی کی زیادہ تر مذمت نہین کرتے بلکہ بعض تو شراب پینے کو اچھا بتاتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ وہ آدمی کو تازہ و توانا کرتی ہے۔ مُردہ دل کو بھی زندہ بنا دیتی ہے۔ اُس کے پینے سے بعض آدمی نیک خیال ہوجاتے ہین۔ اُن کے ذہن اور عقل روشن ہوجاتے ہین۔

کیخسرو نے اپنے بھائی پر یہہ فخر کیا تھا کہ مین تجھ سے زیادہ شراب پیتا ہون۔

بعض اطبا اور اقوام شائستہ کا قول ہے کہ معدہ کے قوا جو ضعیف اور مضمحل ہو جاتے ہین اُن کے از سر نو قوی کرنے کے لئے ایک مہینے مین ایک دفعہ شراب کا کثرت سے پینا اچھا ہے۔ یہہ ایک تازیانہ اُن کی سستی اور کاہلی کے لئے ہوجاتا ہے۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ مجالس مشورہ مین ایرانی شراب پی کر بیٹھتے تھے۔ جس سے اُن کی عقل اور ذہن مین تیزی پیدا ہوجاتی تھی۔ یون تو کوئی برائی دنیا مین نہین ہے کہ جس کے طرفدار

بعض آدمی نہون - مگر سچ یہہ ہے کہ شراب خواری سے زیادہ کوئی برائی انسان کے حق مین مضر نہین ہے - اور اِس سے زیادہ کوئی احمقانہ اور ناشایستہ حرکت نہین ہے گو وہ اور برائیون کی طرح غیرون کے لیئے ایذادہ اور ضرر رسان نہین ہے اور پبلک سوسائٹی مین خلل نہین ڈالتی - خاص اپنی ذات کے لیئے بری ہوتی ہے -

افلاطون اٹھارہ برس کی عمر تک شراب پینے کو منع کرتا ہے اور چالیس برس کی عمر تک اجازت دیتا ہے - اور آگے مین گاہے گاہے کسی شادی اور تیوہار کی تقریب مین شراب پینے کو منع نہین کرتا ہے -

ایک حکیم شراب کی یہہ تعریف کرتا ہے کہ وہ جوان کو حسین اور پیر کو جوان بناتی ہے - انسان کے تمام شہوات نفسانی کو ایسا نرم کردیتی ہے - جیسا کہ آگ لوہے کو - جن مجالس و محافل کا انتظام ایسا ہو کہ کوئی شخص بیہودہ حرکت نہ کرنے پاے - تو اُن مین شراب کا دور چلنا بہت ہی نافع اور مفید ہے - شراب سے ہر شخص کی طبیعت اور مزاج کا حال معلوم ہوتا ہے - وہ گویا معیار مردہے کسوٹی کھرے کھوٹے کو نمونا بنا دیتی ہے - اُس سے روح مین اعتدال پیدا ہوتا ہے جسم بیماریون سے بچتا ہے وہ لڑائی کی تو جان ہے - مگر مجسٹریٹ و جج اور اُن لوگون کو جو حقوق رعایا کا انفصال کرتے ہین - یا اور پیشے کرتے ہین - دن کو شراب پینی نہین چاہیئے - اور اُس رات کو بھی جس مین وہ حمل رکھوانے کا قصد کرتے ہون "

یہہ ایک سوال بھی بڑے لطف کا ہے - قدیم زمانے سے چلا آتا ہے کہ شراب مین یہہ طاقت بھی ہے یا نہین کہ اُس کا نشہ عقلمند حکیم کی روح کو مغلوب کردے - انسان بھی کیا کیا اپنی شیخی کے لیئے اپنی نسبت نیک رائین لگاتا ہے - دانش و حکمت کیا انسان کی فطرت کو بدل دیگی جو اُس پر شراب کا اثر نہ ہوگا؟ جاہل ہو یا عاقل حکیم ہو یا احمق فالج کے اثر سے دونون ایک طرح بچ سکتے ہین - اسی طرح شراب کے اثر سے دونو ایک ہی طرح بچ سکتے ہین اور ایک ہی طرح مبتلا ہو سکتے ہین -

بعض آدمی بیماری کی شدت مین اپنا نام بھول جاتے ہین بعض کی رائے اور عقل بالکل درہم برہم

ہو جاتی ہے۔ غرض حکمت ودانش سے انسان آرام اور افزایش جسمانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ شراب کے نشے کا جو اثر ہے وہ سب پر ہوگا۔ خواہ عاقل حکیم ہو یا جاہل گنوار جیسے کہ زمین کے مختلف خواص کے سبب سے ایک ہی درخت کے بیج طرح طرح سے پھولتے پھلتے ہیں۔ اور مختلف مزے رکھتے ہیں۔ اسی طرح شراب کا حال ہے کہ انسانون کی طبایع مختلف پر اپنا اثر طرح طرح سے ظاہر کرتی ہے۔ کوئی شراب پی کر دیوانہ۔ وحشی۔ جانور درندہ ہو جاتا ہے کوئی نہایت نیک بن جاتا ہے۔ کسی کو انتقام کا جوش اس سے اُٹھتا ہے۔ کسی مین محبت و عشق کی آگ سلگتی ہے۔ غرض وہ بہت سے رنگ اپنے دکھاتی ہے جسکو تم روزمرہ اپنی آنکھون سے دیکھتے ہو۔ یا کانون سے سنتے ہو۔ ہندوستانی جو دایم الخمر رہتے ہین اُن مین بہت کم ایسے ہین جو پینتالیس ۴۵ برس سے زیادہ جیتے ہین۔ اس ملک کے نوجوان رئیس زادے زیادہ تر اسی شراب کی بدولت اپنے جام عمر کو لبریز کر کے جرعۂ موت پیتے ہین۔ خدا اس سے بچائے یہ بُری بلا ہے جب منھ کو لگ جاتی ہے تو چھوٹتی ہی نہین۔

عرب کے ایک شاعر کا قول ہے شعر

اترك الخمر ولو كنت فتى	كيف يسعى فى جنون من عقل
شراب پینا چھوڑ دے۔ اگر تو جوان مرد ہے	کوئی عقلمند آدمی اس بات کی کوشش نہین کرتا کہ مین مجنون ہو جاؤن

اہل فارس کا قول ہے کہ "در ہوش چہ خطا دیدی کہ بیہوش شدی"

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ
فیلو الہ آباد یونیورسٹی سابق پروفیسر ورنیکولر سائنس
اینڈ لٹریچر میور سنٹرل کالج الہ آباد

غزل عطیہ جناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی جانشین جناب فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم

تمکین میں داغ ضبط میں دھبہ لگا لیا
جی جانتا ہے تیرا اجارا دیا لیا
اے بیوفا ستا کے مجھے تو نے کیا لیا
عاشق کے دل کا رنگ تلوّن اڑا لیا
تم نے تو شاد ہی نہیں دل بے مدعا لیا
اپنا شب وصال کو ہم نے بڑھا لیا
فقرے فریب دے کے دل مبتلا لیا
اپنے وفا شعار کو خوب آزما لیا
دیکھا نا اینڈ رہ گئی سب سعی داد خواہ
ہم نے شب فراق کے صدمے نہیں سہے
سونے نہ دینگے آپ کو آہ و فغان دل
بیجا شکایتوں سے یہ معلوم ہو گیا
ظالم نے پہلے شکوے سے عذر ستم لیا
آتا کسے دماغ کر تے بھیر بن حساب

آنسو جو دل سے آنکھ تک آیا تو کیا لیا
دل دیکے تجھکو داغ دل مبتلا لیا
نام اپنا کچھ بگاڑ لیا یا بنا لیا
اچھی کھڑت ہے نام بھی شوخی بنا لیا
لیکن تمھارے چاہنے والے نے کیا لیا
رخصت وہ ہو گئے تو قیامت نے آ لیا
مجکو غریب جان کے تم نے دبا لیا
دشمن کو کس کے دیکھ لیا مجکو تا لیا
وہ بے حجاب عرصۂ محشر میں آ لیا
لگے ہملے آ گیا اپنا دیا لیا
دل بھی لیا تو آپ نے [illegible] لیا
روٹھے ہوے کو آپ نے اپنے منا لیا
پہلو گلے کا ہاتھ لگا تھا بچا لیا
کیا جانے سے گردش نے لٹا دیا لیا

دل میں ہے درد داغ کلیجے میں لب پر آہ
سائل کو جو نصیب ہے ملتا گیا لیا

جولیس قیصر

نمبر ۲

اُس نے اپنا عہد پورا کیا - اڑتیس روز کے بعد اُس کا فدیہ آگیا اور وہ آزاد کر دیا گیا۔ قید سے خلصی پاتے ہی وہ ملیٹس پہونچا اور ایک جہاز کرایہ پر لے کر سپاہی اور ملاح نوکر رکھے اور خود اُن کا سردار بن کر اپنے قید کرنے والون پر حملہ آور ہوا - ایک سخت اور دلیرانہ کارزار کے بعد اُس کو فتح نصیب ہوئی اور تمام قزاق اسیر ہوے - جولیس نے اُنھین لاکر پرگیمس کے زندان مین رکھا اور ایشیاے کوچک کے حاکم صوبہ جونیس سائنیلس کے پاس خود جاکر اپنے قیدیون کا تمام قصہ دہرایا - اُس کو اِس بات کی اجازت دی گئی کہ اُن کو غلام بنا کر بیچ ڈالے مگر اُس نے سوچا کہ اِن کو زندہ چھوڑنا مصلحت نہین ہے ممکن ہے کہ وہ آزادی حاصل کرکے پھر اپنا قزاقی کا پیشہ شروع کر دین اور یہ بھی اُس کو کچھ اچھا نہ معلوم ہوا کہ روپیہ پیدا کرنے کا ایک ایسا ذلیل طریقہ اختیار کیا جاے - اِس خیال سے اُس نے طے کر لیا کہ اُن سب کو سولی دیدی جاے اور اِسی فیصلے پر وہ کاربند ہوا گو اِس قدر عنایت اُن کے حال پر ضرور کی گئی سولی پر چڑھاے جانے سے پیشتر وہ گلا دبا کر مار ڈالے گئے تاکہ اُس شدید تکلیف کے بغیر جو سولی پر چڑھانے سے اُن کو ہوتی دوسری غرض یعنی تشہیر کی جو سولی سے مقصود ہوتی ہے حاصل ہو جاے -

اِس کے بعد وہ جزایر روڈس کو گیا اور وہان نہایت تندہی سے تحصیل علوم مین مصروف رہا - نکومیڈیس کے انتقال کے بعد جب جولیس کا ماموں آریلیس کاٹا صوبہ بتھینیا کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تب جولیس اُس کے پاس چلا گیا اور کچھ عرصے تک اپنے ماموں کی نگرانی مین اِس جدید مقبوضہ صوبے کا کام انجام دیتا رہا - کاٹا علاوہ حاکم صوبہ بتھینیا ہونے کے شہر روما کا پانٹی فکس مکسیمس (سردار علماے مذہبی) بھی تھا - وہ بتھینیا مین تھوڑے ہی عرصے تک حکومت

کرنے پایا تھا کہ دفعتًا رحلت کر گیا اور جولیس قیصر عہدہ سردار علمائے مذہبی پر اُسکا جانشین نامزد کیا گیا - یہہ نامزدگی جولیس قیصر کی زندگی کے واقعات مین کچھ کم حیرت انگیز بات نہ تھی - ایسے زبردست مذہبی عہدے کا ایک ایسے نوجوان کو دیا جانا جس کا کوئی نمایان ذاتی اثر شہر روما مین نہ تھا جو خود اُس وقت آوارہ دشت غربت تھا اور جس سے اُس وقت تک کوئی قابل توجہ ملکی و قومی خدمت بن نہ آئی تھی تعجبات سے تھا - بجز اسکے اور کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی کہ اس پیشین نرسنگھ کے زوال کے زمانے مین اس عہدے کے لئے جس پر مقرر ہونا بغیر اوصاف خاندانی شرافت (یعنی پیٹریشین نسل سے ہونا) اور نجیب الطرفینی کے ناممکن تھا کوئی لایق آدمی دستیاب نہوا ہوگا - دیوتاؤن کی پرستش کرانا باعتبار عہدہ اُن لوگون کا منصبی فرض تھا جن پر جولیس قیصر افسری کی حیثیت سے مامور ہوا تھا مگر جولیس قیصر ان دیوتاؤن پر قطعی اعتقاد نہ رکھتا تھا نہ اسکو بجز ایک مذہبی عہدیدار ہونے کے مذہبی دنیا مین کوئی پوزیشن حاصل تھی تاہم اسکا اس عہدے پر مقرر ہونا اُن زبردست واقعات کا پیش خیمہ تھا جو اُس کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہین - اب اُسے شہر روما کو واپس آنا پڑا اور چونکہ اُسے معلوم تھا کہ بقیۃ السیف غارتگران سیلیسیا ممکن ہے کہ اپنے مقتول ہمراہیون کے خون کا بدلا لینے کی کوشش کرین اس لئے اُس نے یہہ احتیاط کی بحیرۂ ایڈریاٹک سے گذرتے وقت صرف ایک چھوٹی سی کشتی لی جس مین اُس کے صرف دو دوست اور دس غلام تھے اس طریقے سے عبور کرنے کا یہہ مطلب تھا کہ بحری غارتگر اُسے معمولی مسافر سمجھکر ادھر کا رُخ نکرین تاہم اثنائے عبور مین انتشار قلبی ضرور رہا اور ایک موقعہ پر جبکہ دور سے ایک مستول سا نظر آیا تو اُس نے فورًا تلوار میان سے کھینچ لی اور مرنے مارنے پر مستعد ہو گیا لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہو گیا کہ دھوکا ہی دھوکا ہوا تھا - ایسے نازک اور خطرناک موقعون پر اُس کا بال بیکا نہ ہونے سے اُس کے بعض دوست یہہ اعتقاد کرنے لگے کہ اُسکا جسم طلسم بند ہے اور اُس پر حملہ کرنے مین کوئی کامیاب نہین ہو سکتا -

جب جولیس سنہ ۷۴ قبل مسیح مین شہر روما کو واپس ہوا اُس وقت اُس کی عمر پچیس برس کی تھی - جتنا جوش و استقلال اپنی آیندہ نام آوری اور ترقی کے لئے جمہوری سلطنت کے اندر

کسی لایق آدمی کو ہو سکتا ہے اُس سے نوجوان جولیس محروم نہ تھا اُسکی ہمت مردانہ اُسکو برابر آگے بڑھنے کی ترغیب دیتی تھی اور اُس کے لئے نام آوری اور شہرت کا حاصل کرنا ایسا کام بھی نہ تھا جو محالات مین سے تھا کیونکہ اُسکو نسبی وجاہت فرقہ پیٹریشنی کے اعلیٰ خاندان کا متوسل ہونے کی حیثیت سے حاصل ہی تھی اُسپر طرّہ یہہ کہ اِس سے پیشتر کہ وہ امور مملکت مین مداخلت شروع کرے وہ زیردستان مملکت کے حقوق کی طرفداری دپاسداری کی شہرت حاصل کر چکا تھا اور یہہ ایک ایسی بات ہے جو جمہوری سلطنتون مین اکثر لوگون کے لئے مدارج اعلیٰ کا زینہ ثابت ہو چکی ہے علی الخصوص ایسے لوگون کے لئے جو باوجود والا تبار ہونے کے طبقہ اسفل والون کے حقوق کی حمایت کرین۔

سُلا نے اپنی ڈکٹیٹری کے عہد مین قدیم آئین حکومت کو خفیف ترمیمون کے ساتھ جاری کر دیا تھا اور یہہ قدیم آئین اُن لوگون کو دل سے مرغوب تھے جو اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے اُس قدیم زمانے کے طریقون کی پسندیدگی کو گوشہ خاطر مین جگہہ دیے ہوے تھے جب روما ایک مقدس مقام سمجھا جاتا تھا اور روما کی سینٹ سادہ مزاج کاشتکار بادشاہون کا مجمع تھا۔ ایسے لوگون کا شیوہ ہے کہ اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے وہ اُن تغیرات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا کرتے ہین جو تمدنی ترقی کے ساتھ لابد ہین وہ اِن نواہیس تمدنی کی صداقت کے احساس سے قاصر ہوتے ہین کہ سیدھے سادے آئین صرف اُسی وقت تک کام دے سکتے ہین جب تک کہ ملک مین دولت کی افراط نہو اور جب تک سلطنت کا انتظام صرف ایک شہر اور چند قرب وجوار کے قصبون تک محدود ہو وہ اِس امر کے اندازہ کرنے کی قابلیت نہین رکھتے کہ جب سلطنت عظیم الشان مملکت کی صورت پکڑ لیتی ہے تب وہ قوانین وآئین جو اُس کے لئے اُس وقت تک مناسب حال تھے جب وہ ایک چھوٹی ریاست کی حیثیت رکھتی تھی اُس وقت مناسب حال نہین رہتے جب اُس کی حالت مین عظیم انقلابات پیدا ہو جائین۔ قدیم آئین سلطنت کے ٹھونسنے سے جو دقتین روما مین روز بروز پیدا ہوتی جاتی تھین اُنکا اندازہ مشکل ہے

دارالصدر کے بیفکرون کی کافی روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے مرکزی پیچیدگیان پیدا ہو ہو کر درخت سلطنت کو جڑ سے ہلانے لگین باہمی منازعات کا بے پایان سلسلہ اُٹھ کھڑا ہوا لوٹ مار بے تکلف ہونے لگی صوبجات مین بد انتظامی پھیلنے لگی رعایا پر دست تظلم دراز ہونے لگے اُمرا جیبا اور عیاش ہو گئے غربا بھوکے مرنے لگے مگر یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ معاملات کی اصلاح بغیر کسی عظیم انقلاب کے ہو سکے اور اُس زمانے کے بڑے بڑے دانشمند یہہ سمجھتے تھے کہ اصلاح کرنا یا تو خود ذاتی اقتدار حاصل کرنے سے ممکن ہے یا لوگون کو قدیم رواجون کی طرف ترغیب و تحریص دینے سے۔ لیکن اصلیت کو کوئی نہ سمجھتا تھا۔

جس میدان مین جولیس قیصر نے قدم رکھا تھا اُس مین یہہ تین شخص سب سے زیادہ سربرآوردہ تھے مارکس پورشیس کیٹو۔ مارکس ٹولیس سسرو اور نیس پامپیس میگنس۔

ان مین سے اول الذکر جس کو ہم اپنی رائے کے مطابق اُس زمانے کے اول درجے کے لایق لوگون مین شمار کرتے ہین جولیس قیصر سے پانچ برس عمر مین چھوٹا تھا وہ کیٹو سنسر[۱] کا پرپوتا تھا[۲]

---

(۱) پورشیس کیٹو جو مارکس پورشیس کیٹو کا پردادا تھا اپنے زمانے کا مشہور آدمی تھا ۱۵۰ قبل مسیح مین اُس نے کارتھیج کے ساتھ تیسری جنگ کرنے کے لیے باشندگان روما کو بڑے زور شور کے ساتھ ترغیب دی تھی۔ اُس نے ایک تاریخی کتاب روما کے حالات مین تصنیف کی ہے جس مین شہر روما کے آباد ہونیکے وقت سے اپنے وقت تک کے حالات درج کیے ہین اس کتاب کا نام آریجنس ہے۔ لاطینی زبان کی نثر کی قدیم کتابون مین سے یہہ سب سے اول کتاب ہے جس کا نشان اِس وقت تک موجود ہے۔ کیٹو نے ۱۴۹ء قبل مسیح مین وفات پائی۔ مترجم

(۲) سنسر ایک ایسا عہدے دار تھا جسے روما کی سلطنت کے بالادست عہدے دارون مین شمار کرنا چاہیے۔ اِس عہدے پر دو شخص مقرر ہوا کرتے تھے۔ اِس عہدے کا انتخاب ہر پانچوین سال ہوا کرتا تھا اور اکثر وہ لوگ سنسر کے عہدے پر منتخب ہوا کرتے تھے جو پہلے سے قنسل کے عہدے پر ممتاز رہ چکے ہون۔ اُن کے اختیارات بہت بڑے ہوا کرتے تھے۔ اہل شہر کی اخلاقی حالت کی نگرانی اُن کے ذمے ہوا کرتی تھی اور اُنکو اختیار حاصل تھا کہ کسی اخلاقی جرم کی پاداش مین وہ سینٹ کے کسی ممبر کو ممبری سے کسی نامعلوم طریقے سے یا کسی باشندہ شہر روما کو حقوق اہل شہر سے (جنمین ملکی عہدون کے انتخاب مین رائے دینا بھی شامل تھا) خارج کر دین سینٹ کی ماتحتی مین وہ روما کے مالی معاملات کا انصرام بھی کر سکتے تھے۔ وہ ریاست کی آمدنی کے وسایل کا بذریعہ نیلام ٹھیکہ دے سکتے تھے اور جو روپیہ وصول ہوتا اُس کو عمارت، سڑک، پل اور دیگر رفاہ عام کے کامون مین صرف کر سکتے تھے۔ سینٹ کے خالی عہدون کا پر کرنا بھی انھین کے اختیار مین تھا۔ مترجم

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱۲

ڈورا۔ کرنیل مینگ ٹری کا نام اخبارون مین کچھ دنون خوب چھپتا رہا۔ ہمارا خاندان کچھ مالی حیثیت سے سربرآوردہ تو تھا ہی نہین البتہ ابا جان نے ہندوستان جاکر اور ایک مدت تک وہان رہکر کچھ معقول کمائی کر لی تھی۔ میری والدہ مکرمہ کا وہین انتقال ہو گیا۔ آپ نے مینگ ٹری کے وصیت نامے والا مقدمہ تو ضرور سنا ہوگا یا نہ سنا ہوگا تو اخبارون مین اُس کے قصے تو پڑھے ہی ہونگے مجھے خوب یاد ہے۔ یہہ قصہ بھی اُس وقت بیطرح مشہور ہوا تھا۔ اس مقدمہ مین مدعی کو تقریباً تیس لاکھ روپیہ کی ڈگری ملی تھی۔

مین۔ کیا اُس مقدمہ مین آپ کے والد بزرگوار فریق غالب تھے؟

ڈورا (آہ سرد بھر کر) کہین وہ ہار ہی گئے ہوتے تو ان کمبختون سے تو پیچھا چھوٹتا اور مین ابا جان کے ساتھ خوب چین سے زندگی بسر کرتی۔ یہی دولت کمبخت تو اُن کی جان کا وبال ہو گئی۔

اتنا کہکر وہ دفعتاً رک گئی اور پھر کسی قدر شرمائے ہوئے لہجے مین یہہ کہا کہ "ڈاکٹر صاحب آپ بھی دل مین کہتے ہون گے کہ یہہ کیسی لڑکی ہے جو گھر کی راز کی باتین غیرون کے سامنے بیان کر رہی ہے" مجھے اِس فقرے کو سن کر کسی قدر نادانستہ ملال ہوا کیونکہ میرے کمبخت دل کی یہہ حالت تھی کہ ایک ہی روز کے تعارف مین اُس کی طرف اِس قدر مائل ہو گیا تھا کہ اُس کی جانب سے یہہ ظاہر ہونا کہ وہ مجھے غیر سمجھتی ہے مجھ پر نہایت شاق گذرا۔ پھر ڈورا نے اِس طور پر سلسلہ کلام کو جاری کیا۔

ڈورا۔ مگر ڈاکٹر صاحب آپ سے نہ کہون تو کس سے کہنے جاؤن میرا یہان کوئی نہین ہے اور مجھے کچھ کرنا ضرور چاہئے۔ جب تک مین اپنے مظلوم باپ کی فریاد کی آواز کا جواب نہ دے لونگی مجھے چین نہین آنے کا میرا خیال ہے کہ وہ ابھی زندہ ہین۔

مین۔ مگر تم یقین کرو کہ وہ مُردہ جس کو مین نے کل دیکھا تھا وہی مریض تھا جو میرے زیر علاج تھا

تمھارے والد کی کوئی تصویر تو تمھارے پاس نہ ہوگی۔

اسپیر ڈورا نے رنجیدہ ہوکر سر ہلایا جس کے معنے یہہ تھے کہ یہہ جانچ بھی پوری نہین اُتر سکتی اور پھر اس طرح گویا ہوئی۔

ڈورا۔ ابّا جان نے کبھی اپنی تصویر ہی نہین کھچوائی لیکن اُن کا حلیہ ایسا تھا جس سے ٹھیک ٹھیک پتہ چل سکتا ہے۔ وہ نہایت خوبصورت بلند بالا اور سرخ سپید رنگت کے تھے اور باوجود بڑھاپے کے اُن کی کمر نہین جھکی تھی۔

مین۔ مین نے اُن کو ایسی حالت مین دیکھا تھا جبکہ چارپائی پر پڑے ہوے تھے اور میرے پہونچنے سے بیشتر اُن کے کپڑے اتار لیے گئے تھے۔ وہ فی الواقع بلند بالا سرخ وسفید رنگت کے آدمی تھے اور اُن کی ڈاڑھی گھنی ہوئی تھی۔

ڈورا (گھبراہٹ سے میری طرف دیکھکر) یہہ حلیہ تو ٹھیک ہے۔ ابّا جان بس ایسے ہی تھے۔

مین۔ اب چونکہ میرا بیان تمھارے بیان سے مطابق ہے بس تم سمجھ لو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اب تم خود نہین سمجھ سکتین کہ رات کے نقشے محض تمھارے وہم وخیال کے نتیجے تھے۔

ڈورا (کھڑی ہوکر) تو کیا آپ میری مدد نہین کرنا چاہتے۔

کاش اس وقت مجھے کوئی تدبیر ایسی یاد آجاتی جس سے مین اُسکا اطمینان کر سکتا گر میت کے دوبارہ معائنہ کی اُس نے بیڑھب کہی تھی مین طبیب ہوکر کیونکر خواہ مخواہ مسس منینگ ٹرسی کے مشرنا لہ اپنے شوہر کی لاش دکھاد یہہ بات اول تو میرے پیشے کے اصول کے خلاف تھی دوسرے کچھ اپنی طبیعت کو بھی اچھا نہین معلوم ہوتا تھا۔ مگر مین دیکھتا تھا کہ اگر اس وقت مین پیاری ڈورا کو صاف جواب دیتا ہون تو اُس کی بھی سخت دل شکنی ہوتی ہے اور اُس وقت اس کی دلدہی اور تشفی نہایت ضروری تھی۔ یہہ سوچتا ہوا مین بھی ڈورا کے ساتھ ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس سے کہا

مین۔ مین یقین دلاتا ہون کہ تمھاری امداد سے مین ہرگز منھ نہین موڑتا مگر ایک نصیحت کرتا ہون اگر اُسے مان لوگی تو جس طرح تم کہوگی مین کرنے کو طیار ہون۔

ڈورا (نہایت توجہ و شوق سے) بتایئے۔ ضرور فرمایئے۔ مین تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہون۔
مین (کسی قدر استقلال کے ساتھ) سب سے پہلے تو مین تم سے یہی کہون گا کہ تمھارے حواس تمھین دھوکا دے رہے ہین۔
ڈورا۔ یعنی مین خامی دیوانی ہون؟
یہہ کہکر ڈورا نے چاہا کہ دروازے کی طرف بڑھے اور ایک قدم بڑھ بھی گئی مین نادانستہ طور پر ایک قدم اُس کے ساتھ چلا گیا۔ اور بولا۔
مین۔ ذرا بیٹھو تو مین بتاؤن۔ مین اپنا سچا خیال ابھی ظاہر کئے دیتا ہون۔
ایک لمحہ پس و پیش کے بعد وہ اپنی جگہہ پر بیٹھ گئی اور مین نے اس طرح کہنا شروع کیا۔
مین۔ تم یہہ امید کرکے آئی تھین کہ اپنے باپ کے سامنے اچانک جا کھڑی ہو اور اُن کی خوشی اور خیر مقدم کا مزا لو بخلاف اس کے تم نے آتے ہی اُن کی بیماری کی اور پھر دفعتہً اُن کی موت کی خبر سُنی۔ تمھاری ابھی عمر ہی کیا ہے تمھارے دل کے لئے یہہ صدمہ کچھ کم نہ تھا۔ تمھارے سامنے مین نے بھی مسس سٹینگ ٹری کی ہان مین ہان ملائی اور اُس وقت تم کو تمھارے باپ کی میت کے دیکھنے سے باز رکھا مسس مٹینگ ٹری نے دیکھا ہوگا کہ شام تک بھی تمھین سکون نہین ہوا لہذا اُنھون نے مناسب سمجھا کہ ابھی اور توقف کے بعد اُن کی میت تمھین دکھائین اور اسی لئے اس دیدار کو دوسرے دن صبح پر ٹال دیا۔ اگر مین اُس وقت تم کو کوئی مُسکن و مفرح دوا سونے سے پہلے پلا دیتا تو نہ پھاوڑے کی کھک سنائی دیتی نہ یہہ نام لیکر پکارنے کی آواز۔ تمھارے دماغ پر خیالات پریشان کا ہجوم تھا اور جب تم سوتے سوتے دفعتہً جاگ اُٹھین تو اُس وقت شاید کھڑکیون کی ہوا سے ہلنے کی آواز یا اور کوئی آواز آ رہی ہوگی جو تمھارے کان مین پڑی اور جس کو تم اپنے خیالات کی پریشانی مین پھاوڑے کی کھک اور قبر کھودنے کی آواز سمجھین کیونکہ موت اور قبر کے خیالات پہلے ہی سے تمھارے دماغ مین موجود تھے پھر اُس کے بعد جتنی دیر مین تم اپنے والد کے کمرے تک پہونچو اُس وقت تک تمھارے دماغ کی حالت اس قدر خراب ہوگئی تھی کہ تمھارے حواس مین قوی اختلال پیدا ہوجانا کوئی بڑی بات

نہ تھی اور تم جو کچھ نہ دیکھ لیتیں اور رہ رہ کر یقین ہو رہا تھا۔ اُس وقت روشنی بھی کم تھی کچھ اس وجہ سے بھی پہچاننے میں دقت پڑی اور علاوہ اس کے تم ابھی ناتجربہ کار ہو تم کیا جانو کہ موت کے بعد انسان کی صورت کس قدر بدل جاتی ہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ تم نے اپنے باپ کی میت کو نہ پہچانا ہو اور انھیں کو دوسرا شخص جانا ہو۔ یہ بھی تو تعجب کی بات تھی کہ تم ابھی ابھی تھوڑے دن پہلے انھیں تندرست چھوڑ گئی ہو اور ابھی اگر انھیں مُردہ دیکھو۔ ایسی حالت میں ضرور اُن کے چہرے مُہرے میں نمایاں تغیر بھی معلوم ہونا کچھ بعید نہیں ہے اور پھر جب دور از کار اور پریشان کن خیالات دماغ میں بھر رہے ہوں تب تو تمھارا وہم تمکو جو کچھ نہ دکھا دیتا وہ تھوڑا تھا۔ تم اُسی میت کو طرح طرح کی صورتیں بدلتے ہوئے بھی دیکھتیں تو کچھ بعید نہ تھا۔ اگر تم مسس مینگ ٹری کا کہنا مان کر آج صبح تک تامل کر جاتیں تو تمھیں یہ وہم کبھی نہ پیدا ہوتا۔ اب میں بہت سیدھی سی بات بتاتا ہوں تم میرا کہا کرو۔

ڈورا۔ اگر آپ میری وہ درخواست منظور کرتے ہیں جو پیشتر میں کر چکی ہوں تو جو کچھ آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔

مین۔ بس اب تم فوراً اس کو چلی جاؤ اور جو کچھ قصہ رات کو گذرا اُس کو ظاہر نہ ہونے دو۔

اس پر اُس کے نازک رخسار دن پر ایک قسم کی اُداسی آگئی مگر میں نے اُس کو اس طرح ٹال دیا گویا میں نے اُس کی حالت پر خیال ہی نہیں کیا اور یوں سلسلہ کلام جاری رکھا۔

مین۔ اور اُس وقت تک صبر کرو جب تک مسس مینگ ٹری تم کو اُس کمرے میں نہ لے جائیں۔

ڈورا۔ اور جو وہ لے ہی نہ جائیں۔

مین۔ نہیں وہ اب انکار نہیں کریں گی۔ تم کمرے میں جانا اور میت کو بغور دیکھنا اور مجھے یقین ہے کہ تمھیں اب کی دفعہ وہ میت تمھارے باپ ہی کی نظر آئے گی۔

ڈورا۔ اور اگر وہ لاش ابّا جان کی نہ نکلی اور پھر میں نے آپ سے آکر بتایا کہ لاش ابّا جان کی نہیں ہے تو پھر آپ اپنے قول سے تو نہیں پھریں گے؟

(باقی آیندہ)

غزلیات طرح

مصرعہ طرح ع امتحانِ اثرِ جذب وفا کرتے ہین

اصغر۔ عالیجناب کنور سید محمد اصغر علی خان صاحب بہادر رئیس پنڈراول ضلع بلند شہر

جو لڑکپن ہی مین سو حشر بپا کرتے ہین
دیکھنا یہ ہے جوان ہو کے وہ کیا کرتے ہین

کوئی بیخود نظر آتا ہے تو کوئی بدمست
جس طرف وہ نگہ ہوش ربا کرتے ہین

آپ اور قتل کرین غیر کو ممکن ہی نہین
کرنے والے بھی کہین منہ سے کہا کرتے ہین

چھوڑیئے ظلم و ستم دیکھیئے مین مرتا ہون
جان بلب پہ کہین بیداد کیا کرتے ہین

دل کو تسکین ہو کس طرح بھلا وعدون پر
عہد پورا بھی کبھی آپ کیا کرتے ہین

آپ کیا کہتے ہین دل مجھ پہ تصدق کیجے
دل تو کیا چیز ہے ہم جان فدا کرتے ہین

منتظم جانئے خلوت ہی مین رہنا ان کا
دو قدم چل کے وہ سو حشر بپا کرتے ہین

لاکھ پھیکی ہو زمین حضرتِ اصغر ہم تو
یون غزل لکھتے ہین یون شعر کہا کرتے ہین

اختر۔ جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب بی۔اے الہ آبادی تلمیذ حضرت شوق رشید مدظلہ

عشق کے درد کا حاصل جو مزا کرتے ہین
وہ فقط درد کے بڑھنے کو دوا کرتے ہین

اس کے بیمار کی عیسیٰ جو دوا کرتے ہین
یہ کچھ اچھا نہین کرتے ہین برا کرتے ہین

دل مین جو کچھ ہو مگر غیر نے پوچھا جو مزاج
ہم نے ناچار کہا یہ کہ دعا کرتے ہین

ہم تو نادان ہین ناصح نے بھی دیکھا ہے اسے
دیکھنا یہ ہے کہین اب کہ وہ کیا کرتے ہین

لاکھون مرتے ہین مری موت کا کیا غم ان کو
ایسی خبرین تو وہ ہر روز سنا کرتے ہین

ظرف معجون ہین شیخ آپ بھرا سکا ہین اِنکھلیں
حضرت پیرِ مغان آپ یہہ کیا کرتے ہین

آپ پچتائین گے وہ مجکو ستا کر اختر
مین بُرا ہون کے کہون کیون کہ بُرا کرتے ہین

آشفتہ - جناب قاضی حسام الدین صاحب رئیس جیور ضلع بلند شہر

لیکے دل مجھ سے جو وہ جور و جفا کرتے ہین
اس کا انجام بُرا ہے وہ بُرا کرتے ہین

آپ نے کچھ بھی نہ کی رسمِ قدیمی پہ نظر
راہ چلتون کا یہان لوگ بھلا کرتے ہین

خوبرویون کی محبت کا ہے انجام خراب
لوگ دیتے ہین جو دل انکو بُرا کرتے ہین

کس ستمگار کے پھندے مین پھنسا دل اوپا
حق مین یارون کے شب و روز دعا کرتے ہین

غیر کیون ہوتا ہے برہم اسے کیا مطلب ہے
شکوے سو تم سے ہم اے مہر لقا کرتے ہین

جان دے دیتے ہین جو غم مین کسیکے اپنی
حق محبت کا وہی خوب ادا کرتے ہین

تم فریبون مین رقیبون کے نہ آنا ہرگز
ہین یہ کمبخت دغا باز دغا کرتے ہین

نکہتِ یار سے اک دن بھی معطر نہ کیا
شکوہ یہہ تجھ سے ہم اے بادِ صبا کرتے ہین

دے دیا آپ نے دل انکو عبث آشفتہ
بیوفا ہین وہ کسی سے بھی وفا کرتے ہین

باقر - جناب سید باقر علی صاحب ساکن قصبہ جیور ضلع بلند شہر

آتشِ غم سے جگر جنکے جلا کرتے ہین
سرد رو رو کے کلیجہ وہ کیا کرتے ہین

ہم نے دیکھا ہے کہ انکو بھی رُلاتا ہے خدا
رونے والون کے جو رونے پہ ہنسا کرتے ہین

تذکرہ عشق بتان کا نہین سنتے باقر
عاشقِ ذکر خدا ذکر خدا کرتے ہین

خورشید - حضرت قاضی غیاث الدین صاحب سکندرآبادی مدظلہ العالی

حق تسلیم و رضا دل سے ادا کرتے ہین
تم ستم کرتے ہو ہم جن پہ وہ دعا کرتے ہین

نزع کے وقت وہ آئے ہین مری پرسش کو
واہ کیا وعدہ کیا تھا جو وفا کرتے ہین

ہو ترا دھیان کہین دل پہ پڑی تنگی نظرین
کب تمہارے تیر نشانے سے خطا کرتے ہین

چشم تر تو ہی ذرا ان پہ چھڑک دے پانی
آبلے دل کے شب و روز جلا کرتے ہین

مضمحل ایسے ہوے آنکی جفاؤن سے بچے
ناتوانی ترا ہم شکر ادا کرتے ہین

سچ تو یون ہے کہ نہ تھے اسکے بھی قابل ہم تو
مہربانی ہے جو وہ ہمپہ جفا کرتے ہین

کفر مین بھی نہ کبھی دین کو بھولے خورشید
ان بتون کے لئے ہم یاد خدا کرتے ہین

خنجر - خادم الاطبا سید محمد سعید سکندر آبادی اڈیٹر رسالہ تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

پڑ گئین جن پہ نگاہین وہ بچا کرتے ہین
کہین یہہ تیر نشانے سے خطا کرتے ہین

چارہ گر درد کی کیا خوب دوا کرتے ہین
اس کے پیکان کو مرے دل سمجھا کرتے ہین

مرتے مرتے بھی چھٹین گے نہ محبت کے طریق
تیرے بندے کہین گمراہ ہوا کرتے ہین

میرے ہوتے ہوے کیون غیر پہ ہو شیفتہ تم
شرم آتی ہے مجھے آپ یہہ کیا کرتے ہین

آؤ مل جاؤ گلے رخ سے الٹ دو پردہ
کہین خلوت مین بھی عاشق سے حیا کرتے ہین

آج کیا ڈر ہے کرو شوق سے عشاق پہ ظلم
دیکھنا تم کہ یہہ کل حشر مین کیا کرتے ہین

حضرت عشق کے جو لوگ ہین شاگرد رشید
شب ہجر کے وہ دن رات پڑھا کرتے ہین

شوخ - بی حیدری جان طوائف سکندر آباد

اپنے کشتون کو وہ ٹھکرا کے کہا کرتے ہین
روز کمبخت یہین آن مرا کرتے ہین

شغل مے نوشی رہے کچھ نہ سنو زاہد کی
انھین کہنے دو یہہ ایسے ہی کہا کرتے ہین

وصل اور ہجر برابر ہین مری نظرون مین
کہ وہ آغوش تصور مین رہا کرتے ہین

غیر کے نقرون مین بلا سے نہ تم آجانا
گوشت ناخن سے یہہ کمبخت جدا کرتے ہین

صادق القول بنے نزع میں آکر کیا خوب — وعدہ ملنے کا وہ کس وقت وفا کرتے ہیں
لوگ کہتے ہیں محبت میں اثر ہے اے شوخ — چپکے بیٹھے ہوئے ہم سب کی سنا کرتے ہیں

صاحب - جناب منشی سید نذیر الحسن صاحب ساکن بجنور

صدقے کرتے ہیں دل او جان فدا کرتے ہیں — ہو سکا ہم سے جو ملنے ماہ لقا کرتے ہیں
آئینہ دیکھ کے یہ ہر دن وہ بنا کرتے ہیں — اپنے ہی عکس سے وہ آپ کھچا کرتے ہیں
غیر اچھے ہیں جو مطلب سے ملا کرتے ہیں — ہم بُرے ہیں جو عبث جان فدا کرتے ہیں
آئے ہیں غیر کے ہمراہ عیادت کے لئے — خوب بیمار محبت کی دوا کرتے ہیں

عشقی - جناب منشی محمود حسن صاحب ڈاسنوی تلمیذ خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

شوخیاں کرتے ہیں یا شرم و حیا کرتے ہیں — دیکھنا ہے کہ جواں ہو کے وہ کیا کرتے ہیں
کیسے کہدوں کہ کسی کا وہ بھلا کرتے ہیں — دشمنوں سے مرے ملتے ہیں بُرا کرتے ہیں
تیر کا بیل لیتے ہیں ہم غیر کا کیا کرتے ہیں — جان اپنی ہے دل اپنا ہے فدا کرتے ہیں
مدعا پلکے مرا وصل میں فرماتے ہیں — ایسی باتوں کا کہیں نام لیا کرتے ہیں
در پہ دربان دکھانے کو بٹھا رکھے ہیں — وہ تو دن رات کہیں اور رہا کرتے ہیں
الغرض ہوتی ہے ہر حال میں خفت ہمکو — ہم خطا کرتے ہیں یا آپ خطا کرتے ہیں
انکی عادت تو ہو تبدیل کوئی ہو عشقی — غیر ہی سے سہی آخر تو وفا کرتے ہیں

مہدی - جناب پیر جی مہدی حسن صاحب ساکن قصبہ امیہٹہ

لاکھ فریاد کریں کچھ نہیں پروا ہوتی — تمکو دل دیتے ہیں جو لوگ بُرا کرتے ہیں
قتل کر کے مجھے کیوں تمنے لگائی مہدی — خون ناحق بھی چھپانے سے چھپا کرتے ہیں

وفا - جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

بن کے دشمن مرے مرنے کی دعا کرتے ہین
دوستو وہ تو مسیحا ہین یہہ کیا کرتے ہین

ایک وہ ہین کہ وفاؤن پہ جفا کرتے ہین
ایک ہم ہین کہ بہر حال دعا کرتے ہین

نیچی نظرون کا اثر پڑ نہین سکتا دل پر
کچھ خبر بھی ہے کہ یہہ تیر خطا کرتے ہین

خاک چھنوا لے سر اڑوا لے یہہ وہ ظالم ہے
اُن پہ حسرت ہے جو اِن دل کا کہا کرتے ہین

اور اُلٹے وہ خفا ہو گئے شامت دیکھو
دیکھئے کیا یہہ مرے دست دعا کرتے ہین

آتے ہی پڑ گئی جلنے کی ستم کرتے ہو
ٹھیرو ٹھیرو تو ذرا بات سنا کرتے ہین

عکس پلکون کا نہ چبھ جائے تنِ نازک مین
اُن سے کہتا ہون جو نظرون مین تھم کر رہتے ہین

بیوفاؤن سے وفا سیکھنے ہو امید وفا
یہہ وہ کافر ہین کہ دل لے کے دغا کرتے ہین

ہدف - جناب سید کاظم حسین صاحب لکھنوی ہیرو ایڈیٹر گلدستہ غنچۂ جاوید بمبئی

جان اپنی جو نہین تجھ پہ فدا کرتے ہین
مین یہہ حیران ہون پھر جی کے وہ کیا کرتے ہین

ہو مزا خوب جو تو بھول کے کہدے آ مین
آج پھر ہم ترے ملنے کی دعا کرتے ہین

کر چکا قتل جو قاتل تو یہہ حسرت نے کہا
اسکو ہم تیری جوانی پہ فدا کرتے ہین

کہتی ہے شوخ نظر آنکھ کی پتلی بن کر
چھپنے والے اسی پردے مین رہا کرتے ہین

آ گیا غیظ جب اُنکو تو کمان چلائی
آپ کی کیا ہے خطا تیر خطا کرتے ہین

کہتا ہے جوش جوانی سے کسی کا جوبن
بڑھنے والے اسی صورت سے بڑھا کرتے ہین

کچھ زبانی بھی وہ پوچھین تو یہہ قاصد کہنا
مرنے والے - ترے جینے کی دعا کرتے ہین

لاش اُٹھانے کو اٹھائی ہے ہدف کی اُنکی
چھپنا اُن کا ہے اب دیکھئے کیا کرتے ہین

غزلیات غیر طرح

غزل جناب مولوی عبد الغفار خان صاحب بی۔ اے الٰہ آبادی جو شبِ عید کے مشاعرے مین پڑھی گئی

تھا جو روزِ وصل پر ہمکو گمانِ روزِ عید
ڈھونڈھتی ہین حسرتین اب تک نشانِ روزِ عید

اُن پہ قربان ہونے کی کیا کیا خوشی ہے ہمکو
روزِ قتل اپنا دکھاے کیون نہ شانِ روزِ عید

تا و چندان ہو مسرت کشتگانِ ناز کو
ملتوی کیجیو نہ قاتل امتحانِ روزِ عید

دل جگر حاضر ہین سب اُس کی ضیافت کیلیے
ہے غمِ الفت بھی گویا میہمانِ روزِ عید

آرزو نے قتل یون مقتل مین اتراتی پھری
جس طرح بن ٹھن کے نکلین قتالانِ روزِ عید

ہے مسرت کا یہہ عالم رقص مین ہین جان و دل
کیون شبِ مہلت پہ قربان ہو نہ جانِ روزِ عید

نیلگون جوڑا پہن کر اُس نے جب سجدہ کیا
عرش پر پہونچا دماغِ آسمانِ روزِ عید

آج لگ جاؤ گلے سے آکے تم اے جانِ جان
ہو دلِ غمگین پہ ظاہر کچھ تو شانِ روزِ عید

جی مین جلتا ہون اُسے غیرون سے ملتا دیکھکر
کس پہ ظاہر کیجیے سوزِ نہانِ روزِ عید

عید انھین کی ہے جو ہم آغوش ہین دلدار سے
داغِ حسرت ہے یہان تو اک نشانِ روزِ عید

وہ گلے ملتا تو مین اُس روز کا دیتا پتا
اب دلِ مایوس کو کیا دون نشانِ روزِ عید

آج شب کو ہوگا اختر مجمعِ اہلِ سخن
کیا مبارک شب پڑی ہے درمیانِ روزِ عید

مصرعہ طرح مشاعرہ منعقدہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۷؁ء — نالے نہین ہین آج تو یا آسمان نہین

"آسمان" "گمان" "مہربان" قافیہ "نہین" ردیف

طرح مین غزلیات تاریخ انعقاد مشاعرہ سے ایک ہفتہ پیشتر جناب میر مشاعرہ منشی سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر میونسپل بورڈ سکندرآباد کے پاس پہنچ جانی چاہئین۔ ایڈیٹر و منیجر

ضمیمہ بیضا بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء

روئداد جلسہ خاص میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۲ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گرورکرشن صاحب وایس چیرمین - کنور سری کرشن صاحب ممبر - منشی کمند سروپ صاحب ممبر منشی برجموہن لال صاحب ممبر - حکیم محمد افضل عالم صاحب ممبر -

دفعہ ۱ - حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۳۱۲۰/ ۱۱-۳۰ سی مورخہ نینی تال ۶ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ مسودہ تعلیم جو گورنمنٹ اشتہار نمبر ۳۰۰۲/ ۱۱-۳۰ سی مورخہ ۴ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مین شایع ہوے ہین اُن پر توجہ کیجاے - ملاحظہ ہوا بورڈ کو کچھ اعتراض نہین ہے -

دفعہ ۲ - نقل حکم جناب صاحب کمشنر بہادر نمبر ۲۵ - مورخہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اس کے کہ بورڈ کا رزیولیشن نمبر ۱ مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۶ء بابت بڑھانے حدود میونسپلٹی منجانب سڑک دہلی براے انتظام قواعد گھوڑاگاڑی قابل منظوری نہین ہین - ملاحظہ ہوا -

دفعہ ۳ - نقل حکم جناب صاحب کمشنر بہادر قسمت میرٹھ نمبر ۱۰۵ مورخہ ۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اس کے کہ چھوٹے چھوٹے قصبے جو اتوپ شہر کی مانند ہین اُن مین قواعد فروختگی گوشت کی کچھ ضرورت نہین ہے ملاحظہ ہوا - دستخط عبد الغفار بی - اے سکرٹری دستخط کنور گرورکرشن وایس چیرمین

روئداد جلسہ عام میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۲ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گرورکرشن صاحب وایس چیرمین - کنور سری کرشن صاحب ممبر - بخشی کمند سروپ صاحب ممبر منشی برجموہن لال صاحب ممبر - حکیم محمد افضل عالم صاحب ممبر

دفعہ ۱ - روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۶ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء ملاحظہ ہوا منظور ہے -

دفعہ ۲ - روئداد سب کمیٹی جنگی منعقدہ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء - ملاحظہ ہوا منظور ہے -

دفعہ ۳ - درخواست محبوب کرایہ دار آراضی نزول مورخہ ۶ اگست سنہ ۱۹۰۶ء دربارہ کم کرنے کرایہ آراضی نزول بوجہ کم ہو جانے زمین کے معہ حکم جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مورخہ ۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ دو روپیہ کرایہ سالانہ لیا جاوے - حکم صاحب چیرمین بہادر سے بورڈ کو اتفاق ہے -

دفعہ ۴ - درخواست سکرٹری سوشیل کلب دربارہ ملنے امداد - بالفعل گنجایش بجٹ مین نہین ہے لہذا داخل دفتر ہو -

دفعہ ۵ - کاغذات متعلق زمین واقعہ محلہ چہانسیہ واڑہ معہ درخواست کشن لال وغیرہ معہ حکم جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مورخہ ۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ اول سائلان کو عدالت مجاز سے نسبت حقوق کے تصفیہ کر لینا چاہئے کیونکہ بمقابلہ قابض کے اُن کا کوئی حق اُس زمین پر نہین ہے - بورڈ کو حکم صاحب مجسٹریٹ بہادر سے اتفاق ہے - سائلان کو اطلاع دیجاوے کہ حسب منشا حکم صاحب مجسٹریٹ بہادر تعمیل کرین

دفعہ ۶ - یادداشت منشی برجموہن لال صاحب ممبر مورخہ ۱۹ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ دفعہ ۳۰ کے مطابق روئداد ہائے کمیٹی کسی مقامی پرچہ مین شایع ہونے چاہئین معہ رپورٹ منیجر رسالہ ید بیضا کہ مبلغ ۴۰ روپیہ سالانہ مین ہم روئداد چھاپ دینگے منظور ہین - مبلغ چالیس روپیہ سالانہ کا خرچ اس کام کے لئے کچھ زیادہ نہین معلوم ہوتا بورڈ کو ممبر صاحب متعلقہ کی رائے سے اتفاق ہی اور بورڈ تجویز کرتا ہے کہ آئندہ سے عام و خاص روئدادین بہ استثنائے بجٹ و رپورٹ سالانہ [illegible] وغیرہ رسالہ ید بیضا مین چھپوائی جائین اور چالیس روپیہ سالانہ رسالہ مذکور کو دیا جاوے اسکے دینے کے لئے ہر ماہی پر دس روپیہ ادا کر دیے جایا کرین -

دفعہ ۷ - یادداشت منشی برجموہن لال صاحب مورخہ ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ پنچ اسکول کے نگران ہیڈ ماسٹر صاحب ہائی اسکول مقرر کئے جاوین - یہ اسکول زیر نگرانی افسران ڈسٹرکٹ بورڈ ہے لیکن جسقدر نگرانی بورڈ کے افسران یا ممبران کے ذمہ ہے وہ ہیڈ ماسٹر صاحب ای - وی ہائی اسکول سکندرآباد انجام دینگے رخصت وغیرہ [illegible] پر آخری منظوری ہیڈ ماسٹر صاحب موصوف کی ہوگی - ہیڈ ماسٹر صاحب سے دریافت کیا جاوے کہ وہ اس عہدے کو منظور کرتے ہین یا نہین -

دفعہ ۸ - ریزولیوشن گورنمنٹ عالیہ نمبر ۳۰۰۳ / ۲۱۴-۱۱ سی بابت رپورٹ سالانہ تمام مورخہ ۲ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء - ملاحظہ ہوا -

دستخط عبد الوفا خان بی - اے سکرٹری

دستخط کنور گرور کرشن وایس چیرمین

دی آیرن فاونڈری اینڈ جنرل ملز سکندرآباد

یعنی

انجن اور مشینون کے ذریعہ سے کام کرنے والا کارخانہ

اس کارخانے مین اسٹیل اور لوہے اور پیتل اور لکڑی وغیرہ کا ہر قسم کا کام تیار ہوتا ہے - لوہے وغیرہ کا ہر قسم کا کام یعنی ڈھلائی اور بغیر ڈھلائی کا باریک اور معمولی نہایت صفائی اور پایداری کے ساتھ بنایا جاتا ہے -

چونکہ ہم نے بڑی کوشش اور تلاش سے اس کارخانے مین ایسے چیدہ اور منتخب دستکار رکھے ہین جنمین سے بعض کی صنعت و دستکاری ضلع اور کمشنری بھر مین مسلم ہے اور چونکہ ہمارے کارخانے مین مشینین وغیرہ اعلیٰ درجہ کی ہین لہذا ہم بغیر اندیشہ تردید کے یہہ دعوے کرتے ہین کہ ہم ہر قسم کی لوہے اور پیتل وغیرہ کی مشینین جو اہل یورپ کا سرمایہ ناز ہین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کر سکتے ہین بین علاوہ مجلّے اور خوبصورت اور پایدار اور ہر طرح سے مکمل ہونے کے یہہ وصف بھی ہوگا کہ قیمت مین بمقابلہ ولایتی مال کے ارزان ہونگی - ہر قسم کی ولایتی مشینون کی درستی اور مرمت بھی بخوبی کر سکتے ہین -

ہم نے آٹا پیسنے کا بھی مکمل سامان کر لیا ہے جس سے ہم ہر قسم کا آٹا اور میدہ تیار کرتے ہین ہمارے کارخانے کا تیار شدہ آٹا بالکل ٹھنڈا نکلتا ہے - اور یہہ ایسی صفت ہے جو ہر کارخانے کو میسر نہین ہو سکتی -

چونے کا بھٹہ لگانے اور مشین کے ذریعہ سے چونہ پیسنے کا انتظام بھی معقول طور پر ہو رہا ہے - اور عنقریب یہہ ضروری کام بھی اس کارخانے مین انجام پذیر ہوا کرے گا -

ہم اپنے اہل ملک کو عموماً اور اپنے ضلع کے روسا و دیگر اصحاب کو خصوصاً اُن فواید کی طرف توجہ دلاتے ہین جو اس کارخانے کے قیام سے حاصل ہو سکتے ہین - اور امید کرتے ہین کہ اُن کی سرپرستی سے ہم اس کارخانے کو اپنے اور اُن کے لیے مفید بنانے مین کامیاب ہون گے -

جملہ خط و کتابت بنام **کنور کرتا کرشن صاحب رئیس سکندرآباد ضلع بلندشہر** مینیجنگ پروپرائٹر کارخانہ ہونی چاہیے -

المشتہر

منیجر کارخانہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۴۷

ید بیضا

جلد ۲ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء | نمبر ۱

اڈیٹر حکیم سید محمد سعید خنجر سکندرآبادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلندشہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہر پرشاد بلندشہر میں چھپا

قواعد و ضوابط رسالہ ہذا

۱- یہ سیفا صحیح اور فصیح اُردو کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں سکندرآباد ضلع بلند شہر سے شایع ہوتا ہے۔

۲- اس کا مقصد زبان اُردو کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنا ہے اور اس غرض کے حصول کے لیے جس قدر مضامین اس میں درج ہوتے ہیں اُن میں صحت زبان اور بلندی خیالات کا حتی الامکان لحاظ رکھا جاتا ہے۔

۳- اس میں ہر قسم کے علمی۔ ادبی۔ فلسفیانہ۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ تمدنی۔ مضامین شایع ہوتے ہیں ظریفانہ مضامین بشرطیکہ رکاکت سے پاک ہوں درج ہوتے ہیں۔ کوئی اوریجنل ناول یا کسی نتیجہ خیز ناول کا ترجمہ بشرط گنجایش طبع ہو سکتا ہے۔ اور غزلیات اور نظمیں ہر قسم کی بشرط پسند اور قابل انتخاب ہونے کے شایع ہو سکتی ہیں۔

۴- اگر کسی اعلیٰ پایہ کے مصنف یا شاعر کا غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہو تو نہایت خوشی سے شایع کیا جاتا ہے۔

۵- کسی خاص مضمون یا غزل کا شایع ہونا انتخاب پر منحصر ہے لیکن جو غزل بلا انتخاب شایع ہوگی اُس کے عنوان میں لفظ "عطیہ" درج کر دیا جائے گا۔

۶- اگر کوئی صاحب تحریری اجازت عطا فرمائیں گے تو اُن کے مضمون یا غزل میں ضروری ترمیم قبل از اشاعت کر دی جائے گی ورنہ داخل دفتر۔

۷- واپسی غزل یا مضمون یا امور جواب طلب کے لیے نصف آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

۸- جملہ صاحبان سے جو غزل یا مضمون عنایت فرمائیں خاص طور پر درخواست کی جاتی ہے کہ تحریر صاف اور خوش خط ہو اور اُس کے ہمراہ اُن کا نام اور پتہ صاف طور پر درج ہو ورنہ قصور عدم اشاعت معاف۔

۹- مضمون نویسوں کی ذاتی رائے کا اڈیٹر ذمہ دار نہیں ہے اور مضامین فحش و لغو و بیہودہ کی یا جس مضمون میں کسی فرد یا گروہ پر حملہ اور طعن و تشنیع بیجا ہو اُس کی اشاعت کی توقع فضول ہے۔

۱۰- چونکہ یہ تجارتی مقصد سے شایع نہیں ہوتا لہٰذا اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی

		سالانہ	ششماہی
والیان ملک سے		عطیہ مرضیہ	
امرا و معززین سے		سے/	سے/
عام شائقین سے	قسم اول عمدہ دبیز کاغذ پر	۳[illegible] سے/	۱۴ عہ/
	قسم دوم معمولی کاغذ پر	۲ للعہ/	۶ عہ/

ممالک غیر کی ترسیل میں چونکہ محصول ڈاک وغیرہ زیادہ ہوتا ہے لہٰذا معمولی قیمت سے جو عام شائقین سے لی جاتی ہے ہر قسم کی بابت جدا جدا چھ آنہ زیادہ ہوگی اور شہر کے اندر شرح قیمت سالانہ دو آنہ کم ہوگی قیمت فی رسالہ معمولاً ۴ر ہوگی لیکن اگر خاص طور پر قسم اول کا رسالہ طلب کیا جائے گا تو ۵ر قیمت پر بھیجا جائیگا۔

۱۱- اجرت طبع اشتہارات وغیرہ کے لیے جملہ امور منیجر سے بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں صرف اس قدر اعلان ضروری ہے کہ بہت زیادہ لمبے چوڑے اور مخش و ناپاک مضامین کے اشتہار ہرگز شایع نہ ہوں گے۔

۱۲- خریداران رسالہ براہ کرم جملہ خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری جو فیتہ کے پر درج ہوتا ہے ضرور تحریر فرما دیا کریں۔

اڈیٹر و منیجر

ید بیضا

محمڈن یونیورسٹی

نمبر ۲

بڑی سے بڑی رعایت جو وہ اس خصوص مین علماے یورپ کے ساتھ کرنے پر راضی ہوے فقط یہہ تھی کہ اہل مغرب حکمت عملی مین بڑھے ہوے ہین - جو کیا مشرق اور کیا مغرب کہین کے پرانے علماء کے نزدیک وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھی جاتی تھی - اور اُنکی حکمت نظری پر ہنستے تھے اور سمجھتے تھے کہ اِن علوم سے وہ ناآشنا ہین اور اگر کچھ قدرے قلیل جانتے بھی ہین تو اُنکا علم بالکل ابتدائی اور ناقص ہے اور اسلئے اُنکا یہہ خیال تھا کہ کم سے کم علم کی اِس باوقعت اور اعلےٰ شاخ مین اب بھی اہل مشرق اہل مغرب کو سبق دے سکتے ہین - ہندوستان کے مختلف حصون مین ایسے علماے اسلام موجود ہین جنکا اب تک یہہ خیال ہے کہ اقوام یورپ کا علم و حکمت یہین تک محدود ہے کہ وہ بڑی بڑی ریلین جنگی جہاز - ہیبت ناک توپین اور اسی قسم کے آلات کشت و خون بنا سکتے ہین - اور اُنھین اِن علوم سے کچھ مناسبت نہین جن کا تعلق نظر اور فکر سے ہے - اور یہہ مغالطہ اُس وقت تک رفع نہین ہوسکتا اور نہ ہم اُس باعظمت اور پرشان و شوکت وراثت حاصل کرنے کے قابل ہوسکتے ہین جس کے اندر حکومت وقت ہمکو حصہ دار بنانے پر راضی ہے - جبتک کہ ہم مستعدی کے ساتھ اُس کام کے انجام دینے پر آمادہ نہو جائین جسے ہم نے شروع کیا ہے اور جو کام ہم اِس وقت کرنا چاہتے ہین وہ ہمارے لئے کوئی انوکھا کام نہین ہے بلکہ آج ہم جس ہم کو گنگا کے کنارے

انجام دیے رہے ہین۔ یہہ وہی کام ہے جسے بارہ صدی پہلے ہم نے ساحل فرات پر آغاز کیا تھا اس مین کوئی شک نہین کہ جو قرضہ ہم نے بغداد مین عباسیون کے زمانے مین یورپ سے لیا تھا۔ دارالخلافہ قرطبہ کے اندر بنی امیہ کے عہد حکومت مین مع سود ادا کر دیا مگر کیا ضرور ہے کہ اسوقت جبکہ زمانے کے جھولے نے ادھر سے ادھر جھونک لیا ہے اور ہم اپنے آپکو اس مقام پر پاتے ہین جہان اہل یورپ کھڑے ہو کر ہمسے کسی وقت علم و حکمت کا سبق لیا کرتے تھے تو ہم جھوٹی مشیخت کے خیال سے جو نہ فقط مبتذل بلکہ ہمارے حق مین زہر قاتل ہے اس دولت لازوال سے متمتع نہون اگر گذشتہ زمانے کے سبق ہم بھول نہین گئے ہین تو ہمین اس وقت اپنے بزرگون سے سبق لینا چاہیے اور بجاے اس کے کہ ہم سنی سنائی باتون اور ادھوری تعلیم پر قانع ہین ہمین چاہیے کہ ہم مغربی علوم کے عین سرچشمہ ہی پر جا پہونچین اور اس شربت جان بخش روح پرور کو اپنے ظرف کے موافق جہان تک بدل ما یتحلل بن سکے نوش جان کرین نہ یہہ کہ بے تمیزی کے ساتھ اس طرح استعمال مین لائین کہ خمیازہ مین بدمزگی اٹھانی پڑے۔

ہم ان مقاصد مین اُس وقت تک کامیاب نہین ہو سکتے جب تک کہ ہم امتحانات کے توسل سے علوم حاصل کرنے کے پرانے ڈھرے کو خیرباد نہ کہدین جسے بنگال۔ مدراس اور بمبئی کی پرانی یونیورسٹیون نے رواج دیا ہے اور جب تک ہم اپنی نئی یونیورسٹی قایم کرتے ہین اُن باوقعت اور معزز تعلیمگاہون کا اتباع نہ کرین جنکی بدولت کیمبرج اور اکسفورڈ کی چاردانگ عالم مین شہرت ہے۔ اسکول لایف کے اصلی اور ابتدائی اجزا علیگڈھ کے بورڈنگ ہوس مین موجود ہین۔ اسکو اور وسیع کرنا چاہیے یہان تک کہ اس مین مثلاً ہزار نوجوان طلبہ کے رہنے کی گنجایش نکل آئے۔ فی الحال بورڈنگ ہوس کے احاطہ مین تین یورپین پروفیسر رہتے ہین۔ اور اُن کا برتاو (جیسا کہ ہونا چاہیے) وہان کے بورڈر طلبا سے شریفانہ اور دوستانہ ہے ایسے پروفیسرون کی تعداد اور بڑھانی چاہیے تا کہ ہر ایک مغربی علم کے لیے جسکی تعلیم ہم دینا چاہتے ہین ایک قابل یورپین پروفیسر کالج مین ملازم ہو اور نیز یورپین ٹیوٹرز یعنی اتالیقون کا ایک اسٹاف

جس مین ایک زمانے کے بعد وہ لوگ بھی داخل کئے جاسکتے ہین جو ہماری اپنی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہین - یوروپین پروفیسرون کی تعداد صرف اسی قدر نہین چاہیے جیسے آج ہین بلکہ کم ازکم ایک زمانہ دراز تک کالج کے اسٹاف مین بیش قرار تنخواہون کے یوروپین پروفیسرون اور اتالیقون کا پلہ بھاری رہنا چاہیے - اس خاص امر مین کبھی اختلاف راے کو دخل نہین ہونا چاہیے - اگر اس بارے مین ہمین کوئی اس کے خلاف مشورہ دے مثلاً کوئی کہے کہ جب دیسی گریجویٹ آسانی سے مل سکتے ہین تو پھر کیون ہم اپنی تعلیم کے لئے بڑی بڑی تنخواہون کے انگریز بلائین تو ہمین پورا یقین کرنا چاہیے کہ اس نصیحت کا دینے والا مغربی تعلیم و تربیت کے ابتدائی اصول سے بھی مطلق ناآشنا ہے مجھے قوی امید ہے کہ موجودہ تحریک کے اعوان اس قسم کے صلاح و مشورہ پر کبھی توجہ نہین کرینگے - ایک قومی یونیورسٹی جو کیمبرج اور آکسفورڈ کے نمونے پر قایم کیجاتی ہے اس مین ان دو امور کا خاصکر بہت بڑا خیال رکھنا چاہیے - اول یہہ کہ معقول تنخواہ کے یوروپین پروفیسر اور اتالیقون کا کافی اسٹاف ہو اور انکے لئے فنڈ الگ کر دیا جاے -

دوسرے بورڈرز کی تربیت کے متعلق بہت احتیاط کے ساتھ سوچ سمجھکر قواعد تیار کئے جائین اور ان پر نہایت پابندی کے ساتھ عمل ہو - سب سے مقدم یہہ دو باتین ہین باقی امور اہمیت مین ان کے مابعد اور متعلق بہ تفصیل ہین - اس مین کچھ شک نہین کہ قابل دیسی ماسٹر بہت ارزان مل سکتے ہین - اگر ہم نے علی گڈھ کو کماینبغی ترقی دینے کی غرض سے یوروپین پروفیسر اور ٹیوٹرز بلانے کا ارادہ کر لیا اور مجھے امید ہے کہ ہم ضرور ایسا ہی کرینگے تو اونکو جو تنخواہ دینی پڑیگی اسکی چوتھائی تنخواہ پر دیسی مدرس مل سکتے ہین مگر ان دونون مین وہی فرق ہے جو اصل اور نقل یا ایک زندہ شخص اور اس کی تصویر مین ہوتا ہے - عمدہ سے عمدہ دیسی مدرس (جن مین بعض فی الحقیقت فاضل اور قابل قدر اشخاص شامل ہین) جو ہمین مغربی طرز پر تعلیم دینگے تو یہہ وہی تعلیم ہوگی جو خود انھون نے انگریزون سے حاصل کی ہے اور اس لئے

یہی اصل ور نقل کا بل پڑے گا - جب تک یورپ مین علما کی تعلیم اور اُن سے بے تکلفانہ صحبت میسر نہوگی اُس وقت تک غفلت اور کاہلی تعصب اور جہالت کا گہرا زنگ جو ہندوستان کے مسلمانون پر تہ بہ تہ چڑھا ہوا ہے کبھی دور نہین ہو سکتا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے گھرون سے اور نیز اپنے ہان کے ہم صحبتون سے الگ کئے جائین اور ایسی صحبت مین اور ایسی جلسے رکھے جائین جہان اُنکو ہر وقت پاک اور پاکیزہ اور اعلےٰ خیالات اور نظایر سے سابقہ رہے جو محض کتابون کے رٹنے اور امتحانات کے پاس کرنے سے پیدا نہین ہو سکتے -

ہمارے نوجوان جب تک ایسے لوگون کی صحبت سے مستفید نہون گے جن مین اعلیٰ درجہ کی لیاقت کے ساتھ شرافت اور عفت اور اخلاق کی فضیلتین مجتمع ہین اور اُنکے ساتھ شب و روز بے تکلفانہ ضبط ربط میل جول نہ رہے گا اُس وقت تک وہ خود ان صفات کی قدر نہ کرینگے اور اِن کے حاصل کرنے کا حوصلہ انکے دلون مین نہ پیدا ہوگا - بچون کے عمدہ ترین حصہ سبق کا یعنی وہ حصہ جسکا اثر اون کے عادات - اخلاق - اطوار پر پڑتا ہے درس گاہ مین نہین دیا جاتا بلکہ کھانے پینے کھیلنے کودنے کے جلسے مین پڑھایا جاتا ہے اور یہی مواقع ہین جہان خلق و مروت - عفت و عدالت - جرات و ہمت - صداقت و اطاعت - سکینہ و وقار کی سچی تعلیم حاصل ہوتی ہے جسکے بغیر ارسطو اور ابن رشد کا علم و فضل بھی ہیچ و پوچ ہے -

لیکن ہمارے لئے یہہ نامناسب ہوگا کہ ہم مغربی علوم کی تعلیم کے لئے یونیورسٹی قایم کرتے وقت اُن بے بہا خیالات کے بیشمار خزانون کو بھول جائین جو ہمین اپنے بزرگون سے ورثاً پہونچے ہین - کوئی شخص مغربی خیالات کا ترجمان مشرقی طبایع کے واسطے نہین بن سکتا نہ مشرقی علوم مین مغربی سائنس کا پیوند لگا سکتا ہے جب تک اُسے دونون مین کامل دستگاہ نہو - ایک علوم مغربی کا علامہ وقت اپنی معلومات سے فایدہ اُٹھائے لیکن اسکا وجود اپنے ہم وطنون اور ہم مذہبون کے لئے کچھ مفید نہین ہو سکتا جب تک کہ وہ مغرب کے بیش بہا فلسفہ کو علوم مشرقیہ کے لباس مین آراستہ کرنے کی قابلیت نہین رکھتا ہمین چند ایسے فضلا کی ضرورت ہے

جو اپنا یہہ کام قرار دے لیں کہ وہ پرانے طریقۂ استدلال پر جو ہمارے ہان مدت مدید سے مسلم چلا آتا ہے نکتہ چینی کر کے اسکی اصلاح کرین - صرف یہی ایک ذریعہ ہے جسکی مدد سے ہم اُس حصار کے اندر داخل ہو سکتے ہین جس نے سالہا سال کی کورانہ تقلید کے ساتھ مل کر ہماری حکمت و فلسفہ کو زنگ آلود کر دیا ہے ہمین ایسے قابل لوگون کی ضرورت ہے جو ہمارے پرانے علوم کے علما کے آگے ایک نیا قانون پیش کرین جو ارسطو اور بو علی سینا کے قانون سے بہتر اور مفید تر ہو اور انھین دریافت مجہولات کا ایک نیا آلہ بتائین جو ہمین علوم جدیدہ کی بدولت حاصل ہوا ہے -

اب تک ہم مین کوئی ایسا نہین تھا جو اس اہم کام کو سر انجام دیتا اور جسکی وجہ صرف یہہ ہے کہ بہت کم ایسے لوگ تھے جنھین اس قسم کے دقت طلب مسایل مین دلچسپی ہو - اور جنھین کچھ خیال تھا اُنکے پاس اسکے سر انجام دینے کے وسائل نہ تھے - مین صرف دو مسلمانون کو جانتا ہون جنھون نے اس مشکل مسئلہ کے حل کرنے کی کوشش کی اُن مین سے ایک کا انتقال ہو گیا قبل اسکے کہ وہ اپنے افادات کو وسعت دے سکین اور دوسرے انکے فرزند جو ابھی عالم شباب مین ہین اور جن سے یہہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ اس کام کو نہایت سرگرمی سے انجام دینگے - ان باپ بیٹون کو خدا نے ایسے قوی دماغ عطا کئے ہین جن مین مشرقی اور مغربی علم و فضل کی ساری اعلی خوبیان موجود ہین - اب دیکھنا یہہ ہے کہ آیا اس مرحوم بزرگ کے فرزند رشید کو اتنی فرصت ملے گی کہ وہ اپنے آپکو ہمہ تن اس کام مین مصروف کر دین جسکے متعلق ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے اور شاید ہمارے ہمعصر مسلمانون مین بھی ایک شخص ہین جو اس کام کو پورے طور سے سر انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہین -

مجھے اُن لوگون سے ہرگز اتفاق نہین جو محمڈن یونیورسٹی کے متعلق مشرقی علوم کی علیحدہ شاخ قایم کرنا چاہتے ہین - اس امر کا یقین رکھنا چاہیے کہ اگر مسلمانون کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا تو وہ اپنے علوم کو کبھی مُردہ نہونے دینگے - چنانچہ دیوبند - آرا - حیدر آباد وغیرہ مقامات مین اسلامی علوم کی اشاعت کے لئے عمدہ قسم کے مدارس قایم ہین اور تھوڑا عرصہ

ہوا کہ ایک نئی تحریک ان علوم کو باقاعدہ طرز پر پڑھانے کی کی گئی ہے جس سے تمام روشن خیال مسلمانون نے ہمدردی ظاہر کی ہے۔ میری رائے مین یونیورسٹی کا صرف یہہ کام ہونا چاہئے کہ وہ مغربی علوم کے ساتھ مشرقی علوم کو (جیسا کہ عربی سنسکرت اور فارسی کے ادب اور زبانون مین پائے جاتے ہین) یکجا کرے اور جن لوگون کو اس کا خاص مذاق ہو اُنھین اس کے متعلق تحقیق و تدقیق کرنے کی ہر طرح ترغیب دے۔ رہا یہہ کہ اس قسم کی ترغیب و تحریص کس عنوان سے ہونی چاہئے اسکا فیصلہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جبکہ یونیورسٹی کے متعلق تفصیلی قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا وقت آجائے۔ اگر ہم مین ایسے پُر جوش محب وطن۔ دولت مند۔ خیر خواہ بنی نوع انسان موجود ہوتے جیسے بمبئی کے سر ٹاٹا یا پنجاب کے مشہور سکھ رئیس جنکا حال مین انتقال ہوا ہے تو اس وقت ہمین اُن لوگون کی تجویز کے تسلیم کرنے مین ذرا بھی تامل نہوتا جنکا یہہ خیال ہے کہ یونیورسٹی کے متعلق مشرقی علوم کی شاخ الگ قایم کی جائے لیکن موجودہ حالت کے لحاظ سے میرے خیال مین اگر یہہ دس لاکھ بھی وصول ہو گئے جو انہلے سلنگ کمیٹی کے توقعات کا ہے تو بہت غنیمت ہے۔ اس قلیل رقم کو ضروریات وقت ہی پر صرف کرنا مناسب ہے نہ کہ ایسی کوششون مین برباد کرنا جو در صورت کامیابی بھی ہمارے لئے ضرورتون کے لحاظ سے چندان مفید نہین ہو سکتے ہین۔

سر دست جبکہ اس تحریک کی ابتدا ہی ابتدا ہے مجوزہ یونیورسٹی کے لئے ایک کامل اور مفصل تجویز کا قلم بند کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے بلکہ اس مقصد کے لئے ایک سب کمیٹی اُس وقت قایم کرنی چاہئے جب کہ روپیہ جمع ہو جائے اور عملی طور پر کام شروع کرنے کا موقع آجائے۔ لیکن اس وقت اس قدر کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اگر علی گڈھ سا کالج طبعیات (فزیکل سائینس) اور بائی آلوجی (علم الحیات) کی شاخ قایم نہ کر سکا اور ان علوم کی تعلیم کا کامل سامان اور ان کے اور متعلقہ علوم کے تجربات کے لئے آلات وغیرہ مہیا نہو سکے تو سمجھنا چاہئے کہ یونیورسٹی بالکل نامکمل اور ناقص ہے۔ کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ مسلمانون کی تشحید اذہان

اور اُن کی خاص خاص غلط فہمیون کی اصلاح کے لئے یہہ علوم نہایت موزون ہین اگر ہم ابتداً کم سے کم شاخون کی تعداد لیکر کام شروع کرنا چاہین تو اس ہین بھی ان علوم کا انتخاب ضرور ہونا چاہئے۔ چار اور شاخین ہین جو میرے خیال مین اسی قدر پر ضرور ہین۔

۱۔ السنہ وادبیات۔

۲۔ ریاضیات۔

۳۔ فلسفہ و منطق۔

۴۔ تاریخ۔ پولٹیکل سائینس اور ایکانامکس۔

ان پانچ سے اگر ابتدا کی گئی تو نئی یونیورسٹی کی بنیاد مستحکم طور پر قایم ہو جائے گی قانون بھی درحقیقت نہایت ضروری چیز ہے۔ لیکن اسکے لئے ہم اُس وقت تک توقف کر سکتے ہین جب کہ ہمارے پاس کافی سرمایہ ہو جاوے۔ یورپ کی قدیم اور جدید السنہ کی تعلیم کی بھی کچھ اتنی جلدی نہین اور میرے خیال مین سردست اِن کی ضرورت چندان نہین ہے۔

جو کچھ کہ مین مشرقی علوم کی نسبت عرض کر چکا ہون اُس کے ساتھ ہی یہہ بھی عرض کرنا چاہتا ہون کہ میرے نزدیک سب کو اعلےٰ التعلیم السنہ مشرقیہ کی دینا ضرور نہین ہے بلکہ اُن کی اشاعت اسی طرح پر بہتر ہو گی کہ جو کوئی اپنے شوق سے کسی مشرقی زبان اور علوم مین کمال درجہ کی لیاقت حاصل کرنا چاہئے اُس کو یونیورسٹی سے بیش قرار انعام و وظیفہ وغیرہ دیا جاوے۔ بلکہ اس قسم کی ترغیب و تحریص ہر شاخ کے لئے مقرر ہونی چاہئے کیونکہ ہر طالب علم کا مذاق ایک قسم کا نہین ہوتا کیا ضرور ہے کہ ہر شخص فقیہ و محدث یا مورخ یا ریاضی دان نکلے۔ بلکہ ہر شخص اپنے میلان طبع کے موافق ایک کوچہ اور جادہ اپنے لئے منتخب کرے اور اُس مین حتی الوسع کمال حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

(باقی آئندہ)

صوبہ اودھ کے کاشتکار اور وسا ذی اقتدار

رعیت چو بیخ است و سلطان درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

شیراز کے فلسفی شاعر نے جو مسئلہ بیت مندرجہ عنوان میں حل کیا ہے اُس کی صداقت آج بھی اُسی طرح مسلم ہے جس طرح سات سو برس پیشتر اُس وقت تھی جبکہ وہ مشہور کتاب تصنیف کی گئی تھی جس کا آج چار دانگ عالم مین شہرہ ہے اور ہماری معزز اور مہربان گورنمنٹ نے جس حد تک اس اصول کو مدنظر رکھا ہے وہ ہر طرح پر قابل تحسین ہے - آفات ارضی و سماوی کا مقابلہ کرنے سے انسان مجبور ہے اور خاص کر ہندوستان جیسے زراعتی ملک مین اس قسم کی آفات کا موجب تباہی و بربادی ہونا ایک کھلی بات ہے - دو برس متواتر گذر گئے کہ زمین اور آسمان اتفاق کر کے اس غریب ملک کے آزار کے درپے ہو گئے ہین - سال ہیوستہ کی فصل کا پالے کے نذر ہو جانا پھر قلت بارش کی وجہ سے بیچارے کاشتکارون کی امیدون پر پانی پڑ جانا یہہ سب باتین ابھی صرف لوگون کی یاد مین تازہ ہی نہین بلکہ ان کا برا اثر اب تک موجود ہے ان غیر معمولی آفات کے سہارنے کی قوت غریب کاشتکار مین کہان مگر یہہ اتفاقی امور ہین ان پر فلاح یا نکبت کا اندازہ کرنا اصولاً غلط ہوگا ہمارا مقصود معمولی حالات سے بحث کرنا ہے اور اس تمام بحث کا خلاصہ اگر ایک فقرے مین رکھا جائے تو صرف یہہ ہوتا ہے کہ اوسط درجے کے کاشتکار کو دن رات بجز محنت و مزدوری کے کوئی کام نہین اور فراغت و آرام کا نصیب ہونا ایک ایسا خواب ہے جس کے دیکھنے کی تمنا مین اُسکی عمر تمام ہو جاتی ہے اُسکو جو کچھ برا بھلا کھانے کو مل گیا وہ اُس کے لئے نعمت غظمیٰ ہے اور جو کچھ موٹا جھوٹا تن ڈھانکنے کو میسر آ گیا وہ بس غنیمت ہے -

ان ساری تباہیون کا موجب یہہ ہے کہ کاشتکار کے پاس بالعموم اس قدر

روپیہ پس انداز نہین ہوتا جو اُس کو آیندہ فصل کے لئے سامان فراہم کرنے کی طرف مستغنی کردے اور اس حالت مین مجبوراً اُس کو قرض لینا پڑتا ہے اور جب ایک مرتبہ یہہ راہ کھل گئی تو پھر ہمیشہ کے لئے گویا اُس کی تباہی کا سامان مہیا ہو گیا کیونکہ دیسی مہاجن اُسکا خون چوسنا کیا معنی گوشت تک کھا جاتا ہے جو شرح سود وہ اپنے قرضدارون سے وصول کرتا ہے اُس کو سُن کر شاید مہذب دنیا چونک پڑے مگر اس مین ذرّہ برابر شبہ نہین کہ یہہ شرح کسی طرح پر سو فیصدی سے کم نہین ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ صرف تین چار سال مین ایک معمولی شخص کو دیہات مین مہاجن کا خطاب مل جاتا ہے۔ مگر کاشتکار کی ضرورت اُسکو اس قدر مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کٹواتا ہے۔ اُسکو آیندہ فصل کے سامان مہیا کرنے کے لئے مہاجن کے گھر کے سوا اور کوئی ٹھکانا نہین اور یہہ بے رحم اور سفاک شخص باوجودیکہ اسی غریب کاشتکار کی بدولت مالدار بن جاتا ہے تاہم اُس اغماض اور نخرے سے جو حاجت روا ہونے کی حیثیت سے اُسکا حق ہے کبھی نہین چوکتا یہہ تو اُسکا تکیہ کلام ہے کہ "چودھری جی پچھلے حساب کا تو کچھ انتظام کرو یہہ لین دین کا بیوہار ہے روپیہ مفت تو کہین سے آ نہین جاتا"۔ غریب کاشتکار ایسی حالت مین اپنے تئین تمام شرایط پر رضامند ہو جانے کے لئے مجبور دیکھتا ہے اگر مہاجن کہے کہ علاوہ سود کے ۴ مار فی روپیہ غلہ بھی دینا پڑیگا تو منظور اگر وہ کہے کہ بیس روپیہ لو اور چالیس کی دستاویز لکھ دو تو منظور غرض کاشتکار کو نہ پلے رفتن نہ جاے ماندن کا مضمون نظر آتا ہے۔

مہربان گورنمنٹ نے کاشتکارون کی امداد کے لئے تقاوی کا طریقہ جاری کر رکھا ہے مگر شاید ہمارا یہہ خیال بہت سے کاشتکارون کے خیالات سے متفق ہو گا کہ اس کے بعض قیود ذرا سخت ہین۔ سب سے پہلے تو دیوان جی (پٹواری) جن کو کاشتکارون کے پیر جی کہنا بجا ہو گا بغیر اپنی پوجا کرائے کام نہین چلنے دیتے پھر اُن کے بعد کاشتکارون کے اُستاد یعنی پٹواریون کے افسر کا نمبر آتا ہے اور پھر درجہ بہ درجہ اور بہت سے حقدار تیار ہوتے ہین جن کی شرح کمیشن ایسی گھٹتی بڑھتی ہے جیسے بازار مین کسی جنس کا بھاو۔ اگر یہہ مدارج بھی بُرے بھلے طے ہو گئے وہ

دشوار گذار مرحلہ آتا ہے جسے ضابطہ پیش کرنے کے نام سے تعبیر کرتے ہین - اس اہم معاملہ مین اگر کسی ڈگریدار نے دستگیری فرمائی اور ۱۰ فیصدی لیکر ضمانت کردی تو گویا نہایت سستا سود لیے ہوا لیکن اگر کوئی نمبر دار ضمانت کرے گا تو کسی حالت مین اُس کی شرح کمیشن دس فیصدی سے کم نہین ہو سکتی کیونکہ آخر وہ اپنی آراضی بھی تو مکفول کرے گا غرضکہ سو روپیہ مین نشتر بشکل کاشتکار کے پلے پڑے اور جو دوڑ دھوپ ہوئی اور جو وقت ضایع ہوا وہ علیحدہ رہا اس پر بھی اگر کوئی وجہ خاص ہوئی جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ روپیہ نہ مل سکا تو یہ دوڑ دھوپ بے فایدہ محنت فضول اور خرچہ گویا جرمانے کی مدین پڑا - لیکن فرض کیجیے کہ خوش نصیب کاشتکار کو روپیہ مل بھی گیا تب بھی ایک مرحلہ اور باقی رہتا ہے یعنی جب کہ چپراسی اُس کے وصول کے لیے جاتا ہے تو کاشتکار کو صرف پریشانی ہی نہین اُٹھانی پڑتی بلکہ اُس کا گور و کفن بھی کرنا پڑتا ہے - یہہ وجوہات ہین جن سے بہ مقابلہ چھہ روپیہ فیصدی کے کاشتکار سو روپیہ فیصدی پر قرضہ لینا پسند کرتا ہے کیونکہ یہہ روپیہ وقت پر تو مل جاتا ہے -

دوسرا طریقہ اِس غریب گروہ کی امداد کا جو حال مین ہماری مہربان اور شفیق گورنمنٹ نے جاری فرمایا ہے وہ دیہاتی بنک کا قایم کرنا ہے - اِس مین شک نہین کہ یہہ طریقہ امداد کا نہایت مفید اور کار آمد ہے لیکن کاشتکار اپنی جہالت کی وجہ سے جس کا نتیجہ بے اعتباری اور وہم ہے اِس نعمت سے کما حقہ فایدہ اُٹھانے سے محروم رہتا ہے - یون تو حکام نے اِس خاص ذریعہ امداد کی طرف ترغیب دلانے اور کاشتکارون کی وحشت دور کرنے مین کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی مگر ضلع ہذا کی خوش قسمتی سے جو لایق اور فیاض حاکم اِس وقت یہان بر سر حکومت ہے اُسکا اہتمام تمام بہبودی رفاہ عام اور بہبودی عامہ خلایق کی طرف ایسا ہے جس کا کافی شکریہ ادا نہین کیا جا سکتا موجودہ ڈپٹی کمشنر جناب مسٹر ایچ - پی - ڈیوہرسٹ صاحب بہادر کی عملی کوششین اُن کے اسی تھوڑے سے زمانے کے زمانہ قیام رائے بریلی مین اِس طور پر ظاہر ہونے لگی ہین جس سے آیندہ بہت کچھ امیدین اُن کی ذات بابرکات سے وابستہ ہین - یون تو مشرقی علوم یعنی عربی و فارسی مین کامل دستگاہ رکھنے کی وجہ سے صاحب موصوف کا ہندوستان کی رعایا و برایا کے معاملات

مین خاص دلچسپی لینا کچھ مستبعد نہین ہے مگر یہہ امور دلی فیاضی سے پیدا ہوا کرتے ہین اور اسی وجہ سے ہمکو اُس مستعدی اور ہمدردی کی داد دینا چاہیے جس کے ساتھ اُنھون نے کمیٹی منعقدہ ۱۰- اکتوبر ۱۹۰۶ء مین روسا ئے ضلع کے مجمع مین کاشتکارون کی امداد اور دیہاتی بنک کے فواید پر ایک مبسوط لکچر دیا اور یہہ جناب ممدوح کی ذاتی تحریک کا اثر تھا کہ معزز روسا ئے ضلع مثلاً جناب رانا شیو راج سنگھ صاحب تعلقہ دار و جناب راجہ صاحب چندا پور و جناب راجہ صاحب شیو گڈھ و جناب راجہ صاحب کروی سمرولی نے نہ صرف دیہاتی بنک مین امداد فرمائی بلکہ جملہ روسا ضلع کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنے اپنے کاشتکارون کی خود امداد فرمایا کرین۔

اس سے زیادہ اور کوئی بات قابل مبارکباد نہین ہو سکتی کہ ہم کو اپنی آپ مدد کرنے کا حوصلہ پیدا ہو۔ اصلی ترقی کا یہی راز ہے اور شاید ہمارے ملک کے اب اچھے دن آگئے کہ ہم مین اپنی امداد خود کرنے کا خیال پیدا ہو چلا۔ لیکن اس راہ مین ایک ایسا سنگ گران ہے جو ہمکو آگے بڑھنے سے روک رہا ہے اور وہ سنگ گران اور کیا ہو سکتا ہے سوا ئے اس افلاس کے جس کا رونا ہر سمت رویا جا رہا ہے۔ جب پیر خود درماندہ ہو تو شفاعت کس کی کرے۔ زمیندارون اور تعلقدارون کی حالت خود اس قدر ابتر ہے کہ کاشتکارون کو سنبھالنا تو درکنار وہ خود آپ ہی کو سنبھال لین تو بڑی بات ہے۔ استثنا تمام باتون مین ہوا کرتی ہے اور ہمارے اس کلیتے سے بھی چند معزز روسا مستثنی ہین۔ لیکن عام حالت یہہ ہے کہ ریاست کا نام ہی نام ہے۔ ہم اس موقعہ پر حساب اوسط آمدنی و خرچ مالکان آراضی کا پیش کرتے ہین جس سے اُن کی اصلی مالی حالت پر کافی روشنی پڑیگی اور یہہ معلوم ہو جا ئے گا کہ یہہ غریب کس طور پر گذارہ کرتے ہین اور کہان تک اسراف اور فضول خرچی کا الزام اُن پر بجا طور پر عاید ہو سکتا ہے۔ آمدنی کی حالت یہہ ہے کہ باوجود اُن تمام رعایتون کے جو گورنمنٹ عالیہ نے ملحوظ رکھی ہین (اور جو بمقابلہ شاہی زمانے کے بہت زیادہ ہین جبکہ زمیندار کو صرف حق وصول لگان کے طور پر کچھ حصہ آمدنی کا دیدیا جاتا تھا باقی بیت المال کا حق سمجھا جاتا تھا) پچاس فیصدی لبعد ادا ئے مطالبہ سرکاری کے

بالعموم زمیندار کے پلے پڑتا ہے - اخراجات مین بڑی بھاری مد خرچہ عدالت ہے جس کی میزان شاید عہ فیصدی سے کم نہ ہوگی عہ فیصدی کاشتکارون کے ذمہ بقایا واجب الوصول رہ جانا ایک معمولی بات ہے اخراجات وصول و تحصیل بھی عہ فیصدی سے کم نہین ہوتے اور اپنی ظاہری شان و شوکت قایم رکھنے مین جس کی زمیندار کو اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ اُس کا دباؤ قایم رہے اور وصول و تحصیل مین زیادہ مزاحمت نہ ہو کم از کم صہ فیصدی خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے - نتیجہ یہہ نکلا کہ منجملہ صہ فیصدی کے جو مالک اراضی کا حق ہے اُس کے ذاتی اخراجات کے لئے صرف ۱۲ بچتا ہے جس مین اخراجات خانہ داری شادی غمی چندہ و خیرات سب کچھ شامل ہے . یہہ حساب اُن ریاستون کا ہے جہان آئے دن جھگڑے فساد مابین زمیندار و کاشتکار کے نہین ہوا کرتے اب اس حساب کو دیکھئے اور اُس شان ریاست کو ملاحظہ کیجئے جو ہر رئیس کے دماغ مین جاگزین ہوا کرتی ہے وہ اپنی حالت کو اُس اندازے کے موافق رکھنا چاہتا ہے جو صہ فیصدی منافع کے اعتبار سے ہونی چاہئے اور اُس زبردست تفاوت کا کچھ لحاظ نہین کرتا جو مندرجہ بالا وجوہ سے اُس کی مالی حالت مین واقع ہوتا ہے اور جس کی رو سے اُس کو ۱۲ فیصدی منافع کے اعتبار سے ذاتی حیثیت قایم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے - یہہ گویا اُس رئیس کی حالت ہے جو اعتدال اور سنجیدگی کو مد نظر رکھنا چاہتا ہے گویا اعتدال کے ساتھ چلنے مین ہر رئیس کو اپنی خالص آمدنی کا ۱ م فیصدی قرض لینا ضروری ہوتا ہے - معمولی حالات تو یہہ ہوے اسپر اگر کوئی آفت ارضی و سماوی نازل ہوگئی یا کوئی بڑا مقدمہ حقیت کا دائر ہوگیا یا دائر کرنا پڑا تو انجام سوائے اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ ریاست مہاجن کے پاس رہن ہو اور اخراجات خانہ داری کے لئے کپڑے لتے نیلام ہونے پھرین - لیکن بدقسمتی سے اگر رئیس صاحب عیاش اور رنگین مزاج بھی ہوے اور جام جہان نما کی گردش کا شوق چرّایا تو پھر کیا ٹھکانا ہے ادھر تو کارندگان ریاست جو گویا رئیس صاحب کے ہاتھ پانوں ہین اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہین ادھر مہاجن قرض پر قرض

دیگر اور سود پر سود لگا کر وقت کا منتظر رہتا ہے اور اِس طرح پر بہت جلد ریاست کا سرسبز چمن باد خزان کی دستبرد سے مُرجھا جاتا ہے اور ریاست ہمیشہ کے لئے خاندانی رئیس کے قبضے سے نکل کر کسی بنئیے یا کلوار تیلی یا بھاٹ کے قبضے مین چلی جاتی ہے - اسی چھوٹے سے صوبے مین جس پر گورنمنٹ کی عنایتین ہمیشہ مبذول رہی ہین کس قدر ریاستین ایسی موجود ہونگی جن کو ابھی نصف صدی کا زمانہ نہین گذرا کہ گورنمنٹ نے سند تعلقہ عطا فرمائی تھی اور آج اُن کے نجیب الطرفین و خیر خواہ گورنمنٹ قایم مقام عُسرت و تنگدستی کا شکار ہین اور نان شبینہ کو محتاج ہو کر در بدر خاک بسر پھرتے ہین ! - افسوس !!

اِس وقت زمینداروں اور کاشتکاروں کی حالت اِس قدر زار ہے کہ جس کو اُن سے کچھ سروکار نہین وہ بھی اُنھین دیکھکر افسوس کرے گا لیکن اب بھی وقت ہے اور اگر آج ہم سب مِل کر اپنی آپ مدد کرنے کو تیار ہو جائین تو کچھ بعید نہین کہ ہماری حالت مین نمایان تغیر پیدا ہو کیونکہ وہ احکم الحاکمین اور نیز وہ حکام جو اُس کی طرف سے ہمارے معاملات کے کفیل ہین ہمیشہ اُس کی امداد کرنے کو تیار ہین جو اپنی مدد کر سکے - اگر ہم ذرا غور کرین تو ہمکو معلوم ہو جائے گا کہ یہہ تمام مصیبتین ہم پر اپنی کم علمی اور زمانے کی رفتار کے نہ پہچاننے کی وجہ سے آئین اِس کا اندازہ مشکل ہے کہ کس قدر تعداد رؤسا کی اِس خیال کی پابند ہے کہ کیا ہم کو کچھ نوکری کرنا ہے جو تعلیم حاصل کرین - تعلیم کی طرف سے یہہ کوتاہ خیالی تمام بلاؤن کا سرچشمہ ہے اگر ہم اپنی حالت کو سمجھتے اور حالات زمانہ سے آشنا ہوتے تو شاید ہمارے بہت سے ایسے قصے قضئے جن کو عدالتون تک پہونچانے سے ہم اپنی آمدنی کا معتدبہ حصہ مقدمہ بازی کی نذر کر دیتے ہین آپس مین طے ہو جایا کرتے بلکہ ہم ایک دوسرے کی مدد کو ضرورت کے وقت تیار رہتے اور اپنے بھائی کی ریاست کو غیرون کے قبضے مین جانے سے بچاتے ہم اپنے کاشتکارون کی امداد کرتے جس سے وہ تباہی سے ہم مقدمہ بازی سے اور ہمارا مطالبہ عدم وصول کے کھاتے مین پڑ جانے سے محفوظ رہتا - ہم جھوٹی شان و شوکت کو چھوڑ کر خرچ باندازہ دخل کے مسئلے کی پیروی کرتے ہم اُن چھوٹے چھوٹے ذرایع سے متمتع ہوتے جن سے

ہم اپنی آمدنی مین تھوڑی سی کوشش سے مستقل اضافہ کرسکتے ہین اور جن کو ہم اپنی ناواقفیت کی
وجہ سے ناچیز سمجھکر نظر انداز کر جاتے ہین اور ہم اصول تجارت کو جو مغربی خیالات کی جان ہے
اس تعلیم سے اخذ کرکے اُن پر کاربند ہوتے۔ یہہ صرف زبانی جمع خرچ نہین ہے بلکہ اس پر عملی پہلو سے
بحث کیجا سکتی ہے۔ اگر ہم لوگ صرف سیر کا اپنے ذاتی انتظام اور نگرانی اور محنت سے انصرام کرین۔
اور بہتر تن مصروفیت کے ساتھ بھی ایک کام کرین تو پھر دیکھین کس طرح یہہ عسرت تشریف نہین لیجاتی
گورنمنٹ عالیہ نے محکمہ زراعت خاص اسی ترقی کے لئے قایم فرمایا ہے اور کانپور مین ایک زراعتی کالج
کھول دیا ہے جہان سے ایک ماہوار رسالہ مفید المزارعین نکلتا ہے۔ جس کے مفید اور کارآمد ہونے
مین کوئی کلام نہین۔ مگر ہمکو ہماری جہالت نے اِن تمام ذرایع سے مستفید ہونے سے باز رکھا ہے۔
اگر ہم فن اصول زراعت کو باقاعدہ سیکھین تو کچھ شبہ نہین کہ ہم اپنے وسایل آمدنی کو ترقی کرتا ہوا دیکھین گے
ہر زمیندار جانتا ہے کہ ایک معتدبہ حصہ اُس کی اراضی کا ہمیشہ بیکار اور خالی پڑا رہتا ہے کیا وہ اُسکو کسی کام مین
نہین لاسکتا ہے ہم اس بات کو کبھی نہین مان سکتے۔ یہہ صرف ہماری جہالت ہے جو ہمکو مجبور کرتی ہے کہ پُرانی لکیر
کو پیٹتے رہین اور ایک قدم آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرین مثلاً ہم یہہ امر پیش کرتے ہین کہ نشیبی اراضیات
مین جو اکثر بیکار پڑی رہتی ہین ہم اگر جڑہن کی کاشت کرین تو خاصا نفع اُٹھا سکتے ہین۔ ایک نہایت سہل
طریقہ آمدنی کا لاک کی کاشت ہے اگر اس کا انتظام کیا جاوے تو چھوٹی چھوٹی ریاستون مین بھی
ہزارون روپیہ سالانہ کا نفع ہوسکتا ہے۔ لاک کا نرخ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے اور اس کی تجارت
مین کثیر منافع کی امید ہوسکتی ہے مگر ہمارے روساء مین سے باستثناء چند بیدار مغز اصحاب کے ایک
کسی کو اسکا خیال تک نہین بلکہ اب تک بعض ایسی ریاستون مین جہان یہہ قیمتی اور قابل قدر شے بلا کسی
مشقت محنت کے قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہے یہہ قاعدہ ہے کہ وہ معمولی لوگون کو نہایت قلیل قیمت کے عوض
مین نذر کردی جاتی ہے یہہ خریدار صرف قیمت ہی کم نہین دیتے بلکہ درخت کو اس طرح برباد کردیتے ہین کہ ہمیشہ
کے لیے اس قیمتی پیداوار کا تخم جاتا رہتا ہے۔ لاک کی کاشت[1] اگر بیل کے درختاین کافی توجہ کے ساتھ کیجاوے

[1] اس کے متعلق مفصل حالات جو صاحب دریافت کرنا چاہین ذیل کے پتہ سے ہمکو اطلاع دین ہم نہایت خوشی سے تفصیلوار حالات تحریر کرین گے عبد الستار خان خورشید جنگ [illegible] صاحب تعلقدار پھرپیو ضلع رائے بریلی (اودھ)

تو معمولی درخت مین تلہ یا تخہ سالانہ سے کم کی آمدنی نہین ہوسکتی اور ڈھاک اور پیپل کے درختون مین بھی اس کی کاشت بہت معقول طور پر ہوسکتی ہے گو اس قدر کثیر المنافع نہین ہوتی۔ اس کی قیمت اس وقت دہلی و کانپور مین نشہ فی من ہے۔ مگر ان چھوٹے چھوٹے وسائل آمدنی کی طرف توجہ کرنا تو درکنار ہم اپنی جہالت سے اس زبردست تجارت سے بھی تو فایدہ نہین اٹھا سکتے جو بحیثیت زمینداری ہمارا سب سے زیادہ قیمتی مال اور ہندوستان کا سب سے بڑا وسیلۂ تجارت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہر شخص جو اس وقت مہاجن کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے پہلی بسم اللہ غلے کی تجارت سے نہین کرتا مگر افسوس ہے کہ بنیئے اور تیلی ہمکو اس زبردست ذریعہ تجارت سے محروم کردین اور ہم ان کے محتاج و دست نگر رہین۔

سچ پوچھیے تو ہم تعلیم کی طرف سے بیخبر رہنے کی وجہ سے اپنے خون کو آپ بہا رہے ہین زمانے کا رنگ بدل گیا اور قومین اپنی ضروریات کو سمجھکر اسکے مطابق عمل کر رہی ہین اور برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہین مگر ہماری آنکھ نہین کھلتی۔ اے معزز سردار و اور اے مقتدر بھائیو سمجھو کہ ؎

زمانہ نہین اب رہا ہے وہ باقی	کہ چلتی تھی جب رن مین شمشیر اپنی
ہر اک سمت چلتی ہے اب تیغ علمی	لئے جاتے ہین غیر اب ہم سے بازی

یہ لازم نہین اب کہ سوتے رہین ہم
اب اترین اکھاڑے مین اور کچھ کرین ہم

آج اگر کوئی تلاش کرے کہ زمانہ حال کی تعلیم کے اعتبار سے ہم لوگون مین کس قدر تعلیم یافتہ ہون گے تو شاید پانچ فی ہزار مشکل سے نکلین گے۔ اتنا بڑا گروہ اودھ کے تعلقدارون اور زمینداروں کا ہے لیکن اگر کوئی پوچھے کہ یہ خود نہ سہی ان کے بچون مین کتنے گریجویٹ ہین تو بجز انفعال کے کیا جواب ہوسکتا ہے اسمین شک نہین کہ معمولی طور پر خواندہ لوگون کی کچھ تعداد ان مین نکل آئے گی مگر یہ تعلیم کوئی تعلیم ہے جس سے نہ اپنے نیک و بد کا خیال پیدا ہو نہ اپنا پیش و پس سوجھائی دے نہ زمانے کی ضروریات سے واقفیت حاصل ہو نہ غیرون کے حملون سے بچاؤ کا فکر ہوسکے غرض نہ جلب منفعت کی قابلیت پیدا ہو نہ دفع ضرر کی۔ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوماً جَہُولاً۔

عبد الستار خان
رئیس پھریرہ ضلع رائے بریلی

مذہبی - طبابت - وکالت کے پیشے

اتنی جگہہ کہان ہے کہ ہر شخص اپنے دوست کو لاکر بٹھا سکے - اس خیال سے دل گھبراتا ہے کہ مذہب وکالت - طبابت کے پیشہ ورون کی کیسی کثرت ہے - مذہبی پیشہ ورون مولوی - مُلّا - واعظ - امام - موذن - پیر - فقیر - گوشہ نشین ان سب مین ایسی کٹا چھنی رہتی ہے کہ ایک دوسرے کو بھوکا مارتا ہے سب کو پیٹ بھر کے روٹی مشکل سے ملتی ہے -

پھر وکلا اور مختارون کی وہ کثرت ہے کہ اُن کی گنتی مشکل ہے - زیادہ تر اُن مین سے فضول معلوم ہوتے ہین - وہ ایک ایسی سپاہ کثیر ہوگئی ہے کہ اُن کو اپنے ہتھیار چلانے کے لئے جگہہ نہین ملتی وکیل دو قسم کے ہوتے ہین ایک جھگڑالو - دوسرے صلح جو پھر ان قسمون کی بھی کئی قسمین ہین — ایک جھگڑالو وہ ہین کہ اپنے موکلون سے محنتانہ پر جھگڑتے ہین - اپنے غصہ ہونے اور گالیان دینے کی بھی اجرت موکلون سے لیلیتے ہین گھر پر تو یہہ جھگڑا ہوتا ہے مگر کچہری مین حاکم کے روبرو مُنہ پر مہر لگ جاتی ہے - دوسرے جھگڑالو وہ ہین کہ ناحق کے جھگڑے بکھیڑے درپردہ کھڑے کرتے ہین اور پھر بظاہر صورت سوال بنتے ہین کہ وکالت نامے پر دستخط ہون - اب صلح جو ایک قسم کے وہ ہین جو نوجوان ہین رات دن قانون کا مطالعہ ہے - اُن کی قانونی لیاقت جیسی حاکم بننے کے لئے مناسب پیدا ہوجاتی ہے وکالت کے لئے ویسی نہین ہوتی - اگر کوئی مقدمہ گھر بیٹھے آگیا تو کچہری مین چلے گئے ورنہ کچھ پروا نہین دوسری قسم کے صلح جو اکثر نوجوان ہوتے ہین - کبھی وہ قانون کو پڑھتے ہین - مگر زیادہ تر کھیل تماشون مین مصروف رہتے ہین - کچھ ان کو اپنے کام کی طرف رغبت نہین ہوتی -

حکیمون اور طبیبون کی کثرت ہے - سب کے پاس بیمار نہین جاتے وہ خالی بیٹھے مکھیان اوڑاتے ہین - یا اگر کوئی بیمار مل جاتا ہے تو اُس کے گرد ایسے جمع ہوجاتے ہین - جیسے کہ پکے پھوڑے پر مکھیان - اس فرقہ سے لوگ ڈرتے ہین - یہہ ایک دانشمند کا مقولہ مشہور ہے کہ جس قوم مین طبیبون کی کثرت ہوتی ہے - اُس مین آدمیون کی قلت ہوتی ہے - تجربہ سے ہر جگہہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جن قومون

مین سے سپاہ مین نوجوان قومی توانا تندرست بھرتی ہونے آتے ہین اُن مین طبیب دوا کو نہین ملتا - طبیبون کا حال ہندوؤن کی قدیمی سپاہ کا سا ہے کہ کچھ رتھون مین بیٹھکر کچھ پیدل چلکر دشمنون کو قتل کرتے تھے - ان مین سے دوسرے بہ نسبت پہلون کے قتل کم کرتے تھے - اس لئے کہ وہ ترت پھرت جلدی ہر جگہ نہین پہونچ سکتے تھے - ان قواعددان سپاہ کے سوا آخور کی بھرتی گھٹیل سپاہی ہوتے تھے ان کے نام سپاہ کی فہرست مین نہین ہوتے تھے - وہ بھی دوا ایک راہ چلتون کو سنگوا لیا کرتے تھے -

بعض اطبا کو جب مریض نہین ملتے تو کیمیا کے نسخون کے بنانے مین اور معجون کے پکانے مین دل لگاتے ہین اور اپنا وقت عمر مون کے پیسنے مین صرف کرتے ہین - ان تینون قسم کے پیشہ کرنے والون کی کثرت سے ملک مین بڑی خرابیان پھیل رہی ہین یہہ تینون پیشے ایسے دشوار اور مشکل و معزز و معظم ہین کہ اگر اُن کے کرنے والون کی تعداد سمت رکے ریت کے ذرون کی برابر ہو جاے تو بھی اُن مین صرف پیہا دو چار ہی نکلین گے -

اشراف بھلے مانسون کو اکثر شوق ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کو ان تینون پیشون مین سے کسی پیشے کو سکھائین اور اُن کو معزز بنائین مگر اکثر وہ اپنی امیدون مین نا امید ہوتے ہین - ان پیشون کے میدانون مین اتنے دوڑنے والے ہین کہ بہت ہی تھوڑے ایسے ہوتے ہین کہ اُن مین آگے نکل جاتے ہین - مقدمات اور نالشین اتنی نہین ہوتین کہ وکلا و مختاران کے واسطے کافی ہون نہ بیمار اتنے ہین کہ طبیبون کے لیے کام موجود ہو - غرض اس کثرت نے ان پیشے ورون مین طرح طرح کے عیب پیدا کر دیے ہین - وہ اپنے معمولی قواعد سے کام نہین چلا سکتے - وہ اپنی تعریفون کا اشتہار اخبارون مین چھپواتے ہین - اور کہتے ہین کہ ہم اورون کی نسبت سستا کام کرتے ہین - غرض جیسے اور سوداگر اور ادنیٰ اہل حرفہ و پیشہ اپنے کام چلانے کے لئے کام کرتے ہین - وہی یہہ معزز پیشہ والے کرتے ہین - عدالت مین ایک مقدمہ آتا ہے ایک وکیل کہتا ہے کہ ہمکو چالیس روپیہ دو تو دائر کر دین گے دوسرا کہتا ہے کہ بیس ہی دیجیے - طبیب ہین دوائین بیچنے کے لیے سر پر لئے پھرتے ہین اور دکانین لگا بیٹھے ہین - گاہکون کو پکارتے ہین - جھوٹے اشتہارون کو مشتہر کرتے ہین - جو خاندانی طبیب تھے اُن کے شجرہ خاندان مین اور پیشون کی تعلیمین لگتی چلی جاتی ہین - حکیم زادے اور نوکریان کرتے ہین - گو ان پیشون مین اہل پیشہ کی کثرت

نے اُن کی قدر و منزلت کم کردی ہے مگر بعض اُن مین ایسے کامیاب نظر آتے ہین کہ اور اہل پیشہ کو رغبت یہہ ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کو یہہ پیشے سکھا کر جنٹل مین بنائین - مگر اکثر اُن مین سے ایسے ناکام رہتے ہین کہ اولاد ماباپون کو بد دعا دیتی ہے کہ ہم کو ازین سو رانده وزان سو مانده بنایا ہے - کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھولا -

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

غزل - خادم الاطبا حکیم سید محمد سعید خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

خدا شاہد ہے کہتا ہون تمہارے جان نثارون مین
نہ مجھسا پاؤگے عاشق جو ڈھونڈوگے ہزارون مین

نشان گرد ڈھونڈتے ہین آپکا مانِ الفت کے
مرقعے یاس و حسرت کے کھنچے ہون گے مزارون مین

سحر آتے ہین شام آتے ہین آپ آتے نہین وعدے
دلِ بیتاب کو اب تک رکھا ہے اِن سہارون مین

طبیعت جس پر آئی ہے نہ ہے غیرون کے قبضے مین
ملا تقدیر سے اک پھول وہ بھی لاکھ خارون مین

جنون صحرا نوردی سے ملی ہے اُن کو یہہ عزت
کہ چھالے پانون کے بیٹھے ہین سر چڑھ چڑھ کے خارون مین

گلابی رنگ نکھرا ہے بلا کا فصلِ باران مین
نہ ڈالے دخترِ رز تفرقہ پرہیزگارون مین

لو مستی لبون پر اور لگاؤ ہاتھ مین مہندی
تمہارے مدعی بیٹھین ہمارے سوگوارون مین

بہانہ ہے عبث موجودگئے غیر کا تمکو
جو کہنا ہے کہو ہم سب سمجھ لین گے اشارون مین

یہہ مانا مجمعِ اغیار مین بولا نہین جاتا
مگر کچھ تو کہو آنکھون مین ہونٹون مین اشارون مین

سبک ہو جاؤگے آخر رقیبون کی نگاہون مین
بڑھانا اعتبار اچھا نہین بے اعتبارون مین

حسین ہو خوبصورت ہو مگر یہہ عیب کیا کم ہے
تمہاری بیوفائی چھپ گئی ہے اشتہارون مین

گمان ہوتا ہے شاید دل گرفتون کے [illegible]
بہت سی بے کھلی کلیان نظر آتی ہین ہارون مین

بقولِ داغ اے خنجر خزان کی بھی ہوا دیکھو
بہارین تمنے لوٹی ہین بہت اگلی بہارون مین

زیور کے متعلق میاں بیوی کی گفتگو

زیور کا رواج کب سے ہوا اور بیچارے خود اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اس کا پتہ یا تو کوئی جیّد مورخ لگا سکتا ہے اور یا زمانہ کے اُلٹے ہوئے ورقوں میں کہیں پنہاں ہوگا اس لئے ہمارا علم اس سے قاصر ہے ہاں ہندوستان میں اہل ہند اسے گوناگوں صورتوں میں برتتے آئے ہیں جن کے اثر سے اب غیر ممالک بھی متاثر ہوتے جاتے ہیں۔ زیب و زینت کا خیال تو عموماً مختلف قوموں میں پایا ہی جاتا ہے مگر ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے عاشق مزاج بادشاہ جہانگیر اور اُس کی طرحدار بیگم نورجہان نے اسکے اختراع و اختراع میں کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ جہانگیریاں۔ جہانوریاں۔ سراسری وغیرہ وغیرہ انھیں کی ایجادیں ہیں اور پھر تو جس طرح یہہ مرض عالمگیر ہوا اور جس قدر اس کا شوق بڑھتا جاتا ہے ذیل کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے۔

قطب الدین (اپنی بیوی سے) لیجیے بیگم صاحب! یہہ دوسری بجلیاں حاضر ہیں۔ انھیں پھر تکیے کے نیچے رکھ دیجیے گا اور ماما سے کہدیجیے گا کہ وہ پھر چُرا کر لے جاے۔

بیگم۔ کیا خوب! گویا میں نے خود اُس سے کہا کہ تو میری چیز چُرا لے جائیو۔ اور ماما کا کیا ہے خدا جانے کس کے ایمان میں خاک پڑی ہے ہے کیسی ٹلاسی پیری بجلیاں تھیں۔ سو سے دوسو کی رقم کوئی کمبخت موس لے گیا۔

قطب الدین۔ ہاں تو اسی سے تو اب گذارش ہے کہ یہہ پھر دوسو روپیہ دوبارہ نذر کئے جاتے ہیں۔ انھیں بھی کہیں جلدی سے ٹھکانے لگائیے۔ میں حیران ہوں کہ آخر جس حالت میں آدمی خود خوب صورت ہو تو اسے ایسے خطرناک زیور کی زیبایش کی کیا ضرورت۔

بیگم۔ ضرورت کیوں نہیں۔ اب آخر دنیا زمانے کی بیویاں پہنتی ہی آتی ہیں۔ نقصان کا کیا ہے۔ یہ موئی شدنی بہہ سب ہی کو ہوتا ہے۔ پھر اس طرح نقصان سے ڈر کر سبھی ننگے بچے ہو جایا کریں۔

قطب الدین۔ مگر آخر اس سے کوئی فایدہ بھی۔
بیگم۔ فایدہ کیون نہین زیور سے دو مقصود تو ظاہر ہی ہین۔
قطب الدین۔ جی وہ کونسے۔؟
بیگم۔ ایک تو یہی عورت ذات کی آرایش۔ اُس کا سُہاگ اور دوسرے اس بہانے سے بہت سا روپیہ پس انداز بھی ہو جاتا ہے۔
قطب الدین۔ جی بجا ہے۔ ہو جاتا ہے۔ آرایش سے نہین محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی۔ قسم ہے کیا بھلا لگتا ہے دیکھو جانا دین گہنے۔ اور دوسرا بہانہ روپیہ کے پس انداز ہونے کا۔ اُس کے تو کیا ہی کہنے۔ دو برس کے بعد سَو کا مال گھِس گھِسا کر ساٹھ ستر کا رہ جاتا ہے اور بیچنے لیجاؤ تو پھر انشاء اللہ ساٹھ کے بھی پچاس ہی اُٹھین۔
بیگم۔ اب یہہ اُٹھنے اُٹھانے کی تو خبر نہین۔ ضرورت کے وقت ہر چیز نقصان سے بکتی ہے۔ انگریزون کو دیکھو جب کسی نئی جگہہ جاتے ہین سینکڑون روپیہ کا سامان اپنے آرام کے لئے نیا خریدتے ہین اور جب وہان سے جانے لگتے ہین تو کھڑے کھڑے کوڑیون کے مول نیلام کرکے یہہ جا وہ جا۔
قطب الدین۔ انکی بھلی چلائی۔ ان کے ہان ہر چیز کی ایک قایم ہے مگر ہمارے ہندوستان کو خدا سلامت رکھے اس وقت اگر ہندو مسلمان دونون قومون کے زیورات کی فہرست بنانے بیٹھون تو صفحے کے صفحے بھر جائین اور پھر بھی نامون کا خاتمہ نہو۔ پنجابی۔ مدراسی۔ گجراتی۔ بنگالی مرہٹی۔ خاک دھول غرض اس قدر نام ہون گے کہ جن مین سے سینکڑون کی اصلیت تک ہمین نہین معلوم۔ اور پھر طرفہ تماشے کی بات یہہ ہے کہ باوجود اس درجہ بہتات کے پھر ہمارے ہان کی عورتون کو سیری نہین ہوتی۔ جہان کسی نے کسی دوسری عورت کو کوئی نیا زیور پہنے دیکھ لیا اور بس لوٹ ہی تو گئین۔ فدا ہی تو ہو گئین۔ اب جب تک ویسا ہی زیور نہ بن جاے انھین راتون کو نیند حرام۔ ہر وقت بیٹھتے اُٹھتے اُسی کی لے لگی رہتی ہے اور بغیر اُس کے پہنے بیگم صاحب کو چین ہی نہین آتا۔ معاذ اللہ ایسی بھی ہوس کس کام کی۔
بیگم۔ اور کیا ایک تم ہی ہو کہ مجھے روزانہ ہزارون کا زیور بنوا دیتے ہو اور مین آئے دن زیور ہی کے لئے

اٹھوائی کھٹوائی لئے پڑی رہتی ہون جب نیا زیور بن کے آتا ہے تو مین اُٹھ کر بیٹھتی ہون نہین تو اُسی طرح روٹھی رہتی ہون -

قطب الدین (ہنسکر) تمھارا اس مین کیا ذکر ہے مین تو عام عورتون کی ہوس کا ذکر کرتا ہون اچھا تم ہی ایمان سے کہو اگر کسی عورت کو سر سے پانون تک زیور سے لاد دیا جاوے پھر بھی اُس کی یہی آرزو نہ ہو گی کہ کاش بجاے دو کے میرے چار کان ناک ہوتے جو اُن کو بھی کچوا چھدوا کر دس پانچ تولے سونا اور لٹکا لیتی - سنو سنو - خفا نہو - دیکھو تم اپنی ہی طرف دیکھو جسم کا کوئی بھی حصہ زیور سے خالی ہے - یہان تک کہ سر کے بالون مین بھی تو زیور ٹھسا ہوا ہے - ہاے ! یہہ نازک کان - یہہ غنچۂ رنگین بھلا یہہ کس گناہ پر چھیدے جاتے ہین - اُف اُف اور ناک کو تو دیکھو اس غریب مین جب کوئی ترکیب زیور کی نہ نکلی تو ایک طرف کا نتھنا ہی زخمی کر دیا - اور تو اور نتھنون کے بیچ کا حصہ بھی تو نہین بچا ظالمون نے بُلاق کے نام سے اُسے بھی چھید ڈالا - توبہ توبہ -

بیگم (بیتے کی سنکر) ہٹو بھی چلو - مجھے یہہ باتین اچھی نہین معلوم ہوتین - تم تو خواہ مخواہ کی چھیڑ نکالتے ہو - جب خدا نے ہمین دیا ہے تو کیون نہ پہنین اوڑھین - ہان ہان - ہم تو اسی طرح زیور پہنین گے - چولھے مین گئین موئی بجلیان نہ یہہ کمبخت جاتین اور نہ مجھے اس وقت اتنی باتین سُننی پڑتین - لیجیے اُٹھائیے انھین (نئی بجلیون کو اُٹھا کر) مین در گذری ان کے پہننے سے - تم کیا پہناوگے تمھین انسان کی قدر ہی نہین - دیکھو نواب کیوان جاہ کی بیگم کو زیور تو ماشاء اللہ اُن کے ہین کہ جدھر ہاتھ اُٹھایا جھلل جھلل جدھر گردن پھرائی سونے کی پتلی جگر جگر کرنے لگتی ہے -

قطب الدین - بس بگڑ گئین خفگی شروع ہوئی - یہہ تو مین پہلے ہی سمجھے ہوے تھا - مگر دیکھنا بیگم آخر خدا نے تمھین بھی عقل و شعور دیا ہے انصاف سے کہنا یہہ مین جھوٹ کہہ رہا ہون - تم امیرون کا ذکر کرتی ہو - اُنھین کی بیگمات نے تو ہم غریبون پر یہہ بلا نازل کر رکھی ہے اور ہماری تمام عورتین یہی چاہتی ہین کہ ہم بھی انھین جیسی بن جائین - یہہ مین خوب جانتا ہون کہ وہ

غریبوں کی بیویوں کو جن کے پاس زیور نہیں ہوتا اپنی حماقت سے حقیر سمجھتی ہیں مگر ایک اُن کی حماقت کے خوف سے اپنے ذاتی نقصانات کو بڑھانا یہ کونسی عقلمندی ہے۔ چوری۔ غبن اور ضبط کے علاوہ ان بھاری بھاری زیورات کا اثر ذرا انسانی جسم پر تو دیکھو کیا ہوتا ہے۔ اکثر بوجھل اور موٹی موٹی بالیوں سے کان تک کٹ جاتے ہیں۔ چھید پھیل پھیل کر بدنمائی کو حد سے بڑھا دیتے ہیں۔ نازک پنڈے پر نشانات سیل اور کبھی کبھی کلونس آجاتی ہے۔ بھلا یہ کوئی زیبایش ہے۔ اس بیہودہ بناوٹ کا نام سنگھار نہیں بلکہ خوفناک دھوکے بازی اور فریب ہے۔ اگر بُری شکل ہے تو وہ زیور کے لادنے سے کبھی اچھی نہیں ہوسکتی جسم کو صاف ستھرا رکھنا۔ پوشاک سادہ اور نفیس پہننا۔ نیک عادتیں۔ اخلاق حسنہ اور علم و کمال۔ یہ ہیں اصلی زیورات اور انھیں سے ایک شریف عورت کو آراستہ و پیراستہ رہنا چاہیے۔

بیگم۔ توبہ تم نے تو وعظ شروع کر دیا۔ نگوڑا زیور کیا ہوا ایک طولانی داستان ہوگئی۔ کچھ بھی ہو ہزار خرابیاں ہوں لیکن زیور سے بڑی آبرو ہے۔

قطب الدین۔ آبرو۔ عزت؟ ہے ہے یہی تو تمھاری خام خیالی ہے۔ اگر ایک ذرا اپنی طبیعت پر زور ڈال کر غور کرو تو زیور کی عزت بھی جھوٹی عزت ہے۔ آپ جہاں تشریف لے جائیں گی۔ آئے گئے شادی۔ بیاہ۔ غمی۔ تعزیت۔ غرض جہاں شریک ہوں گی سب کو معلوم ہوگا کہ آپ کس کی بہو۔ کس کی بیٹی اور کس کی بیوی ہیں۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ عنقریب شریف بہو بیٹیاں آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں کہ بہن تم کو کیا ہنر آتا ہے تم نے کون سے اسٹینڈرڈ تک پڑھا اور تم کیا جانتی ہو۔

بیگم۔ اچھا تو اس میں نقصان ہی کیا ہے۔

قطب الدین۔ کمال کیا۔ ساری زلیخا سن لی اور پھر وہی کہ وہ عورت تھی یا مرد۔ سُنئے نقصانات سُنئے اور پھر دوبارہ سُنئے۔

(۱) زیور بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کے پہننے میں خطرناک ہے۔ زیور آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔ چوروں کا ایمان ہے۔

(۲) زیور کی لاگت قریب قریب نصف رہ جاتی ہے۔ پہنتے پہنتے وہ گھس جاتا ہے۔ بنوائی

تو پہلے ہی نہیں شمار ہوتی اور اکثر زیور کی ذاتی قیمت کی برابر ہو جایا کرتی ہے۔

(۳) آئے دن ٹوٹتا پھوٹتا رہتا ہے اور ہمیشہ کمی اور زیادتی کے لئے سناروں کی کھٹائی میں پڑا رہتا ہے جس میں دو مہینے کے کام میں چار مہینے لگاتے ہیں اکثر ہمارا ہی زیور اجرت پر ہاتھ گئے چلا جاتا ہے اصل رقم ضایع ہو جاتی ہے اور پھر مہینوں کے بعد دوسرا زیور ویسا ہی ملمع کرکے ہزار کھوٹ ملا کر ہمارے سر منڈھ دیا جاتا ہے اور ہمیں مطلق خبر نہیں ہوتی کہ ایمان دار کاریگر نے ہمارے ساتھ کیا جل کھیلا۔ غرض ایسے ہی صدہا نقصانات ہیں جن کی تشریح طوالت سے خالی نہیں۔ اور جو رات دن ہمارے گھروں میں دیکھے جاتے ہیں۔ نادان بچوں کے خون ہوتے ہیں لڑکیاں جو زیور اپنے خاوند کے ہاں لے جاتی ہیں وہ عزیزوں کی دستبرد سے نہیں بچتے۔ کمال افسوس ہے ہماری ایسی گاڑھی کمائی کا روپیہ سناروں کے گھر میں بھر آجائے۔ مہاجنوں کی توندیں پھلائے۔ گردی گانٹھے کے کام آئے اور ہم اس قانون کو جائز قرار دیتے چلے جائیں۔ کہنے کو تو یہ روپیہ بطور زیور بچایا جاتا ہے مگر صریحاً لٹوا دیا جاتا ہے سخت حیرت ہے کہ یہ عجیب سیونگ بنک آج کل کس کام کا ہے۔ پیاری بیگم! یہ بچت کا طریقہ اگر کسی درجہ تک تھا بھی تو اسی زمانہ میں جب کہ سیونگ بنک کا نشان بھی کہیں نہ تھا اور اب تو گانوں گانوں اور قصبے قصبے ڈاک خانے۔ کوٹھیاں۔ سرکار خانے۔ بنک موجود ہیں۔ پھر دیدہ ودانستہ ایسے خطرناک رواج کو بڑھاتے چلے جانا صبر تحمل اپنے مال کو ضایع کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ مردوں کا ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ زیور کی صورت میں محض بیکار پڑا ہے اور گھس گھس کر جسم کا میل بن رہا ہے اس لئے میرے خیال میں عام عورتوں کی طرف سے ایک درخواست نہایت عاجزی سے بزرگان قوم کی خدمت میں پیش کی جائے تو بہت مناسب ہو۔

بیگم۔ نالش کروں نالش۔ جی وہ درخواست کیا ہو گی؟

قطب الدین۔ یہی کہ اس زیور کے مرض کے استیصال کا علاج بہت جلد ہونا چاہئے اور یہ علاج اگر کوئی کر سکتا ہے تو صرف امرا کی خواتین۔ جب وہ خود سادہ پن خوش وضعی۔ اخلاق و علم کا رواج شروع کر دیں گی تو پھر عوام الناس کے گھروں میں بھی اُن کا اثر پہونچے گا اور غریب اس

رات دن کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے ۔

قطب الدین کی یہ تقریر ایسی موثر تھی کہ آخر ہٹیلی بیگم کو ماننا ہی پڑا اور اُنھوں نے عہد کر لیا کہ آیندہ وہ دو چار ہلکے ہلکے زیور پہننے کے سوا ہرگز اس طوفان بے تمیزی کو نہ بڑھائیں گی

قاضی سید محمد محسن وفا سیتاپوری
سب جسٹرار سکندر آباد

غزل جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب اختر الہ آبادی

ایذا ان کو بتانا تھے پہلے ہی سے منظور نہ تھا
آج پہلو میں جو دیکھا دل رنجور نہ تھا

مجھے طاقت بیمار کو منظور نہ تھا
ورنہ میں دور نہ تھا اور وہ مجبور نہ تھا

لطف میں بھی تو کہوں زخم میں کیوں تھا اتنا
شور بیداد تھا یہ مرہم کافور نہ تھا

زندگی بھر نہ بھرا زخم دل زار کبھی
حیلۂ موت تھا دل کا مرے ناسور تھا

تھی یہ محرومی قسمت کہ نہ آیا دم نزع
ورنہ کچھ پاس رقیبان سے وہ مجبور نہ تھا

خود مٹا اور مجھے اس نے مٹایا افسوس
اک بلا پیچھے پڑی تھی دل رنجور نہ تھا

الاماں کی رگ ہر سنگ سے آتی تھی صدا
کوہکن مرد رہ عشق تھا مزدور نہ تھا

لذت درد کو بھی اس نے مٹایا ہے ہے
سم تھا یہ حق میں مرے مرہم کافور نہ تھا

بھر گیا زخم تو باقی تھی خلش کی حسرت
زخم دل درد کا پتلا ہی تھا ناسور تھا

چارہ گر زخم کی تدبیر بھلا کیا کرتا
جب بڑھا ناخن وحشت کوئی انگور نہ تھا

ہائے رونا وہ کسی کا مجھے یہ کہہ کہہ کر
مرنے والے کبھی میں دل سے ترے دور نہ تھا

میرے نالوں نے کہاں ہار دی ہمت اختر
دو قدم بڑھ نہ گئے عرش بریں دور نہ تھا

شاہ کجکلاہ ایران کی تقریر

منقول از پاینیر مورخہ ۲۵-۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء

مندرجہ ذیل ترجمہ شاہ کجکلاہ کی تقریر کا جو اعلیٰ حضرت نے قومی مجلس شوریٰ کے افتتاح کے موقعہ پر طہران میں ۵ - اکتوبر ۱۹۰۶ء کو فرمائی تھی شایع کیا جاتا ہے - اس سے ملک ایران میں بادشاہ اور رعایا کے تعلقات پر معقول روشنی پڑتی ہے -

شعر

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

"آج خداوند تعالیٰ نے ہماری وہ امیدیں پوری کی ہیں جو ہمارے دل میں عرصہ دراز سے جاگزین تھیں - کیا ساعت سعید اور آوان حمیدہ ہے کہ آج ہم قومی مجلس شوریٰ کا افتتاح کرتے ہیں یہ قومی مجلس سلطنت اور رعایا کے رشتہ تعلقات کو مستحکم کرنے والی ہے یہ مجلس قوم کے اعتماد کا حصن حصین ہوگی اور اس مجلس کے ساتھ ضرورت کے وقت قوم کی امیدیں بر آئیں گی - ما بدولت کو یقین ہے کہ اس مجلس کی نظر اس امر پر رہے گی کہ اُن بندگان خدا کے حق میں ہمیشہ انصاف ہو اور اُن کے حقوق محفوظ رہیں جن کو جناب باری نے ما بدولت کی سپردگی میں دیا ہے -

"آج وہ دن ہے کہ اُن باہمی تعلقات کے استقرار کی امیدیں قایم ہوگئیں اور سلطنت اور ملکی معاملات کے باہمی تعلقات کی بنیاد میں استحکام پیدا ہونے کی آرزوئیں پوری ہوتی نظر پڑتی ہیں - آج ہم کو توقع پیدا ہوگئی کہ قوم کے معتمد نگہبان ما بدولت کے معتمد مشیر ملک کے شہزادے اور قابل وقعت اہل الرائے امراء تجار اور وہ تمام صادق الوداد لوگ جن کو رعایا نے منتخب کیا ہے قانون اور تمام شعبہ ہائے آئین ملکداری کی محافظت کے لیے اور اُن تمام اصلاحوں میں امداد و معاونت کرنے کے لئے تیار ہیں جو عامہ رعایا کے

آرام و آسایش اور مسرت کے ساتھ بسر کرنے کے لئے ضروری ہیں سلطنت اور قوم کی ترقی کی کوشش سے زیادہ اہم کونسا فرض ہو سکتا ہے اور بہر صورت تمکو لازم ہے کہ اس مقدس بنیاد کو باہمی جھگڑون اور ذاتی تنازعات سے کمزور نہ ہونے دو۔

جس طرح پر مجلس شوریٰ کے منتخب شدہ اراکین پر فرض ہے کہ اپنے کام کو دیانت اور امانت سے انجام دین اسی طرح سلطنت اور قوم کو بھی لازم ہے کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرے یقیناً تمہارا منتخب ہو کر آنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ تم میں سے ہر شخص عام رعایا پر تفوق رکھتا ہے اور اُن کی دانش اور بصیرت کا بہترین نمونہ ہے۔ اور ما بدولت کو یقین ہے کہ تم اپنے افعال و اقوال سے اس بات کا پورا ثبوت دوگے اس سے ما بدولت کو نہایت تقویت ہوگی اور اپنی قوت و اقتدار پر کافی اطمینان ہو جائے گا اور آئندہ کے کے لئے قوی امیدین قایم ہو جائیں گی۔ ما بدولت کو پورے طور پر یقین ہے کہ تم اس مقدس رستے میں روشن خیالی اور دوربینی کے ساتھ چلوگے ذاتی اغراض کو دخل نہ دوگے اور وفاداری اور عقیدت شعاری کو اپنا شیوہ بناؤگے

"چونکہ ما بدولت کو رعایا سے اسی طرح الفت ہے جیسے باپ کو اپنے فرزندون سے ہوتی ہے اور چونکہ ما بدولت اُن کی خوشی اور اُن کے غم کو اپنی خوشی اور اپنا غم تصور کرتے ہیں لہٰذا اس امر کو تمہارے روبرو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آج کے دن تک تو تمہارے افعال کے نتایج تمہاری ذات تک محدود تھے لیکن آج سے تمہارے افعال کا اثر اُن ہزارون بندگان خدا پر پڑے گا جنھون نے تم کو منتخب کیا ہے اور وہ نہایت توجہ اور کمال انہماک کے ساتھ تمہاری اُن خدمات پر غور کرین گے جو تم ملک اور سلطنت کے حق میں ادا کروگے تم پر واجب ہے کہ اُن مضامین پر مباحثہ کرنے سے محترز رہو جو باغیانہ ہون تم کو ایسے افعال سے گریز کرنا لازم ہے جن سے تم خدا تعالیٰ کے روبرو شرمندہ اور ہمارے روبرو مستوجب عتاب ہو ہماری اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھو اور ایک لمحہ بھی اُس عظیم ذمہ داری سے غافل نہ ہو جو تم پر رکھی گئی ہے۔

"یاد رکھو کہ خدا ہمارے افعال کو دیکھتا ہے اور اپنی صداقت اور اپنے انصاف کی حفاظت کرتا ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ حیا اور صدق اور راست بازی کے ساتھ اُن فرایض اور ذمہ داریون کو ہاتھ میں لو جو تم پر عاید ہوئی ہیں اور خدا کی عنایت اور ہماری امداد پر بھروسہ رکھو۔"

عبد الغفار اختر۔ مترجم

جولیس قیصر

نمبر ۵

جس کی عداوت سیپیو افریکینس[1] اصغر کے ساتھ مشہور ہے۔ کیٹو کو اپنے پردادا سے بہت سے خصائل وراثت مین ملے تھے۔ وہ سخت۔ جابر اور ایماندار تو اُتنا ہی تھا لیکن خُردہ گیری اُور تند مزاجی مین اپنے نامور مورث سے کسی قدر کم تھا۔ ہمکو کیٹو اکبر کی بہ نسبت کیٹو اصغر کے ساتھ زیادہ ہمدردی ہونی چاہیے کیونکہ کیٹو اصغر کو جن دشواریون کا مقابلہ کرنا پڑا اُن کا درخت اچھی طرح بارآور ہو چکا تھا برعکس اس کے کیٹو اکبر کے زمانے مین اُن کا تخم صرف بویا ہی گیا تھا اور پیدا ہونے والی خرابیان نمودار نہین ہوئی تھین یعنی کیٹو اکبر نے اُن لوگون سے مخالفت کی جن پر ملک اور قوم کی بدخواہی کا الزام مشکل سے قایم ہو سکتا ہے لامحالہ اُس کے افعال پر تعصب اور درشتی کا الزام عاید ہوتا۔ کیٹو صغیر نے جس کی مخالفت کی وہ اُن ذمایم مین صریحًا آلودہ تھا جن کی مخالفت کرنا ہر ایماندار کا فرض ہے کیٹو اصغر سادگی اور نفس کشی مین اپنے جد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتا تھا اور اسٹوئک فلاسفی[2] کے اصول کی پابندی

---

[1] سیپیو افریکینس اصغر ایمل مین ایمی لیس پالس فاتح مقدونیہ کا بیٹا تھا لیکن سیپیو افریکینس اکبر نے اُسے گود لے کر پالا پوسا تھا۔ وہ تیسری جنگ کارتھیج مین سپہ سالار افواج بنا کر بھیجا گیا تھا اور تین سال کے محاصرے کے بعد شہر کارتھیج اُسی کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ اس جنگ نے سنہ ۱۴۶ قبل مسیح مین کارتھیج کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ سنہ ۱۳۳ قبل مسیح مین اسی سیپیو نے اسپین کو شکست فاش دی اور شہر نیومنشیا کے فتح ہونے کے ساتھ ہی اسپین بھی روما کے قدمون پر آپڑا۔ مترجم

[2] اسٹوئک فلاسفی کا بانی زینو نامی ایک یونانی فلسفی تھا۔ اُس کا اصول یہہ تھا کہ زندگی مین جو خوشی یا غم انسان کو پیش آتے ہین اُن کی ہرگز پروا نہ کرنی چاہیے گویا دنیا مین سب سے بڑی اخلاقی خوبی یہہ ہے کہ انسان راہِ تسلیم و رضا مین ثابت قدم رہے یہہ فلسفہ سنہ ۳۰۲ قبل مسیح سے رواج پذیر ہوا اور موجودہ تصوف کے اصول اسی سے اخذ کیے گئے ہین۔ مترجم

نے اُس کو اُن تمام باتوں میں استقلال کے ساتھ عمل کرنے کی تعلیم دی تھی جن کی رُو سے روح کی توقیر جسم کی تذلیل پر منحصر سمجھی جاتی ہے۔ یہہ جرأت بھلا کسے تھی کہ ظاہر میں کیٹو کی تعظیم نہ کرتا لیکن ایسے بہت سے لوگ تھے جو اُس کے اقوال و افعال کو دل میں بُرا سمجھتے تھے۔

مارکس ٹولیس سسرو ۱۰۶ قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ اِس حساب سے وہ جولیس قیصر سے عمر میں چھ سال بڑا تھا۔ یہہ وہ شخص ہے جس کی زندگی کے واقعات اور ذاتی خصائل آج تک بمقابلہ دیگر مشاہیر روما کے سب سے زیادہ معروف ہیں کیونکہ وہ کثیر تصانیف جو اُس نے چھوڑیں ایسی یادگار نہیں جو اُس کو آسانی سے فراموش ہونے دیں۔ ابھی وہ قانوناً بالغ بھی نہ ہوا تھا کہ اُس کی طلاقت لسانی اور علم سیاست کی واقفیت نے اُس کی شہرت کا جھنڈا نصب کر دیا تھا۔ قانون دانوں اور عالموں کی شان کی جھلک اُس کے طبعی خصائل میں صلح کاری اور اعتدال پسندی کی صورت میں ظہور پذیر تھی اور فصحا اور علما کی خاص صفت اُس کے اطوار و عادات میں نازک مزاجی اور نفاست طبعی کی شکل میں جلوہ گر تھی اِن باتوں نے اُسے کسی حد تک خود پسند اور داد کا خواہان بھی بنا دیا تھا اور گو وہ مردانہ عالی حوصلگی اور حق کوشی کے صفات سے بے بہرہ نہ تھا تاہم جس بے تکلفی سے وہ بعض اوقات اپنے انتشار اور پریشانی اور کمزوری کا اظہار کر دیا کرتا تھا اُس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ جس قدر رفعت کا وہ شایان تھا وہ اُس کے حصے میں نہ آئی۔ کیٹو کی سی درشتی اور تندی اُس کے خصائل میں نہ تھی بلکہ مہذب اور دلچسپ ذرائع تفریح سے مستفید ہونے سے وہ کبھی نہ چوکتا تھا۔ اور بہ لحاظ ذاتی اخلاق کے اُس کا شمار اعلیٰ طبقے کے لوگوں میں ہو سکتا ہے۔ ایثار قومی اور حب الوطنی کی صفات میں وہ کیٹو سے کم نہ تھا لیکن اِن دونوں میں اگر فرق تھا تو یہہ کہ کیٹو پر حق کوشی اور ایثار قومی کی وجہ سے کبھی کوئی مصیبت آتی تو بہ کشادہ پیشانی جھیل سکتا تھا اور سسرو جھیلنے کو جھیل تو جاتا لیکن شکوے اور شکایتوں کے ساتھ۔

مذکورہ بالا اشخاص میں سے کوئی جنگ آزما نہ تھا۔ لیکن روما کا یہہ تیسرا نامور جس کا ذکر ہم اب کرنا چاہتے ہیں۔ اُس زمانے کے مشہور دلاوروں میں سے تھا وہ اُسی سال میں پیدا

پیدا ہوا تھا جو سسرو کی پیدایش کا سال ہے اور سسرو سے صرف دو مہینے چھوٹا تھا اُس کا لقب میگنس خاندانی نہ تھا - بلکہ خود سُلا نے یہہ لقب اُس کو اُس موقعہ پر عطا کیا تھا جب وہ پچیس سال کی عمر مین نیومیڈیا والون پر نمایان فتح حاصل کر کے واپس آیا تھا۔ اُس وقت تک وہ مجمعِ متوسلان سلطنت مین سے تھا کوئی مستقل عہدہ نہ رکھتا تھا - اِس وجہ سے اُس کو ٹرائمف کی اجازت بڑی مشکل سے ملی - پامپی (یہہ نام انگریزون کا بگاڑا ہوا ہے) نہایت ذہین آدمی تھا - اور فوجی امور مین بڑی بصیرت رکھتا تھا - روما کے مشاہیر عہد مین وہ نہایت سربرآوردہ تھا - اقدیم آئین حکومت کا حامی تصور کیا جاتا تھا - لیکن وہ بحیثیت مدبر سلطنت ہونے کے اتنا لایق نہ تھا جتنا بحیثیت جنرل ہونے کے اور اپنے طرز عمل مین وہ اِس قدر ثابت قدمی نہین دکھا سکا جس کی اِس پُرآشوب زمانہ مین ضرورت تھی - علاوہ برین اُس کے مزاج مین کسی قدر غرور اور خود پسندی تھی جس سے وہ ہردلعزیز نہین ہو سکا - گو اُس کی طبیعت مین شرافت تھی ؛ تاہم کسی قدر خود غرضی کا بھی مادّہ تھا - جس سے نازک وقتون مین اُسے ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑتا تھا - روما کے قدیم آئین سلطنت کا حامی تو وہ تھا لیکن پیٹریشن فرقے کے مقابلے مین وہ پلیبین فرقے کی زیادہ طرفداری کرتا تھا - شہنشاہ نپولین نے اِس عہد کے چارون نامآورون کے اطوار و عادات کی نہایت سچی تصویر کھینچی ہے - اُس نے لکھا ہے کہ "واقعات دریاے روان کی مانند ہر چیز کو اپنے ساتھ بہاے لئے جاتے تھے اور پامپی یہہ خیال کرتا تھا کہ وہ موجون کو اپنی مرضی کے موافق چلا رہا ہے - سسرو بعض وقت اپنے کو بہاؤ مین چھوڑ دیتا تھا اور بعض وقت یہہ تصور کرتا تھا کہ پاؤن جما کر چل رہا ہون - کیٹو بے خوف و خطر منجدھار مین کھڑا تھا - اور اِس بات کا تہیّہ کئے ہوے تھا کہ بہاؤ مین پڑ ہی جاؤن تو مجبوری ہے ورنہ اپنی خوشی سے تو ایک انچ بھی نہ ہٹونگا - اور قیصر دوسرا ہی نالا کھود رہا تھا جس مین وہ دریا کا دہانہ لا کر ڈالنا چاہتا تھا" جب قیصر روما کو واپس آیا تو پامپی موجود نہ تھا - وہ ایک زبردست بلوے کے فرو کرنے کے لئے اسپین کو گیا ہوا تھا جہان ایک لایق جنرل نے دارالصدر کی بدانتظامیون سے فائدہ اٹھا کر علم بغاوت بلند کر رکھا تھا - اور بڑی قوت حاصل

کیا جاتا تھا یہان تک کہ بغاوت اُس وقت تک فرو نہین ہو سکی جب تک کہ باغی جنرل دھوکے سے مارا نہین گیا۔ اس کے بعد پامپی روما کو واپس آیا۔ جولیس قیصر کو آئے ہوے صرف چند مہینے گذرے تھے۔

پہلی ترقی جو جولیس قیصر کو ملی وہ یہہ تھی کہ وہ فوجی ٹرائی بیون ہو گیا یعنی ایک ہزار سپاہی اُس کی ماتحتی مین دیے گئے اس زمانے مین اُن غلامون سے جنھون نے بھاگ کر جنوبی حصہ اطالیہ مین کوہ دسودیس کے غارون مین پناہ لی تھی سخت جنگ ہو رہی تھی۔ جولیس قیصر نے اس جنگ مین کسی قسم کی شرکت نہین کی اور اس فساد کے فرو کرنے کا سہرا مارکس سینیس کرسیس کے سر رہا جس نے چھہ ہزار مفسدون کو سڑکون کے کنارے پھانسی پر لٹکا دیا۔ کیٹو اس مہم مین شریک ہوا تھا مگر جب بطور صلہ خدمات کے اس کو ترقی دی جانے لگی تو اُس نے انکار کیا اور کہا کہ مین نے کوئی کام ترقی کے لایق نہین کیا۔

غالبًا جولیس قیصر نے یہہ سوچا ہوگا کہ اس ذلیل جنگ مین کوئی بات مہتم بالشان ہونے والی نہین ہے لہذا وہ شریک ہی نہین ہوا اور وطن مین رہ کر اُس نے خوب عوام الناس کی اتمالت کی کثرت سے تحفے تحائف تقسیم کئے اور لوگون کو خوب سیر تماشے دکھلائے یہان تک کہ ساری جمع پونجی اُڑا دی جب کچھہ نہ رہا تو دوستون سے قرض لینا شروع کیا بیسیون آدمیون کا قرضدار ہو گیا اور رو ملکے سرغنون اور سرداروں مین شمار ہونے لگا لیکن ہر دلعزیز بننے کی کوشش ترک نہین کی اور کوئی موقعہ اس قسم کا ہاتھ سے جانے نہین دیا جیسے فورم مین اسپیچ دے سکتا۔ یا ایسے شخص کے حقوق کی حفاظت کر سکتا جو سیڈیشن فرنے کے تظلم کا شاکی ہو۔ ان ترکیبون سے وہ لوگون پر اپنی لیاقت اور انصاف پسندی اور ایثار قومی کا سکہ بٹھاتا رہا اور ہمیشہ لوگون پر یہہ ثابت کرتا رہا کہ طبقہ اسفل والون کے حقوق کو صاحب ثروت لوگون کے دستبرد سے بچانے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے۔

باقی آیندہ

نیرنگ زمانہ

نمبر ۵

میں۔ ہرگز نہیں۔ میں تصدیق فوتی کے سرٹیفکیٹ پر اُس وقت تک دستخط ہی نہیں کرنے کا جب تک کہ لاش کو دیکھ نہ لونگا۔ مگر یہ تب ہی ہوگا جب تم مجھ سے مل کر اپنا وہی قصہ سناؤ گی جو اس وقت سنایا ہے۔ مسٹر لاسیلس سے میرا وعدہ ہے کہ ایک بجے سرٹیفکیٹ تصدیق فوتی دیدونگا۔ اب میں اُس وقت کہیں ٹل جانے کی فکر کرونگا اور لاسیلس کے نام ایک رقعہ اس مضمون کا چھوڑ جاؤنگا کہ آٹھ بجے شام کو آکر سرٹیفکیٹ لے جائیے۔ اس وقت تک تمھاری ہی غلطی ظاہر ہو جائے گی یا —

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب میں ہرگز غلطی پر نہیں ہوں۔

میں۔ خیر اس سے کیا بحث۔ اگر تمھارا خیال صحیح نکلا تو میں تمھارے لئے حاضر ہوں اور تم سے جو وعدہ کر چکا ہوں ضرور پورا کرونگا۔

گو اس معاملہ میں زبان دینا دانائی سے کسی قدر بعید تھا مگر مجھے ڈورا کے غلطی پر ہونے کا اس قدر وثوق تھا کہ میں نے بے تامل وعدہ کر لیا تاہم جی میں سوچتا تھا کہ اگر معاملہ برعکس نکلا تو مجھے کوئی ایسا حیلہ تراشنا پڑیگا جس سے تصدیق فوتی سے پہلے لاش کا دیکھنا ممکن ہو۔ میں اسی خیال میں محو تھا کہ نازنین ڈورا دروازے کی طرف بڑھی اور میں سایہ کی طرح اُس کے ساتھ ہو لیا اور آخر چلتے چلاتے ایک دفعہ اور اُس سے باتیں کر لینے کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر کواڑ پر ہاتھ رکھکر میں نے پوچھا کہ اب تمام کیفیت سے مجھے مطلع کرنے کی کیا ترکیب کیجیے گا۔

ڈورا۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر میرے یہاں آجانے میں آپ کا کوئی حرج نہ ہو میں اس وقت ماتمی لباس تیار کرانے جا رہی ہوں اور یقین ہے کہ درزی کچا کر کے پہنا کر دیکھنے کے لئے مجھے شام تک بلائے گا اگر آپ چاہتے ہیں تو چھ بجے شام تک آجائیے

میں۔ بہت اچھا۔ مگر دیر نہ ہونے پائے ایسا نہ ہو کہ آپ سے اور مسٹر لاسیلس سے مڈبھیڑ ہو جائے۔

پس حسین ڈورا نے میرا بے حد شکریہ ادا کیا اور رخصت ہو کر لنڈن کی سڑک پر دائیں بائیں دیکھا اور پھر چیپ اسٹریٹ کی طرف سیدھی ہو لی۔

باب ۴

فکر

وہ بھی عجب سماں تھا۔ میں حسرت آلودنگاہوں سے پری جمال ڈورا کی قیامت خیز رفتار کو بار غم سے متاثر ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ آفتاب میں عروج پر تھا اور اُس کی صاف اور تیز روشنی شفاف نیلگوں آسمان میں گیارہ بجے دن کے وقت لطف انگیز تھی سبزہ زار میدان اِس روشنی کے عکس سے جگمگا اُٹھا تھا اور ایک نظر فریب سین پیش کرتا تھا مسّرت اور خوشی ہر چیز سے ٹپکی پڑتی تھی لیکن ہائے پیاری نوجوان نازنین نیچر کی اِن تمام دلچسپیوں سے ذرہ برابر مستفید نہیں ہو سکتی تھی اُسکا غمگین دل متفکرات سے بھرا ہوا تھا اور زندہ دل نیچر کی گُدگدیوں کا کوئی اثر قبول نہیں کرتا تھا۔

میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ضرور ہوا مگر پیاری ڈورا کا تصور ایک لمحہ مجھ سے جُدا نہ ہوتا تھا۔ مریض پر مریض ٹوٹے پڑتے تھے اور میں سب کو دیکھتا بھی تھا لیکن حالت یہہ تھی کہ ایک بچّے کی نبض دیکھ رہا ہوں جس کو دانت نکلنے کی وجہ سے تکلیف ہو گئی ہے کہ دفعتاً دیدۂ دل کے سامنے ڈورا کی پیاری صورت کھنچ گئی اور دھیان مریض کی طرف سے ہٹ کر اُدھر جا پڑا دوسرے مریض کی نبض دیکھ رہا ہوں کہ پھر اُسی قیامت کا سامنا ہے غرض کام کرتا جاتا تھا اور ڈورا کی تصویر خیالی پر نگاہ جمی ہوئی تھی۔

ایک بجے جبکہ مسٹر لاسیلس کی آمد کا وقت تھا میں نے یہہ تدبیر کی کہ میں باہر چلا جاؤں یا کم از کم چھپ رہوں میں کہیں نہ جا سکا اور جب میرا وہ خط مسٹر لاسیلس کی نظر سے گذرا جس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ آٹھ بجے رات کو تشریف لائیں تو میں نے اپنے کانوں سنا کہ وہ سخت ناراض ہو کر بڑبڑ کرنے لگا۔ اب میں نہایت بے چینی سے نازنین ڈورا کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ یہہ بے چینی اس وجہ سے نہ تھی کہ پیاری ڈورا کی طرف سے وعدہ خلافی کا اندیشہ تھا بلکہ میرے دل کا رجحان ہی اُس کی طرف بے طرح ہو گیا تھا۔ اُس وقت میں نے یہہ کوشش نہیں کی کہ اپنی قلبی حالت پر غور کروں

نہ مین اس وقت اس بات کی کوشش کرتا ہون۔ بس یہی کافی ہے کہ اُس نے بیکسی کی حالت مین مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا۔ وہ نوجوان اور ناتجربہ کار تھی اور سب سے بڑی بات تو یہہ ہے کہ وہ دلفریب صورت رکھتی تھی۔ ہاے اُس کے غمگین اور رنجیدہ چہرے سے بھی تو دلفریبی ٹپکتی تھی اور میرا یہہ حال تھا کہ دو ہی دفعہ دیکھکر ایسا گرویدہ ہوگیا تھا جیسے برسون کی ملاقات ہو۔

ڈورا۔ پیاری ڈورا اپنے وعدے کی پکی نکلی۔ ٹھیک چھ بجے شام کو وہ مطب مین داخل ہوئی نیے قسمت کہ دن بھر مین دو دفعہ اُس کا دیدار میسر ہوا۔ اور گو کہ صبح کی بہ نسبت اس وقت وہ زیادہ مستقل مزاج معلوم ہوتی تھی اور ذرا تکلف سے بھی ملی تاہم اُس کی آنکھون سے ایک وحشت اور پریشانی ظاہر ہوتی تھی جس سے مجھ پر یہہ اثر ہوا کہ مین رحم اور خوف کے جذبات کی کشاکش مین پڑ گیا۔ مین نے جلدی سے اُٹھ کر کواڑ بند کر لیئے اور ایک کرسی لاکر رکھدی اور یون کہا۔

مین نہایت بیچینی سے آپکا انتظار کر رہا تھا۔ یقین ہے کہ آپ اس وقت زیادہ اطمینان بخش خبر لائی ہون گی۔

ڈورا (کانپ کر) میری کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ آپ اِسے اطمینان بخش بات سمجھین مگر یہہ معاملہ میری سمجھ سے تو باہر ہے۔

مین۔ بہرحال مس مینگ ٹری نے اب تو آپ کو اپنے والد کے کمرے مین جانے سے نہین روکا۔

ڈورا۔ جی نہین۔ روکنے کا کیا ذکر۔ اُس کی باتون سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس انتظار مین بیٹھی تھی کہ کب مین آؤن اور کب میرے باپ کی لاش مجھے دکھائی جائے۔ بلکہ اُس نے یہہ بھی کہا کہ تم کہان چلی گئی تھین کہان تو یہہ جلدی تھی کہان یہہ حالت کہ باپ کے آخری دیدار کی پروا بھی نہین تین ڈاکٹر صاحب سچ تو یون ہے کہ فرط حیرت سے مین ٹھٹک کر رہ گئی۔ مین تو یہہ سوچ رہی تھی کہ کوئی نیا حیلہ تراشا جارہا ہوگا کہ کسی طرح مین اباجان کے آخری دیدار سے محروم کر دی جاؤن۔ اُس وقت میرے حواس کام نہین دیتے تھے مین نہین کہہ سکتی کہ مین زینے پر کیونکر چڑھی اور کمرے مین کیونکر پہونچی۔ دل ہی دل مین سوچتی تھی کہ الٰہی کیا رات کے تمام واقعات محض طلسم خواب کے کرشمے تھے۔

چارپائی اُسی طرح رکھی تھی جیسے مین اُسنے تین بجے صبح کو دیکھ چکی تھی اور اُس پر جو میت پڑی تھی
اُس پر چادر اس طرح لپٹی ہوئی تھی جیسے کسی نے اُس کو چھوا ہی نہ ہو۔ مسز منینگ ٹری میرے ساتھ
بڑی عنایت سے پیش آئی۔ میری گردن مین باہین ڈال دین اور جب تک مین چارپائی کے پاس
کھڑی رہی مین کیا بتاؤن کس توجہ کے ساتھ وہ مجھے سنبھالے رہی۔ وہ چند منٹ کا وقت بھی
برسون کا وقفہ معلوم ہوتا تھا مین سوچ رہی تھی کہ مسس منینگ ٹری چادر تو ہٹائے گی نہین
میری حالت تھی کہ اگر وہ مجھے سنبھالے نہ ہوتو مین ضرور گر پڑون یہہ معلوم ہوتا تھا کہ کمرہ گھوم رہا ہے
مین بڑی بیچینی سے اُس کے حرکات وسکنات پر غور کر رہی تھی کہ دیکھئے اب وہ کیا کرتی ہے۔ انجام کار
اُس نے چادر ہٹا ہی دی۔

اس موقعہ پر ڈورا کانپ اُٹھی اور دستانون سے چھپے ہوے نازک ہاتھون سے اپنی
آنکھ بند کر لی۔ مجھ پر بھی اُس کے خوف کا یہہ اثر ہوا کہ سر سے پانون تک سرد پڑ گیا۔ پیاری ڈورا
نے اپنا سلسلہ کلام پھر یون شروع کیا۔

مجھے اپنی آنکھون کا اعتبار کرنا مشکل پڑ گیا۔ لاش اُسی طرح پڑی تھی جیسی مین نے
پہلے دیکھی تھی۔ دونون ہاتھ سینے پر رکھے ہوے تھے سر ذرا سا اُٹھا ہوا تھا یہہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ
خواب راحت مین ہین لیکن یہہ عجیب بات تھی کہ صورت وہ نہ تھی جو مین نے پہلے دیکھی اب جو مین
نے دیکھا تو ابا جان ہی کی صورت نظر آئی اُن کے ہونٹون پر خوش نما تبسم کے آثار ظاہر تھے اور
اور اُن کے چہرے سے وہی شان ٹپکتی تھی جو زندگی مین تھی۔ جس وقت مین چارپائی کی طرف جھکی
تو مین نے ایک چیخ ماری اور اُس کے بعد مجھے خبر نہین کہ کیا ہوا مین سمجھتی ہون کہ مین بیہوش ہو گئی
جب میری آنکھ کھلی تو مین نے دیکھا کہ مین اپنے کمرے مین لیٹی ہوئی ہون۔

مین (اُن اشکون سے جو پیاری ڈورا کے نازک رخسارون کو دھوئے تھے متاثر ہوکر) کم ازکم
صبح کو جو قصہ آپ نے کہا تھا اُس سے تو یہہ بہتر ہے۔

ڈورا (تعجب کے لہجے مین) ڈاکٹر صاحب کیا سچ مچ یہہ اُس سے بہتر ہے۔

(باقی آیندہ)

غزلیات مشاعرہ سکندرآباد منعقدہ ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء

مصرعہ طرح — کرنی جو کچھ تھی وصل کی تدبیر کر چکے

بیخود۔ جناب حکیم مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب محمدی الہ آبادی

مر کر بھی اُن کی وصل کی تدبیر کر چکے
ہر طرح آزمائش تقدیر کر چکے

جب آب تیغ سے نہ بجھی دل کی تشنگی
دعوت مرے جگر کی ترے تیر کر چکے

روکو زبان اُٹھاؤ در یار سے جبین
بس چُپ رہو شکایت تقدیر کر چکے

اب سے نہ میکدے کی طرف رخ ہو شیخ جی
اک روز رند آپ کی توقیر کر چکے

یان کشتۂ فراق تو پامال ہو گیا
تم خاک کر کے کہتے ہو اکسیر کر چکے

چہرے پر اب نقاب ذرا ڈال لیجئے
بس ماند آپ مہر کی تنویر کر چکے

اب کعبے چلئے کیجئے بیخود خدا خدا
نالے بتون پہ آپ کے تاثیر کر چکے

عطیہ حضرت خورشید۔ جناب قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندرآبادی مدظلہم

ہم آپ اپنے پانون کو زنجیر کر چکے
دل کو اسیر زلف گرہ گیر کر چکے

بچ بچ کے ذکر خوبی تقدیر کر چکے
مر مر کے جان دینے کی تدبیر کر چکے

اب کیا نگاہِ ناز کہین اور جا پڑی
آنکھون سے دو جہان کو وہ تسخیر کر چکے

باقی ہے کون جس کو مقابل ہین تیرے لائین
یوسف کی سامنے ترے تصویر کر چکے

تعزیر کے لئے بھی بلائے گئے نہ ہم
قتل رقیب کی بھی تو تقصیر کر چکے

وعدہ خلاف وہ کبھی آیا نہ راہ پر
کیا کیا نہ ہم خوشامدِ تقدیر کر چکے

گشتِ جگر کرین کہ جگہ بھی فراخ ہے
تنگی دل کی اسیر ترے تیر کر چکے

کہہ کر زبان سے قطع ملاقات کے سخن
وہ امتحان تیزیٔ شمشیر کر چکے

قصے ہمارے شوق کے بیکار سب ہیے
فقرے وہان رقیب کے تاثیر کر چکے

گزرین بہت شبیہ پہ دیکھا نہ تیرا عکس
دل کو بھی ہم مرقعِ تصویر کر چکے

جب سے ہوئی ہے اور گلے کا وہ لپنے ہار — زنداں میں ہم پرستشِ زنجیر کر چکے
تقلیدِ داغ ہی کوئی خورشید کر دکھائے — اہلِ زباں تو پیروئے میر کر چکے

عاشق۔ جناب سید نوروز علی صاحب ساکن شمشیر گنج ضلع رائے بریلی تلمیذ جناب جوہر لکھنوی

ہم اپنا حالِ دل انھیں تحریر کر چکے — کرنی جو کچھ تھی وصل کی تدبیر کر چکے
اے دل سمجھ کبھی نہ وہ آئیں گے راہ پر — ہم خوب آزمائشِ تقدیر کر چکے
کہتے ہیں طنز سے مرے رونے پہ ہنس کے وہ — بس بس یہ نالے آپ کے تاثیر کر چکے
اے دل جوابِ زیست جو آئے تو کیا عجب — وہ تو جوابِ خط ہمیں تحریر کر چکے
تیغِ نگاہِ ناز سے عاشق ہمیں شہید — لپنے گلے کو ہم تہِ شمشیر کر چکے

مفتوں۔ مینڈو خان سکندر آبادی (ناخواندہ)

کرنا تھا تم کو سو مجھے دلگیر کر چکے — دشمن کی میرے سامنے توقیر کر چکے
ابرو پہ بل ہو جنبشِ مژگاں کے تیغ زن — تلوار لے جو کام ترے تیر کر چکے
شل کماں خمیدہ ہوں چلنا بھی بار ہے — غربال جیب سے سینہ ترے تیر کر چکے
مفتوں سمجھ کے جائیو محفل میں یار کی — اغیار تیرے قتل کی تدبیر کر چکے

وفا۔ جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

کیا کیا نہ ہم شکایتِ تقدیر کر چکے — نالے ہی بے اثر ہیں یہ تاثیر کر چکے
اب شکل کیا نباہ کی اب کس طرح بنے — فقرے دہانِ زیب کے تاثیر کر چکے
نقشِ جبیں مٹا ہے مٹانے سے بھی کبھی — کرنا جو تھا وہ کاتبِ تقدیر کر چکے
اب تو قرار دیجئے کنجِ مزار میں — لاشہ مرا جہان میں تشہیر کر چکے
منظور جو کسے ہے وہی ہوگا بہر سو — ہم تو ہزار طرح سے تدبیر کر چکے
دلی نہ چھٹ سکے گی وفا اب تمام عمر — اب کیا ہے اب تو پیروی میر کر چکے

غزلیات تازہ غیر طرح

غزل عطیہ حضرت ظہیر دہلوی مدظلہ

دہلی اُردو کی کان ہے گویا — کان کیسی جہان ہے گویا
جسم ہندوستان ہے دہلی دل — دل نہین خاص جان ہے گویا
ہین مساوی عدد مین ہند و جہان — شہر دہلی جہان ہے گویا
ہند کل فیضیاب ہے اس سے — ایک چلتی دکان ہے گویا
اصل اُردو کی خاص ہے دہلی — اور شاخین جہان ہے گویا
ہے یہین سے خروج اُردو کا — ہندیون کی زبان ہے گویا
سکہٗ گفتگو کی ہے ٹکسال — روزمرہ کی کان ہے گویا
ہین زبان زد محاورے اس کے — خاص اُردو کی کان ہے گویا
جس کا جی چاہے مول لے جائے — یہ زبان کی دکان ہے گویا
شمع ہوتی ہے شمع سے روشن — لکھنؤ ترجمان ہے گویا
یہ وہ خطہ ہے سرزمین اس کی — ہند کا آستان ہے گویا
تھی جب آباد تھی کبھی دہلی — اب تو اُجڑا مکان ہے گویا
اب نہ دہلی رہی نہ وہ گفتار — ایک باقی نشان ہے گویا
وہ زبان ہی رہی نہ وہ گفتار — اب تو باقی گمان ہے گویا
بزم ہستی سے اُٹھ گئے وہ لوگ — رہ گئی داستان ہے گویا
جو زبان ہے بچی کھچی باقی — کوئی دن میہمان ہے گویا
اُٹھ گئے سب زبان کے موجد — ہو گیا امتحان ہے گویا

ہون تو ہون لکھنؤ مین کچھ اشخاص یان تو خالی دکان ہے گویا
ہے نئی رشنی رواج پذیر دوسری اب زبان ہے گویا
نیم اردو ہے نیم انگریزی یہہ عبارت کی شان ہے گویا
دے گئے داغ داغ اور مجروح نام اُن کا نشان ہے گویا
ہے غنیمت نفیر پیر ظہیر اک پرانا نشان ہے گویا

غزل دیگر

داغ دل کی زبان ہے گویا درد غم کا بیان ہے گویا
تو عدو کی زبان ہے گویا صاف تیرا بیان ہے گویا
حال میرا بیان سے گویا بے زبانی زبان ہے گویا
شمع کی لو زبان ہے گویا سر سے پا تک بیان ہے گویا
تیرے کوچہ کی سرزمین کیا ہے ظلم کا آسمان ہے گویا
میرے آگے رقیب کے شکوے یہہ مرا امتحان ہے گویا
اُف رے تیری نزاکتین ظالم سچ مچ اک دھان پان ہے گویا
حال سوز و گداز پروانہ میرے دل کا بیان ہے گویا
نے قفس مین جو نوحہ گر بلبل سب مری داستان ہے گویا
بن گیا شیخ خلد کا محتاج اس کے گھر کی دکان ہے گویا
ہائے نہ وہ سانولا سلونا رنگ اک ملاحت کی کان ہے گویا
کوچے کوچے مین اپنی رسوائی آگے آگے نشان ہے گویا
اوڑ کے جاتا ہے بزم دشمن مین تو ہمارا گمان ہے گویا
قول دے دے کے تو ہے پھر جاتا خاص اپنی زبان ہے گویا
میری خاموشیان تکلم مین تو نہین تیری شان ہے گویا

ہوں سراپا سوال کی صورت — ہر سرِ موز بان ہے گویا
کرلو اقرار جانے کل کیا ہو — آج منھ مین زبان ہے گویا
ہم تجھے خاک مین ملائین گے — یہہ تری آن تان ہے گویا
بھید لیتا ہے دل کے یون ناصح — اک بڑا مہربان ہے گویا
کل نہ ہوگا نشان تربت کا — آج نوبت نشان ہے گویا
غیر کے بس مین ہے تمہارا دل — یہہ پرایا مکان ہے گویا
جو چھپاتے ہو چھپ نہین سکتا — خود تمہارا بیان ہے گویا
قصۂ حشر سن لیا واعظ — ہجر کی داستان ہے گویا
فرق اقدس پہ شاہ آصف کے — ظل حق سائبان ہے گویا
ہے یہہ دلی کی بول چال ظہیر — میر کی یہہ زبان ہے گویا

غزل عطیہ حضرت خورشید سکندرآبادی مدظلہ العالی

زبان پر منھ کی تنگی سے ہر اک حرف سخن بگڑا — بہت اپنے دہن سے آج وہ غنچہ دہن بگڑا
طبیعت اس قدر بگڑی کہ اندازِ سخن بگڑا — کوئی مضمون جو تیرے وصل کا اے جانِ من بگڑا
بھوین تانے ہوے ہاتھے پہ چین شمشیر کاندھے پر — بہت پھرتا ہے ہم سے آج کل وہ تیغ زن بگڑا
جہان کے کبک اور طاؤس و خوبان چال سب بھولے — خرامِ ناز سے تیرے زمانے کا چلن بگڑا
شگافِ تازہ سے لذت ملے گی اک نئی ہم کو — ہماری خوبیٔ قسمت سے پھر زخم کہن بگڑا
کھنچا تھا تو نقشہ خوب یہہ مین رشک کے معنی — کھنچا جب ساتھ خسرو کے تو نقشِ کوہکن بگڑا
زلیخا پر ہے آخر وہ سب الزام کے دھبے — کہان یوسف کا داغِ معصیت سے پیرہن بگڑا
یہہ قد بوٹا سا لب گلبرگ تر عارض گل رنگین — چمن کا رنگ تیرے سامنے رشکِ چمن بگڑا
بہت پیکان تھا نکلا نہ تن سے جان کو لیکر — ترا ار ... گیا ناوک تو وہ ناوک فگن بگڑا

بُرائی ہو کسی کی اور بُرا اُس کا کوئی مانے
بُرا میں تم کو کہتا ہوں تمھارا کیوں دہن بگڑا

اذا سادی ہی اچھی تھی بنا کر آپ کو کھویا
ذرا دیکھو تو آئینہ کہ سارا بانکپن بگڑا

شہادت کی شہادت گور میں ہو سا تہ محشر تک
ترے کشتے کا خون زخم سے سارا کفن بگڑا

فروغِ حسن سے تیرے نہیں ہی شمع کو نسبت
ترا اُٹھنا تھا محفل سے کہ رنگِ انجمن بگڑا

ہزاروں مرغِ دل اِس مین تڑپتے رات دن دیکھے
کبھی دیکھا نہ دام کاکلِ عنبر شکن بگڑا

مصائب مجکو غربت کے ہین گھر بیٹھے ہوے حاصل
بنا مین صاحبِ دولت تو ہر اہلِ وطن بگڑا

نہین سلطانِ دورا قدر دان اے زبانِ خورشید
بھلا کیا نثر سنورے نظم گوئی کا تو فن بگڑا

غزل جناب حکیم مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی

دل بپا کرتے ہین تو فتنے اُٹھا کرتے ہین
آپ چلتے ہین کہ اک حشر بپا کرتے ہین

عاشقانِ نگہِ نازکی ہو عمر دراز
مردمِ دیدۂ قاتل یہہ دعا کرتے ہین

تیرے غمزے بھی نمک پاشِ جراحت نکلے
لیکے چٹخارے مرے زخم مزا کرتے ہین

کس طرح ہو تری باتون کا یقین اے قاصد
اُن کے آنے کی خبر روز سُنا کرتے ہین

زلف کو کھول کے کٹواتے ہین زنجیر جنون
واہ کس چال سے قیدی کو رہا کرتے ہین

وصل مین اُن کی حیلنے یہہ ہوا باندھی ہے
دل سے ارمان نکلنے مین حیا کرتے ہین

کشتگانِ ستم و نازکی ہے زیست عجیب
قتل ہونے کی تمنا مین جیا کرتے ہین

کوچۂ عشق مین کیا چیز ہو تم اے بیخود
کتنے اِس راہ مین پامال ہوا کرتے ہین

مصرعہ طرح مشاعرہ منعقدہ ۳ مارچ ۱۹۰۱ء میرے نالے وہ بلا ہین کہ اثر ہو کے رہے

[illegible] "ہو کے رہے" ردیف

[illegible] سید محمود الحسن صاحب

[illegible]

ایڈیٹر [illegible]

روئداد جلسہ خاص میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۲ - نومبر سنہ ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گروردکرشن صاحب وائس چیرمین و کنور سری کرشن صاحب ممبر و منشی برجموہن لال صاحب ممبر و حکیم محمد افضل عالم صاحب ممبر -

بعد التوائے جلسہ منعقدہ ۱۷ - نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منعقد ہوا

دفعہ ۱ - حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۲۸۷۱ / ۱۱ - ۴۸۷ - ڈی سنہ ۱۹۰۶ء مورخہ ۱۹ - ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر قواعد پراویڈنٹ فنڈ مسودہ قواعد پراویڈنٹ فنڈ حسب نمونہ منظور شدہ گورنمنٹ عالیہ جسکا مسودہ گورنمنٹ آرڈر ہذا کے ہمراہ شایع ہوا ہے منظور کیے جاتے ہیں وہ اضافہ جو بموجب حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۱۳۵ / ۱۱ - ۴۹۴ ڈی مورخہ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء منظور ہوا تھا بدستور رہے اور باقی قواعد جو گورنمنٹ اشتہار نمبر ۸۴۷ / ۱۱ - ۴۹ ڈی سنہ ۱۹۰۴ء مورخہ ۲۶ - نومبر سنہ ۱۹۰۴ء کی رو سے شایع ہوئے تھے منسوخ سمجھے جائیں مسودہ قواعد ہذا کی مشتہری کرائی جاوے اور بعد انقضائے میعاد ایک ماہ کے ہمراہ کسی عذرداری کے اگر موصول ہو دوبارہ بورڈ میں پیش ہو۔

دفعہ ۲ - یادداشت سکرٹری صاحب بابت تقرری ممبر صاحبان برائے مرتب کرنے فہرست انتخاب کنندگان حلقہ اول و دوم و نیز تقرر نظر ثانی کنندگان فہرست مذکور - ممبر صاحبان مرتب کنندہ فہرست حسب ذیل ہونگے - حلقہ اول منشی برجموہن لال صاحب ممبر - حلقہ دوم کنور سری کرشن صاحب ممبر - ممبر صاحبان نظر ثانی کنندہ حسب ذیل ہونگے اور فہرست کا نظر ثانی کرینگے - کنور گروردکرشن صاحب و منشی کنہ سروپ صاحب تاریخ جلسہ ممبران نظر ثانی کنندہ ۱۹ - جنوری سنہ ۱۹۰۷ء مقرر کیجاتی ہے جلسہ دو بجے و چار بجے شام کے درمیان بمقام ٹون ہال سکندرآباد منعقد

دفعہ ۳ - یادداشت سکرٹری صاحب بابت توجہ دلانے بورڈ کے جانب اس امر کے کہ بموجب دفعہ ۲ ضمن (۲) ایکٹ سنہ ۱۹۰۰ء قواعد مرتبہ از روئے میونسپل ایکٹ سابقہ اگر ایکٹ ہذا کی رو سے مرتب ہو سکیں تو بدستور نافذ ہونگے لیکن اس معاملہ کی تشریح ضروری ہے تاکہ قایمی مقدمہ میں دقت نہ ہو لہذا قواعد فروخت گوشت کا موجودہ ایکٹ کے احکام کے اندر لانا ضروری معلوم ہوتا ہے (ملاحظہ طلب صفحہ ۳۶ و ۳۷ باب ۵ (الف)) تجویز ہوا کہ قواعد فروخت گوشت منظور شدہ از روئے گورنمنٹ نوٹیفکیشن نمبر ۲۴۲ / ۱۱ - ۱۹۳ الف - ۲۲ مورخہ ۱۱ مارچ سنہ ۱۸۹۹ء جو ایکٹ نمبر ۱۵ سنہ ۱۸۸۳ء کی دفعہ ۵۵ ضمن (۱) فقرہ الف کی رو سے مرتب ہوئے تھے ایکٹ سنہ ۱۹۰۰ء دفعہ ۲۰۴ ضمن (ح) فقرہ (۱) کی رو سے مرتب شدہ سمجھی جائیں -

دستخط عبد الغفار سکرٹری — دستخط کنور گروردکرشن وائس چیرمین

روئداد جلسہ عام میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گروپرشاد صاحب وائس چیرمین ۔ کنور سری کرشن صاحب ممبر ۔ منشی برجموہن لال صاحب ممبر ۔ حکیم محمد افضل عالم صاحب ممبر (لعدم التوائے جلسہ منعقدہ ۱۷ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منعقد ہوا)

دفعہ ۱ ۔ روئداد جلسہ گذشتہ ۲۲ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء برائے منظوری ۔ ملاحظہ ہوئی ۔

دفعہ ۲ ۔ روئداد سب کمیٹی چنگی منعقدہ ۶ ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منظور ہے ۔

دفعہ ۳ ۔ روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۶ ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منظور ہے

دفعہ ۴ ۔ حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۲۵۹/۱۶-۰۵ ب مورخہ ۱۳ ۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر خریداری کتاب طاعون مصنفہ رائے بہادر ۔ چونکہ اس کتاب کا اردو ترجمہ اس میونسپلٹی مین خریدا جاچکا ہے اور انگریزی کے جاننے والے یہان بہت کم ہین لہذا کوئی ضرورت نہین ہے ۔

دفعہ ۵ ۔ انڈنٹ فارم ہائے بابتہ سال سنہ ۱۹۰۷ء منظور ہے اکونٹ کوڈ کے وہ فارم جو اپنے طور پر چھپوائے جائین گے بوٹیر پریس الہ آباد سے منگوائے جائین بقیہ کاغذات کے چھپوانے کا سکرٹری صاحب اپنے طور پر انتظام کرلین ۔

دفعہ ۶ ۔ جواب ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول سکندرآباد بسلسلہ رزولیوشن نمبر ۷ منعقدہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء ملاحظہ ہوا ۔

دفعہ ۷ ۔ رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۹ ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ ۸ روپیہ ماہوار پر محمد اسمٰعیل گھڑی ساز کو بنا بر درست رکھنے گھڑی ٹون ہال مقرر کیا جاوے معہ حکم جناب وائس چیرمین صاحب مورخہ ۲۱ ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منظور ہے ۔ گھڑی ساز کو اطلاع دیجاوے یکم دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء سے عملدرآمد ہو

دفعہ ۸ ۔ درخواست رخصت ایک ماہ مسماۃ جاوتری معلمہ گرل اسکول مورخہ ۱۶ ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منظور ہو

دفعہ ۹ ۔ کاغذات نسبت انتظام مکان رہنے سوران معہ رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۱۰ ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء سکرٹری صاحب ٹھیک تخمینہ خرچ مستقل و غیر مستقل کا جو اس کام مین ہوگا

مو تجاویز اس امر کے کہ یہہ خرچ کس مد سے دیا جاوے گا پیش کریں۔

دفعہ ۱۰ - کاغذات نسبت مقرر ہونے گوردیال سنگھ سب اوورسیر بجائے کنہیا لال سب اوورسیر عوض خدمت واسطے چھ ماہ کے منظور ہے۔ ۱۶ - نومبر سے اُس نے کام لیا ہے اسی روز سے تنخواہ دی جاوے بالفعل پندرہ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ دیجاویگی۔

دفعہ ۱۱ - رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۱۰ - نومبر ۱۹۰۶ء نسبت دیے جانے مبلغ ... بابتہ صفائی چاہات ٹھیکیدار کو - ملاحظہ ہوا مبلغ ... مد ۱۳ ضمن (۱۰) الف سے دیے جاویں کیونکہ یہہ کام حفاظت وبائی غرض سے کیا گیا ہے۔

دفعہ ۱۲ - رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۱۲ - نومبر ۱۹۰۶ء معہ رزولیوشن نمبر ۳ سب کمیٹی جنگی منعقدہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء دربارہ منتقل کرنے ... بنابر امپرسٹ واپسی - چونکہ واپسی کا اوسط ماہوار تقریباً اتنا ہوتا ہے لہذا ... روپیہ کا امپرسٹ ایک ماہ کے خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتا اور بار بار پورا کرنے میں دیر اور حرج متصور ہے لہذا امپرسٹ واپسی ... کیا جاوے اور مبلغ ... روپیہ مد بقایا سے جس میں گنجائش کافی معلوم ہوتی ہے بمد ۱۳ (۸) منتقل کئے جاویں ۔ جناب صاحب کمشنر بہادر سے استدعا کی جاوے۔

دفعہ ۱۳ - رپورٹ بابو شیو سہائے کلارک مورخہ ۹ - نومبر ۱۹۰۶ء مشعر اس کے کہ چونکہ میں نے علاوہ اپنے کام منصبی کے سب اوورسیر جنگی کے کام کو انجام دیا ہے الونس ملنا چاہیئے معہ رپورٹ سکرٹری صاحب مشعر اسکے کہ اگر بورڈ دینا چاہے تو چار روپیہ ماہوار کے حساب سے الونس دیا جا سکتا ہے۔ تجویز ہوا کہ کلارک دفتر کو اپنے فرایض کے علاوہ جو کام سب اوورسیر کا من ابتداے ستمبر ۱۹۰۶ء لغایت ۱۵ - نومبر ۱۹۰۶ء کرنا پڑا اُس میں خاص طور پر محنت بوجہ زیادتی کام کے کرنی پڑی لہذا بورڈ حسب آرٹیکل نمبر ۶۸ قاعدہ نمبر ۱ سیول سروس ریگولیشن الونس دینا تجویز کرتا ہے جسکی شرح بموجب آرٹیکل ہاے نمبر ۱۴۰ و نمبر ۱۴۷ چار روپیہ ماہوار ہوتی ہے کیونکہ عہدہ سب اوورسیر کی تنخواہ ... ماہوار ہے۔

دفعہ ۱۴ - یادداشت سکرٹری صاحب مورخہ ۹ - نومبر ۱۹۰۶ء مشعر اسکے کہ میونسپلٹی کے دفتر کے اوقات

حسب ذیل مقرر کئے گئے ہین -

فصل اول - یکم مئی لغایتہ اخیر اگست تمام کام دفتر معہ فوتی پیدایش وغیرہ - ۶ بجے صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک
فصل دویم - یکم ستمبر سے لغایت اخیر اپریل تمام کام دفتر معہ فوتی پیدایش وغیرہ - دس بجے صبح سے ۴ بجے شام تک - اوقات واپسی بموجب قاعدہ نمبر ۸ میونسپل کوڈ حسب ذیل کئے جائین - یکم مئی لغایت اخیر اگست - ۷ بجے صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک -
یکم ستمبر لغایتہ اخیر اپریل گیارہ بجے دن سے تین بجے شام تک - ونیز یہہ کہ دقعہ درمیان تصدیق واپسی اور پیش کئے جانے مال کے بیرونی چوکی پہ بجائے تین گھنٹے کے چھ گھنٹے مقرر کیا جاوے - موسم گرما مین یعنی من ابتداے یکم مئی لغایتہ اخیر اگست دوسرے وقت واپسی کا بالکل انتظام ہونا باعث تکلیف ہوگا لہذا اس فصل کے لئے حسب ذیل اوقات مقرر کئے جاتے ہین -
اول وقت ۷ بجے صبح سے دس بجے صبح تک - دویم وقت ۳ بجے شام سے پانچ بجے شام تک اور دوسرے وقت کی تصدیق واپسی سپرنٹنڈنٹ چنگی کرینگے - اوقات واپسی کے متعلق قصبہ مین بخوبی شہرت کرائی جاے -

دفعہ ۱۵ - رپورٹ سپرنٹنڈنٹ چنگی مورخہ ۲ - نومبر سنہ ۱۹۰۶ء معہ نرخنامہ بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء منظور ہوے -

دفعہ ۱۶ - گورنمنٹ آرڈر نمبر $\frac{3456}{11-119}$ ۱۹۰۶ء مورخہ ۱ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اخراجات و انتظام متعلق روشنی پیش ہوکر حسب ذیل تجویز ہوا - نقرہ ۲ کی بابت سکرٹری مفصل رپورٹ پیش کرین - نقرہ ۳ - بیرتری روشنی کا موجودہ بجٹ مین ۳ / ۰ ہے جو کافی ہے نقرہ ۴ - ضمن (۱ و ۲ و ۳) کے متعلق سکرٹری صاحب سے مفصل رپورٹ طلب کی جاے کہ مطابق ہدایات گورنمنٹ کے عملدرآمد ہوتا ہے یا نہین اور اگر فرق ہے تو کس قدر اور کس وجہ سے - نقرہ ۴ ضمن (۵) کے بموجب صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس کی راے طلب کی جاے - نقرہ (۵) کے متعلق یہہ ظاہر کیا گیا کہ بورڈ نے روشنی کی نگرانی کے لئے ایک جمعدار علیحدہ مقرر کر رکھا ہے اور روشنی ساز ہوشیار رکھے جاتے ہین اور تعداد لالٹین مین برابر ہر سال اضافہ ہو رہا ہے جسکی وجہ سے آیندہ سال کے بجٹ مین مبلغ ما مے کی بیشی کا تخمینہ کیا گیا ہے بارش کے

کے مہینوں میں رزولیوشن نمبر ۳ سب کمیٹی تعمیرات مورخہ ۴۔جولائے ۱۹۰۶ء کے بموجب
جس روز گھٹا ہو رات بھر روشنی ہونے کا حکم دیا گیا ہے لیکن آیندہ سے بلا قید اس امر کے
حسب ہدایت گورنمنٹ عالیہ رات بھر روشنی کی جائے گی۔

دفعہ ۱۷۔ درخواست انسپکٹر صفائی مشعر اس امر کے کہ قریب ایک ہزار فٹ کے پختہ نالی
گندہ نالہ میں جدید تیار ہو گئی ہے اس کے دھولانے کے لئے ایک خاکروب اور ایک سقہ اضافہ
کیا جاوے معہ رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۲۲۔نومبر ۱۹۰۶ء مشعر اس کے کہ مد متعلقہ میں
گنجایش ہے۔ حسب رپورٹ سکرٹری صاحب بجٹ سال رواں میں بہ مد متعلقہ گنجایش کافی
ہے لہذا یکم دسمبر ۱۹۰۶ء سے ایک خاکروب بمشاہرہ تین روپیہ ماہوار اور ایک سقہ بمشاہرہ چار روپیہ ماہوار
مقرر کیا جائے اور بجٹ سال آیندہ میں بھی اضافہ کیا جائے۔

دستخط محمد عبد الغفار سکرٹری　　　　دستخط کنور گرور کرشن وائس چیرمین

دی آیرن فاونڈری اینڈ جنرل ورکس سکندرآباد

یعنی

انجن اور مشینون کے ذریعہ سے کام کرنے والا کارخانہ

اس کارخانے مین اسٹیل لوہے اور پیتل اور لکڑی وغیرہ کا ہر قسم کا کام تیار ہوتا ہے - لوہے وغیرہ کا ہر قسم کا کام یعنی ڈھلائی اور بغیر ڈھلائی کا باریک اور معمولی نہایت صفائی اور پائداری کے ساتھ بنایا جاتا ہے -

چونکہ ہم نے بڑی کوشش اور تلاش سے اس کارخانے مین ایسے چیدہ اور منتخب دستکار رکھے ہین جن مین سے بعض کی صنعت و دستکاری ضلع اور کمشنری ہذا مین مسلم ہے اور چونکہ ہمارے کارخانے مین مشینین وغیرہ اعلے درجہ کی ہین لہذا ہم بغیر اندیشۂ تردید کے یہ دعوے کرتے ہین کہ ہم ہر قسم کی لوہے اور پیتل وغیرہ کی مشینین جو اہل یورپ کا سرمایہ ناز ہین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کر سکتے ہین جن مین علاوہ مجلے اور خوبصورت اور پایدار اور ہر طرح سے مکمل ہونے کے یہ وصف بھی ہوگا کہ قیمت مین بمقابلہ ولایتی مال کے ارزان ہون گی - ہر قسم کی ولایتی مشینون کی درستی اور مرمت بھی بخوبی کر سکتے ہین -

ہم نے آٹا پیسنے کا بھی مکمل سامان کر لیا ہے جس سے ہم ہر قسم کا آٹا اور میدہ تیار کرتے ہین ہمارے کارخانے کا تیار شدہ آٹا بالکل ٹھنڈا نکلتا ہے - اور یہ ایسی صفت ہے جو ہر کارخانے کو میسر نہین ہو سکتی - چونے کا بھٹہ لگانے اور مشین کے ذریعہ سے چونہ پیسنے کا انتظام بھی معقول طور پر ہو رہا ہے - اور عنقریب یہ ضروری کام بھی اس کارخانے مین انجام پذیر ہوا کرے گا -

ہم اپنے اہل ملک کو عموماً اور اپنے ضلع کے روسا و دیگر اصحاب کو خصوصاً ان فواید کی طرف توجہ دلاتے ہین جو ایسے کارخانے کے قیام سے حاصل ہو سکتے ہین - اور امید کرتے ہین کہ ان کی سرپرستی سے ہم اپنے کارخانے کو اپنے اور ان سب کے لیے مفید بنانے مین کامیاب ہون گے -

جملہ خط و کتابت بنام **کنور کرتا کرشن صاحب رئیس سکندرآباد ضلع بلندشہر** مینیجنگ پروپرائٹر کارخانہ ہذا ہونی چاہیے -

۲ مشتہر

منیجر کارخانہ

رجسٹرڈ نمبر ا۔ ۳۶۷

ید بیضا

جلد ۲	بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۰۷ء	نمبر ۲

اڈیٹر حکیم سید محمد سعید خنجر سکندرآبادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلند شہر

فہرست مضامین

مطبع منشی پرشاد بلند شہر میں چھپا

ہم نہایت مسرت کے ساتھ مخدومی و مکرمی جناب سید مظفر علی خان صاحب رئیس قصبہ جانسٹھ ضلع مظفر نگر کو اُن کے صاحبزادہ بلند اقبال سید سرفراز علی خان سلمہٗ کی شادی کتخدائی کی مبارکباد دیتے ہین اور صدق دل سے دعا ہے کہ خدا کرے یہہ مبارک تقریب طرفین کو باعث مسرت و برکت و موجب بہبودی و فلاح دارین ہو۔ ایک سہرا بھی ذیل مین درج کرتے ہین جو ہمارے محترم دوست قاضی سید محمد محسن صاحب وفا سیتاپوری نے نہایت عجلت مین اس مبارک تقریب کے موقع پر لکھا ہے۔ اڈیٹر

سہرا

اے وفا کیون نہو یہہ آپ کا بہتر سہرا
ہو مبارک تجھے نوشاہ یہہ سر پر سہرا
یہہ کہان تھی گلِ نسرین و سمن مین خوشبو
ہین لٹکتی دُرِ شہوار کی رُخ پہ لڑیان
چشمِ بدبین سے بچانے کی ہے اچھی تقریب
سرفرازی جو مقدر تھی سرِ نوشہ پر
پاؤن پر گرنے سے تھا ترک دیا جو خیال
روے زیبا سے اُٹھانا نہ مجھے محفل مین
پھول فردوس مین رضوان نے جو رکھ چھوڑے تھی

نور کے سانچے مین ڈھالا ہے سراسر سہرا
ہے ترے حسن خداداد کا زیور سہرا
عنبرین زلف کے بدولت ہے معطر سہرا
عقد پروین کا مقابل نہو کیونکر سہرا
منھ سے دولھا کے سرکتا نہین دم بھر سہرا
سرفراز آج ہوا فرق پہ چڑھکر سہرا
رہ گیا اس لئے زانو کی برابر سہرا
عرض کرتا ہے یہہ سر رکھ کے قدم پر سہرا
آج گوندھا ہے ترے واسطے چُنکر سہرا

غالب و ذوق کے سہرے کی زمین ہی یہہ وفا
کیا کہا اس مین کوئی اور سخنور سہرا

ید بیضا

محمڈن یونیورسٹی

نمبر ۳

اب ایک مسئلہ اور باقی ہے - اور وہ یہہ ہے کہ اسکول کا حصہ جو کالج کے متعلق ہے اس کا کیا حشر ہوگا ؟ میری دانست مین اس مین تغیر و تبدل کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی جس طرح کالج اسکول سے پیدا ہوا اسی طرح کالج سے یونیورسٹی پیدا ہوگی بلعینہ جیسے ایک پودے کے اندر سے اول ڈالیان پھوٹتی ہین پھر پھول پھوتا ہے اور آخر کو پھل لگتا ہے - اگر خاص یونیورسٹی کے طلبہ کی تعداد اسقدر بڑھ جاے کہ موجودہ بورڈنگ ہوس مین گنجایش نہ رہے تو اس سے بالکل الگ ایک دوسرے مکان مین اُن کے رہنے سہنے کا انتظام کر دیا جا سکتا ہے - لیکن یہہ حصہ بھی کارفرمایان و کارپردازان یونیورسٹی کے زیر نگرانی رہنا چاہیے - انڈر گریجویٹ طلبہ جو فواید کالج کے متفقہ زندگانی سے حاصل کر سکتے ہین کوئی وجہ نہین کہ اسکول کے طلبا اس سے محروم رکھے جائین بلکہ بطریق اولیٰ اُن کو متمتع ہونا چاہیے کیونکہ اسکول کے طلباء کی عمرین کم ہوتی ہین اور یہی زمانہ اُنکی ابتدائی تعلیم و تربیت کا خیال کیا جاتا ہے اور اس عمر مین اُن کے طبایع زیادہ اثر پذیر ہوتے ہین بہ نسبت اُس زمانہ کے جب کہ وہ یونیورسٹی مین قدم رکھتے ہین - اسکول کی حالت نہایت باقاعدہ اور اعلیٰ درجہ کی ہونی چاہیے تاکہ یہہ دوسرے اسلامی اسکولون کے لیے نمونہ ہو جو اپنے طلبا کو بالآخر اس یونیورسٹی مین داخل کی آرزو رکھتے ہین - افسوس علیگڈہ کا اسکول ڈپارٹمنٹ بھی ابھی بہت کچھ اصلاح طلب ہے - ناظم اعلیٰ جلسہ اس مین بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے - اس مین ابھی بہت سے نئے نئے مفید تعلیم کے پہلو کی کمی باقی ہین مثلاً کنڈر گارٹن - دستکاری وغیرہ اور بچون کو دستکاری سکھانے

کے لیئے یورپین لیڈیون کا ہونا ضروریات سے ہے لیکن یہہ سب باتین روپیہ مانگتی ہین اسوقت ہمارا قطعی اور آخری فیصلہ یہہ ہونا چاہیے کہ سب سے اول یونیورسٹی اور بعدہ دوسرے کام۔

مین نے جو یہہ چند امور اس مسئلہ کے متعلق لکھے ہین تو اس مین مین نے یہہ فرض کر لیا ہے کہ جس نمونہ پر ہم یونیورسٹی قایم کرنا چاہتے ہین اُس کا انتخاب پہلے ہی ہو چکا ہے۔ لیکن اسوقت تین نمونے موجود ہین جن مین سے ہم کوئی ایک انتخاب کر سکتے ہین یعنی لندن - اڈنبرا اور کیمبرج یا آکسفورڈ یونیورسٹی۔ پہلی یونیورسٹی کی نسبت تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کیونکہ اس تجویز کے محرک اور حامی سب کے سب بالاتفاق اس یونیورسٹی کی تعلیم کو ناپسند اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے نامناسب خیال کرتے ہین - اڈنبرا - لندن اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے بین بین ہے - کیونکہ برخلاف لندن یونیورسٹی کے یہہ صرف امتحان لینے والی یونیورسٹی نہین بلکہ یہہ خود تعلیم مین بھی شریک رہتی ہے - لیکن برخلاف آکسفورڈ یا کیمبرج کے انڈر گریجویٹ طلبار کی طرز معاشرت پر اثر ڈالنے یا اُن کی زندگی کے رہنما بننے کی کوشش نہین کرتی - لیکن ہمین ایک اس سے بہتر تعلیمگاہ کی ضرورت ہے ہم چاہتے ہین کہ ہمارے نوجوانون مین بڑے بڑے کامون کی قابلیت پیدا ہو اور وہ اعلیٰ درجہ کی یورپین صفات کے سانچے مین ڈھلے ہوے ہون اور اُن کے دماغی اور اخلاقی خیالات نہایت بلند اور وسیع ہون - اسلیئے ہمارے لیئے بہتر یہہ ہے کہ ہم کیمبرج و آکسفورڈ کے قدم بقدم چلین اور ایک معقول حد تک اُسی طرز کی پیروی کرین جس سے دنیا کی سب سے عظیم الشان اور مہذب ملک کی قومی معیشت قایم کرنے مین بہت کچھ مدد ملی ہے - ان یونیورسٹیون کی اصل خوبی اور ان کی کامیابی کا بڑا راز اس طریقہ تربیت مین ہے جو ہم اُن کالجون مین پاتے ہین جو اُن سے ملحق ہین - ہر ایک کالج مین ٹیوٹرز کا ایک اسٹاف ہے جنمین ہر ایک کسی خاص علم کی ترویج و تعلیم کے لیئے مقرر ہوتا ہے - ان کے فرائض تین قسم کے ہوتے ہین - کسی خاص فن کا ٹیوٹر اول تو اس مضمون پر لکچر دیتا ہے جو مخصوص اسی کا فن ہے - دوسرے وہ کالج کے اندرونی انتظام مین مدد دیتا ہے اور تیسرے وہ انڈر گریجویٹ طلبار کے لیئے مثل ایک رفیق اور دوست اور ہادی و رہنما کے ہوتا ہے - اس حیثیت مین اُسے ہمیشہ طلبا سے ملنے جلنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنے شاگردون

مین سے بعض کو اکثر چاے یا کھانے پر بلا لیا کرتا ہے اُن کے ہفتہ وار مضامین یا ترجمے سنتا ہے اور اور بہت سے طریقون سے اُنکو مطالعہ اور تعلیم مین نیک مشورہ اور مدد دیتا ہے طلبا اُس سے آزادی کے ساتھ پولیٹیکل معاملات - ادب اور فنون پر بحث مباحثہ کیا کرتے ہین - وہ باتون باتون مین اُن کی وہ غلطیان بھی اُنھین بتا تا جاتا ہے جو اگر بیجا عدم اصلاح کی وجہ سے اُن کے خیالات پر بُرا اثر ڈال سکتی ہون - جہان اُنھین ذرا کسی خانگی معاملہ یا علمی مسئلہ مین اُلجھن واقع ہوئی جھٹ اپنے ٹیوٹر کے پاس لے گئے - کیونکہ اِس پر اُن کا پورا بھروسہ ہے اور وہ خوب سمجھتے ہین کہ وہ ہمارا دوست کا دوست اور معلم کا معلم ہے اور چونکہ یہہ معلمین عموماً عالم فاضل - بلند خیال - پاک طینت - پاکیزہ خصایل کے لوگ ہوتے ہین - اور ہر انڈر گریجویٹ کو اپنے زمانہ تعلیم مین اُن سے اکثر یکجائی کا اتفاق ہوتا ہے اس لیے ظاہر ہے کہ ڈگری حاصل کرنے کے زمانے تک وہ اپنی طبیعت اور ظرف کے مطابق خود بخود بلا قصد و ارادہ بھی اُن کی بہت سی خوبیان اخذ کر لیتا ہے اور ہر ایک طالب علم مین کم سے کم اُن کی خو بو ضرور آجاتی ہے -

لیکن لو فرضاً کیمبرج یا آکسفورڈ کے بڑے بڑے کالجون کا سا عمدہ اسٹاف بھی مہیا ہو گیا پھر بھی وہ کچھ مفید اور کار آمد نہ ہوگا اگر طلبا کی جماعتون مین سیاست کا ڈھنگ پورا پورا نہ ڈالا جائے کوئی جماعت یا گروہ جو کسی خاص مقصد کے لیے کسی جا جمع ہوتا ہے اور اُس مشترک فیہ مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اِس کی کامیابی کی مقدم شرط یہہ ہے کہ اُس گروہ کا ہر فرد اُن قوانین و قواعد کی پوری اطاعت کرے جو اس متفقہ معیشت کے لیے وضع کیے گئے ہین اور اِس کی ضرورت اُس حال مین اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے جبکہ اِس گروہ مین سب کے سب سادہ دل نا تجربہ کار نوجوان ہون جنھین تعلیم کی غرض سے ایک جگہ رکھا گیا ہے - اسلیے اِس کے قواعد نہایت احتیاط کے ساتھ سوچ سمجھ کر تیار کرنے چاہئین - لیکن اِن کے بنانے والے بیرونی لوگ نہون جو موجودہ زمانہ کی تعلیم و اغراض و مقاصد سے بالکل بے خبر ہین بلکہ وہ لوگ ہون جنھون نے خود اِس طرز پر اعلے تعلیم پائی ہے اور اعلیٰ تعلیم و تربیت دینے کی قابلیت رکھتے ہین اور جو قواعد آیندہ منضبط

ہو جائیں اُن پر بغیر کسی قسم کی بیرونی مداخلت کے نہایت پابندی کے ساتھ عملدرآمد ہونا چاہیئے۔

مین ایک لحظہ کے لئے علوم شرقی کی طرف پھر رجوع کرتا ہون اور آتنا کہنے کی اور اجازت چاہتا ہون کہ باوجودیکہ مین اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہون کہ خالص مشرقی علوم کا بھاری بوجھ یونیورسٹی پر ڈالا جاے۔ لیکن مین اس امر کا اظہار نہایت زور کے ساتھ کرنا چاہتا ہون کہ جو شرقی علوم انگریزی اور دیگر مضامین کے ساتھ داخل نصاب کئے جائین اُن کی تعلیم کامل بلکہ اکمل طور پر ہونی چاہئے۔ مین نے اب تک یہہ احتیاط کی ہے کہ اس تجویز کے متعلق کوئی امر تفصیل کے ساتھ بیان نہ کرون کیونکہ میرے خیال مین یہہ اُس کمیٹی کا کام ہے جو اسی غرض سے قایم کی جاے گی اور اسی لئے اس قسم کے تفصیلی امور اس کمیٹی کے لایق و پختہ کار ممبران کے لئے چھوڑ دینے چاہئین۔ لیکن مجھے ناظرین معاف کرین گے اگر مین اس موقع پر مختصراً یہہ بتانا چاہتا ہون کہ ایک محمڈن یونیورسٹی مین عربی تعلیم کس حد تک و کس قسم کی ہونی چاہئے۔ میرے خیال مین ایک معمولی طالب علم کے لئے جس نے کئی مضامین لئے ہین عربی زبان اور ادب کی استعداد کافی ہوگی یعنی آسانی سے عربی زبان لکھ پڑھ سکے اور اپنا مافی الضمیر عربی زبان مین ادا کرنے کی قابلیت رکھتا ہو لیکن اس شاخ مین خاص طور پر کمال حاصل کرنے کے لئے مین چار نصاب پیش کرتا ہون جن مین سے کسی ایک کا انتخاب طالب العلم کی مرضی پر چھوڑ دیا جاے۔

(۱) عربی زبان و ادب

اس شاخ مین علوم ذیل شامل ہون تو مناسب ہے۔ صرف۔ نحو۔ معانی و بیان بدایع۔ عروض و قوافی۔ تاریخ۔ لسان و ادب۔ رجال وغیرہ

مفصلہ ذیل کتابین اسکے واسطے موضوع معلوم ہوتی ہین۔ قران شریف مع مطالعہ تفاسیر۔ مغنی و مفصل مع شروح۔ آغانی۔ الکامل مبرد۔ مطول۔ تمام شعراے عرب کا

دوم - نہج البلاغہ مع شرح معتزلی -

حدیث - صحاح ستہ میں سے کوئی ایک - عماد کاتب کی نثر - علاوہ اس کے اور بہت سی کتابیں ہیں لیکن اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ تعلیم کس طرز کی ہونی چاہئے چند کا ذکر کافی خیال کیا جاتا ہے - تحقیق زبان و الفاظ کے لئے اُن یورپین تصنیفات سے استفادہ حاصل کرنا چاہئے جو عبری و سریانی و عربی وغیرہ السنہ کی تحقیق میں لکھی گئی ہیں -

(۲) اسلامی تاریخ بشمول رجال

اس شاخ کے لئے کتب ذیل شاید مناسب ہوں گی - ابن ہشام - طبری - ابن اثیر مسعودی - ابن خلدون - ابن خلکان - طبقات کی معمولی کتابیں اور حدیث شریف بھی جہاں تک تاریخ و سیر میں اس سے مدد مل سکتی ہے -

(۳) فلسفہ و منطق

میرے خیال میں اس مقصد کے لئے طلبا کو قدیم مصنفین ہی کی تالیفات سے مستفید ہونا چاہئے -

مثلاً ابن رشد - ابو علی بن سینا - ملا باقر - طوسی - صدر الدین شیرازی وغیرہ -

(۴) دینیات

اس میں سب سے مقدم - قرآن مجید اور مشہور مستند تفاسیر کا علم ہے - پھر حدیث شریف جیسے صحاح ستہ میں منضبط ہے -

فقہ - اصول فقہ وغیرہ - اس شاخ کے طالب علم کو مشہور مختلف فیہ مسائل کی طرف بھی توجہ دلانی چاہئے مثلاً روایت و درایت کے متعلق -

مختلف مذاہب کا اختلاف - عقل و نقل - تقلید و اجتہاد کے حدود اور اسی قسم کے دوسرے مسائل کی طرف توجہ ہونی چاہئے جس سے نئی طرز پر تحقیق و تنقید کی بنیاد

ان سب کے علاوہ ایک تاریخی نظر تصوف کے علم و عمل پر بھی ضروری ہے۔

یہہ تو محققانہ درس تدریس کا نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی تعلیم کو مسلمان نوجوان طلبار کی عام تعلیم کا ایک جز قرار دینا چاہیے۔

مگر اس غرض کے پورا کرنے کے لئے فقط ضروری ضروری مسایل کا بتایا جانا کافی ہے۔ اور مختلف فیہ مسائل و مباحثہ اور تفصیلی امور اُن لوگون کے لئے چھوڑ دینے چاہئین جو اس شاخ مین مہارت تامہ حاصل کرنا چاہتے ہین۔

مذہب اسلام ایک بہت سادہ مذہب ہے اس مین نہ کسی قسم کے ایسے راز ہین اور نہ اس کی شریعت مین کچھ ایسی پیچیدگیان ہین جنکا علم و عمل دقت طلب ہو۔ میرے خیال مین تمام ضروری مسایل اُردو کے دو معمولی حجم کے رسالون مین آسکتے ہین۔ جنکو اسکول کے طلبا بآسانی پڑھ کر یاد کر سکتے ہین۔

اس کے بعد اتنا کام اور رہ جائے گا کہ مذہب کے ضروری احکام کی تعمیل کالج کی تعلیم و تربیت کا لازمی جز قرار دیا جائے۔ میری رائے لیکن یہہ سخت غلطی ہوگی اگر معمولی طلبار کے لئے جنھون نے اس شاخ کو بطور اپنے فن کے انتخاب اور اختیار نہین کیا ہو۔ دینیات کا ایک لمبا چوڑا الضاب تیار کیا جائے۔ مین کہہ سکتا ہون کہ جن حدود کی طرف مین نے اشارہ کیا ہے وہ جمہور کی رائے کے مطابق پڑین گے اور مجھے امید قوی ہے کہ وہ بزرگان قوم بھی اس سے اختلاف نہ کرین گے جنکے قبضۂ قدرت مین اس یونیورسٹی کے طرز تعلیم قایم کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

مجھے ان چند امور کو ممبران میموریل کمیٹی و محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (منعقدہ لاہور) کی خدمت مین پیش کرتے ہوئے حجاب سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ مین جانتا ہون کہ ان مین ایسے ایسے قابل اور روشن خیال اصحاب موجود ہین جو مسلمانون کی آیندہ طرز تعلیم قایم کرنے کی مجھ سے زیادہ قابلیت رکھتے ہین اور وہ ایک ایسا قانون تیار کر سکنے کے لئے زیادہ موزون ہین جسپر ہماری آیندہ تعلیمی پالیسی کا دارومدار ہو۔ جو کچھ مین اُن کی خدمت مین پیش کرنے کی جرات کرتا ہون وہ چند سرسری تحریرین ہین جن سے شاید اُن لوگون کو اس مضمون کے متعلق مفصل اور کامل بحث کرنے مین مدد ملے جنکی نظر زیادہ غائر ہے اور جو مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہین۔

سید حسین بلگرامی

علم

نمبر ۱

انگلستان مین ہر ایک آدمی تھوڑے سے مقدور کا اپنے چارون طرف دیکھ بھال کر یہہ فخر کر سکتا ہے کہ جیسی میری حالت خوش ہے۔ چند صدیون پیشتر بادشاہون کی بھی حالت ایسی نہ تھی۔ جو سامان آسایش و آرام میرے گھر مین موجود ہے وہ پہلے امیرون اور سلاطین کو بھی میسر نہ تھا۔ سب طرف جہاز سمندرون مین روان ہین تاکہ میرے کام کے اسباب فراہم کرین۔ ملک چین مین چینی میرے لئے چار کے پتے اکھٹے کر رہے ہین۔ امریکہ مین کسان میرے لئے روئی بو رہے ہین۔ جزائر ایسٹ انڈیا مین شکر اور قہوہ میرے لئے تیار ہو رہا ہے۔ اٹلی مین ریشم کے کیڑون کی پرورش میرے ریشمی کپڑون کے واسطے ہو رہی ہے۔ سکسنی مین بھیڑون پر سے اُون میری پوشاک کے لئے کتری جا رہی ہے۔ یہان اپنے وطن مین بڑی زبردست دُخانی کلین چل رہی ہین سوت کاتتی اور کپڑا بُن رہی ہین۔ اور چاقو چھُری قینچی اور کاٹنے کے آلات بنا رہی ہین۔ کانون مین پمپ لگے ہوے پانی نکال رہے ہین کہ میرے کام کی دھات نکالین۔ مجھے ورثہ مین تھوڑی دولت ملی ہے مگر میرے گرد چارون طرف سواریان کھڑی ہین۔ ڈاک گاڑیان میرے لئے رات دن روان ہین۔ میرے خطون کو بہت جلد چارون طرف پہونچا دیتی ہین۔ نہرین۔ سڑکین۔ پُل۔ کوئلہ سب میرے لئے کام کر رہے ہین۔ میری جان و مال و عزت کی حفاظت کے واسطے سپاہی موجود ہین جو میرے چین و آرام مین کسی طرح کا خلل اور خوف نہین آنے دیتین۔ ایڈیٹر۔ پرنٹر میری یہہ خدمت کر رہے ہین کہ جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے اُس کے سارے سماچار سنا دیتے ہین۔ میرے مکان کے ایک گوشہ مین کتابین رکھی ہین جو میری ملکیت کی چیزون مین سب سے زیادہ بیش بہا ہین وہ یہہ معجزے مجھے دکھاتی ہین کہ خط استوا سے قطبون تک اور ابتدا ز زمانہ سے اب تک جس ملک اور جس زمانہ مین کہتا ہون کہ تم مجھے وہان پہونچا دو وہ پہونچا دیتی ہین۔ اِن کے طفیل سے مین یہہ سحر کا کام کرتا ہون کہ جو بڑے بڑے نامور نیک مقدس آدمی گذرے ہین اُن کو زندہ اپنے

سامنے کھڑا کرتا ہون اور اُن سے کہتا ہون کہ جو کسی زمانہ مین تم نے کارنامے نمایان کئے ہون وہ مجھے کر کے دکھا دو۔ وہ مجھے دکھا دیتے ہین۔ میرے سامنے بڑے بڑے اور یٹر (مقرر) کھڑے تقریر کر رہے ہین۔ مورخ اپنی تاریخین اور شاعر خوش الحانی سے اپنے شعر سنا رہے ہین۔ یہ سارے سامان کس نے مہیا کئے ہین۔ علم نے۔

(۲) علم کے فایدے اور استعمال۔ آدمی کے قوا سبعی اور بہیمی کو علم ضعیف کر دیتا ہے اگرچہ تھوڑے علم کا اثر اچھا نہین ہوتا۔ مگر زیادہ علم آدمی مین سفلہ پن۔ اوچھا پن دور کر دیتا ہے۔ گستاخی اور بیباکی و بیہودگی کو کم کر دیتا ہے۔ مشکلون کو آسان اور شبہون کو دور کرتا ہے۔ دل کو یہ عادت ڈلوا دیتا ہے کہ وہ معاملات کے سب پہلو دیکھتا ہے۔ اور اُن کی دلیلون کو ذہن مین تولتا ہے جس طرف پلہ بھاری دیکھتا ہے اُس طرف جھکتا ہے وہ سریع الاعتقادی کو دور کرتا ہے۔ یہ نہین کرتا کہ جو چیز نئی یا بڑی دکھائی دے اُس کی تعریف مین ایسا دیوانہ ہو جائے جس سے ضعف عقل معلوم ہو وہ تمام امراض روحانی کا علاج کرتا ہے دل کی اصلاح اسی پر موقوف ہے۔ جاہل آدمی اپنے اندر یہ نہین جانتا کہ تنزل کی باتین کون سی ہین اور مین کیونکر اِن سے بچ سکتا ہون۔ اور نہ وہ اِس خوشی اور لطف زندگی کو جانتا ہے کہ ہر روز بہتر حالت ہونے سے کیا کیا نعمتین ملتی ہین اُسمین جو اچھی باتین ہوتی ہین اُن کو وہ بخوبی دکھاتا ہے اور اُن کو اپنے کام مین وہ بخوبی لاتا ہے۔ مگر وہ اُن کو بڑھانا نہین جانتا اور جو خطائین اور بُرائیان اُس مین ہوتی ہین اُن کا رنگ بدلنا اور چھپانا جانتا ہے مگر اُن کی اصلاح کرنی نہین آتی۔ اُس کا حال گھسیارے کا سا ہے کہ گھاس کاٹے چلا جاتا ہے مگر کھرپے کا تیز کرنا نہین جانتا۔ برخلاف اسکے عالم اپنے علم کو کام مین لا کر اپنے دل کی بُرائیون کی ہمیشہ اصلاح اور خطاؤن کی تصحیح کرتا رہتا ہی جیسے تمام پھولون مین جن مین کڑوے پھول بھی داخل ہین شہد موجود ہے مگر اُس کو فقط مکھی ہی چوس کر نکالنا جانتی ہے۔ بس اسی طرح ہر علم مین خواہ کسی قسم کا ہو اُس مین عالم غور و فکر کر کے استدلال اور استنباط کر سکتے ہین۔

(۳) علم کی کشش۔ اس سبب سے کہ علوم میں عمدہ یا فنون کے حاصل کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے ہم اُس کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں برخلاف اس کے جہالت سے ذلت ہوتی ہے اس لئے اُس سے دور بھاگتے ہیں۔ مطالعہ کرنا کیا ہے ایک جماعت کا جمع کرنا ہے جس میں خوبی یہ ہے کہ اگر اُن میں سے ایک سے زیادہ باتیں کیجیئے تو دوسرا رنجیدہ نہیں ہوتا نہ کوئی آپس میں رشک و حسد پیدا ہوتا ہے جس سے ہمارا دل چاہتا ہے اُس سے باتیں کرتے ہیں اور پھر دفعتاً اُس سے قطع سخن کر دیتے ہیں۔ گر وہ ہماری اس حرکت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہوتا۔ اُن میں آپس میں بحثیں اور تکراریں ہوتی ہیں۔ جن کا فیصلہ ہم اپنی فرصت میں سوچ سمجھ کے کرتے ہیں۔ وہ اختلاف آرا سے غصے آپس میں نہیں ہوتے۔ نہ جھگڑے فساد کھڑے کرتے ہیں

(۴) علم کا ذلیل ہونا۔ چار جگہہ علم کی مٹی خراب ہوتی ہے۔ اول جہالت میں اُس کی حقارت سے۔ دوم تحقیق میں عیش و عشرت شوخی و بیباکی کے دخل ہونے سے۔ سوم رائے میں نقص اور شبہات کے ہونے سے چہارم غلطی میں ضد اور مقابلہ کرنے سے۔

(۵) اوپری علم۔ اگر علم خانہ دل کا فقط اسباب ہے اور اُس کی غذا نہیں وہ سطحی ہے اُس کی کچھ اصل نہیں فقط دکھاوے کا دھوکا ہے جیسے کہ خون میں غذا تحلیل ہوتی ہے ایسے ہی دل کے اندر علم تحلیل ہونا چاہیے۔ جس سے دانائی اور قوت بڑھے۔ علم سپہ گری میں بہت سے جنرل نیولین اعظم کی برابر تھے۔ گر وہ ان پر ہمیشہ اس سبب سے فتحیاب ہوتا تھا کہ فتح فقط ایک لحظہ کی دانشمندانہ حرکت پر موقوف ہوتی ہے۔ سو نیولین کے دل میں علم نفوذ کئے ہوئے تھا۔ اور اوروں کے دل پر چسپاں تھا۔ اس لئے اس کو وہ لحظہ فتح فوراً معلوم ہو جاتا تھا۔ اوپری علم کا حال ایسا ہے جیسے کہ ایک حکیم کا جو دولت کی تعریف کرے اور اس کے لوٹنے پر جھکے۔ گر کچھ پاس نہ ہو۔ یا ایک مہندس کا کہ کل زمین کے رقبہ صحت سے دریافت کرے گر بالشت بھر زمین پاس نہ ہو۔

(۶) اتفاقی علم۔ ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک صندوق میں ہمیشہ ایک چوہیا رہتی تھی

ایک دن اُس نے صندوق کے کنارے پر سے جھانک کر جو دیکھا تو وہ متحیر ہو کے کہنے لگی کہ مین نہین جانتی تھی کہ دنیا اتنی بڑی ہے اُس کو اول اپنی جہالت پر حیرت ہوئی پس علم کے میدان مین اول قدم یہی ہے کہ ہم اپنے تئین جانین کہ جاہل ہین اور سمجھین کہ کس محل پر کھڑے ہین جب اپنے ہی معاملات خانگی کے صندوق سے نکل کر باہر جھانکین گے تو علیم بنین گے ہر چیز سے واقف ہون گے۔ جو خدا کی عمیق مصلحتون مین جھانکیگا وہ یہ نہین خیال کرے گا کہ آدمی ایسا محدود ہے کہ اُس مین کوئی استعداد ایسی نہین کہ جسمانی اشیا کی بڑی تدابیر اور تصویرون کو نہ سمجھ سکے اور اِن کا فیصلہ نہ کر سکے۔ مگر انسان روحانی اشیا کا علم اتنا ہی حاصل کر سکتا ہے جتنا خدا نے خود اُس کو اپنے کلام مین بتلایا ہے جہان اُس نے ہم کو روکا ہے وہان رُکنا چاہیے۔

(۷) علم کی بلندی۔ ہم جتنے بلند ہوتے ہین اُتنا ہی ہمارے آگے فضا و منظر بڑھتا جاتا ہے اور اُس مین دُور دُور کی چیزین دھندلی نظر آتی جاتی ہین عالم کا فضا علم فراخ ہوتا ہے اِس لئے اُس کو بہت سی چیزین دھندلی نظر آتی جاتی ہین مگر جاہل کے پیش نظر چھوٹا فضا ہوتا ہے اِس کو خوب نظر آتا ہے اور اِس سے وہ بڑا لطف اُٹھاتا ہے دل بھر کے اُس کی بہار لوٹتا ہے۔ برخلاف حکیم کے کہ وہ اسی فکر مین رہتا ہے کہ مین تمام عالم کے فضا پر فایز ہون۔

(۸) ضرورت علم۔ جب تک کسی مضمون کو ہم اچھی طرح نہ سمجھتے ہون اُس مین بولنا یا کہنا اپنے فرض کو توڑنا اور ایک جرم کرنا ہے۔ گو اُس کی قانوناً سزا نہ ہو۔ جہان آزادی کا بازار گرم ہوتا ہے وہان بے معنی بکواس کا ہونا اور اُس کا چھپ کر شایع ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس جانچنے اور پرکھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔

(۹) تحصیل علم۔ علم کا حال ایسا ہے جیسا کہ زمین کا کہ اول بڑی کاوش کی جاتی ہے تو اُس کے اندر سے صاف پانی نکلتا ہے گر جب سوت نکل آتی ہے تو اُس سے پانی نکل کر اوپر اُٹھتا ہے اور ہم کو بے تکلف ملتا ہے پس علم کے تحصیل کرنے مین اول بہت تکلیف اُٹھانی اور دل سے توجہ کرنی پڑتی ہے۔ مگر جب علم حاصل ہو جاتا ہے تو یہ حال نہین رہتا۔ علم کا حال آگ کا سا ہے کہ اول اُس کے سُلگانے مین دوسرے

کی مدد درکار ہے پھر وہ اپنے آپ بڑھتی ہے ایسے ہی تحصیل علم مین ابتدا مین اُستاد کی ضرورت ہوتی ہے پھر اُس کی خود افزائش ہوتی ہے۔

(۱۰) علم قدیم سے استفادہ۔ متقدمین ایک بڑی تحصیلی علم کی اپنی اولاد کو ورثہ مین دے گئے ہین جن سے کہ ہر نسل مستفید ہوتی ہے پس ہمکو بھی چاہئے کہ اِن بزرگون کی تحصیلی مین کچھ مقداری بڑھا کر اپنی آیندہ نسلون کے واسطے چھوڑ جائین جن سے وہ فایدہ اُٹھائین۔

(۱۱) علم کی تمنا۔ جب ہماری نگاہ عالم پر پڑتی ہے تو ہم اس کا حال دریافت کرنا چاہتے ہین ستارون و بُرجون کے نقشے بناتے ہین زمین کے گولے کو کھود کھود کر کانین نکالتے ہین سمندر کے مدو جزر کا اندازہ کرتے ہین سمندر کے ریت کے ذرّون کو گنتے ہین۔ زمانہ گذشتہ مین جو واقعات گذرے ہین اُن کی چھان بین کرتے ہین مُردہ بادشاہون کی عمرین دریافت کرتے ہین جن سلطنتون کا نام و نشان مٹ گیا ہے اُن کا سُراغ لگاتے ہین مردون کے مُنہ کے کلام کی اور ساتھ کے کام کی جستجو کرتے ہین۔ جیسے دولت جتنی بڑھتی ہے اُس کے ساتھ اُس کی طمع بھی بڑھتی ہے ایسے علم کی خواہش اتنی ہی بڑھتی ہے جتنی اُس کی افزائش ہوتی ہے۔

(۱۲) علم کی تعلیم مین اپنے سر کو قبر بنانا نہین چاہتا بلکہ خزانہ علم کا بنانا چاہتا ہون۔ مین علم کا ٹھیکہ لے کے خود ہی فائدہ حاصل کرنا نہین چاہتا ہون۔ بلکہ اورون کو اُس سے فایدہ پہونچانا مین اپنے لئے مطالعہ نہین کرتا۔ بلکہ اُن کے لئے جو مطالعہ نہین کرتے۔ مین اُن لوگون سے حسد نہین کرتا جو مجھ سے علم زیادہ جانتے ہین بلکہ اُن پر رحم کرتا ہون جو مجھ سے علم کم رکھتے ہین۔ مین علم اس لئے نہین سکھاتا کہ میری مشق اُس مین بڑھے اور علم سے میرا دل و دماغ زندہ ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ اورون کے دماغون مین وہ بسے اور پھیلے مین اپنی کوششون مین اس سے بڑا آزردہ دل ہوتا ہون کہ میرا علم میرے ساتھ دفن ہو جلے گا۔ میرے معزز عزیزون کو اُس مین سے کچھ ورثہ نہین ملے گا۔

(۱۳) علم کا مآل۔ ظاہر ہے کہ جو علم اِس دنیا مین کوئی حاصل کرتا ہے۔ وہ اُس کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے (عقبیٰ کے خیالات کو جانے دو) اب یہ دیکھنا چاہئے کہ دنیا مین اِس کا مآل

گیا ہے سو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے تئین اور اورون کے تئین نفع پہونچائین - لیکن اگر اس علم کی تحصیل مین اپنی صحت کو کھو بیٹھین تو جو علم ایسی محنت سے حاصل ہوا ہے بے فایدہ ہو جائیگا اگر ہم اپنے جسم کو مشقت شاقہ اس لئے دین کہ ہزارون کے لئے زیادہ کام کے ہو جائین تو حقیقت مین ان قابلیتون اور استعدادون سے اپنے تئین محروم کرتے ہین جو خدا نے ہم کو اورون کے فایدہ پہونچانے کے لئے دی تھین - ذہانت خداداد کو زیادہ علم کے تحصیل کرنے کی محنت سے ضعیف کرتے ہین اور طاقت و رنہین کرتے جس کے سبب سے ہم خدا کی خدمات مین بھی قاصر رہتے ہین - اگر متوسط علم حاصل کرتے تو زیادہ فایدہ پہونچاتے - جو شخص اپنے آقا کے جہاز کو سونا چاندی اور بیش قیمت جواہر بھر کر ایسا وزنی کرتا ہے جس سے وہ ڈوب جائے تو وہ شخص اپنے آقا کا قصور کرتا ہے - اسی طرح اگر ہم دماغ پر علم کا بوجھ ڈال کر خراب خستہ کرتے ہین تو خطا کرتے ہین -

(باقی آیندہ)

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

غزل جناب منشی سید محمود حسن صاحب عشقی دراستوی

دو چار گھڑی اور نہ آتے وہ اگر آج
گھر بیٹھے مری موت کی سن لیتے خبر آج

مرتا ہون مگر دیکھ تو لون ایک نظر آج
ہوتے ہوے جاتے ہین گھر غیر کے گھر آج

کیا جاتا ہے کیا دل ہے ادھر جان ہے ادھر آج
کس کام کو اٹھا ہے مرا درد جگر آج

اٹھتی نہین کیون آپ کی شرمیلی نظر آج
سچ کہدو کہ ہوتے ہوے آئے ہو کدھر آج

اے بنت عنب تو نے وہ احسان کئے ہین
قدمون سے ملے جاتے ہین میخوارون کے سر آج

سازش نکرین تیر نظر سے ترے ابرو
ہم آپ سنبھالے ہوے بیٹھے ہین جگر آج

چھپ چھپ کے کسے دیکھ رہی ہین یہہ نگاہین
کس تاک مین ہے آپ کی دزدیدہ نظر آج

خالق اُسے بدبین کی نگاہون سے بچائے
اُس شوخ پہ پڑتی ہے زمانہ کی نظر آج

کانون سے سنا ہے کہ حسین تھا کنعان
ہم دیکھ رہے ہین تجھے اے رشک قمر آج

بیکار ہین جب ہجر مین عشقی یہہ دعائین
ٹکراتا ہے کیون باب اجابت سے اثر آج

ہندوستان کا افلاس

ہرکس از دستِ غیر نالہ کند ✤ سعدی از دستِ خویشتن فریاد

ایک بہت پرانا اور مشہور قصہ ہے کہ کسی جگہ ایک درخت کے نیچے دو احدی (جنکی کاہلی ضرب المثل ہے) آرام فرما رہے تھے۔ ایک سوار قریب سے گذرا۔ اُن احدیون مین سے ایک نے اس سوار کو آواز دیکر روکا وہ سمجھا شاید کوئی ضرورت ہوگی رُک گیا اور یہ پوچھنے لگا بھائی کیا کام ہے جلد کہو مین ضروری کام کو جا رہا ہون۔ احدی نے نہایت متانت سے کہا کہ حضرت ذرا گھوڑے سے اتر کر میری بات سن لیجیے پھر چلے جائیے گا۔ سوار گھوڑے سے اُترا اور قریب آکر پوچھنے لگا کہ کیا کام ہے۔ احدی صاحب کیا فرماتے ہین کہ میرے سینے پر ایک جامن گرا ہوا بہت دیر سے پڑا ہے مہربانی فرما کر اُسے میرے مُنہ مین ڈال دیجیے بس یہی کام ہے۔ جب سوار کو یہہ معلوم ہوا کہ اِس کمبخت کاہل الوجود نے محض اتنے سے کام کے لیے جس کے واسطے اِس کو صرف ہاتھ ہی ہلانا پڑتا مجھکو گھوڑے سے اُتروایا اور مفت مین میرا راستہ کھوٹا کیا تب تو مارے غصے کے اُسے تاب نہ رہی اور اُس نے گھوڑے کے چابک سے جو اُس کے ہاتھ مین تھا احدی کی خبر لینی شروع کردی۔ اب دوسرے احدی صاحب جو قریب ہی لیٹے ہوے تھے کیا ارشاد فرماتے ہین "ہان ہان اِس مردود کو خوب ٹھونکیے یہہ بڑا کاہل الوجود ہے کل دو گھنٹے تک برابر کتا میرا مُنہ چاٹتا رہا مین نے کتنی منتین کین مگر اِس نالایق نے کتے کو نہ دھتکارا" سوار اِن لوگون کی حماقت پر بہت ہنسا اور اِن کا مرض لاعلاج سمجھکر مارنا پیٹنا بے سود سمجھا اور اپنی راہ لی۔

ہم کہتے ہین کیا ہم اہل ہندوستان بہت سی باتون مین انھین احدیون سے مشابہ نہین ہین؟ کیا بہت سی ایسی باتون ہین جو ہماری تھوڑی کوشش سے ہمارے لیے مفید اور نفع بخش ہوسکتی ہین ہم خواہ مخواہ گورنمنٹ کی مداخلت کے خواستگار نہین ہین اور کیا ہم اپنی تمام مصیبتون کا منبع گورنمنٹ ہی کو تصور نہین کرتے ہم مین ایسے بہت سے لوگ موجود ہین

جو اس قسم کی لاطائل منطق کو استعمال کرتے ہوئے بھی شرمندہ نہیں ہوتے کہ قحط اور طاعون گورنمنٹ کی بدعملیوں کے نتائج ہیں۔ جن کے دماغ میں ایسے خیالات موجود ہوں اُن سے کیا بعید ہے کہ ہندوستان کی تجارت کے تنزل اور صنعت و حرفت کے نیست و نابود کرنے کا الزام بھی گورنمنٹ پر رکھیں غرضکہ حد اعتدال سے قدم بڑھ جانے والے اور سوئی کا پھاوڑا بنانے والے نکتہ چیں جو چاہیں کہیں سنیں یہ شخصی سلطنت کا زمانہ تو ہئی نہیں کہ گردن مارے جانے کا اندیشہ ہو یہ آزادی کا زمانہ ہے اور ہر شخص کو اپنی زبان پر ایک حد تک اختیار دیدیا گیا ہے لیکن بعض وقت نہایت معتدل اور سنجیدہ مزاج لوگ بھی ہندوستان کی تجارت اور صنعت و حرفت کا روبہ تنزل ہونا تسلیم کرتے ہیں اور ہندوستان کے افلاس کو اس تنزل کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

یہ مضمون آج کل بڑے بڑے جادو نگار اور سحر طراز رہنمایان قوم کے قلم سے نئے نئے لباس میں صفحۂ قرطاس پر جلوہ گر ہو چکا ہے اور روزمرہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ دعوی حماقت میں داخل ہوگا کہ آج ہم اس سوال کے متعلق کوئی جدید معلومات پبلک کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ ہم جو کچھ کہیں گے وہ ایسی ہی باتیں ہوں گی جو اس سوال کی تائید یا تردید میں اکثر معرض تحریر و تقریر میں آ چکی ہیں تاہم یہ اندیشہ ہمکو ضرور ہے کہ ہمارے بہت سے بھائی سخت غلطی میں پڑ کر وقت اور موقعہ کو ضایع کر رہے ہیں اور جبکہ انھیں تمام قوموں کے مقابلے میں دوڑ لگانے کے لئے تیار رہنا چاہیئے وہ فضول زق زق و بق بق میں اپنی قوتوں کو صرف کر رہے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ قومیں جو ہم سے پیچھے تھیں ہماری غفلت سے فایدہ اٹھا کر آگے بڑھتی جاتی ہیں اور جو آگے تھیں وہ پیچھے مڑ مڑ کر ہماری رفتار کو دیکھتی ہیں اور مسکراتی ہیں۔

اس دعوے کے ثبوت میں کہ ہندوستان کا افلاس روز بروز ترقی پر ہے بہت کچھ طبع آزمائی کرنے کے بعد جب ہمارے رہنمایان قوم نے اسباب کی طرف توجہ کی تو اُن کو بجز حکمرانوں کے تجاہل یا تغافل کے اور کوئی سبب نظر نہ آیا لیکن ہم پوچھتے ہیں کیا یہ کم حیرت انگیز بات ہے کہ وہی شخصی سلطنت کی محکوم رعایا جس کی جان و مال کا اصلی و حقیقی مالک آسمان پر خدا تعالے

اور زمین پر بادشاہ ہو (جس کو دوسرے لفظوں میں ظل اللہ یعنی خدا کا سایہ کہتے ہیں) ایک ایسی سلطنت کے زیر حکومت ہو کر جس کے عہد معدلت میں آزادی تجارت اور آزادی خیالات کی زبردست نعمتیں اُس کو بے مانگے میسر ہو گئی ہیں یک بیک اعلیٰ مدارج ترقی کی طرف صعود کرتے کرتے رک گئی ہو؟ ہم تو ایک لمحے کے لئے اس عجیب استدلال پر وثوق نہیں ظاہر کر سکتے۔ لیکن چونکہ اس مسئلے کے متعلق بدیہی شہادتیں ہم پہونچانا ایسا دشوار کام ہے جس پر وہ لوگ بھی قادر نہیں ہو سکے جن کو اس ملک کے تمام سیاسی اور تمدنی امور کے متعلق اعداد و رقوم و دیگر ضروری کاغذات پر دسترس ہے لہذا ہم کو اپنے رہنمایان قوم کے اس دعوے کے مقابلے میں جنگ کرنے میں پوری کامیابی کا کوئی ذریعہ سر دست میسر نہیں کہ ہندوستان کا افلاس ترقی پر ہے اس مصیبت سے بچنے کے لئے گورنمنٹ سے استدعا کرنے کے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ کوئی تو یہ کہتا ہے بیرونی اسباب پر محصول درآمد بڑھا دیا جائے تاکہ دیسی اسباب کے مقابلے میں اس کے نرخ کا پرتہ ارزاں پڑے اور دیسی صنعت کو ترقی کرنے کا موقعہ ملے۔ کوئی کہتا ہے کہ اعلیٰ عہدوں پر انگریزوں کے مقرر ہو کر آنے کی کیا ضرورت ہے ہندوستانی جو کم تنخواہ پر مل جاتے ہیں مقرر کئے جائیں اور جس قدر روپیہ "ہوم چارجز" کی مد میں انگلستان کو جاتا ہے یہ سب کا سب بچا لیا جائے۔ یہ تو پرانے سبق تھے جو کم و بیش جوش و خروش کے ساتھ معرض بحث میں آچکے ہیں اب چند روز سے بنگال میں سودیشی تحریک اور بائی کاٹ نے وہ زور باندھا ہے کہ "جان بل" بھی اس ہلڑ کو دیکھ دیکھ کر بعض وقت کسی قدر کان کھڑے کر لیتے ہیں۔

ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ یہ سب تجاویز مفید اور کارآمد ہیں ہمارا اس وقت یہ مقصد نہیں کہ ان تمام مختلف مسائل پر بحث کریں۔ اس چھوٹے سے مضمون میں اتنی گنجائش کہاں۔ مگر ان تمام مباحث کے متعلق ہم اجازت چاہتے ہیں کہ صرف دو سوال قایم کر کے اُن کے جوابات تحریر کریں وہ سوال یہ ہیں۔

۱۔ کیا ہماری تمام مصیبتیں صرف گورنمنٹ کے افعال سے تعلق رکھتی ہیں اور کیا ان میں

زیادہ حصہ ایسا نہین ہے جس کا علاج ہمارے ہی ہاتھون مین ہے؟

۲- کیا اس حالت مین ہمکو لازم ہے کہ گورنمنٹ کے تغافل کا حیلہ پکڑ کر اپنی ترقی کی تمام کوششون کو ملتوی کردین؟

اِن سوالات کے جواب مین ہم ذیل کے چند سطور پیش کرتے ہین -

ہندوستان ایک ایشیائی ملک ہے جہان مدتون شخصی سلطنت کا دور دورہ رہ چکا ہے اور عام رعایا کا امور سیاست و انتظام مملکت مین دخیل ہونا ایک ایسا خواب تھا جس کے دیکھنے کی شاید کسی کو تمنا بھی نہ تھی اِس حالت کا موجودہ یورپ و امریکا کی حالت سے مقابلہ کیجئے - وہان کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہین جو رعایا کی آزادی کو گورنمنٹ کے ہاتھ مین رہن کرنا چاہتے ہین - ع - ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا - یہ لوگ چاہتے ہین کہ تمام تجارتی کارخانے جملہ میونسپل معاملات اور حفظان صحت اور تعلیم کے کل انتظامات گورنمنٹ کے ہاتھ مین ہوجائین تو بہتر ہے - یہ لوگ سوشیلسٹ کہلاتے ہین - ہم سے پوچھیے تو ایسے لوگون کو ری ایکشنسٹ (یعنی ترقی معکوس کرنے والے) کہنا چاہیے - اس فریق مین زیادہ تر وہ لوگ شامل ہین جو فیکٹریون اور کارخانون مین محنت مزدوری کرتے ہین وہ صلہ محنت کے معاملے مین اپنے مالکون کے سخت شاکی ہین اور اُن کو امید ہے کہ اگر گورنمنٹ مالکون کو بیدخل کرکے کارخانون کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے لے تو اُن کی حالت بہ نسبت موجودہ حالت کے بہتر ہو جائے گی - ان مین ایسے لوگ بھی ہین جن کا یہ قول ہے کہ اگر اس تحریک مین ناکامی ہوئی تو ہم لوگ کارخانون مین کام کرنا ترک کردین گے اور اپنے اپنے طور پر جدا جدا محنت کرکے ذاتی طور پر نفع یا نقصان اُٹھائین گے - فرض کیجئے کہ گورنمنٹ اس بیجا مداخلت کو نامنظور کرے اور وہ لوگ جو حد اعتدال سے متجاوز ہین اپنے قول پر عمل کرین اور "اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ" کے مصداق بنین (جیسا اِس وقت ہندوستان کے صناعون کا شیوہ ہے) تو کیا نتیجہ ہوگا؟ - کیا ہر ایک کاریگر فرداً فرداً اپنی اشیاء کی تکمیل و ساخت کے لئے اس قدر گران بہا انجن اور قیمتی مشینین مہیا کر سکتا ہے جو کارخانون مین موجود ہین اور کیا وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے چھوٹی بڑی چیزون کے

تمام پُرزون کو اُسی صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ تیار کرسکتا ہے جیسے کارخانون مین انجنون اور مشینون کے ذریعہ سے تیار ہوتے ہین جہان ہر پُرزے کا بنانے والا ایک علیحدہ شخص ہے جس کا تمام عمر کا کام اُسے ایک خاص پُرزے کی ساخت اور تکمیل مین بیحد مہارت اور مشق کا موقع دیتا ہے! اور سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ وہ ہاتھ کے ذریعہ سے اُس قدر تعداد اور مقدار اشیار کی مہیا کرسکتا ہے جو کارخانون مین انجنون اور مشینون کے ذریعہ سے ممکن ہے ؟ - غرضکہ یہہ امر بالکل ناممکن ہے کہ اس طرح فرداً فرداً کام کرنے والے اپنی بنائی ہوئی چیز کو کیا بلحاظ صفائی اور خوبصورتی کے اور کیا بلحاظ کثرت تعداد اشیار تیار شدہ کے کارخانون کی بنی ہوئی چیزون کے مقابلہ مین رکھکر کامیاب ہوسکین - مانا امر یہ کہ کاریگر نے کوئی چیز تیار بھی کی تو جب وہ حساب لگاتا ہے تو بہ نسبت کارخانے کی تیار شدہ اشیار کے لاگت چوگنی آتی ہے اِن وجوہات سے کارخانے کی چیز زیادہ ارزان اور زیادہ خوبصورت اور مکمل اور پایدار ہوتی ہے اور خواہمخواہ اُسی کو خریدنا سب لوگ پسند کرتے ہین اور کاریگر بیچارہ اپنا سا مُنہ لیکر بازار سے واپس چلا آتا ہے - یہہ تو اُس ملک کے کاریگرون کی حالت کا نظارہ ہے جہان کا ہر ایک مزدور اور کاریگر اپنی صنعت کے متعلق کچھ نہ کچھ علمی مہارت رکھتا ہے ، اور سائنٹیفک طریقے سے اُسے انجام دیتا ہے ولے برحال ہمارے جن کی صنعت و حرفت تمام و کمال اُنھین لوگون کے ہاتھ مین ہے جو اُس کے متعلق کچھ بھی واقفیت نہین رکھتے بجز اُس کے جو اُن کے باپ و دادا سے سینہ بہ سینہ اُن کو تعلیم ہوتی چلی آتی ہے اور جس پر ہزارون برس گذر گئے ایک انچ بھر بھی ترقی نہین ہوئی - ہم کہتے ہین کہ یہہ کیا کچھ کم تعجب کی بات ہے کہ ایسی قوم صرف گورنمنٹ کی توہین اور تذلیل سے ترقی اور رفاہ کی امید رکھے اور اپنے ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی مین عملی کوشش نہ کرے ؟ - کیا ہمکو کوئی شکایت کا موقعہ ہوگا اگر غیر قومین ہماری اِس بیہودہ گوئی اور فضول حرکت پر خندہ زنی کرین اور ہمارا تمسخر اُڑائین ؟ ہم اپنی گذشتہ عظمت کو روتے پھرتے ہین اور جو کچھ موجود ہے اُس کے بچانے اور قایم رکھنے کی کوشش نہین کرتے -

سودیشی تحریک ! سبحان اللہ کیا کہنا۔ مگر مزا یہہ ہے کہ ہمارے اور سب کامون کی طرح یہہ بھی گڈھنگی ہے۔ ہمکو لازم تھا کہ اِس جوش وخروش سے کچھ مستقل فایدہ اُٹھاتے۔ ہم آرگنائزیشن آف لیبر[1] کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے اور اُس کے فوائد سے عوام الناس کو آگاہ کرکے قوم مین آگے قدم بڑھانے کی صلاحیت پیدا کرتے۔ ہم مالدارون کو آگاہ کرتے کہ دولت کا صحیح استعمال رکھ چھوڑنا نہین ہے بلکہ اُسے کام مین لگانا ہے۔ ہم ملک مین فیکٹریان اور کارخانے کھولتے تعلیم یافتہ لوگون کو آمادہ کرتے کہ ملازمت کی ہوس چھوڑین اور صنعت وحرفت کی تعلیم یورپ اور امریکہ سے حاصل کرکے اُن کارخانون کے انجنیر بنین۔ ہم اپنے ملک کے جاہل کاریگرون کو (جن کی تعلیم کی دن نکل گئے ہین) فیکٹریون مین کام پر لگاتے اور اُن کے بچون کو (جن کی تعلیم کے دن ہین) صنعت وحرفت کے متعلق علوم وفنون کی تعلیم بھی دیتے اور فیکٹریون مین اُنھین کام پر لگاکر اُس علم کو عملی صورت مین لانا بھی سکھاتے اور اِس طرح اُن کو بھی فاقہ کشی سے بچالیتے اور اپنے لئے بھی ایک گروہ واقفکار کاریگرون کا تیار کرلیتے یہہ باتین کرنے کی ہین اگر فی الواقع ترقی صنعت کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے ورنہ یون تو ہر شخص ہائے قوم والے قوم کا شور مچاکر اپنی چند روزہ شہرت ونام آوری کا اچھا خاصہ ذریعہ ڈھونڈھ لیتا ہے۔ ہم نہین سمجھتے کہ اِس قدر کام کی باتین چھوڑکر کیون خواہ مخواہ چلتی گاڑی مین روڑا اٹکایا گیا اور سودیشی تحریک کو ایک پولیٹکل مسئلہ اور تقسیم بنگال کو اُس کا جزو لاینفک بناکر حکام کی برانگیختگی کی کوشش کی گئی جس سے قومی توجہ اصلی کام کی

[1] (Organisation of labour) آرگنائزیشن آف لیبر یعنی کام کو اس طور پر کاریگرون مین تقسیم کرنا کہ جو کاریگر جیسی قابلیت رکھتا ہو اُس کو اُسی کے موافق کام انجام دینا پڑے۔ فرض کیجئے کہ ہم ایک پانچ روپیہ یومیہ کے کاریگر کو دھونکنی چلانے کے کام پر مامور کرین جو دو آنہ یومیہ کے مزدور کا کام ہے تو گویا ہم انتظام کے اصول کے خلاف کام کرتے ہین یہہ علم سیاست تمدن کا اصطلاحی فقرہ ہے اسکا ترجمہ ہو سکتا ہے "انتظام بنظر بہترین انصرام" مولف

باتون سے اس قدر ہٹ گئی کہ حاکم ومحکوم کے باہمی جھگڑے تو نہایت زور شور کے ساتھ معرض بحث مین آگئے اور مفید کام سارے پڑے رہ گئے وہی مثل ہوئی کہ " گرگہ چھوڑ تماشے جاے + ناحق چوٹ جولاہہ کھاے "۔

ہندوستان کے غربت اور افلاس کے اسباب کی تلاش مین کیون اس قدر خاک اڑائی جاتی ہے بس یہی کیون نہ سمجھ لیجیے کہ جس ملک مین تمام صنعت وحرفت کے کام محض جاہل اور کندۂ ناتراش اور مفلس اور قلاش لوگون کے ہاتھ مین ہون وہ ملک ترقی اور دولت مین اُن ممالک کا کیونکر مقابلہ کرسکتا ہے جن کی صنعت وحرفت اُن لوگون کے ہاتھ مین ہے جو کامل طور پر تعلیم یافتہ اور مکمل طور پر ماہر فن ہین - جو دنیا کی ضرورتون کو پہچانتے ہین اور جو ملکون کی حاجتون سے خبردار ہین اگر کبھی ہماری زندگی مین ایسا موقعہ آگیا کہ ہندوستان اپنی صنعت وحرفت کو ماہران فن کے ہاتھ مین دینے مین کامیاب ہوگیا تو ہم دکھا دین گے کہ ایک یہ " ہوم چارجز " کیا ایسے ایسے سو ہوم چارجز " بھی اُس کی ثروت کو نہ مٹا سکین گے - لیکن اگر اسی طرح فضولیات مین وقت ضایع ہوتا رہا تو ایک اس " ہوم چارجز " کی معافی ہندوستان کو ہرگز دولتمند نہین بنا سکتی - اگر یقین نہ آئے تو ہوم چارجز کی رقم کو ہندوستان کی آبادی پر تقسیم کرکے دیکھ لیجیے کہ پرتہ آمدنی فی کس مین کیا اضافہ ہوتا ہے اور آیا یہ اضافہ ایسا ہے جو ہندوستان کو دیگر دولتمند ممالک کی صف مین لا کھڑا کرے - اس زبردست براعظم کی کل آبادی تیس کروڑ ہے اور ہوم چارجز کی رقم تقریباً پچیس کروڑ روپیہ سالانہ ہوتی ہے اس کا پرتہ فی کس ایک روپیہ سے بھی کم ہوتا ہے اگر ہوم چارجز کی رقم سالانہ آمدنی فی کس مین شامل بھی ہو جاے تب بھی کچھ بہت بڑا اثر تمول مین نہین پڑ سکتا لیکن جو فوائد انگلستان کے تعلقات سے حاصل ہوتے ہین وہ اس سے دس گنے تمول کے عوض مین بھی ارزان ہین اور ان فوائد کی تفصیل ہر روشن خیال ہندوستانی کو معلوم ہے -

ناظرین گھبرا تو ضرور گئے ہون گے مگر یقین ہے کہ دو کلمے کی اور اجازت دین گے - ایک مرتبہ ریل کے سفر مین مجھے ایک سودیشی لکچرار سے ملنے کا اتفاق ہوا اور بدقسمتی سے مین ولایتی ساخت کے

کپڑے پہنے ہوے تھا لکچرار نے مجھے اس پر بہت کچھ لعنت ملامت کی اور کہا کہ تم اپنی قوم کے سخت نالایق ممبر ہو کہ اپنے دیس کی اشیا کا استعمال نہین کرتے بحث نہایت طویل تھی یہان تک کہ مین اکتا گیا اور ہکام مجھے پہلے ہی سے تھا اب دردسر بھی ہونے لگا جب وہ ختم کر چکا تو مین نے متانت سے اُسے صرف یہہ جواب دیدیا کہ "آپ کا فرمانا سب کچھ بجا مگر یہہ تو فرمایئے کہ وہ شخص کیا کرے جو اس قدر روپیہ والا نہو کہ عمدہ دیسی کپڑے کے گرانی نرخ کی طرف سے مستغنی نہو اور اس قدر ملکوتی صفات نہو کہ اپنے نفس کو موٹے جھوٹے کپڑے پر راضی کر سکے" میرا یہہ سوال گو اس لحاظ سے کسی قدر عجیب معلوم ہوتا ہو کہ انسان اگر جی پر رکھے تو کیا وہ اس بات پر قادر نہین ہو سکتا کہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنکر گذارہ کرے لیکن دنیا کے معاملات واقعیت کے تابع ہین نہ کہ توہمات اور فوری جذبات کے۔ یہہ دنیاوی علم سیاست تمدن ہے جس کی رو سے ایک ملک کی تجارت سرسبز اور دوسرے ملک کی تجارت پامال ہوا کرتی ہے۔ دل سے اپیل کرنا اور مصنوعی جذبات کو تحریک اور اشتعال دینا تمدنی سیاست کے امور مین کبھی مستقل فوائد نہین بخشتا ہے۔ اس کے اور موقعے ہین۔ تمدنی سیاست مین انسانی فطرت اس ایک سیدھے سادے مسئلے پر عمل کرتی ہے کہ بازار مین جو شے سب سے عمدہ اور ارزان دستیاب ہو سکے وہی خریدنی چاہیے۔ اس کے خلاف عمل کرانے کی کوشش کرنا گویا کشتی کو دریا کے بہاؤ کی مخالف لیجانا ہے جس کے لئے خارجی جدوجہد درکار ہے لہذا اس کے نتایج بھی خارجی اور اعتباری ہین نہ کہ مستقل اور فطرتی اور پھر ایسے براعظم مین جیسا کہ ہندوستان ہے جہان ہزارون فرقے اور قومین ایک دوسرے کی مخالفت اور مدافعت کے لئے ہر وقت تیار ہین۔ یہہ دوسری بات ہے کہ اُن مین سے کون غلطی پر ہے اور کون راستی پر بہر صورت کوششون مین رخنے اور مساعی مین خلل پڑنا ایک مسلم بات ہے۔

لہذا ہم اپنے ملکی اور قومی رہنماؤن کی خدمت مین باادب درخواست کرتے ہین کہ ایسی صورت پیدا کرین جس سے یہہ تمام فوائد مستقل طور پر حاصل ہو جائین اور اس کی بظاہر کوئی اور صورت نہین معلوم ہوتی بجز اس کے کہ صنعتی کارخانون کے افتتاح مین کوشش کی جائے۔ قومی صنعت ماہران فن کے ہاتھ مین دی جائے قوم کے دولتمند افراد کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنی دولت فیکٹریون کے

کھولنے اور چلانے مین صرف کرین اور بالاشتراک کام کو چلائین تاکہ عظیم الشان اسکیل پر کام ہو سکے کیونکہ جس قدر کارخانہ بڑا ہوگا اُسی قدر ارزان اور عمدہ مال تیار ہوگا اور جس قدر شرکار کی تعداد زیادہ ہوگی اُسی قدر نقصان کا اثر بھی تقسیم ہو جائے گا اور ضروری رقم کی فراہمی بھی آسان ہوگی۔ ۔ سب سے زیادہ ہمین تعلیم کی ضرورت ہے کہ اِن تمام معاملات مین کامل ایمانداری کے ساتھ عمل درآمد کیا جائے۔ یہہ مشترکہ کاروبار کا ایک نہایت اہم اور ضروری جُزو ہے۔ اِس عادت کا پیدا ہونا بہت کچھ اِس امر کے علم و یقین پر منحصر ہے کہ مشترکہ کاروبار مین ایمانداری بہ نسبت بے ایمانی کے زیادہ صریح مالی نفع بخشتی ہے اور یہہ یقین ذاتی تجربہ سے زیادہ کسی بات سے حاصل نہین ہوسکتا یعنی جب ہم اپنی آنکھون سے دیکھ لین گے کہ ایمانداری نے کہان تک ہمارا اعتبار بڑھایا اور اعتبار نے کہان تک ہمارے کاروبار کو ترقی دیکر ہمکو مالی نفع کا مستحق بنایا تو ہم قدرتاً یہہ یقین کرلین گے کہ بے ایمانی اور خیانت کی جواب دہی صرف عالم آخرت پر ملتوی نہین رکھی گئی ہے بلکہ تو ایس منفعت دنیاوی کے بھی خلاف ہے۔ فی الواقع یہہ یقین کاروبار کے ذاتی تجربہ سے بے حد وابستہ ہے لیکن تحصیل علوم سے جو بصیرت حاصل ہوتی ہے اور جو انجام بینی کی قوت پیدا ہوتی ہے اُسکو بھی بہت کچھ اِن خیالات کے استحکام مین دخل ہے حقیقت مین علم و حکمت وہ شے ہے جو علاوہ ظاہری اور محسوس ہونے والے فوائد کے انسان کے تمام کامون پر اثر ڈالنے اور رنگ دینے مین وہی کام کرتی ہے جو آفتاب کی روشنی اور حرارت زمین کی کُل اشیاء پر کرتی ہے۔ اِس بحث پر آئندہ ہم کچھ لکھین گے انشاءاللہ تعالےٰ۔

عبدالستار خان
رئیس بھیرہ مئو ضلع رائے بریلی

ہمت مردانہ

از منشی محمد صدیق صاحب کوفر امین نہر گنگ ضلع بلند شہر

آ ہمتِ مردانہ کہ دل مین تری جا ہے
تو ہو مری دمساز تو پروا مجھے کیا ہے
مست آنکھ جو را مجھ سے یہی شرطِ وفا ہے
سایہ ترے شہپر کا بہ از بالِ ہما ہے
تو فضلِ الٰہی کی نشانی ہے جہان مین
واللہ کہ چرچا ہے ترا کون و مکان مین

احباب اٹھو ہمتِ مردانہ وہ آئی
اب پھینک دو کچکول گدایانہ وہ آئی
ہمراہ لئے شوکتِ شاہانہ وہ آئی
کس ٹھاٹھ سے آتی ہے عروسانہ وہ آئی
مردون سے تو ملنے مین اُسے عار نہین ہے
نامرد سے البتہ سروکار نہین ہے

ہم مرد توانا ہین کوئی حیز نہین ہین
آزاد ہین پابستۂ دہلیز نہین ہین
دنیا مین کوئی چیز ہین ناچیز نہین ہین
سل بٹے سے پس جائین وہ کشنیز نہین ہین
کیون بحرِ حمیت نہ بھلا جوش مین آئے
جب ہمتِ مردانہ خود آغوش مین آئے

اب کام جو کرنا ہے وہ مردانہ کرین گے
محنت سے علاجِ دلِ دیوانہ کرین گے
ہر حال مین برتاؤ شجاعانہ کرین گے
رنج و غم و اندوہ کی پروا نہ کرین گے
رہتا نہین اندوہ جہان حسنِ عمل ہے
مردون کی بلا دور یہ مشہور مثل ہے

ہم مرد ہین غیرون کا سہارا نہین لیتے
جو شیر ہین صیاد او رکا مارا نہین لیتے
پیراک ہین دریا کا کنارا نہین لیتے
ہم آہوئے صحرا کے چکارا نہین لیتے

لالچ کی نگاہون سے نظر تک نہین کرتے
ہان راہِ خیانت سے گذر تک نہین کرتے

ہین مرد جو محنت سے کبھی جی نہ چرائین
بیکار نہ بیٹھین کہین بیکار نہ جائین
اوقات سبھین پر ہر اک کام کو آئین
ہمت یہہ ہے دوسرون کا ہاتھ بٹائین

مفلس ہون تو کچھ غم نہین ہمت ہے عالی
بلّور سے بہتر ہے انھین جام سفالی

ہے نانِ جوین اُن کو مزعفر سے زیادہ
کمل ہے انھین خلعتِ پُر زر سے زیادہ
ٹوپی ہے انھین تاجِ سکندر سے زیادہ
ہے وسعتِ خانہ انھین کشور سے زیادہ

ہے دولتِ جاوید پسینے کی کمائی
آئینہ خجل ہو یہہ ہے سینے کی صفائی

وہ دولتِ قارون کے لئے جھوٹ نہ بولین
عشقِ لبِ گلگون کے لئے جھوٹ نہ بولین
اور ملکِ فریدون کے لئے جھوٹ نہ بولین
یادِ قدِ موزون کے لئے جھوٹ نہ بولین

اندوختۂ غیر کو چھونے سے غرض کیا
مردون کے لئے خواہشِ بیجا کا مرض کیا

اک دانہ جو ہاتھ آئے تو وہ بانٹ کے کھائین
محسن ہون پہ احسان کسی پر نہ جتائین
افسردہ یتیمون کی طرح منہ نہ بنائین
لیتے رہین دن رات ضعیفون کی دعائین

کیا ہے انھین تولے جو کوئی زر کی برابر
وہ زر کو سمجھتے نہین پتھر کی برابر

جو مرد ہین رشوت نہین لیتے نہین دیتے
کو نین کی نعمت نہین لیتے نہین دیتے
یہہ مرد دیانت نہین لیتے نہین دیتے
انصاف کی قیمت نہین لیتے نہین دیتے

رہتے ہین ہر اک حال مین انصاف کے پابند
آئینہ کی صورت ہین دل صاف کے پابند

بیکار وہ دن زیست کے دنیا مین گذرے
یا بیٹھ گیا ہو یم ہستی کے کنارے

محتاج جو ہو جاے کسی درد کے مارے
کچھ کر نہ سکے قوت بازو کے سہارے

مردان اولوالعزم نہین بیٹھتے بیکار
اورون کے بھروسے پہ نہین رہتے زنان وار

کیا ناز ہے ہم خود تو نہ کچھ ہاتھ ہلائین
واللہ کہ غیرت کو اگر کام مین لائین

اورون کی مشقت سے جو پیدا ہو وہ کھائین
مر جائین مگر غیر کا احسان نہ اٹھائین

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہین سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہین سکتا

کاہل نہین طامع نہین نامرد نہین ہم
دین اور کو تکلیف وہ بیدرد نہین ہم

بیکار پڑے کیون رہین دل سرد نہین ہم
ہین مرد جفاکش کوئی شبگرد نہین ہم

محنت مین جو پابندی اوقات کرینگے
کیون پست ہم اپنے خیالات کرینگے

پابندی ناموس ہے کام اہل حیا کا
لغزش نہین کرتا قدم ارباب صفا کا

نگرانی افعال ہے شیوہ عقلا کا
انداز پسندیدہ ہے مردان خدا کا

ہر صورت خوش دیکھ کے کرتے نہین آہین
قبضے مین وہ دل رکھتے ہین قابو مین نگاہین

ہر شکل پہ دلدادہ و شیدا نہین ہوتے
در در صفت نقش کف پا نہین ہوتے

ہر شوخ سے سرگرم تمنا نہین ہوتے
ہرجائی نہین بنتے ہین رسوا نہین ہوتے

قبضے مین نہ جب مال ہو تو مردانگی کیا ہے
اتنی بھی نہ ہو عقل تو فرزانگی کیا ہے

مردان خدا آؤ کرین عہد بہم ہم
بیکار نہ ہوتے پھرین ہر بزم مین خم ہم
اب کیون رہین وابستۂ زنجیر الم ہم
کوشش کرین ہو جائین ذوالمجد و کرم ہم

جو ڈھونڈتے ہین دور وہ نزدیک ملے گا
دیکھین یہ نعمت تو یہین ٹھیک ملے گا

شکوہ ہے کہ ملا ہمسے عشرت نکرین کیون
خود اپنے مجھین مایۂ الفت نکرین کیون
ہین جن کے لئے ان سے محبت نکرین کیون
مطلوب رضا جو سے عداوت نکرین کیون

مہجور پھرین کس لئے ان سیمتنون سے
جادو نظرون حور وشون گلبدنون سے

یہ صاحب عصمت یہ وفادار یگانہ
آنکھون مین حیا دل مین ادب طرز زنانہ
یہ زینت ایوان یہ رونق دوخانہ
بیجا نہ تکلم نہ تبسم نہ ترانہ

ہمراہ رہین تا نفس بازپسین یہ
ہم شاد تو یہ شاد حزین ہم تو حزین یہ

اے خالق اکبر مجھے توفیق عطا کر
ملنے کو مجھے اپنی حضوری مین رسا کر
باندھون مین کمر تیری ثنا پر تجھے پاکر
عشرت دے مجھے خاک مذلت سے اٹھا کر

کوثر ترا تجھ سے ہی بس امداد طلب ہے
فریاد کنان در پہ ترے داد طلب ہے

اطلاع ضروری [illegible]

غزل عطیہ حضرت ظہیر دہلوی

عرصۂ چرخ مین اہل دین ہین آسمانون کی طرح
پس گئے اس آسیا مین آ کے دانون کی طرح

تنگنائے دہر مین ہے گر سرِ آسودگی
چاہیے خاموش رہنا بے زبانون کی طرح

گھر بنانے کی جگہ ہرگز نہین دارِ فنا
ہے کوئی دن کی سکونت میہمانون کی طرح

رنج مین غمگین نہو اور خشم مین افروختہ
چاہیے خوش باش رہنا بے زبانون کی طرح

دشمنون سے دوستداری کی اگر ہے چشمداشت
غیر سے برتاؤ رکھ اپنے یگانون کی طرح

ہے جوانی کے لئے درکار پیری کا سبھاؤ
وقتِ پیری مین بسر کر نوجوانون کی طرح

شمع سان گریان ہے سوزان ہے پروانہ وار
عمر بھر ہم نے بسر کی تفتہ جانون کی طرح

زندۂ جاوید رہنا چاہیے گر اے خود پرست
زندگی مین بے نشان ہو بے نشانون کی طرح

بیخودی مین کچھ سرِ دنیا و مافیہا نہین
رہتے ہین آزاد غم سے بے زبانون کی طرح

کچھ وہی اچھے رہے ہین ہو رہے جو صم و بکم
بند کر بیٹھے ہین چشم و لب کو کانون کی طرح

عقل سے بہرہ ہے جن کو ہین جہان سے گوشہ گیر
وضع کے پابند رہتے ہین پرانون کی طرح

رات دن غافل بلند آوازہ ہے کوسِ رحیل
دوش پر رختِ سفر رکھ میہمانون کی طرح

فرض ہے اس کا بچانا جس قدر ہین اہلِ دل
جو کسی کرتے ہین دل کی پاسبانون کی طرح

خوش بسر کرتے ہین آزادی سے آزادہ روش
رہتے ہین ہر حال مین خوش شادمانون کی طرح

رنج و غم کا غم نہین شادی کی کچھ شادی نہین
ملتے ہین نامہربان سے مہربانون کی طرح

قدر ہو تو ہے عجب شے عالمِ دیوانگی
بیخبر نادان نہ بن دانستہ سیانون کی طرح

ہو گئے ہین جو کہ لطفِ بیخودی سے باخبر
چھپتے پھرتے ہین جہان مین رازدانون کی طرح

ہو سکے تجھ سے تو کر لے کچھ جہان مین کارِ خیر
تا رہے نام و نشان باقی فسانون کی طرح

بلبل گلزار سے قمری ہوئی رشکِ ہمصفیر
زمزمہ گو کرتی رہی شیرین بیانون کی طرح

رہ گئے نافہم ہین دنیا مین پرسانِ کمال
قدردانی کرتے ہین ناقدردانون کی طرح

ہے جنھین یکسان زمانے مین خوش و ناخوش ظہیر
خوش بسر کرتے ہین ہر دم شادمانون کی طرح

جولیس قیصر

نمبر ۲

جولیس قیصر تھوڑے ہی عرصے مین اول درجے کے عہدہ مجسٹریٹی یعنی عہدہ کیسٹر کے لئے منتخب ہوگیا۔ اسی زمانے مین اُس کی پیاری نوجوان بیبی کارنیلیا نے رحلت کی۔ اُسوقت رواج یہہ تھا کہ جنازے کے ساتھ آگے آگے باجہ بجتا ہوا چلتا تھا۔ عورتین ماتم کنان اور آزاد شدہ غلام اپنی وہ خاص قسم کی ٹوپیان جو علامت آزادی تصور ہوتی تھین پہنے ہوے ہمراہ ہوتے تھے۔ جنازے کی برابر مُردہ شخص کی اور اُسکے مورثون مین سے نامور لوگون کی مورتین ہوتی تھین اور مُردے کے تمام رشتے دار مرد و عورت ماتمی لباس مین برہنہ سر شور و شیون کرتے ہوے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اس شان سے جنازہ خانی مرگھٹ تک پہونچایا جاتا تھا جہان لاش کے جلانے کے لیے چتا تیار ملتی تھی اگر جنازہ ایسے شخص کا ہوتا جو زندگی مین مشہور و معروف آدمی تھا تو یہہ جماعت فورم[1] تک پہونچ کر رُک جاتی تھی اور مُردے کے اعزا و احباب مین سے کوئی شخص روسٹرم[2] پر کھڑا ہوکر مرنے والے کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔ یہہ استثنا چند معمر اور ذی رتبت عورتون کے یہہ عزت جنس اناث مین سے کسی کے حصے مین کبھی نہین آئی تھی اس وجہ سے جب کارنیلیا کا تخت عاج فورم کے سامنے روکا گیا اور اُس کے شوہر نے روسٹرم پر کھڑے ہوکر اُس کی مدح مین پُراثر تقریر کی تو حاضرین کو سخت استعجاب ہوا۔ لیکن چونکہ عوام کے دلون مین

---

[1] فورم شہر روما مین ایک عمارت تقریر کرنے اور لیکچر دینے کے لیے مخصوص تھی اُسکو فورم کہتے تھے۔ مترجم

[2] روسٹرم۔ اس لفظ کے لغوی معنی منقار ہین۔ اصطلاحاً زمانہ قدیم کے جنگی جہازون کے ننگ اور نوک دار حصے کو بھی بوجہ مشابہت منقار کے روسٹرم کہتے تھے اور فورم کے اندر ایک بلند جگہہ کو بھی جہان کھڑے ہوکر تقریر کرتے تھے روسٹرم کے نام سے موسوم کرتے تھے اس لیے کہ اس مقام پر اکثر مفتوحہ جنگی جہازون کے ننگ اور نوک دار حصے بغرض نمایش اور بطور یادگار فتح کے رکھے جاتے تھے۔ مترجم

اس امر کی یاد تازہ تھی کہ جولیس قیصر نے سِسنا کی اس یتیم لڑکی کی خاطر سُلا کے غیض و غضب کی مطلق پروا نہین کی تھی اس لیے کارنیلیا کی اسقدر تعظیم و توقیر کا اُن پر بہت گہرا اثر ہوا لیکن حاضرین مین ایسے لوگ بھی تھے جنھون نے دبی زبان یہ کہا کہ جولیس قیصر ہمیشہ ایسے موقعون کا متلاشی رہتا ہے کہ لوگون کے سامنے اپنی لیاقت ظاہر کرے۔

اُس کے تھوڑے دنون بعد جولیس قیصر کی پھوپھی جولیا نے انتقال کیا۔ یہ ماریس کی بیوی تھی سُلا کے عہد حکومت مین ایک فرمان جاری ہوا تھا جس کی رو سے اُس وجیہ التعظیم قومی رہنما یعنی ماریس کے لیے اظہار توقیر کی قطعی ممانعت ہو چکی تھی یہان تک کہ اُس کی تصویر یا بُت کا نمایان کیا جانا بھی ممنوع ہو گیا تھا لیکن جب جولیا کا جنازہ نکلا تو منجملہ اور شخصون کے ماریس کا بت بھی جنازے کے ہمراہ نمایان کیا گیا۔ اور جس وقت جولیس قیصر نے اثنائے تقریر مین اپنے حسب نسب پر جو اینس[1] تک پہونچتا تھا اور جس مین اُس کی پھوپھی کو بھی شامل ہونے کی عزت حاصل تھی فخر کیا تو اس موقعہ پر ماریس کے حُسن خدمات قومی اور ملکی کا تذکرہ بھی نہایت پُرجوش الفاظ مین کر دیا۔

اگلے سال جولیس قیصر کو ملک اسپین مین وہان کے پروپریٹر[2] کی ماتحتی مین کام کرنا پڑا اور وہان اُس نے اس قدر محنت سے کام انجام دیا کہ جو لوگ اُس کو محض ایک کاہل الوجود اور آرام طلب آدمی سمجھتے تھے اُن کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس قدر جفاکشی اور محنت کی تحریک اُس کو سکندر اعظم کے اُس بت کی زیارت کی برکت سے حاصل ہوئی ہے جو قادیس مین نصب ہے۔ لیکن اس خیال کی

---

[1] ملاحظہ طلب ید بیضا جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۲۰ اور نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ مذکور۔ مترجم

[2] لفظ پروپریٹر کے لیے ید بیضا جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۱۶ (نوٹ) ملاحظہ کیجیے۔ عہدہ پروپریٹری پر فائز ہونے کے بعد اکثر اہل روما ممالک مفتوحہ کو گورنر مقرر ہو کر بھیجے جاتے تھے جہان اُن کو مقدمات فیصل کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہوتے تھے ایسے عہدے دار کو باقتضائے مُلکی حیثیت عہدے کے پروپریٹر کہتے تھے۔ مترجم

کوئی بنیاد تھی جولیس قیصر کی زندگی کے واقعات ایسی مثالون سے مملو ہین کہ دفعتاً آرام طلبی کو چھوڑ کر وہ محنت وجفاکشی پر مائل ہو گیا ہے حقیقت مین عموماً وہ جفاکشی اور محنت کو پسند نہین کرتا تھا لیکن ضرورت اور موقعہ کے موافق کام کرنا بھی اُس کا ایک طبعی خاصہ تھا اس لئے وہ جیسی ضرورت دیکھتا تھا اُس کے مطابق کاربند ہوتا تھا۔ اسپین سے واپس آکر اُس نے پاپیا سے شادی کی یہہ پامپیس میگنس کی چچازاد بہن اور سلا کی نواسی تھی۔ اس شادی کی وجہ سے پامپیس میگنس سے اُس کا ایسا تعلق قایم ہو گیا جس سے پامپیس کو فرقہ ہیڈ ر شپ کی بیجا مداخلتون کی مدافعت مین جولیس سے بہت کچھ امداد ملنے کی توقع ہو گئی۔

اسی اثنا مین پامپی غارتگران سیلیشیا کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا اور جولیس قیصر رومامین رہکر برابر ترقی حاصل کرتا رہا۔ وہ تھوڑے عرصے کے بعد کیوریٹر[۱] مقرر ہو گیا اور روما کی سب سے بڑی شاہراہ اپین وے اُس کی سپردگی مین دی گئی۔ اس شاہراہ کی زیبایش اور آرایش مین اُس نے اپنی حیثیت سے زیادہ روپیہ اپنی جیب خاص سے صرف کیا دو سال کے بعد وہ بشرکت مارکس کلپرنیس بیلبس نامی ایک دولتمند شخص کے ایڈائیل مقرر ہو گیا۔ اس عہدے پر فایز ہو کر اُس نے اپنے شریک عہدے دار کو اس قدر شان وشوکت کی نمود کی ترغیب دی جس کی نظیر نہ تھی۔ گو خود جولیس قیصر اس قدر قرضدار تھا کہ ایک موقعہ پر اُس نے خود بیان کیا کہ مجھ پر پچیس کروڑ سسٹرس[۲] کا بار قرض ہے۔ ایڈائیل کا یہہ کام تھا کہ تمام سرکاری عمارات اور پبلک جلسون اور تماشون کی نگرانی اور انتظام کرے ان کامون مین جو کچھ صرف پڑتا تھا وہ ایڈائیل کو اپنی جیب خاص سے ادا کرنا پڑتا تھا اور اسی وجہ سے اکثر اس عہدے پر دولتمند لوگ مقرر ہوا کرتے تھے۔ جولیس قیصر صرف اپنی فطرت کی وجہ سے اس عہدے پر فایز ہو گیا تھا اور اس عہدے سے اس نے یہہ فایدہ اُٹھایا کہ عوام کو کھیل تماشے دکھا کر

---

[۱] کیوریٹر ایک ایسا عہدہ تھا جس کو [illegible] تزئین اور حفاظت سرکاری عمارات کی سپرد تھی [illegible] مترجم

[۲] سسٹرس [illegible] مترجم

خوب محفوظ کیا اور اپنی آیندہ ترقی کے ذرایع بہم پہونچا لئے - کیونکہ روما کی سلطنت مین بڑے بڑے عہدون کا ملنا صرف باشندگان روما کی کثرت رائے پر منحصر تھا -

اُس نے ہر دلعزیز بننے کی کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی سرکاری عمارات کی مہتابیون کو خوبصورت بتون اور خوشنما اشیا سے خوب رونق دی اور کھیل تماشے اس قدر دھوم دھام کے ساتھ منعقد کئے کہ لوگون کے دلون کو تسخیر کر لیا - ایک میلے کے موقعہ پر اُس نے صحرائی درندون کی لڑائی اس قدر عظیم الشان پیمانے پر دکھائی کہ اس سے پیشتر کسی نے نہین دکھائی تھی اور یہہ بھی اعلان کیا کہ مین اپنے باپ کی یادگار مین گلیڈیٹرون [51] کی ایک نہایت زبردست لڑائی دکھاؤن گا - اُس نے تین سو بیس گلیڈیٹرون کا بھی انتظام کر لیا - ان سب کو نقرئی قیصون کے اسلحے سے مزین کر کے جان جھونکنے کے لئے تیار بھی کر دیا - حقیقت مین اس قدر کثیر تعداد گلیڈیٹرون کی اہل روما نے کبھی ایک جا مجتمع ہوتے ہوئے نہین دیکھی تھی - یہہ لوگ باہمی جنگ مین ایک دوسرے کو قتل کر کے روما کے سنگدل تماشائیون کو محظوظ کرنے کے علاوہ وقتاً فوقتاً لوٹ مار بھی کیا کرتے تھے اس لئے اہل روما کے لئے ان کی اس قدر جماعت کثیر کا ایک جا مجتمع ہو جانا کچھ کم خوفناک اثر ڈالنے والا نہ تھا یہان تک کہ گورنمنٹ کو اس معاملہ مین مداخلت کرنی پڑی اور بذریعہ سرکاری حکم کے گلیڈیٹرون کے اجتماع کے لئے ایک قلیل تعداد کی شرط لگا دی گئی - تاہم یہہ میلہ اس خوبی سے انجام کو پہونچایا گیا کہ ہر طرف سے جولیس قیصر کی لیاقت اور انتظام پر مرحبا اور آفرین کے نعرے بلند ہونے لگے اور گو غریب بائیبلس نصف سے زیادہ صرفہ کا متحمل ہوا تھا مگر جس کو دیکھئے جولیس قیصر ہی کی تعریفین کرتا اور بائیبلس کو جانتا بھی نہ تھا کہ کون ہے - اس معاملے کے متعلق بائیبلس نے ایک موقعہ پر یہہ الفاظ کہے تھے کہ اٹیڈ ائیل کا عبارہ کیا ہے (باقی)

---

[51] گلیڈیٹر - آزاد شدہ غلامون کا ایک فرقہ جن کا کام اکثر یہہ ہوتا تھا کہ قاتل اسلحہ کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے بڑے بڑے تماشون اور میلون کے موقعہ پر جنگ کرین - کبھی کبھی یہہ لوگ صحرائی درندون سے بھی لڑوائے جاتے تھے - سنگدلی اور بے رحمی اہل روما کا ایک قومی خاصہ تھا - اور وہ لوگ ایسے تماشون کو بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے ان کے نزدیک غریب غلامون کی جان کی معمولی جانور سے بھی کم وقعت تھی - مترجم

نیرنگ زمانہ

نمبرا

مین - میرا یہہ مطلب ہی کہ اصلی راز تو کھل گیا ہی کیا کم ہے۔ خلجان تو نہ رہا تمھارے والد کے انتقال کا صدمہ جو کچھہ ہو بجا ہے اور اس مین شک نہین کہ تمھارے لئے یہہ ایک روح فرسا غم ہے۔ لیکن اتنا تو معلوم ہوگیا کہ جہان تک آرام پہونچانا انسان کی قدرت مین ہے اوس مین کوئی فروگذاشت نہین کیگئی یہہ مانا کہ تم اُن کے آخری دیدار سے محروم رہین لیکن تمھاری موجودگی سے اُن کو کوئی فایدہ نہین ہو سکتا تھا کیونکہ وہ بالکل بیہوشی کے عالم مین تھے اگر تم ہوتین بھی تو انھین کیا خبر ہوتی۔ رہی خدمت اور تیمارداری سو یقین ہے کہ مسس منینگ ٹری نے جو کچھہ کیا اُس سے زیادہ کوئی نہین کرسکتا گو اُسے کرنیل مرحوم سے کتنا ہی قریبی تعلق دلی ہو۔

ڈورا - مگر غضب تو یہہ ہے کہ خلجان تو ابھی نہین مٹا۔ اس مین کچھہ شبہ نہین کہ ابا جان کو مین نے آج دوپہر کو مُردہ دیکھا لیکن آپ اسے کیا کہین گے کہ کل رات کو انھین کی آواز مین نے اپنے کانون سُنی اُس وقت جو لاش مین نے اُسی کمرے مین دیکھی جہان اب ابا جان کی لاش دکھیتی ہوئی آئی ہون وہ ہرگز اُن کی نہ تھی بلکہ کسی اور کی تھی۔ میری عقل تو کچھہ کام نہین کرتی برائے خدا آپ ہی اس عقدے کو حل کیجئے۔

مین - یہہ کیا مشکل ہے۔ دیکھئے یہہ یون حل ہوسکتا ہے۔ تم مان لو کہ یہہ سب تمھارے دماغ کی پریشانی اور حواس کے اختلال کا نتیجہ تھا۔

میری تمثال ڈورا پر چند لمحے تک ایک سکوت کا عالم طاری رہا اور وہ مایوسی اور بیکسی کے ساتھ میری طرف دکھیتی رہی بالآخر اس طرح گویا ہوئی۔

ڈورا - جی مین نے اس معاملہ پر بہت غور کیا مگر مجھے کسی طرح تسکین نہین ہوتی اس لئے کہ مین جس قدر غور کرتی ہون۔ مجھے صاف طور پر اُن دونون نقشون مین جن کو مین نے دیکھا ہے امتیاز

ہوتا ہے - اس وقت بھی دونون کی خیالی تصویرین میرے سامنے موجود ہین - اللہ اکبر کیا مین کبھی اُن کو بھول بھی سکتی ہون ؟ ہرگز نہین - دونون کا خدوخال چہرہ مہرہ ناک نقشہ بالکل علیحدہ علیحدہ ممیز ہوتا ہے - دونون مین قطعی مشابہت نہین ہے -

مین - مگر یہہ کیا بات ہے کہ جب مین نے اپنے مریض کا حلیہ بیان کیا تھا تو تم نے اقرار کیا تھا کہ یہہ حلیہ کرنیل مرحوم سے ملتا ہے -

ڈورا - بالکل بجا - لیکن یہی نا کہ دونون مُسن تھے دونون کی رنگت سرخ و سفید تھی اور دونون کی ڈاڑھی گھنی ہوئی تھی - بس - پھر اُس آواز کو آپ کیا کہین گے جو متواتر میرے کانون مین پڑی - آہ - کیا لوگ یون ہی دیوانے ہوجایا کرتے ہین ؟ کیا خلل دماغ اِسی کا نام ہے ؟ ڈاکٹر صاحب مین آپ سے پوچھتی ہون کہ کیا مُردے عالم ارواح سے اپنے بچھڑے ہوے عزیزون کو مخاطب کرسکتے ہین ؟ کیا یہہ ممکن ہے کہ آیا جان اُس عالم سے جس کا حال ہمکو اِس قدر کم معلوم ہے مجھے پُکارتے ہون ؟ کیا آپ کے نزدیک ایسا ہوسکتا ہے ؟ بعض اوقات یہہ بھی خیال میرے دل مین آتا ہے کہ دم آخر تو آیا جان مجھے خیرباد کہنے سے مجبور رہے ممکن ہے کہ اُن کا دل نہ مانا ہو اور اُنھون نے عالم ارواح سے مجھے خیرباد کہا ہو ؟ میرے ڈاکٹر صاحب بتائیے تو سہی کیا ایسا ہوسکتا ہے ؟ -

مین - نہین ہرگز نہین - مین تو ایسے توہمات کو نہین مانتا - میرا نہ ماننا یہہ سب تمھارے اختلال حواس کا نتیجہ تھا - اول سے آخر تک تمھارے حواس خمسہ نے تمکو دھوکا دیا - اب تم ان وہمون کو چھوڑ دو میری سنو اِن توہمات پر زیادہ خیال جمانے سے بڑا نقصان ہوتا ہے عقل کو کام فرماؤ اور اِن تمام معاملات کی توجیہ اپنے دل مین کرو بلکہ بہتر تو یہہ ہے کہ اِس خیال کو بالکل دل مین آنے ہی نہ دو رفتہ رفتہ سب تمھاری سمجھ مین آجائے گا اور چند ہی روز مین تمھاری یہہ حالت رفع ہوجائے گی تو تمھین خود یقین آجائے گا کہ ڈاکٹر نے سچ کہا تھا گو یہہ صدمہ ایسا نہین کہ تم اسے بالکل بھول جاؤ مگر چند روز مین جب تمھارے حواس بجا ہوجائین گے کچھ حقیقت تم پر منکشف ہوگی

ڈورا - خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آپ کے فرمانے سے تسلی تو ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا یہہ احسان میں کبھی نہ بھولوں گی کہ آپ نے بیکسی کی حالت میں میری دستگیری فرمائی۔

مین - مجھ سے تو کوئی خدمت اب تک بن نہیں آئی اور مجھے تو اب یہہ خوشی ہے کہ تمھیں میری خدمت کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

ڈورا - جی نہیں - اب تو کوئی ضرورت آپ کو تکلیف اُٹھانے کی معلوم نہیں ہوتی - اگر آپ اب فرائرس کو جائیں گے تو آیا جان ہی کی لاش دیکھیں گے -

مین - یعنی وہی جو مین نے کل دیکھی تھی -

ڈورا - لیکن پھر بھی آپ نے مجھپر بڑا احسان کیا ہے - آپ نے میری داستان غم توجہ کے ساتھ سُنی مبادا آپ جیسا شفیق اور مہربان مجھے نہ مل جاتا تو مین کیا کرتی - اپنے دلی جذبات سے مجبور ہو کر سارا دُکھڑا مسس ہننیگ ٹری کے سامنے روتی - مین نہیں چاہتی تھی کہ اُسے بھی فضول پریشانی مین ڈالون کیا عجب ہے کہ آیا جان کی محبت اُس کے دل مین بھی ہو آخر وہ اُس کی بیوی ہی تو تھی - مگر اتنا ضرور ہے کہ اتنی محبت کسی کو نہیں ہو سکتی جتنی مجھے تھی -

اس کے بعد بیچاری ڈورا نے اجازت چاہی اور چار و نا چار مجھے اجازت دینی ہی پڑی مین پہلے ہی سے سوچ رہا تھا کہ دیکھیے اب دوبارہ کب اور کیونکر پیاری ڈورا سے ملاقات ہوتی ہے اب یہہ سوچ اور بھی بڑھ گیا اور کچھ عجیب قسم کی مایوسی اور افسردگی طاری ہو گئی - مین اسی حالت مین سر جھکائے مطب کے اندر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً ملازم نے اطلاع کی کہ مسٹر لاسیلس آئے ہیں مین نے فوراً اندر بلا لیا - اُس نے آتے ہی کہا کہ " واہ ڈاکٹر صاحب آپ نے تو اچھا جھانسہ دیا صبح کی دوڑ دھوپ فضول ہی رہی "!

مین (دل مین نادم ہو کر) کیا کہوں حضرت - اس کمبخت طبابت کے پیشے کو تو آپ جانتے ہیں اس مین انسان کا وقت اپنا تو ہوتا نہیں -

یہہ کہکر مین کرسی پر بیٹھ گیا اور سرٹیفکیٹ لکھنے لگا - مسٹر لاسیلس نے پھر کہا -

لاسیلس۔ آپ جانتے ہیں کہ اِس موسم میں جس قدر جلد تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے بہتر ہے۔ جمعہ کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اور مسس مینگ ٹری نے آپ کو سلام کہا ہے اور التماس کی ہے کہ آپ بھی رسم تعزیت میں شریک ہوں اور شام کو ماحضر غریب خانے پر تناول فرمائیں۔ کھانے پر ہم صرف چار آدمی ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا۔

میں (سرٹیفکٹ پر دستخط کرتے ہوئے) تو کیا کرنیل مرحوم کے دوستوں میں سے کوئی بقیدِ حیات نہیں۔

لاسیلس (مونچھوں پر انگلیاں پھیر کر) مرحوم کرنیل نے اچھی خاصی عمر پائی۔ اُن کے بہت سے دوست تو انتقال کر چکے اور جو دو چار موجود ہیں اُن سے مسس مینگ ٹری ربط ضبط نہیں رکھنا چاہتیں اِس لیے کہ بالعموم کرنیل مرحوم کے دوست اُن کی اِس دوسری شادی سے رضامند نہیں تھے اور باہمی ربط ضبط تو دونوں طرف سے ہوتا ہے پہلے اُن کا موقع تھا اب مسس مینگ ٹری کی باری ہے

یہ جملے اُس نے کچھ اِس ترکیب سے ادا کیے جس سے اُس بے تکلفی کا پتہ چلتا تھا جسے بے تکلفی نہیں بلکہ سفلہ پن کہنا زیبا ہے۔

اگر میرے دل میں یہ خیال نہ ہوتا کہ شاید اِس بہانے سے مورِش ڈورلے سے ملاقات ہو جائے تو میں دعوت ہرگز قبول نہ کرتا اور جنازے کے ساتھ بھی نہ جاتا بلکہ اپنی گاڑی بھیج دیتا۔

ہم لوگ قبرستان سے شام کو واپس آئے شاید ہی کوئی ایسا مکان ہوگا جس پر ماتم کے آثار فرائرس سے زیادہ نمودار ہوں۔ رات کو بارش ہو چکی تھی اور اُس سے فرائرس کی دیواروں پر کئی کئی دھبے نمودار ہو گئے تھے۔ کھڑکیوں اور روشن دانوں سے پانی جو بہ کر آیا تھا اُس کو میں پہلے بھی آنسوؤں سے تشبیہ دے چکا ہوں مگر اِس وقت یہ تشبیہ نہایت چسپاں اور مناسب حال تھی کھڑکیوں کے بند ہونے سے مکان غیر آباد سا معلوم ہونے لگا تھا وسطی کمرے میں آواز اِس قدر گونجتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ بالکل اسباب اور آدمیوں سے خالی ہو گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

غزلیات طرح

مصرعہ طرح ۔ ماہ بھی عارضِ انور کے مقابل نہ ہوا

ارشاد ۔ جناب محمد قاسم علی خان صاحب تلمیذ جناب مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب بہادر بالقابہ اُستاد جناب مہاراجہ صاحب بہادر سمستان حیدرآباد دکن

ان حسینوں سے ذرا شاد مرا دل نہ ہوا
غم ہجران کے سوا کچھ کبھی حاصل نہ ہوا

قلزم عشق کے مدت سے ہے ہم تیراک
یہہ وہ دریا ہے کہ پیدا کہیں ساحل نہ ہوا

مہر کو چہرۂ روشن سے ہوئی روپوشی
ماہ بھی عارضِ انور کے مقابل نہ ہوا

یاالٰہی نہ دے انسان کو بیماریٔ عشق
کس کو صحت ہوئی جب تک وہ تہِ گِل نہ ہوا

غیر سب بزمِ شہِ حسن میں پہونچے لیکن
ہائے ارشاد ہی اک داخلِ محفل نہ ہوا

اختر ۔ جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب بی اے الہ آبادی تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

پردہ اُٹھنے سے بجز رشک کے حاصل نہ ہوا
آنکھ جس غل میں تھی ہائے ہان دل نہ ہوا

ہرزہ گردی کے سوا عشق میں حاصل نہ ہوا
ہے یہہ وہ جادہ جو وابستۂ منزل نہ ہوا

لطف ہو مہر ہو کچھ ہو ہمین اتنی ہی خوشی
کہ عدو حوصلۂ جور کے قابل نہ ہوا

توڑنا عہد کا تھا گو کہ نزاکت سے بعید
مجکو آسان نہ ہوا آپ کو مشکل نہ ہوا

اپنا سر کاٹ کے قاتل کے قدم پر رکھتا
ہاتھ میں میرے اگر خنجرِ قاتل نہ ہوا

شورِ تحسین سے کہیں تھا سخن ہم بھی
رونق افزائے چمن شورِ عنادل نہ ہوا

جو رہے یاد وفا کس کے اُٹھائے اُٹھے
شکر صد شکر کہ آخر کسی قابل نہ ہوا

بیخود ۔ جناب حکیم مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب محمدی الہ آبادی

محو دل ہے [illegible] قاتل نہ ہوا
ہو گیا ذبح مگر نام کو بسمل نہ ہوا

لوگ پھر جیتے ہین مرنے کی تمنا مین یہان
عرصۂ حشر ہوا کوچۂ قاتل نہ ہوا

غیر نے پھینک دیا ہاے ترے منہ کا اگال
کیون کلیجا نہ پھٹا کیون مرض سل نہ ہوا

مجکو شکوہ ہے یہی بخت سیہ سے اپنے
تیر اگیسو نہ بنا ہاے ترا تل نہ ہوا

اپنی ہستی کی تجلی ہوئی ہمکو پردہ
جز خودی اور کوئی بیچ مین حائل نہ ہوا

نیند آتی نہ تجھے ٹھنڈے کلیجے ہرگز
ہاے ظالم ترے سینے مین مرا دل نہ ہوا

بخت وضعی ہوئی محشر مین مری راست روی
نام کو بھی سوے توبہ کبھی مائل نہ ہوا

جھاک کے ملنے نے ترے مجکو کیا یون غارت
کشتۂ خلق ہوا - جور سے بسمل نہ ہوا

بت پرستی مین ہین مصروف مسلمان کتنے
حق سے کم مرتبہ مین دعوی باطل نہ ہوا

یہہ خوشی ہے کہ غزل سنتے ہین سب اے بیخود
رنج اس کا ہے کہ مین بزم مین شامل نہ ہوا

حشمت - جناب سید حشمت علیخان صاحب شاہجہانپوری تلمیذ خنجر (اڈیٹر رسالہ)

شرم سے گھٹنے لگا چھپ گیا غیرت کے سبب
ماہ جب ناخن پا کے بھی مقابل نہ ہوا

نیک و بد کی اسے پہچان بھلا کیا ہوگی
واعظو جلسۂ رندان مین جو شامل نہ ہوا

کیا ضیائے رخ روشن ہے کہ الحمدللہ
ماہ بھی عارض انور کے مقابل نہ ہوا

عشقی - جناب منشی سید محمود حسن صاحب ڈاسنوی تلمیذ خنجر

سوز الفت کا مزا کچھ تجھے حاصل نہ ہوا
اے ستمگر ترے پہلو مین مرا دل نہ ہوا

جب یہہ میرے کسی دکھ درد مین شامل نہ ہوا
میرا کاہے کو ہوا آپ کا یہہ دل نہ ہوا

کچھ خلش دل کو رہی جی کو رہا کچھ وسواس
مدعا اپنا شب وصل مین حاصل نہ ہوا

کروٹین لیتے ہین اس ضعف کے ہاتھون کس دن
تار بستر مجھے خار رہ منزل نہ ہوا

کون کہدے گا کل اپنی سی خدا کے آگے
خون چکان آج اگر دامن قاتل نہ ہوا

نجد مین دست حوادث سے اللہ کے لئے
دل مجنون تو ہوا پردۂ محمل نہ ہوا

شمع کس دن نہ ہوئی بزم مین جل جل کے تمام
خون پروانے کا کس دن سر محفل نہ ہوا

ظلم کیا کیا نہ کیے آپ نے عشقی پہ مگر
آشنا لفظ شکایت سے یہہ بسمل نہ ہوا

نشتر - جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندرآبادی تلمیذ خنجر

دور دل سے مرے وہ حور شمائل نہ ہوا
کیا ہوا آ کے اگر رونق محفل نہ ہوا

تذکرہ رات کو دل سے تری گیسو کا رہا
یون شب غم کا مجھے کاٹنا مشکل نہ ہوا

یون تو عالم مین ہین انسان ہزارون لیکن
مرد حق وہ ہے عبادت سے جو غافل نہ ہوا

شمع و گلگیر کا دیکھا جو تماشا نشتر
ہمزبان کوئی بھی میرا سر محفل نہ ہوا

وفا - جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

لطف تو لطف کبھی قتل پہ مائل نہ ہوا
تذکرہ یہہ بھی کسی دن سر محفل نہ ہوا

ذبح ہونے کا مزا کچھ اسے حاصل نہ ہوا
دست بسمل مین اگر دامن قاتل نہ ہوا

بوسے لین وہ گل رنگین کے جلانے کو مجھے
مجکو حسرت ہے یہہ کمبخت مرا دل نہ ہوا

قیس پھر لطف بھی جلوون کے مزا آجاتا
پردۂ چشم ترا پردۂ محمل نہ ہوا

میری منت پہ چھری ماری ہے پہلو مین مرے
کوئی پتھر ہوا تو لا دے ہوا دل نہ ہوا

راہبر یون تو بہت سے ہین دنیا مین وفا
پھر وہ کس کام کا جو مرشد کامل نہ ہوا

شوخ - بی حیدری جان متوطنہ سکندرآباد

عکس بھی روئے مصفا کے مقابل نہ ہوا
آئینہ سامنے رکھنے کے بھی قابل نہ ہوا

غیر کے ساتھ وفا کی کہ جفا کی ہمپر
تم نے جو کام اٹھایا تمھین مشکل نہ ہوا

بے رخی محفل اغیار مین کرنی تھی مجھے
یہی مرنا ہے کہ تیرا سا مرا دل نہ ہوا

وصل مشکل تھا مگر ملے یہہ قسمت اپنی
ہمکو آسان نہوا غیر کو مشکل نہ ہوا

جانتا تھا کہ مقابل کی پڑین گی چوٹین
جان کر عکس سے وہ شوخ مقابل نہ ہوا

عشق مین آپنے کیا نفع اٹھایا اے شوخ
جان دینے کے سوا کچھ بھی تو حاصل نہ ہوا

غزلیات تازہ غیر طرح

غزل عطیہ حضرت قاضی غیاث الدین صاحب عرف رشید سکندرآبادی ظلہ

خبر آمد کی اُن کے جھوٹ ہی تشہیر ہو جاتی
نہ ہوتی زندگی مرنے کی تو تدبیر ہو جاتی

شب فرقت ترے آنے میں گر تاخیر ہو جاتی
قضا کی پھر تو اپنی زیست دامنگیر ہو جاتی

تصور میں ہمارے کاش یہ تاثیر ہو جاتی
کہ قید آنکھوں میں آ کر یار کی تصویر ہو جاتی

ہمیں تو عید کے دن سے سوا اس کی خوشی ہوتی
گلے ملنے کو خم اُس کی اگر شمشیر ہو جاتی

اگر پہلے بھی ہم سے چاہنے والے سزا پاتے
زلیخا سی تو عاشق واجب التعزیر ہو جاتی

ہم اپنا خون کرتے تیغ لیکر دست رنگیں سے
کبھی تو سرخ رو ہم سے تری شمشیر ہو جاتی

نہ اٹھتا اس ندامت سے مرا سر حشر کے دن بھی
مرے خون سے جو آلودہ تری شمشیر ہو جاتی

غلط ہی راہ کرکے وہ مرے گھر میں چلے آتے
کبھی سچی بھی اپنے خواب کی تعبیر ہو جاتی

مری قسمت میں جو کچھ رنج و غم تھے پیش ہی آتے
نہ ہوتے وہ خفا ناخوش مری تقدیر ہو جاتی

ہے بیجا ناز یکتائی یہ دعویٰ سب ہے اترانا
مقابل آپ کے گر آپ کی تصویر ہو جاتی

جو مضمون سرد مہری کا تمھارے ہم کبھی لکھتے
یہاں کی سرزمین بھی خطۂ کشمیر ہو جاتی

اُسے ٹوٹے قلم ہی سے مری قسمت میں لکھنا تھا
بڑی یہ مہربانی کاتب تقدیر ہو جاتی

ترے تیروں کو ہم ناوک فگن دل بیچ ہی دیتے
جدا تجھ سے پر اپنی لاش پہلے تیر ہو جاتی

فصاحت دیکھتے بزم سخن میں نکتہ داں ہوتے رشید
اگر ہم سے بھی تقلید زبان میر ہو جاتی

غزل جناب مولوی عبد الغفار خان صاحب اختر بی اے الہ آبادی

ہماری لاش کی گر شہر میں تشہیر ہو جاتی
بلا سے ہم جلیسوں میں تو کچھ توقیر ہو جاتی

نکلتے لاکھ ارماں دل میں تو بھی یہی ہوتا
کوئی تازہ تمنا اٹھ کے دامنگیر ہو جاتی

حرم میں سینکڑوں تم سے چھپے ہیں چھوڑ ...
اگر تم دیر میں جاتے تو کچھ توقیر ہو جاتی

وہ جرم دید پہ سر کاٹتے ہیں لے کے ...
اگر ہم سے کوئی تقصیر سی تقصیر ہو جاتی

گدا بنتا تمہارا تھیں دامن کشاں گو غیر ...
غضب ہوتا جو میری خاک دامنگیر ہو جاتی

ستم ہوتا عدو تمکو بھگا ہی یا تو ہوتا
جو مقتل تک پہونچنے میں ہمیں تاخیر ہو جاتی

خدا جانے کہاں تک بات بڑھتی کیا کیا تھی
جو میری آہ بے تاثیر میں تاثیر ہو جاتی

تمہارے سر کی قسم جان پر بنتا ہجر میں آخر
جو دم بھر کو جدا دل سے تری تصویر ہو جاتی

غزل خادم الاطبا سید محمد سعید خنجر ایڈیٹر رسالہ ہذا

جب ہجوم یاس میں دیکھا اس نے بسمل کی طرف
برش شمشیر لوٹی ہیں ہوں قاتل کی طرف

برش تیغ اور گراں جانی میں باہم لاگ ہے
وہ ہے قاتل کی طرف اور یہ ہے بسمل کی طرف

گرد پائے قیس بھی لیلیٰ بے محمل نشین
جب بگولا اٹھ کر آیا کوئے محمل کی طرف

کچھ یہی واماندگی میں قیس کے کام آگئی
تھک گیا مجنوں تو پہونچی آہ محمل کی طرف

پھر کہاں یاس و تمنا پھر کہاں لطف غم
جب ترے تیر نظر کا رخ ہو دل کی طرف

خواہ تلووں سے ملے خواہ ٹکڑے کیجئے
آپ جانیں اور یہ جانے ہم نہیں دل کی طرف

ہے یہ الفت کی کشش معشوق بھی پیا ...
نکہت گل اڑ کے پہونچی خود عنادل کی طرف

آنکھ کی پتلی ہے میری آنکھ کا تارا ہے یہ
جان کھنچتی ہے ترے رخسار کے تل کی طرف

پشت آئینہ میں عکس صحف رخ کب پڑا
سچ کہا ہے حق نہیں جاتا ہے باطل کی طرف

تاب طاقت ... سے اگلی ... گر گئے
ہے اگر کوئی تو بس اک جذبہ دل کی طرف

کس کا جلوہ کیسی محفل حضرت خنجر تمہیں
کھینچ لے جاتا ہے شوق قتل قاتل کی طرف

غزل عطیہ جناب نواب محمد عمر خان صاحب خلف جناب نواب برق جنگ بہادر حیدرآباد دکن

کی وفا مین نے تو یہہ طرز وفا بھی آئی
دل مرا آپ پہ آیا تو ادا بھی آئی

اشک بہتے ہین اگر دل مین جلن ہوتی ہے
درد کے ساتھ ہی دنیا مین دوا بھی آئی

تم سلامت رہو کس پیار سے لی ہے چٹکی
اس جفا سے تو مجھے بوے وفا بھی آئی

تیرے آنے سے ہوئی اور ہی گلشن کی ہوا
آج اٹھلاتی ہوئی بادِ صبا بھی آئی

آہ کرتے ہوے پہونچے ترے وارفتہ مزاج
فصلِ گل آتے ہی گلشن مین ہوا بھی آئی

مژدۂ وصل پہ موقوف تھا عاشق کا وصال
قاصدِ یار جو آیا تو قضا بھی آئی

خوش نصیبی ہے یہہ رندون کی جو ساقی آیا
دل بڑھاتی ہوئی مستانہ گھٹا بھی آئی

رونے آئی تھی غریبون کو مگر والے نصیب
شمع کے ساتھ ہی تربت پہ ہوا بھی آئی

نگہِ یاس نے کی لاکھ خوشامد دمِ قتل
بتِ ظالم کو مروت نہ ذرا بھی آئی

ملتے رہتے ہین وہ اربابِ وفا سے اکثر
کون پوچھے تمھین کچھ قدرِ وفا بھی آئی

اطلاع

بوجوہ چند ہم کو مشاعرہ موقوف کرنا پڑا لیکن معزز شعرا کی خدمت مین باادب درخواست ہے کہ آیندہ سے اپنے کلامِ بلاغت نظام سے بلا پابندی طرح افتخار بخشا کرین۔ جو غزلین آیک طرحِ مشتہرہ مین موصول ہو چکی ہین وہ بقید انتخاب آیندہ نمبر مین درج ہو جائین گی۔ غزلین بدستور جناب میر مشاعرہ منشی سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر میونسپل بورڈ سکندرآباد کے پاس آنی چاہئین۔

ایڈیٹر و منیجر

روئداد جلسہ خاص میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گرودر کرشن صاحب وائس چیرمین۔ کنور سری کرشن صاحب ممبر۔ منشی برجموہن لال صاحب ممبر

منشی کنہیا سروپ صاحب ممبر۔ حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر۔ لالہ گنگا سہائے صاحب ممبر

دفعہ ۱۔ حکم جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مصدرہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء مشعر شرکت جلسہ مشترکہ میونسپل و ڈسٹرکٹ بورڈ منعقدہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۶ء تجویز ہوا کہ کنور گرودر کرشن صاحب وائس چیرمین میونسپل بورڈ ہذا کی طرف سے بنابر شرکت جلسہ مشترکہ منتخب کئے جائیں۔

دفعہ ۲۔ گورنمنٹ آرڈر $\frac{۳۶۹۲}{۱۱-۱۷۰-۱۹۰۶}$ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء در بارہ توجہ دلانے گورنمنٹ اشتہار نمبر $\frac{۳۶۴۹}{۱۱-۱۷۰-۱۹۰۶}$ مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۰۶ء کی طرف۔ ملاحظہ ہوا بورڈ کو مسودہ مشتہرہ پر کچھ اعتراض نہیں ہے۔

دستخط عبدالغفار بی۔اے سکرٹری دستخط کنور گرودر کرشن وائس چیرمین

روئداد جلسہ عام میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گرودر کرشن صاحب وائس چیرمین۔ کنور سری کرشن صاحب ممبر۔ منشی برجموہن لال صاحب ممبر

منشی کنہیا سروپ صاحب ممبر۔ حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر۔ لالہ گنگا سہائے صاحب ممبر

دفعہ ۱۔ روئداد جلسہ عام منعقدہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۶ء ملاحظہ ہوئی۔

دفعہ ۲۔ روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۶ء منظور ہے۔

دفعہ ۳۔ روئداد سب کمیٹی حفظان صحت منعقدہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۶ء منظور ہے۔

دفعہ ۴۔ روئداد سب کمیٹی [illegible] منعقدہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء منظور ہے۔

دفعہ ۵ - یادداشت سکرٹری صاحب دربارہ زائد منظوری بعض مدات بجٹ سال رواں میں۔
مدات ذیل میں حسب ذیل رقوم کی ضرورت ہے۔

مد ۳ (۲) دفتر میونسپلٹی متفرق رقوم ؏ مد ۴ (۴) تعمیرات اصل کام سمار
مد ۴ (۶) تعمیرات مرمت عام امار مد ۶ (۱) عطیہ جات خیراتی عہ
مد ۹ (۲) روشنی متفرق رقوم ساعہ مد ۱۰ (۱) باغات معمار
مد ۱۳ (۵) متفرقات فوتی پیدائش ععہ اور مدات ذیل میں حسب ذیل گنجائش ہے
مد ۳ (۱) دفتر میونسپلٹی عملہ ؎ - مد ۴ (۱) تعمیرات عملہ ؎ - مد ۴ (۵) تعمیرات مرمت سڑک اماعہ
مد ۷ (۳) صفائی متفرق رقوم للعہ - مد ۸ چھڑکاؤ مار - مد ۱۳ (۶) چھپائی کاغذات مار
مد ۱۵ (۴) چندہ جات لعہ - لہٰذا تجویز ہوا کہ حسب ذیل ترمیمات بجٹ کے لئے صاحب کمشنر بہادر کی خدمت میں درخواست کی جاوے۔

مد ۳ (۲) دفتر میونسپل متفرق رقوم میں مد ۳ (۱) تنخواہ عملہ دفتر سے عہ
ایضاً مد ۷ (۳) دیگر رقوم صفائی سے عہ
مد ۴ (۴) اصل کام میں مد ۴ (۵) سڑک سے اماعہ
ایضاً مد ۴ (۱) عملہ نگرانی سے عہ
ایضاً مد بقایا سے مار
مد ۴ (۶) دیگر مرمت میں مد بقایا سے مار
۶ (۱) عطیہ جات خیراتی شفاخانہ میں مد ۷ (۳) دیگر رقوم صفائی سے عہ
۹ (۲) متفرق رقوم روشنی میں مد بقایا سے مار
ایضاً مد ۸ - چھڑکاؤ سے مار
ایضاً مد ۱۳ (۶) چھپائی کاغذات سے مار
ایضاً مد ۱۵ (۴) چندہ جات متفرق سے لعہ

مد ۱۰- باغات مین مد لقبایا سے ۔۔۔ عمار

مد ۱۳ ضمن ۵ متفرقات فوتی پیدائش مین مد ۱۳ ضمن ۱۰ متفرقات غیر معمولی سے ۔۔۔
چونکہ بقایا تاریخ ہذا معمہ ۔۔۔ ہے لہذا بورڈ کافی گنجائش تصور کرتا ہے اور امید کرتا ہے
بقایا آخر سال باوجود منظوری رقم ہذا کے کافی رہے گی کل رقم جو بقایا مین سے درکار ہے الائے
ہوتی ہے -

دستخط عبد الغفار بی اے سکرٹری ۔۔۔ دستخط کنور گرور کرشن وایس چیرمین

روئداد جلسہ خاص منیوسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۳ جنوری ۱۹۰۷ء

حاضرین جلسہ

(۱) مسٹر اے بی فورڈ صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع چیرمین (۲) کنور گرور کرشن صاحب وایس چیرمین (۳) کنور سری کرشن صاحب ممبر (۴) منشی بکن سروپ صاحب ممبر (۵) حکیم محمد افضل عالم صاحب ممبر -

دفعہ ۱ - بجٹ سکندرآباد منیوسپلٹی بابتہ سال ۷-۱۹۰۶ء پیش ہوکر منظور ہوا اور تجویز ہوا کہ خدمت مین صاحب کمشنر بہادر کی بغرض منظوری بھیجا جاوے -

دفعہ ۲ - مسودہ قواعد بغرض انتظام پراونڈنٹ فنڈ بموجب نظر ثانی گورنمنٹ عالیہ مشتہرہ ازروے حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۲۸۷۱-۱۱ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۶ء معہ درخواست ملازمان منیوسپل بورڈ پیش ہوکر تجویز ہوا کہ ملازمان کی درخواست کا وہ حصہ جسمین یہ درج ہے کہ مسودہ قواعد ہذا کے قاعدہ نمبر ۲ مین ۶ ۱/۴ فیصدی کے بجاے ۹ ۳/۸ فیصدی رکھا جاے منظور ہے - مسودہ قواعد ترمیم شدہ ازروے حکم گورنمنٹ عالیہ زیر بحث بنابر منظوری گورنمنٹ عالیہ ارسال کیا جاے اور موجودہ قواعد مین جو شرط موجود ہے جسکی منظوری ازروے حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۱۳۰ ۱۱-۹۴ ڈی مورخہ ۱۲ جون ۱۹۰۶ء ہوچکی ہے بدستور ہے

دفعہ ۳ - حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر ۲۶۶۹۵/۱۱-۲۰۴ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۰۶ء متعلق اس امر کے کہ اُن اطفال کی تعلیم کا انتظام کیا جائے جو فیکٹریوں اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں پیش ہوا - چونکہ اس قصبہ میں صرف ایک کارخانہ روئی کے صاف کرنے اور دبانے کا ہے اور اُسکے مالک منشی کنہیا سرن دیپ صاحب اجازت دیتے ہیں کہ ایک مدرس کارخانہ کے ایک کمرے میں بیٹھکر لڑکوں کو پڑھایا کرے - لہذا تجویز ہوا کہ ایک ایسا مدرس جسکو بورڈ سے امداد ملتی ہے اور جو کارخانہ مذکور سے قریب تر مقام پر تعلیم دیتا ہے کارخانہ کے اندر اُس زمانے میں جبکہ ترپیچ چلتا ہو بیٹھکر کارخانہ کے بچوں کو مفت تعلیم دیا کرے :

دفعہ ۴ - مسودہ قواعد بغرض بنائے جانے مقامات اور ظروف غلہ انبار کرنے کے اندر حدود میونسپلٹی کے اس طور پر کہ اُن میں چوہا داخل نہ ہو سکے پیش ہوکر تجویز ہوا کہ مندرجہ ذیل مسودہ قواعد منظور کئے جائیں اِن کی مشتہری بہ تعیین میعاد ایک ماہ بغرض اعتراض اور عذرات کے اندر قصبہ کے کرائی جائے -

مسودہ قواعد

حسب دفعہ ۱۲۰ (م)

۱ - ہر مقام یا ظرف غلہ کے انبار کرنے کا جو میونسپلٹی کے اندر واقع ہو مالک کی طرف سے اس طور پر بنایا جائے گا کہ اُس میں چوہا داخل نہ ہو سکے -

۲ - ہر شخص کو جو ایسے مقام یا ظرف کا مالک ہو لازم ہے کہ اُس کو بغرض غلہ انبار کرنے کے استعمال کرنے کی اطلاع میونسپل سکریٹری کو دے -

حسب دفعہ ۱۳۲ (۱)

۳ - بموجب اختیارات عطیہ ازروے دفعہ ۱۳۲ (۱) کے میونسپل بورڈ اس تحریر کی رو سے ہدایت کرتا ہے کہ مندرجہ بالا قواعد میں سے کسی ایک یا دونوں کی خلاف ورزی کی حالت میں سزا جرمانہ دی جائے گی جسکی تعداد (عـــہ) روپیہ تک ہو سکتی ہے اور جب خلاف ورزی مسلسل ہو تو اول مرتبہ جرم ثابت ہونے کے بعد ہر ایسے روز کی بابت جس میں مجرم کی نسبت یہ ثابت ہو کہ اُس نے جرم کا ارتکاب جاری رکھا ہے مزید جرمانہ کیا جائے گا جسکی تعداد ایک روپیہ تک ہو سکتی ہے

حسب دفعہ ۱۲۵

نوٹ - وائس چیرمین اور سکرٹری کو معائنہ کرنے کے اختیارات دیے جاتے ہیں۔

دستخط عبدالغفار بی۔اے سکرٹری   دستخط مسٹر اے۔بی فورڈ صاحب بہادر
آئی۔سی۔ایس چیرمین

روئداد جلسہ عام میونیسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۸ جنوری ۱۹۰۷ء

حاضرین جلسہ

کنور گروررا کشن صاحب وائس چیرمین۔ کنور سری کرشن صاحب ممبر۔ حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر لالہ گنگا سہائے صاحب ممبر۔ بابو برجموہن لال صاحب ممبر۔

دفعہ ۱ - روئداد جلسہ گذشتہ - ملاحظہ ہوئی۔

دفعہ ۲ - روئداد سب کمیٹی چنگی منعقدہ ۴ و ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء منظور ہیں -

دفعہ ۳ - روئداد سب کمیٹی حفظان صحت منعقدہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۷ء منظور ہے۔ لیکن چونکہ تعلیمی حمام گرگیا ہے اس کے ورثا سے اول دریافت کیا جائے کہ وہ اس آراضی سے دست بردار ہوتے ہیں بعد جواب کے کارروائی ضروری عمل میں آوے۔

دفعہ ۴ - روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۵ - روئداد سب کمیٹی تعمیرات منعقدہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۶ - حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر $\frac{5}{11-924-3}$ مورخہ الہ آباد ۵ جنوری ۱۹۰۷ء کہ تمام ویکسینیٹر چنگی کے ملازم ہوں اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے کے لئے صاحب سول سرجن بہادر کی ماتحتی میں رہیں گے - ملاحظہ ہوا

دفعہ ۷ - یادداشت ڈسٹرکٹ سپرویر صاحب دربارہ اجازت لینے تعمیر پل پیش دروازہ اکزشن گرونڈ کے ہمراہ حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر $\frac{5030}{1405}$ مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۶ء پیش ہوئی۔ چونکہ اس سے پیشتر یہ پل طیار ہو چکا ہے اور بورڈ کو بوجہ نہ ہونے کسی نشان حدود کے اور موجود ہونے نالی خام کے یہ خیال تھا

کر یہ پل حدود سٹرک سے باہر ہے اس لئے اس کی تعمیر کی جرأت کیگئی آیندہ سے ہمیشہ محکمہ متعلقہ کی منظوری حاصل کرلی جایا کرے گی۔ موجودہ پل کے متعلق گورنمنٹ عالیہ سے درخواست اجازت کی جاوے اور نقشہ مرتبہ سب اوورسیر ہمراہ رزولیوشن ہذا بھیجا جاوے جس سے ظاہر ہے کہ پل سڑک پختہ سے ۴۰ فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے اور کسی طرح آمد و رفت میں خارج نہیں ہو سکتا یہ پل بارش کے پانی کے بہاؤ کی غرض سے بنایا جانا ضروری تھا۔ اور چونکہ ایکسٹنشن گراونڈ کے متعلق ہے اس لئے رفاہ عام سے تعلق رکھتا ہے۔

دستخط عبدالغفار بی۔ اے سکرٹری   دستخط کنور گرور کرشن وائس چیرمین

روئیداد جلسہ خاص میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۸ جنوری ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

کنور گرور کرشن صاحب وائس چیرمین۔ کنور ہری کرشن صاحب ممبر حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر لالہ گنگا سہائے صاحب ممبر۔ بابو برجموہن لال صاحب ممبر

دفعہ ۱ مسودہ قواعد ذبح خانہ میونسپلٹی سکندرآباد جو بغرض اعتراض ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ء کے انگریزی گزٹ میں شایع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہوا۔ کوئی اعتراض موصول نہیں ہوا۔

دفعہ ۲۔ یادداشت سکرٹری صاحب مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۶ء دربارہ مقرر ہونے تاریخ انتخاب سالانہ۔ تجویز ہوا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۶ء کو بوقت دس بجے صبح لغایت ۴ بجے شام بمقام ٹون ہال انتخاب عمل میں آوے۔

دستخط محمد عبدالغفار بی۔ اے سکرٹری   دستخط کنور گرور کرشن وائس چیرمین

کتب مصنفہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی

سوانح عمری

حضرتِ علیا ملکہ معظمہ وکٹوریا قیصرہ ہند و پرنس کنسارٹ البرٹ نیک نہاد

اس کتاب مین روز ولادت سے یوم وفات تک وہ حالات و سوانح عمری ملکہ معظمہ کی زندگی کے لکھے ہین جو اُن کی شاہنشاہی و فرمانروائی سے چندان سروکار نہین رکھتے - یہہ مضامین اس شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیے گئے ہین کہ صرف اُن کی پیشانیون کی فہرست ۱۲ صفحون پر لکھی گئی ہے اور کل حالات ۹۰۰ صفحون مین - قیمت عہ محصول ۵ ر

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند

اس کتاب مین زیادہ تر وہ واقعات درج ہین جو ملکہ معظمہ کی فرمانروائی سے تعلق رکھتے ہین انگریزون کا ہندوستان پر بمقابلہ دیگر یورپین اقوام کے قابض ہونا اور دیگر اس قسم کے حالات بھی جن سے عہد سلطنت ملکہ معظمہ کے واقعات پر پوری روشنی پڑتی ہے تمہید کے طور پر ابتدا مین بیان کیے گئے ہین - حجم ۷۰۰ صفحہ قیمت للعہ محصول ۸ ر

نوٹ - اس کتاب کا پانچوان حصہ جسکا نام آئین قیصری ہے اور جسمین آئین سلطنت انگلشیہ مع جملہ انتظامات پر معہ تمام اُن مسائل کے جو ہندوستان و انگلستان کے تعلقات کی وجہ سے معرض بحث مین آسکتے ہین مدلل اور مفصل بحث کیگئی ہے بقیمت ایک روپیہ محصول ۲ ر دستیاب ہو سکتا ہے اسکا حجم ۲۵۰ صفحہ ہے -

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا سنہ ۱۹۰۱ء

مندرجہ بالا کتب کے حصہ اول و دوم و سوم سے کامل تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی مرتب کی گئی ہے حجم ۱۴۲۴ صفحہ قیمت للعہ محصول ۱۲ ر

نوٹ - ان جملہ کتابون کا حجم ۳۰۷۱ صفحہ قیمت ۱۲ ؎ اور محصول ایک روپیہ ہے -

نوٹ شائقین کتب مفصلہ صدر کو دفتر "ید بیضا" سکندر آباد ضلع بلند شہر منیجر رسالہ مذکور سے طلب فرمالین

دی آیرن فاونڈری اینڈ جنرل ہز سکندر آباد

یعنی

انجن اور مشینون کے ذریعہ سے کام کرنے والا کارخانہ

اس کارخانے مین اسٹیل و لوہے اور پیتل اور لکڑی وغیرہ کا ہر قسم کا کام تیار ہوتا ہے۔ لوہے وغیرہ کا ہر قسم کا کام یعنی ڈھلائی اور بغیر ڈھلائی کا باریک اور معمولی نہایت صفائی اور پائداری کے ساتھ بنایا جاتا ہے۔

چونکہ ہمنے بڑی کوشش اور تلاش سے اس کارخانے مین ایسے چیدہ او منتخب دستکار رکھے ہین جن مین بعض کی صنعت و دستکاری ضلع او کمشنری ہذا مین مسلم ہے اور چونکہ ہمارے کارخانے مین مشینین وغیرہ اعلیٰ درجہ کی ہین لہذا ہم بغیر اندیشہ تردید کے یہہ دعویٰ کرتے ہین کہ ہم ہر قسم کی لوہے اور پیتل وغیرہ کی مشینین جو اہل یورپ کا سرمایہ ناز ہین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کر سکتے ہین جن مین علاوہ مجلّے اور خوبصورت اور پائدار اور ہر طرح سے مکمل ہونے کے یہہ وصف بھی ہوگا کہ قیمت مین بمقابلہ ولایتی مال کے ارزان ہونگی۔ ہر قسم کی ولایتی مشینون کی درستی اور مرمت بھی بخوبی کر سکتے ہین۔

ہم نے آٹا پیسنے کا بھی مکمل سامان کر لیا ہے جس سے ہم ہر قسم کا آٹا اور میدہ تیار کرتے ہین ہمارے کارخانے کا تیار شدہ آٹا بالکل ٹھنڈا نکلتا ہے اور یہہ ایسی صفت ہے جو ہر کارخانے کو میسر نہین ہو سکتی۔

چونے کا بھٹہ لگانے اور مشین کے ذریعہ سے چونہ پیسنے کا انتظام بھی معقول طور پر ہو رہا ہے اور عنقریب یہہ ضروری کام بھی اس کارخانے مین انجام پذیر ہوا کرے گا۔

ہم اپنے اہل ملک کو عموماً اور اپنے ضلع کے روسا و دیگر اصحاب کو خصوصاً اُن فوائد کی طرف توجہ دلاتے ہین جو اس کارخانے کے قیام سے حاصل ہو سکتے ہین۔ اور امید کرتے ہین کہ اُن کی سرپرستی سے ہم اس کارخانے کو اپنے اور اُن کے لئے مفید بنانے مین کامیاب ہون گے۔

جملہ خط و کتابت بنام کنور کرتا کرشن صاحب رئیس سکندر آباد ضلع بلند شہر مینیجنگ پروپرائٹر کارخانہ ہذا ہونی چاہیے۔

المشتہر

مینیجر کارخانہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۷

ید بیضا

جلد ۲ || بابت ماہ مارچ ۱۹۰۷ء || نمبر ۳

اڈیٹر۔ حکیم سید محمد سعید خنجر سکندرآبادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلندشہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہرپرشاد بلندشہر میں چھپا

قواعد وضوابط رسالہ نہٰا

۱- یدِ بیضا صحیح اور فصیح اُردو کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخون مین سکندرآباد ضلع بلند شہر سے شایع ہوتا ہے۔

۲- اِس کا مقصد زبان اُردو کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنا ہے اور اِس غرض کے حصول کے لئے جس قدر مضامین اِس مین درج ہوتے ہین اُن مین صحت زبان اور بلندی خیالات کا حتی الامکان لحاظ رکھا جاتا ہے۔

۳- اِس مین ہر قسم کے علمی- ادبی- فلسفیانہ- اخلاقی- تاریخی- تمدنی مضامین شایع ہوتے ہین- ظریفانہ مضامین بشرطیکہ رکاکت سے پاک ہون درج ہو سکتے ہین- کوئی اور یجنیل ناول یا کسی نتیجہ خیز ناول کا ترجمہ بشرط گنجایش طبع ہو سکتا ہے- اور غزلیات اور نظمین ہر قسم کی بشرط پسند اور قابل انتخاب ہونے کے شایع ہو سکتی ہین-

۴- اگر کسی اعلیٰ پایہ کے مصنف یا شاعر کا غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہو تو نہایت خوشی سے شایع کیا جاتا ہے-

۵- کسی خاص مضمون یا غزل کا شایع ہونا انتخاب پر منحصر ہو لیکن جو غزل بلا انتخاب شایع ہوگی اُس کے عنوان مین لفظ عطیہ درج کر دیا جاے گا۔

۶- اگر کوئی صاحب تحریری اجازت عطا فرمائین گے تو اُن کے مضمون یا غزل مین ضروری ترمیم قبل از اشاعت کر دی جاے گی ورنہ داخل دفتر

۷- واپسی غزل یا مضمون یا امور جواب طلب کے لئے نصف آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

۸- جن صاحبان سے جو غزل یا مضمون عنایت فرمائین خاص طور پر درخواست کی جاتی ہے کہ تحریر صاف خوش خط ہو اور اس کے ہمراہ اون کا نام اور پتہ صاف طور پر درج ہو ورنہ قصور عدم اشاعت معاف۔

۹- مضمون نویسون کی ذاتی راے کا اڈیٹر ذمہ دار نہین ہے اور مضامین فحش و لغو و بیہودہ کی یا مضمون جن کسی فرد یا گروہ پر حملہ اور طعن و تشنیع بیجا ہو اُس کی اشاعت کی توقع فضول ہے۔

۱۰- چونکہ یہ رسالہ تجارتی مقصد سے شایع نہین ہوتا لہٰذا اس کی قیمت کم رکھی گئی ہے یعنی

	سالانہ	ششماہی
والیان ملک سے	عطیہ مرضیہ	
امرا و معززین سے	[illegible]	[illegible]
عام شائقین سے — قسم اول عمدہ ولیز کاغذ پر	[illegible]	[illegible]
قسم دوم معمولی کاغذ پر	[illegible]	[illegible]

ممالک غیر کی ترسیل مین چونکہ محصول ڈاک وغیرہ زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اصولی قیمت سے جو عام شائقین سے لیجاتی ہر قسم کی بابت جدا جدا آٹھ آنہ زیادہ ہوگی اور شہر کے اندر شرح قیمت سالانہ دو آنہ کم ہوگی قیمت فی رسالہ ۳ ر ہوگی لیکن اگر خاص طور پر قسم اول کا رسالہ طلب کیا جاےگا تو ۵ ر قیمت پر بھیجا جاے گا۔

۱۱- اجرت طبع اشتہارات وغیرہ کے لیے بمراسلہ منیجر سے بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہین صرف یہ قید ضروری ہے کہ بہت زیادہ لمبے چوڑے اور فحش و ناپاک مضامین کے اشتہار ہرگز شایع نہ ہون گے۔

۱۲- خریداران رسالہ براہ کرم جملہ خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری جو ٹکٹ پر درج ہوتا ہے ضرور تحریر فرمایا کرین

ایڈیٹر و منیجر

ید بیضا

علم

نمبر ۲

(۱۴) علم کا سرور۔ عیش و طرب سایہ ہے۔ دولت خودنمائی ہے۔ حکومت تھوڑی دیر کی
دھوم دھام کی سواری برات کی دولہا کی سی ہے۔ مگر علم کی مسرت جاودان ہے۔ وہ بے انتہا خوش
بنانے والا ہے۔ وسعت مین بے پایان۔ قیام مین جاودان۔ وہ اپنے مقدس کامون مین کسی سے
ہایت نہین۔ خرچ کرنے مین کفایت نہین کرتا۔ آتش نشان پہاڑون کے اندر گھستا ہے سمندرون
غوطہ خوری کرتا ہے۔ زمین مین سوراخ کرتا ہے۔ پر لگا کے آسمان پر اوڑتا ہے۔ زمین کے گوشے کو خیر
بنا تا ہے۔ بحر و بر مین تفحص و تحقیق کرتا ہے۔ قاموسون پر غور کرتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزون کا
امتحان کرتا ہے۔ بڑی بڑی چیزون کا حساب کرتا ہے۔ بلندیون پر پرواز کرتا ہے اسکی
گرفت سے کوئی چیز دور نہین۔ علم وہ قوت بازو انسان کا ہے کہ اس کو آسمان پر چڑھانے لیتا
ہے۔ انسانون کی مصیبتون کا آپس مین بڑی مقابلہ کرتا ہے وہ ایسا سرور کرتا ہے کہ انقباض
کا دور کرتا ہے۔ جہالت تو محرومی کا نام ہے جس سے کوئی چیز پیدا نہین ہوتی وہ ایک خلا ہے
جس مین روح بے بس بھٹکا کرتی ہے۔ جہالت روح پر دم چڑھا کے موٹا کرتی ہے علم اس کی
دبالی کر کے ٹھیک کرتا ہے

(۱۵) جب ملک کی ترقی ہوتی ہے تو اسکی خوشی کان میں چلی جاتی ہے اور جب تنزل
ہوتا ہے تو اسکی ناخوشی پھر آنکھون مین آجاتی ہے۔ دماغ مین جو علم ہوتا ہے وہ بھی ظاہر ہوجاتا

کو زیب و زینت دیتا ہے جو دل مین علم ہوتا ہے وہ روحانی کام کرکے باطن کو مہذب کرتا ہے کوئی علم انسان کو اِس لئے نہین دیا جاتا کہ اُس کو چھپا کر رکھے بلکہ اِس لئے کہ وہ اورون کو دے۔ یہہ جوہر بے بہا ایسا ہے کہ چھپانے سے خاک مین مل جاتا ہے۔ علم وہ ارتفاع ہے جسکی انتہا نہین وہ عمق ہے جسکی تھاہ نہین وہ راہ ہے جس کا انجام نہین وہ دایرہ ہے جو سب پر محیط ہے۔ مگر اُس کا خود احاطہ محدود نہین۔ وہ خود بے انتہا ہے۔ جب اُس مین خدائے بے انتہا آتا ہے تو دل اُس سے راضی ہوتا ہے۔

(۱۶) علم کے واسطے آدمی بنایا گیا ہے۔ آدمی کو خدا نے فہم عطا کی ہے جس سے وہ علم حاصل کرے وہ بڑا سعادت مند ہے کہ اُس کی تحصیل مین اپنی ساری عمر خاص کر ابتدائے عمر کو اُس مین صرف کرتا ہے۔ اُس کو نئی نئی چیزین معلوم ہوتی ہین۔ جہالت کی تو خلقت مین ناسود مند ہونا داخل ہے۔ مگر علم خواہ کسی قسم کا ہو فائدہ مند ہوتا ہے۔ جو شخص تحقیقات علم کے درپے ہوتا ہے وہ اپنی تحقیقات سے بعض دفعہ بڑی بیش بہا چیزین دریافت کرلیتا ہے۔ اگر خدا کا فضل شامل حال ہو تو علم خدا کی حکمت سکھاتا ہے وہ ... کی سیر کراکے دل کو خدائے تعالےٰ دکھاتا ہے۔ آسمان کو ... تو بھی اُس خدا کی شان اور اُس کے ہاتھ کے بنائے ہوئے کامون کو دیکھ لیتا ہے۔

(۱۷) افلاطون کی بڑی نصیحت آدمی کے لئے یہہ ہے کہ وہ اپنا کام کرے اور اپنے تئین پہچانے اِس نصیحت کے دو حصّے ہین اُن مین ایسا اتحاد ہے کہ وہ ایک سے ہین اور اُس ایک مین تمام فرائض انسانی آجاتے ہین اس لئے کہ جو شخص اپنا کام اول کرے گا وہ ضرور اپنے تئین جانے گا اور جو شخص اپنے تئین جانے گا وہ دوسرے کا کام غلطی سے کیون کریگا اپنا ہی کام کریگا اور جو شخص اپنے تئین جاننے مین ہمت صرف کرتا ہے وہ روز بروز دانا زیادہ ہوتا جاتا ہے ساری دانائیان اُس کی ذات مین جمع ہوجاتی ہین تعصب و طرفداری سے پاک ہوجاتا ہے عقل ہاس پر اپنی امیدون کو مستحکم کرتا ہے وہ دم سے پہلے اپنے زور کو آزماتا ہے وہ اپنے تئین کبھی بے عزت نہین کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ جہاز بغیر کپاس

اور چوکے نہین چلتا - اس لئے جہاز کو بغیر اِن کے وہ کنارے سے نہین ہٹاتا - عمارت بنانے سے پہلے وہ اس کی لاگت کا تخمینہ کرتا ہے - کسی کام مین مغرورانہ پیروی نہین کرتا - وہ عقل انسانی کی حدود کو پہچانتا ہے - وہ وہین قدم رکھتا ہے جہان کچھ خطر نہین ہوتا - وہ اپنے عیبون اور نقصون سے ایسا واقف ہوتا ہے کہ اپنے غرور اور عجب کو روکتا ہے - مگر سچ یہہ ہے کہ کوئی کام دنیا مین اپنے جاننے سے زیادہ مشکل نہین جس نے اپنے تئین جان لیا ساری دانائیون کا مرکز اس نے اپنے تئین بنالیا -

(۱۸) علم اور سوچنا - علم کے ساتھ جب تک سوچنے کی عادت نہ ہو وہ بہت کام نہین آتا جو علم فقط دل مین گزر کر چلا جاتا ہے - اس کا حال اس مسافر کا سا ہے جو کسی ملک مین ڈاک گاڑی مین بیٹھا ہوا گذر گیا - یا اس پرند کا جو کسی ملک مین جانے کے لئے کسی دوسرے ملک کے اوپر سے اڑکر چلا گیا اس سے کیا حاصل ہوتا ہے -

(۱۹) علم اور عقل - علم اور عقل دونون ہرگز ایک نہین ہین - بلکہ بعض اوقات ان مین کچھ تعلق ہی نہین ہوتا ہے - علم دماغ مین رہتا ہے اور غیرون کے خیالات سے معمور رہتا ہے عقل دل مین رہتی ہے اور اپنے کامون پر متوجہ ہوتی ہے - علم ایک انگھڑ ڈھیما ہے عقل اس کی معمار ہے جو اس کو ہموار اور چوکور بناکے اپنی جگہہ مین عمارت مین چسپان ہونے کے قابل بناتی ہے - علم کو غرور اس پر ہوتا ہے کہ مین نے اس قدر سیکھا ہے عقل کو اپنی لاعلمی پر عجز وانکسار ہوتا ہے - علم صرف خوانشین کرتا ہے عقل اس کو کام مین لاتی ہے - علم بعض آدمیون کو احمق بناتا ہے مگر عقل کسی کو احمق نہین بناتی سب کو عقلمند بناتی ہے - اگر علم کی رہنما عقل نہ بنے تو اس کا حال تندور سرکش گھوڑے کا سا ہے جو اپنے سوار کو گراتا ہے -

(۲۰) یہہ امر ہماری طبیعت مین داخل ہے کہ جب تک ہم کو کسی امر کی علت ولم پر علم نہ ہو ہم خوش نہین ہوتے اور جب سیکھتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور جب بھولتے ہین تو رنجیدہ ہوتے ہین -

(۲۱) محبت علم - اشراف زادون اور امیرزادون کی آوارگی بڑے افسوس کے قابل ہے وہ بارا

دن اپنا لہو و لعب و عیش و عشرت مین ضایع کرتے ہین بناو سنگار سیر و شکار مین اکثر اوقات مصروف رہتے ہین - یہہ بھی ہوتا ہے کہ طبیعت لہو و لعب سے سیر ہوتی ہے تو بڑی عمر مین علم سے بھی شغل کی سوجھتی ہے لیکن جب ایام شباب کی بہار گذر جاے تو خزان مین کب بوستان زندگی علم کی ہوا سے شگفتہ ہو سکتا ہے اُن امیرزادون کو قیصر و سکندر کے حالات پڑھنے چاہئیں کہ اُنھون نے تحصیل علم کے بعد وہ کام کئے کہ دنیا مین اُن کی برابر شاذ و نادر ہی کسی نے کئے ہون سکندر کہا کرتا تھا کہ مین باپ سے زیادہ اپنے استاد ارسطو کا ممنون ہون - جب ارسطو نے لکچر جو سکندر کے لئے تیار کئے تھے شایع کر دیے تو سکندر نے ایک خط استاد کو لکھا جس کا مضمون یہہ تھا کہ مجھے آپ سے بڑی شکایت یہہ ہے کہ جناب نے اُن علمی مضامین کو شایع کر دیا جو میری تعلیم کے لئے خاص تیار کئے تھے - جب اور شخصون کو بھی اِن مضامین پر علم ہو جائے گا تو میرے لئے کون سا فخر باقی رہے گا کہ جس سے مین اورون پر سبقت لے جاؤن گا مین آپ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ مین علم مین سربلندی بہ نسبت فتح کے زیادہ چاہتا ہون - بس اِس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو علم کا شوق ایسا تھا کہ ملک گیری کا نہ تھا - علم کا درجہ نیکی کے بعد ہے وہ بھی انسان کو بلند پایہ بناتا ہے -

(۲۲) اظہار علمیت - یہہ ایک خود نمائی ہے کہ کوئی شخص بڑا کتب خانہ اِس لئے رکھے کہ وہ بڑا عالم معلوم ہو - کیا کوئی شخص ہتھیار بہت سے لگاے تو وہ بڑا بہادر ہو جائے گا یا کوئی شخص گھر مین خالی چولھے بہت سے بنالے اور اُس مین کبھی آگ نہ جلاے تو کیا وہ بڑا مہمان نواز معلوم ہوگا - لوگ تو راکھ دیکھکر جانین گے کہ کیا پکتا ہے - بس ایسی کتابون کا بڑا کتب خانہ بنانے سے کوئی عالم نہ معلوم ہوگا -

(۲۳) جتنا علم بڑھتا ہے اُتنا لاعلمی کا دایرہ فراخ ہوتا ہے - جب آدمی علم شروع کرتا ہے اور تھوڑا سا علم ہوتا ہے اور نئی نئی باتون کے معلوم ہونے سے وہ ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی نئے ملک مین جا کر نئی چیزون کے دیکھنے سے محظوظ و مسرور ہوتا ہے وہ یہہ جانتا ہے کہ ربع

مجھ پر روشنی چمکتی ہے - وہ عالمون فاضلون کو جانتا ہے کہ یہہ سب کچھ جانتے ہین - جن نادانون کو وہ خود نہین سمجھتا اور لوگ سمجھتے ہین تو اُن کی بہت تعریف کرتا ہے اور سمجھنے والون کو جانتا ہے کہ یہہ کوئی بڑے فاضل عالم ہین - غرض اِس کو یہہ خیال نہین آتا کہ انسان کو علم جن چیزون کا ہے وہ بہت تھوڑی ہے بہ نسبت اُن چیزون کے ہین جن کا علم نہین ہے - جب آدمی کے علم کا دائرہ فراخ ہوتا ہے تو یہہ سمجھتا ہے کہ بہت چیزون پر تاریکی چھائی ہوئی ہے - میرا علم بہ نسبت بے علمی کے بہت ہی کم ہے - جتنے یہہ فاضل عالم ہین سب ناکامل ہین - جن لوگون کو دانائی اور علم کا دعویٰ ہے وہ سب جہالت کی تاریکی مین پڑے ہوئے ہین - غرض انسان کو جتنا علم زیادہ ہوتا ہے اُتنا وہ جانتا ہے کہ مین ناقص ہون - دنیا مین زیادہ تر چیزین ایسی ہین کہ اُن کا علم ایک عالم اور بچے کو برابر ہوتا ہے زیادہ علم کا نتیجہ یہی ہے کہ آدمی اپنی لاعلمی سے ماہر ہوتا ہے

ذکاء اللہ

غزل عطیہ حضرت قاضی غیاث الدین احمد صاحب خورشید مدظلہٗ

شرارت چشم پر صدقے فدا شوخی ہے چتون کی — ادائے دل فریبی آپ غش ہے اُن کے جوبن پر

خوشی وہ غیر کی کرتے ہین میرے رنج دینے کو — مرے صدقے مین گویا یہہ کرم کرتے ہین دشمن پر

کیا ہے قتل ہم کو دوست نے ایماء دشمن سے — ہمارا خون ٹھہرے دیکھیے اب کس کی گردن پر

یہہ کس وحشت زدہ کی تم اُڑا کر خاک آتے ہو — کدورت روے تابان ہے پڑی ہے گرد دامن پر

بتائی دم پہ میرے اور میری سخت جانی نے — کہ خنجر دم چُراتا ہے مرے قاتل کا گردن پر

چھپے بیٹھے تو ہو پردے مین لیکن یاد ہی رکھنا — نگاہ شوق کا اک دن پڑیگا سیر چلمن پر

غنیمت ہی ہوا مر کر تو لطف زندگی حاصل — وہ ظالم فاتحہ پڑھنے کو آیا میرے مدفن پر

نکالا قتل کا میرے نیا انداز قاتل نے — رکھی اک تیغ زیر گردن رکھی اک تیغ گردن پر

کہین اندھیر کیا خورشید اپنی جلوہ گستری کا — گمان ہے ظلمت شب کا ہمارے روز روشن پر

عشق مین امتیاز نہین

شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی	کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

قربان اِس پاکیزہ خیال کے - نثاران منظوم پُر اثر اور معانی سے لبریز الفاظ پر اور صد ہزار آفرین اِس کے قایل پر ! - جامی - مولانا جامی - اگر آپ یہہ شعر کہہ کر مجھ بے مایہ غریب اور بیچمیرز کے سامنے پڑھتے تو واللہ باللہ اِس کا صلہ دینے مین اپنی جان لگا دیتا - خود بک جاتا اور آپ کا مُنہ موتیون سے بھر دیتا - سبحان اللہ - سبحان اللہ - کس جوش و خروش سے آپ فرماتے ہین کہ

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی + کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

"بندۂ عشق شدی" کیا تعلق قایم کیا ہے - بندہ ہونے کی صفت کیا ہے اپنی ذات کو مولا کی ذات مین مستغرق کر دینا - پھر نسب کا امتیاز کیسا - "چیزے نیست" واقعی چیزے نیست -

اِس مضمون کے پڑھنے والے سو مین پچھتر تو ضرور ایسے ہون گے جو مضمون نگار کی اِس خفیف الحرکاتی پر ضرور ہنس پڑین گے - کیونکہ اُن کا قیمتی وقت اور یہہ بے سر و پا تعلق ! ایک معمولی بات اور اتنا شور و شغب ! یہہ پامال مضمون روز کے سُنے ہوے فتوے اور اُن پر اتنا چکدار ملمع ! اول تو بمقتضاے "عشق قسمے ست از جنون" کے خود شعر کا ماخذ جنون - دوسرے بادی النظر مین اُس کے معانی اِس قدر عقل سے خارج اور مجنونانہ اُس پر طرہ انشا پرداز کی اتنی تعریف ! سچ تو ہے - بھلا صاحب کس کو غرض پڑی ہے کہ بیٹھے بٹھاے اپنی اچھی بھلی جان کو روگ لگاے - عشق کی نوبت پہونچاے اور پھر ترک نسب کا فتوی لیکر مندرجہ بالا شعر کا مزہ اُٹھاے - مگر ؎ نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند + نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند + واقعی دوسرے کے دل مین اپنا دل نہین ڈالا جاتا -

ان الفاظ کی قدر کچھ وہی خوب جانتا ہے جس کی جان پر گذری ہو گذرتی ہو یا کبھی گذرے اس مین استدلال اور منطق کی گنجایش نہین ہے۔ اے باغ عالم کے رنگارنگ پھولون کی بہار لوٹنے والو! یہہ الفاظ نہین یہہ کسی ہوئی کلیان ہین جو جلے ہوئے دل کی آہون سے کمہلا گئی ہین اُنکی بوباس تمھین کیون پسند آنے لگی۔ کسی اہل درد سے پوچھو کسی دل جلے کے سامنے یہہ جگر کے ٹکڑے پیش کرو۔ ورنہ ہر بد مذاق کے لئے حکم ہے کہ وہ کتاب بند کر دے اور دوسرا ورق دیکھے۔

آہ بیدل شاعر۔ نہایت ہی باکمال۔ فاضل اجل اور علم الہی سے باخبر۔ حقیقت اور مجاز کی پوری تفریق کے جاننے والے۔ انسانی جذبات اور حدوث واقعات پر گہری نظر ڈالنے والے فلاسفر نے مندرجہ بالا شعر مین کس قدر وضاحت سے ظاہر کیا ہے کہ جب انسان عشق کے پُر اثر جذبات سے پورے طور سے متاثر ہو چکا تو اُسے امتیاز مدارج کیسا؟ یہان ہمین لفظ عشق کے اُن معانی سے غرض نہین جو حکماء کے خیال مین ہین وہ تو عشقہ یعنی ایک بیل کہائی ہوئی زرد گھاس سے ایک درختون کو سکھا دینے والی چیز سے دست و گریبان ہین۔ مگر ہم ایماناً اور انصافاً کہتے ہین کہ عشق وہ نعمت ہے جو ہر تنگ ظرف کو میسر نہین۔ عشق ایک ایسا جلوہ ہے جسپر نظر پڑتے ہی انسان وہ کچھ دیکھتا ہے کہ آنکھین تھک جاتی ہین مگر پلک جھپکانے کو جی نہین چاہتا ع سه دربزم وصال تو بہنگام تماشا + نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد عشق وہ جذبہ ہے جس کے بغیر انسان اصلی شرف انسانیت تک فائز نہین ہو سکتا بلکہ بمنزلہ ایک چلتی ہوئی مشین کے شمار ہوتا ہے جس کے مختلف کل پرزے اپنے مقررہ کامون کو انجام دیتے ہین لیکن اُس لذت سے نا آشنا ہین جو اُن کامون کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے۔ اِس عشق کے جذبات انسانی تمدن کے بندھے ہوئے قوانین کو نہایت دلچسپ اور خوش اسلوبی سے توڑتے ہین اور انسانی زندگی کے واقعات کو ایک مشین کی حالت سے متغیر کر دیتے ہین کہ عاشق خواہ خاقان چین ہو یا قیصر روم۔ خواہ شہنشاہ ہند ہو یا سلطان دوران اُسے

ہرگز یہ خیال نہین رہتا کہ مین کون ہون کہان ہون اور کیا کر رہا ہون - ادھر مطلوب کو بھی خواہ وہ ادنی سے ادنی درجے کا کیون نہو یہ تمیز نہین ہوسکتا کہ اس کا قدردان کس پایہ کا آدمی ہے اور اس سے کس طرح پیش آنا چاہیے - اور سچ پوچھیے تو عشق کی حالت مین امتیاز مدارج کا خیال رکھنا شان عاشقی سے بالکل بعید اور معشوق اور عاشق دونون کی کمزوری ہے کیونکہ ؎

مقام عشق مین شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے مین بے توقیر پھرتی ہے

سید محمد محسن سیتاپوری

غزل جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز اڈیٹر رسالہ معیار لکھنو

بیماری فراق بھی اک نام کر گئی — افسانہ رہگیا شب فرقت گذر گئی
گویا زمانہ بھر کی طبیعت ٹھہر گئی — بیمار کے گلے سے دوا کچھ اتر گئی
ناسور دل دکھا تو دیا چارہ ساز کو — اب رشک ہے کہ دور تک اسکی نظر گئی
دیکھو دل غریب کی ہمت کو مرحبا — جو کچھ مصیبت آئی اسی پر گذر گئی
جب رو کے میری قبر سے احباب اٹھ گئے — افسوس ایسے وقت مین تمکو خبر گئی
باقی ہین اور چند نفس وہ بھی نذر ہین — بس اے شب فراق امید سحر گئی
اشکون سے اس نے گن لئے ناسور ہاے دل — دیکھے کوئی کہان سے کہان تک نظر گئی
دیکھا نگاہ ناز کو نشتر لئے ہوے — رگ رگ تن ضعیف پہ میرے ابھر گئی
مرجاؤنگا اشارۂ سوزن سے دیکھنا — وہ قوت تحمل اب اے چارہ گر گئی
شرما کے اسنے مجکو گلے سے لگا لیا — مایوسی نگاہ عجب کام کر گئی
سُرمے کا رنگ جم نہین سکتا کسی طرح — شوخی کہان کی اس کی نگاہون مین بھر گئی
ہمت تمام پست ہوئی رنگ اڑ گیا — زخم جگر پہ جب نظر چارہ گر گئی
آنکھین لگی ہین چھت سے زبان بند ہے عزیز — وہ ابتداے عشق کی صورت کدھر گئی

خیرات

شعر

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا	اور درویش کی صدا کیا ہے

انسانی فضائل میں بہت کم ایسے ہیں جن کا بیجا استعمال اس قدر آسان اور اس قدر مضر ہو جتنا فیاضی کا۔ کیونکہ اس فضیلت کی بگڑی ہوئی صورت بھی خواہ باعتبار نتائج کے کتنی ہی مضرت رساں کیوں نہ ہو ایک پسندیدہ صفت سمجھی جاتی ہے اور اسی وجہ سے سچی اور جھوٹی فیاضی کا امتیاز تمام اخلاقی مسائل میں سب سے زیادہ نازک مسئلہ ہے قدیم مشرقی ریفارمروں نے اس اہم اور نازک مسئلے پر وہ روشنی نہیں ڈالی جس کی زمانہ حال میں ضرورت معلوم ہونے لگی ہے اور اس کے مفید اور غیر مفید پہلوؤں پر بالکل غور نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پبلک کے نزدیک ذاتی خیرات کو وہ رتبہ حاصل ہو گیا جو قومی فیاضی کا حق تھا اور اسی خیال کے لازمی نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قومی کاموں کی بنیاد گو وہ کام کتنا ہی مفید اور ضروری کیوں نہ ہو قومی فیاضی کی امداد سے محروم رہکر اس قدر کمزور اور ناپائدار ہو جاتی ہے کہ اُن ضروری اور مفید نتائج کا اس سے پیدا ہونا جن کے لئے وہ کام ہاتھ میں لیا گیا ہے ناممکن ہو جاتا ہے اس لئے کہ قومی فیاضی کا رُخ زیادہ تر افراد کی امداد کی طرف ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشرق میں شخصی حکومت کے قدیم رواج کی وجہ سے مشرقی ریفارمروں کے نزدیک کسی قومی کام کا قومی فیاضی پر منحصر ہونا ایسا ہی ناممکن الوقوع امر سمجھا گیا ہو جیسے انسانی طاقت سے مینہ کا برسنا یا بالیدگی اور روئیدگی کا ہونا۔ اُن کے نزدیک ہر قومی ضرورت کی حاجت روائی صرف بادشاہ کی ذات پر منحصر تھی اس لئے قومی خیرات کے قومی رفاہ کے کاموں میں استعمال کو ایک غیر ضروری امر تصور کرنا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔

لیکن زمانے نے ایک زبردست پلٹا کھایا اور دنیا کی متمدن فیاضی نے اقسام کو نمایاں کر دیا

جن کا سب سے پہلا خیال یہہ ہے کہ اپنی مدد آپ کرو - اس خیال کو انھون نے عملی صورت مین لاکر دکھا دیا کہ قومی قوت شخصی قوت کے مقابلے مین بہ درجہا زبردست ہوتی ہے - یورپ مین طرز حکومت مین کم و بیش ہر جگہہ رعایا کی مداخلت ایک مسلم او ضروری امر تصور کیا جاتا ہے جس بیت المال کا خازن زمانہ سلف مین صرف بادشاہ تھا اور جس کے مناسب یا نا مناسب استعمال کے لئے کوئی اس سے بازپرس کرنے والا نہ تھا وہ آج رعایا کے ہاتھ مین ہے اور بادشاہ اور مشیران سلطنت صرف بحیثیت رعایا کے ایسے امین اور کارپرداز ہونے کے اس پر دسترس رکھتے ہین جو ہر وقت قوم اور ملک کا منہ دیکھتے رہتے ہین کہ جس طرف اس کا رخ پھرے اسی طرف وہ بھی چل نکلین اور پھر باوجود اس قدر ذمہ داریون کے بھی وہ صرف انھین امور کے کفیل ہین جو براہ راست سلطنت کے استحکام اور سیاست کے انتظام سے تعلق رکھتے ہین اور قوم نے ان کو ان روزمرہ کے کامون مین بالکل دخل نہین دیا جو براہ راست قومی ترقی اور بہبود سے متعلق ہین - ملک داری کے لئے فوج کی اور انتظام سیاست اور حفاظت حقوق باہمی کے لئے انتظامی عہدے دارون اور جوڈیشل حکام کے تقرر کی ضرورت ہے لہذا ان امور کا انتظام بادشاہ سے تعلق رکھتا ہے گو اس مین بھی خاص حیثیتون سے رعایا کو کم و بیش مداخلت ہے لیکن اپنی تعلیم اپنی حفظان صحت اور اپنی آسایش کے لئے مدارس شفاخانے اور سڑکین بنانا اور قایم رکھنا خاص طور پر رعایا کے ہاتھ مین ہے اور بادشاہ و مشیران سلطنت محض صلاح کارون اور معاونون کی حیثیت سے ان کامون مین دخیل ہوتے ہین - اس انتظام کی معقولیت پر بہت ظاہر ہے سب سے بڑی بات تو یہہ ہے کہ ہر کام کو تہیں خوب انجام دے گا جس کا نفع و نقصان براہ راست اس کام سے تعلق رکھتا ہو اس کے علاوہ اس قسم کے کامون مین دخیل ہونے سے ایک مادہ ذاتی اغراض پر قومی اغراض کو ترجیح دینے کا پیدا ہوتا ہے قومی کامون کی انجام دہی کا سلیقہ ہو جاتا ہے اور نتیجہ قومی حقوق کی حفاظت کا خیال مستحکم ہوتا ہے - غرضکہ ایک نیا احساس ایک نئی زندگی ایک نیا رشتہ تعلقات وجود پذیر ہوتا ہے جو ذاتی اور نفسانی اغراض سے جدا اور اکثر اوقات اس کے مغایر ہوتا ہے

یہی بات ہے جس کی وجہ سے ہم دیکھتے ہین کہ یورپین اقوام اپنی فلاح اور بہبود کے کامون مین اپنے پاؤن سے دوڑکر چلتی ہین بخلاف ایشیائی قومون کے جن کو چلانا گویا زبردستی سے چلنا ہے گویا مغرب مین رہنمایان قوم کا کام صرف یہہ ہے کہ سیدھا راستہ بتادین اور مشرق مین رہنمایان قوم کو صرف راستہ بتانا نہین بلکہ اندھی اور اپاہج قوم کو پیٹھ پر لاد کرلے چلنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے ملکون مین جس قدر کام قومی چندون سے چلتے ہین اُن کا قیام سلطنت کے کامون سے زیادہ یقینی اور دوامی سمجھا جاتا ہے بہ خلاف مشرق کے جہان "چندہ برائے چندے" ایک مشہور مثل ہے۔

ایک قرن ہوتا آتا ہے کہ ہمارے قومی رہنما ہمکو قومی خیرات اور قومی چندون کا سبق دیتے رہے ہین اور سو سو طرح سے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہین کہ اپنی ضروریات کو ہمین خود ہم پہونچانا چاہیے اس لیے کہ سلطنت کی مصلحتین عام ہین اور شاہی خزانے کا مصرف ایسا نہین ہوسکتا جس مین خاص فرقون کی ضروریات کا لحاظ رکھا جاسکے لیکن ہم پھر پھرا کر اُسی طرف جا پڑتے ہین اور خیرات کا مناسب مصرف صرف مشٹنڈے اور کام چور بھک منگون کی پرورش کو تصور کرتے ہین کیونکہ اس تعلیم نے ہزارون برس سے ہمارے دل و دماغ کو مسخر کر رکھا ہے ہمارے رہنماؤن کا کام واقعی سخت مشکل ہے کیونکہ ایسی لکڑی کا سیدھا کرنا جو ہزارون برس کمان کی طرح خمیدہ رہ چکی ہو آسان نہین ہے جب اُس کو سیدھا کرکے چھوڑ دیجیے گا وہ پھر اپنی سابق کی شکل پر عود کر آئے گی ہان اُس کا سیدھا کرنا اُس وقت ممکن ہے جب اُس کو حُبِّ قومی کی آگ کی سینک پہونچائی جائے اور لعنت و ملامت کے شکنجے مین وہ بار بار دبائی جائے۔ اسی وجہ سے اکثر مصلحان قوم ایک ہی بُرائی کو بار بار بیان کرتے ہین جس پر بسا اوقات ہم جھنجھلا کر کہہ اُٹھتے ہین کہ "یہہ تو پُرانی باتین ہین ان کے دُہرانے سے کیا فائدہ" لیکن ریفارمر کا یہہ کام ہے کہ جھڑکیون کو برداشت کرے دھمکیون کو پی جائے اور اپنی دُھن سے باز نہ آئے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میرے محترم دوست اڈیٹر رسالہ ہذا نے اس رسالے کو جاری کرنے کا تصفیہ کیا تھا تو اسی سکندرآباد کے ایک لایق اور معزز حضرت سے میری موجودگی مین امداد مضامین کی درخواست کی تھی اور یہہ کہا تھا کہ "آپ لوگون کی امداد سے شاید یہہ رسالہ بھی قومی ترقی کے خادمون مین شمار ہوسکے گا" اس کے جواب مین انھون نے نہایت متانت سے فرمایا تھا کہ "مین ان باتون کا معتقد نہین ہون" مجھے تعجب ہوا کہ ایسے روشن خیال اور جدید تعلیم کے معزز منتہی نے کیونکر ایسا خیال ظاہر کیا مین اسی سوچ مین رہا کہ مجھے اُن کی ذاتی لیاقت کے اعتبار سے کہان تک اس مقولے کی وقعت کرنی چاہئے۔ میرے دل مین یہہ سوالات پیدا ہوگئے کہ کیا آج تک دنیا کے زبردست ریفارمرون اور بانیان فلسفہ، تمدن و اخلاق نے جس قدر محنت کی ہے وہ سب محض لغویت تھی ؟ کیا اُن کے نام کی جو وقعت دنیا کررہی ہے وہ محض ڈھکوسلا ہے ؟ اور کیا اُن کا اثر دنیا کے واقعات پر پڑنا اور اُس کو بالکل بدل دینا محض افسانہ ہے ؟ ان سوالات نے مجھے سخت انتشار مین ڈالا تھا لیکن یہہ انتشار کچھ دیرپا نہین ثابت ہوا کیونکہ مجھے یاد آگیا کہ لایق منکر کو حال مین بعض ذاتی معاملات مین ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تفکرات اور تردودات کی حالت مین جو دیوجانسی فلاسفی انسانی جذبات کو کلبی حوض مین مقید کردیتی ہے وہی اُن پر بھی اُس وقت شاید غالب آرہی ہوگی اس واقعے کے بیان کرنے سے میرا یہہ مطلب ہے کہ گو قومی اور ذاتی خیرات کا مسئلہ تھوڑے دنون سے باربار دُہرایا جاچکا ہے تاہم قومی توجہ کو دوبارہ اس طرف مبذول کرنا فعل عبث نہ ہوگا۔

معزز رسالہ عصر جدید نے کچھ دنون سے اس دُھن مین نغمہ سنجی شروع کی ہے اور اب وہ بہت سے کانون مین اس آواز کے ڈالنے مین کامیاب ہوچکا ہے لیکن مجھے یاد ہے کہ ہندوستان کے ایک مشہور اہل قلم نے اس خیال پہ اس طرح تخطیہ کیا تھا کہ "آوازِ سگان کم نکند رزقِ گدا را" اس مضمون کو دیکھکر مجھے ایک مرتبہ اور وہی تشبیہ یاد آگئی جیسا

اوپر ذکر کیا گیا ہے یعنی خمیدہ ہ لکڑ ہی اور اُسکا سیدھا کرنا۔

اتنی بات سب کو معلوم ہوگی کہ یورپ کے ممالک مین دریوزہ گری قانونًا ممنوع ہے اور جو شخص اِس فعل کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنی خوشی سے اُن محتاج خانون سے مستفید نہین ہوتا جو ایسے لوگون کے فایدے کے لئے قومی چندون سے قایم ہین اُس کو بجبر پکڑکر محتاج خانے مین لے جاتے ہین جہان جاکر اگر وہ کام کے لایق ہو تو کوئی کام سیکھتا ہے اور ایک مدت مقرر کے بعد آزاد کر دیا جاتا ہے کہ جہان چاہے جاے اور اُس دستکاری سے اپنی پرورش کرے جو اُسکو سکھائی گئی ہے لیکن اگر وہ بالکل اپاہج اور بیکار ہے تو وہ ہمیشہ قومی خیرات کا مستحق سمجھا جاتا ہے اور محتاج خانے مین اُس کی پرورش اور آرام اور صحت کی کفالت کی جاتی ہے گویا اِس صورت سے ہزارون ایسے لوگ جو بصورت دیگر نکمّے دریوزہ گر بنتے اِس بیحیائی اور بیکاری کی زندگی سے بچ جاتے ہین اور قوم پر بارگران ہونے کے بجاے اُس کے کارآمد اجزا اور اعضا بن جاتے ہین ہمارے ملک مین ایسا کوئی انسٹیٹیوشن موجود نہین ہے اِس لئے بہت سے نقلی محتاج قوم کا خون چوستے ہین اور اصلی محتاج دربدر ٹھوکرین کھاتے ہین - اِس حالت مین یہ تعلیم کہ محتاجون مسکینون بیواؤن اور یتیمون کی امداد بالکل بند کر دی جاے نہایت سنگدلانہ تعلیم ہوگی جب تک کہ معقول انتظام اُن کی کفالت کا موجود نہ ہو اور اِس مین کچھ شبہ نہین کہ قومی خیرات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قومی محتاج خانون کے قیام کی کوشش اور دریوزہ گری کی قانونی ممانعت کی گورنمنٹ عالیہ سے درخواست کرنا ضروری اور لابد ہے موجودہ طریق خیرات مین پانے والون کی دنائت اور بے حمیتی مین ترقی ہونے کے علاوہ یہ بہت بڑی خرابی ہے کہ اصلی محتاجون کے حقوق زیادہ موٹے تازے اور آسودہ حال بھک منگون کو ملتے ہین اور اِس آسان کمائی کا رواج روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے جس سے قوم کے وہ اجزا جو کارآمد ہو سکتے تھے صرف بیکار ہی نہین ہو جاتے بلکہ قوم کے جان پر ور خون کو چوس لیتے ہین اور اِس طرح پر یہ قومی دولت جس کا مناسب استعمال اصلی قومی قوت کا منبع ہوتا اِس طرح برباد ہوتی ہے جس کے علاوہ اِس قدر

روپیہ کے ضایع ہونے کے قومی تنزل کے اسباب مین اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہہ وہ قومی نقصان ہے جس کی تلافی اُس وقت تک ممکن نہین جب تک ہم متفقہ کوششون سے اس طریقہ خیرات کا انسداد نہ کرین جو اس وقت جاری ہین اور جب تک اصلی محتاجون کی کفالت کا کافی انتظام نہ کرین اور جب تک مسٹنڈے بھک منگون کو کام کرنے پر مجبور نہ کرین۔

لیکن اس کا انسداد اُس وقت تک کیونکر ہو سکتا ہے جب تک ہمارے دل مین یہہ خیال جاگزین ہے کہ ہر دریوزہ گر کو ہماری فیاضی سے حصہ لینے کا قدرتی اور مذہبی حق حاصل ہے۔ کثرت سے ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے دل مین اچھی طرح سمجھتے ہین کہ ہم ایک غیر مستحق شخص کو خیرات دے رہے ہین مگر پھر بھی دینے سے انکار کرنا معیوب سمجھتے ہین۔ کیا روزمرہ یہہ مثالین ہمارے دیکھنے مین نہین آتین کہ پیر جی۔ شاہ صاحب۔ مہنت جی۔ شاعر۔ میلاد خوان۔ مرثیہ گو۔ بگڑے ہوے نواب زادے لٹے ہوے مسافر۔ مسجد، مندر یا چاہ کے بانی وغیرہ کے مختلف بھیسون مین بڑے بڑے موٹے اور مسٹنڈے بھک منگے ہمکو روزمرہ لوٹتے اور ہمارا خون چوستے رہتے ہین؟۔ کیا ہمکو نہین معلوم ہے کہ تہوارون اور مقدس رسوم کے ادا کرنے کے موقعون پر (شادی بیاہ کے اسراف سے قطع نظر کر کے جسکو خیرات کا لقب نہین دیا جا سکتا) ہم سینکڑون روپئے ایسے لوگون کو نذر کر دیتے ہین جن سے زیادہ حقدار اور امیدوار شاید ہمارے پڑوس مین بلکہ خود ہمارے گھرون اور خاندانون مین موجود ہین؟ کیا ہم نہین دیکھتے کہ لنگر اور سدابرت کے خطرناک تقدس پر ہم ہزارون من غلہ تصدق کر دیتے ہین جو زیادہ تر اُن بے رحم اور سنگدل آسودہ حال پیشہ ور بھک منگون کے پیٹ مین پہونچتا ہے جو اصلی محتاجون کو دھکے دیکر ہماری خیرات کے مستحقون کی اگلی صفون مین کھڑے ہو جاتے ہین؟ ہمارا سوال یہہ ہے کہ کیا یہہ سب دولت مناسب طور پر استعمال ہوتی ہے؟ کیا اس قومی دولت سے اُن قومی انسٹیٹوشنون کے قیام اور استحکام مین مدد ملتی ہے جو قوم کے بیکار اجزا کو باکار اور غیر مفید افراد کو مفید بنانے کے لئے قایم ہین؟۔ نہایت افسوس ہے کہ اس کا جواب صرف دلخراش نفی مین ہو سکتا ہے۔

سچ پوچھئے تو ہندوستان کے لوگ کیا ہندو کیا مسلمان بالطبع نہایت فیاض اور مخیر واقع ہوے ہین اور اُن کی فیاضی کے جوش کو حرکت مین لانا نہایت آسان ہے ہر معمولی آدمی اپنی حیثیت کے مطابق اور بسا اوقات اُس سے زیادہ خیرات کرتا ہے مگر افسوس کہ کس قدر بڑا حصہ اِس خیرات کا بالکل غیر واجب طور پر ضایع ہو جاتا ہے۔ قومی خیرات بالکل معدوم نہین ہے کہین کہین مذہبی جوش نے چھوٹے چھوٹے مذہبی مدارس اور پاٹھ شالے قایم کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے اور خدا کا ہزار شکر ہے کہ تھوڑے دنون سے قوم کی فیاضی سے اُن زبردست کالجون اور انسٹیٹیوشنون کو بھی کچھ نہ کچھ امداد ملنے لگی ہے لیکن اگر اِن رقوم کا جو اِس طور پر مفید استعمال مین آتی ہین اُن رقمون سے مقابلہ کیا جاے جو بیدردی سے برباد کی جاتی ہین تو نتیجہ یقیناً دل شکن ہوگا۔ قومی کامون مین امداد کرنے سے اکثر اِس بنا پر اعراض کیا جاتا ہے کہ اُس کے بجا مصرف کی گارنٹی نہین ہے اگر اس احتیاط کے خیال کا اُس بے پروائی سے مقابلہ کیجیے جو مشٹنڈے بھک منگون کو دیے جانے مین عمل مین آتی ہے تو افسوس کے ساتھ حیرت ہوتی ہے لیکن اِس کے اسباب پر غور کیجیے تو کچھ زیادہ حیرت نہین ہوتی بہت کچھ تو قومی خیالات سے ہمارا مانوس نہ ہونا اِس دستور العمل کا جوابدہ ہے لیکن ہمارے قومی علمار کی تعلیم جو تمام مذہبی قوت اپنے جلو مین لئے ہوے ہے اِن خیالات کے قایم کرنے مین کام کر رہی ہے وہ بھی ایسا نہین جو نظر انداز ہو سکے۔ اور اگلے نقرے مین جب ہم اِس پر بحث کرین گے تو ناظرین کو معلوم ہو جاے گا کہ مثل دیگر قومی امراض کے یہان بھی معلول علت کے لئے اور علت معلول کے لئے ممد اور معاون ہے یعنی سبب سے مرض پیدا ہوا ہے اور مرض سے سبب کو قوت مل رہی ہے۔ مگر قبل اِس کے کہ ہم براہ راست اِس بحث پر آئین ہمکو چند الفاظ اُن کے فائدے کے لئے کہنے ضروری ہین جو قومی انسٹیٹیوشنون کے بانی اور قومی خیرات کے بجا مصرف کے ساعی ہین اُنکو ہمیشہ لازم ہے کہ اپنے حسابات کو بالکل باقاعدہ اور عوام الناس کی نظرون کے سامنے رکھین اور اپنے عملون کی شناخت کے لئے ایسا معقول انتظام کرین کہ کسی خیرات دینے والے کو اِس معاملہ مین شبہ

کرنے کی گنجایش نہ ہو کہ یہہ روپیہ فی الواقع اُسی فنڈ مین پہونچے گا جس کی وہ امداد کر رہا ہے

خیرات کے استحقاق کا مسئلہ تو کسی قدر پیچیدہ بھی ہے اور اکثر اوقات یہہ عذر معقول اور قابل پذیرائی ہوتا ہے کہ ہمارے پاس سچے حاجت مند اور جھوٹے مکار دریوزہ گر مین امتیاز کرنے کا ذریعہ نہین ہے۔ یہہ عذر اُس وقت تک زایل نہین ہوسکتا جب تک وہ طرز امداد غربا کا اختیار نہ کیا جائے جو یورپین ممالک مین رائج ہے اور جس کی کسی قدر توضیح اوپر کی گئی ہے لیکن قابل افسوس بات تو یہہ ہے کہ بیجا خیرات کے دینے مین بھی ہم لوگ پانے والے مین حمیت اور غیرت کی پسندیدہ صفات کے قایم رکھنے کی ذرا بھی کوشش نہین کرتے جو بالکل اختیاری بات ہے اور جس مین محتاج خانون کے قیام اور انسداد دریوزہ گری کے قانون کے رائج ہونے کی مانند طول طویل کوشش بھی درکار نہین۔ بہت سے مسلمان خاندانون کو تجربہ ہوا ہوگا کہ اُن کے دروازے پر ایک میلا کچیلا شخص ایک وقت یا دونون وقت آکر یہہ صدا لگاتا ہے کہ "طالب علم کی روٹی دے جاؤ" اے ہمدردان قوم اور اے مصلحان ملک! مین آپ سے دریافت کرتا ہون کہ کیا یہہ ایسی بات نہین جس پر قوم پر انتہا لعنت و ملامت کئے شایان ہو؟ کیا اس ذلت کا جواز قوم کیلئے باعث ننگ و موجب شرمندگی نہین ہے؟ جس وقت مین اُن سرچشمہ علم سے سیراب ہونے والون کے مرتبے پر خیال کرتا ہون اور پھر اُن کے ساتھ قوم کے اس برتاؤ کو دیکھتا ہون تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور مین یہہ سمجھنے سے باز نہین رہسکتا کہ جن نافرمانیون اور بداعمالیون نے ہمکو اس تباہ حالت تک پہونچایا ہے اور ہمکو خدائی غضب مین گرفتار کیا ہے اُس مین خدا اور رسول کے اِس حکم سے کہ "علم کی عزت کرو" روگردانی کا حصہ بہت بڑا ہے۔ اے قومی غیرت اور اے ملکی حمیت تیری بے وقت موت پر ہمکو رونا آتا ہے۔ ہائے یہہ تیرے ہی اُٹھ جانے سے آج ہماری یہہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم اپنے آیندہ دینی رہنماؤن اور علمی سردارون کو اس طور پر ابتداے عمر سے دریوزہ گری کا سبق دیتے ہین۔ ہم اپنے مذہبی رہنماؤن کو جو کچھ الزام دیتے ہین وہ سب بیجا ہے ہم کو خود اپنے گریبانون مین مُنہ ڈالکر دیکھنا چاہئے جب

ہم اُن کو ابتدائے عمر سے دریوزہ گری کی مشق کرائین گے تو ہمکو یہہ امید رکھنا بیجا ہے کہ وہ جوان ہو کر اِس عادت کو ترک کر دین گے جو طفلی اور عنفوان شباب مین اُنھون نے ہماری بے حمیتی سے حاصل کی ہے۔ ہمارے اِس فعل سے کس قدر امیدون پر پانی پڑجاتا ہے اور کس قدر آرزوئین جو دینی مقتداؤن کی ذات سے وابستہ ہین خاک مین مل جاتی ہین۔ کچھ بیجا نہین اگر وہ اپنے مریدون اور معتقدون کو یہہ تعلیم دین کہ اپنی تمام کمائی مشائخ نما دریوزہ گرون کی نذر کر دو اور کچھ عجب نہین اگر وہ قلیل ذاتی منفعت کی طمع مین خدا اور رسول کے احکام پر اپنے مطلب کی تاویلین چڑھائین اور قوم کو کجروی پر آمادہ کرین۔ میرے اِس قول کو کلیہ سمجھنا غلطی ہے اِس مین قابل وقعت استثنا کی بھی مثالین موجود ہین لیکن عام حالت یہی ہے اور اِس پر ہمکو کوئی موقعہ کسی کی شکایت کا نہین ہے بلکہ یہہ خود ہمارے کرمون کا بھوگ اور ہمارے فعلون کا نتیجہ ہے جو اِس بلائے عظیم کی صورت مین ہمارے ادبار کو بُلا رہا ہے یہہ اُس بدسلیقگی کا نتیجہ ہے جو طریقہ خیرات دہی مین ہم برتتے ہین اور جس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمکو قومی کامون کی انجام دہی کی عادت اور مشق بالکل نہین ہے۔ کیا یہہ ممکن نہین کہ طلبار کی امداد اِس طور پر کی جائے کہ اُن کو اپنی ضروریات کے لیے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے؟ کیا یہہ ممکن نہین کہ اُن کی ظاہری حالت اس قدر درست رکھی جاے کہ اُن مین دنائت اور پستی پیدا نہ ہونے پاے؟ اگر اِس طریقے کا برتاو آپ کو نہین آتا تو جائیے اور علیگڈہ کے بورڈنگ ہوس کی سیر کیجیے۔ وہ علیگڈہ کالج جو اب تک بہت لوگون کے نزدیک نیچریت کا معدن اور ارتداد کا مامن سمجھا جاتا ہے علم کے تقدس اور عظمت کو خدا اور رسول کے فرمودے کے بموجب قایم رکھتا ہے۔ جب آپ وہان کے طلبار کو کھیل کود مین لکچر روم مین یا اپنے اپنے کمرون مین دیکھین گے تو آپکو یہہ امتیاز کرنا مشکل ہوگا کہ اُن مین کون آسودہ حال ہے اور کون تہیدست کس کے والدین سو دو سو روپیہ ماہوار اُس کی تعلیمی ضروریات پر صرف کرتے ہین اور کون محض وظائف اور پرائیوٹ ٹیوشن پر بسر کرتا ہے ہم کہتے ہین اور دعوے کرتے ہین کہ

کہ آپ کو اس کا امتیاز مشکل ہوگا حالانکہ ہم کو معلوم ہے کہ دونوں طرح کے طلبار نصف نصف کی تعداد میں وہاں موجود ہیں۔ لیکن غریب طلبار کی ظاہری حالت کا اس درجہ تحفظ کیا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی حالت میں امتیاز ناممکن ہے اس کا نتیجہ سب پر روشن ہے کہ ایک علیگڈہ کالج کا طالب علم اپنی عزت قایم رکھنے میں ضرب المثل ہے اور اپنی عزت قایم رکھنا بلاشبہ اُن حسنات میں سے ہے جن سے نظام تمدن وابستہ ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ وہاں کے بعض طلبا ضرورت سے کسی قدر زیادہ مسرف بھی ہوتے ہیں لیکن دنیا کے تمام کاموں کا مفید یا غیر مفید ہونا مقابلہ سے طے ہوا کرتا ہے اور جب ہم دونوں طریقوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو علیگڈہ کالج کا طریقہ زیادہ مفید اور کم مضر ثابت ہوتا ہے بس یہہ کافی ہے ورنہ ملکوتی صفات اور معصوم صفت لوگوں کا پیدا کرنا ایک ایسا حوصلہ ہے جس کا وجود صرف ذہنی ہے اور جس کا فائدہ صرف یہہ ہے کہ ہم اُس کو بطور معیار پیش نظر رکھکر کام کریں۔

کاش وہ دن جلد آئے کہ ہم اس رمز کو سمجھیں۔ کاش اپنی قوم کے محتاجوں اور مسکینوں کی اس طرح کفالت کر سکیں کہ اُن کی غیرت اور حمیت معدوم نہ ہونے پائے اور یہہ صرف اُس وقت ممکن ہے جب ہر حاجت مند کو اپنی روزانہ ضروریات کے لیے دریوزہ گری کی ضرورت نہ ہو اور قومی محتاج خانے اور دیگر انسٹیٹیوشن اُن کی پرورش اور کفالت کے لئے موجود ہوں جن میں اصلی محتاجوں کی خبر گیری کی جائے اور مسٹنڈے بھک منگوں کو کام کرنے اور مفید بننے پر مجبور کیا جائے۔ کاش اس سبق کو ہم اچھی طرح یاد کرلیں اور کبھی نہ بھولیں کہ صرف ایک یا دو وقت یا چند روز تک کھانا کھلا دینا یا دو چار دفعہ کپڑے بنا دینا محتاج کی اصلی امداد نہیں ہے نہ خیرات کا بجا مصرف ہے بلکہ محتاج کی اصلی مدد اور خیرات کا بجا مصرف یہہ ہے کہ ہم قوم کے بیکار اعضا کو اس قابل بنا دیں کہ وہ اپنی ضروریات کا خود انصرام کرنے لگیں۔

عبدالغفار۔ اختر الہ آبادی

سر جان جیمس ڈگز لاٹوش

غالباً اس وقت جبکہ صوبجات متحدہ کو اس رحیم اور مہربان لفٹننٹ گورنر کو جس کا نام عنوان زیب عنوان ہے الوداع کہے ہوئے اور جدید لفٹننٹ گورنر کا خیر مقدم کئے ہوئے دو مہینے کا عرصہ گذر گیا ہے سر جیمس کے عہد حکومت کے واقعات پر ریویو کرنا کسی قدر بعد از وقت ہوگا لیکن یہہ ایسی وجہ نہیں ہے جو کلیتہً اس غرض کے نظر انداز کر دینے کے لئے کافی ہو۔ فی الحقیقت ایسے مہربان اور فیاض حکمران کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے جانے دینا ایک ایسی غفلت ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

وہ ہر دلعزیز لفٹننٹ گورنر جس کو خیرباد کہتے وقت اکثر ہندوستانیوں کے دل بھر آئے ہوں گے اور جس کی جدائی بہت سے دلوں پر شاق گذری ہوگی ضرور اس قابل ہے کہ اُس کا نام نہایت عزت سے لیا جاوے اور وہ ہندوستان و انگلستان دونوں کا سچا دوست تصور کیا جاوے کیونکہ ہندوستان کے ساتھ جو حسن اخلاق اور سچی ہمدردی اُس نے ملحوظ رکھی وہ نہ صرف ہندوستانیوں کو مرہون منت بنانے والی تھی بلکہ حاکم و محکوم کے درمیان وہ رشتۂ محبت قایم کرنے والی تھی جس پر استحکام سلطنت انگلشیہ کا دارمدار ہے۔

سر جیمس کا عہد حکومت اس قدر خالی از شور و شر تھا کہ بعض کوتاہ بینوں کے دل میں یہہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے کوئی کام ہی نہیں کیا بلکہ کرسی گورنری پر براجنا ہی اُن کا آخری مقصد تھا حالانکہ یہہ راز اب پوشیدہ نہیں رہا ہے کہ اُنھوں نے عہدۂ لفٹننٹ گورنری کے حاصل کرنے کے لئے کوئی کوشش اور سعی بھی نہیں کی تھی۔ لیکن جنھوں نے اُن کے عہد گورنری کے واقعات کو امعان نظر سے دیکھا ہے وہ جان سکتے ہیں کہ یہہ سکون از خود واقع نہیں ہوا تھا بلکہ دوراندیشانہ کوششوں سے پیدا کیا گیا تھا۔ سر انٹونی میکڈونل کا عہد حکومت اس امر میں خاص طور پر ممتاز رہا کہ سلطنت کے ہر شعبے میں مداخلت اور تغیر و تبدل عمل میں

لایا جاے۔ اُن کے عہد کا کوئی سشن کونسل واضعان قانون کا جدید قوانین کے اجرا سے اور کوئی مہینا جدید قواعد کی ترویج سے خالی نہ تھا۔ وہ ایک دوڑ دھوپ کا زمانہ تھا اور درحقیقت ایسے زمانے کے بعد ایک ایسے عہد کی سخت ضرورت تھی جسمین متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اُن تمام تغیرات کے پودون کو بارآور ہونے کا موقعہ دیا جاے جو گذشتہ عہد حکومت مین لگائے گئے تھے۔ سر جیمس کا انتخاب اس موقعہ کے لئے نہایت موزون واقع ہوا اور اُنھون نے اپنے حلم اور بُردباری کو اس خوبصورتی سے استعمال کیا کہ وہ اس خاص حالت کے لئے بالکل مناسب اور مفید ثابت ہوئی۔

خوش قسمتی سے وہ ہندوستان مین اس قدر مدت دراز سے مختلف عہدون پر درجہ بدرجہ فائز ہوتے چلے آتے تھے کہ اُن کا تجربہ نہایت وسیع ہوگیا تھا تاہم اُنھون نے کبھی کسی موقعہ پر اپنے تجربے کو دوسرون کے حق مین رکاوٹ کا ذریعہ نہین بننے دیا اور ہمیشہ یہہ طریق عمل جاری رکھا کہ ہر محکمے کا افسر اپنے محکمے کے متعلق پورے طور پر جواب دہ اور ذمہ دار رہے جس کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ہر محکمے کا افسر اپنے کام کو پوری دلچسپی اور نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیتا رہا اور یہہ ایک ایسی بات تھی جو کثرت سے مداخلت کرنے والے حاکم کے زیر حکومت ہرگز حاصل نہین ہوسکتی تھی اُنھون نے لوکل سلف گورنمنٹ کی اس قدر حوصلہ افزائی کی کہ ہندوستانیون کو اپنے لوکل معاملات پر راے قایم کرنے مین اُس درجے تک پوری آزادی حاصل ہوگئی جو وقت اور موقعہ کے اعتبار سے مناسب تھی وہ وقتاً فوقتاً لوکل جماعتون کی مالی امداد بھی کرتے رہے اور ترقی حفظان صحت اور طاعون کی بلاے بے درمان سے مقابلہ کرنے اور تعلیم کو ترقی دینے کے لئے خزانہ شاہی سے نقد روپیہ بھی مرحمت فرماتے رہے اور دیگر مناسب ذرایع سے بھی امداد فرماتے رہے۔ چنانچہ اسی ضمن مین میونسپل بورڈون کو اخراجات پولیس سے سبکدوش کرنا ایک ایسی خسروانہ فیاضی ہے جس کے بار احسانات لوکل جماعتین کبھی سبکدوش نہین ہوسکتین سر الفریڈ کالون نلون کے ذریعہ سے بہم رسانی آب کی تدابیر مین ضرور کامیاب ہوے مگر انکی

کامیابی کی صرف اُس وقت تکمیل ہوئی جبکہ سر جیمس نے پانی کے نکاس کی تدابیر مین ترقی دی اور نقد روپیہ دیکر اس کام مین میونسپلٹیون کی امداد فرمائی۔ حقیقت مین نلون کے ذریعہ سے بہم رسانی آب کے ساتھ ہی حفظان صحت کے اصول کے مطابق سخت ضرورت اس بات کی دامی تھی کہ پانی کے نکاس کا کافی طور پر انتظام کیا جائے اور اس غرض کے ادا کئے جانے کی کوشش بدرجہ غایت سر جیمس ہی نے کی۔

زمینداروں کے حال پر جو عنایات اُنھون نے مبذول کین اُن کا کافی شکریہ ادا کرنا ہمارے حد امکان سے باہر ہے۔ ابواب اور فیس پٹواری کی معافی اُنھین کے عہد معدلت مہد مین عمل مین آئی۔ ڈپٹی کلکٹری کے لئے امتحان مقابلہ کی قید جو اُنھون نے موقوف کردی اُس سے علاوہ زمینداروں اور تعلقداروں کے حال پر مہربانی اور عنایت خسروانہ مبذول رکھنے کی اون کی دور بینی کا بھی پورا ثبوت ملتا ہے یعنی یہہ اصول اُن کی نظر کے سامنے تھا کہ اہم خدمات سرکاری کی انجام دہی کے لئے صرف امتحان ہی پاس کرنا کافی نہین ہے بلکہ بعض اور اوصاف بھی ہین جن کا ہونا ضروری ہے اور جن کی جانچ صرف امتحان ہی کے ذریعہ سے نہین ہو سکتی۔

محکمہ پولیس کی وقعت کو جو ترقی اُنھون نے دی اُس سے بھی اُن کی بلند نظری کا پتہ چلتا ہے یعنی وہ جانتے تھے کہ جب تک کسی عہدہ دار کی وہ وقعت نہین کی جائے گی جس کا وہ شایان ہے اُس وقت تک وہ علو حوصلگی اور سنجیدگی اُس کے طرز عمل مین نہین پیدا ہو سکتی جو اُس کو دنائت اور پستی کی طرف جھکنے نہ دے۔

اشاعت تعلیم مین اُنھون نے نہ صرف زبانی اقوال سے بلکہ عملی طور پر اور بصرف زر کثیر وہ قابل قدر امداد فرمائی کہ شاید اس سے پیشتر کسی لفٹنٹ گورنر سے بن نہ آئی تھی۔ سر سید مرحوم کے خاندان پر جو توجہات خسروانہ مبذول کی گئین وہ محض ایک سر برآوردہ تعلیم کے دلدادہ ہندوستانی کی قدر افزائی کی مثال قایم کرنے کی غرض سے تھین تاکہ دوسرون کو بھی اسی طرح اشاعت تعلیم مین ہمہ تن مصروف ہونے کا حوصلہ پیدا ہو اور ایک اس بات پر

کیا منحصر ہے اُن کا ہمیشہ سے یہ شیوہ تھا کہ جب کبھی کسی تعلیمی ایسوسی ایشن یا درس گاہ کے معائنہ کا اتفاق ہوتا تو اپنی گوہربار تقریر کے ذریعہ سے ہندوستانیون مین اپنی امداد کرنے کا جوش پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور پرائیویٹ فیاضانہ داد و دہش کی جو ایسے انسٹیٹیوشنون کی امداد کے لیے کی جائین داد دیکر اُن کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ اس سے زیادہ علو ہمتی اور بے تعصبی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے الہ آباد یونیورسٹی کے وایس چنیلر کے عہدے پر ایک ہندوستانی کو سرفراز فرمایا۔

ہم ہندوستانی اپنے محسنون اور مربیون کی ضرور دل سے قدر کرتے ہین اور جو ہم سے حسن اخلاق اور حاکمانہ عنایات کا برتاو رکھتا ہے ہم اُس کے جان و دل سے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہین اور درحقیقت اُس کی تعظیم اور اُس کی محبت ہمارے گوشہ خاطر مین جاگزین ہو جاتی ہے نظر بران ہم کہہ سکتے ہین کہ اس وقت ہندوستانیون مین ایسے لوگ بکثرت موجود ہون گے جن کی چشم تصور کے سامنے گذشتہ لفٹنٹ گورنر کا بارعب اور شاندار چہرہ اب تک پھر رہا ہوگا اور جو دیدۂ دل کے ذریعہ سے اُن کی پرحلم اور لطف آمیز نگاہون کو دیکھ کر متاثر ہو رہے ہون گے۔ اس بات سے کون منکر ہو سکتا ہے کہ اُن کی یاد مدتون تک بہت سے ہندوستانیون کے دلون مین تازہ رہے گی اور اس صوبے مین مدت ہاے دراز تک اُن کا نام نامی زندہ رہے گا۔

گو ان چند الفاظ سے جنھین ہم نے بطریق اداے فرض اُن کے نام نامی سے معنون کر دیا ہے ہم اُن کے عہدۂ سپاس گذاری سے باہر نہین آ سکتے تاہم حضرت شیخ سعدی کے اس مشہور مقولے پر عمل کرکے یہہ چند سطرین لکھ دین ؎

نام نیکِ رفتگان ضایع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

عبد الستار خان۔ رئیس پھرتھو
ضلع راے بریلی

ریویو

گلزار وفا - ناصر حمیدہ - مین اور میری سوکن - عاشق ناشاد - یہہ چارون کتابین مصنفہ نواب محمد عمر خان صاحب المتخلص وفا خلف الصدق عالیجناب نواب برق الدولہ بہادر رئیس حیدرآباد دکن ہمارے پاس بغرض ریویو موصول ہوئین - گلزار وفا مختلف مضامین کا مجموعہ ہے - باقی تینون کتابین نتیجہ خیز ناول ہین - اخیر ناول کا مضمون دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی زہر عشق کو نثر کا جامہ پہنایا گیا ہے - لایق مصنف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ قصہ ایک عمدہ نتیجہ پر ختم ہو - ساتھ ہی سلاست زبان کا بھی لحاظ رکھا ہے حقیقت مین یہی ناول نویسی کی جان ہے - گلزار وفا مین جو مضامین ہین اُن سے مصنف کی قابلیت کا اچھی طرح اظہار ہوتا ہے - مگر میری راے مین طبیعت کو جس قدر نظم کے ساتھ مناسبت ہے اتنی نثر کے ساتھ نہین - شوخی کلام - اور سلاست زبان پھر اُس پر متروکات کا لحاظ یہہ سب باتین ایسی ہین جو مبدء فیاض نے گویا خاص طور سے مصنف کو ودیعت کی ہین - غزلین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کہنہ مشق طباع شاعر انسان کے دلی جذبات کی تصویر لفظون مین کھینچکر دیکھنے اور سننے والون کے دلون پر جادو کا کام کر رہا ہے - سب سے زیادہ تعجب خیز یہہ بات ہے کہ ابھی مصنف کی عمر سولہ برس کے قریب ہے - نکتہ شناس اور سخن فہم ناظرین مصنف کا کلام دیکھکر (جو ید بیضا مین شایع ہوتا رہتا ہے) خود اندازہ کر سکتے ہین

عصر جدید - یہہ ماہوار رسالہ خواجہ غلام الثقلین صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی - وکیل ہائیکورٹ کی زیر اڈیٹری لکھنؤ سے شایع ہوتا ہے - مسلمانون کو ایک عملی سنجیدہ - اور کفایت شعار قوم بنانا اس کے مقاصد ہین - اس زمانہ مین ایسے رسائل کی جس قدر ضرورت ہے اُس سے قوم کے روشن خیال بے خبر نہین - اس لئے ہم کہہ سکتے ہین کہ اس وقت یہی ایک رسالہ ہے جو نہایت قیمتی اور مفید اغراض و مقاصد کامیابی کے ساتھ پورے کر رہا ہے حجم علاوہ ٹائٹل پیج ۔ ۱۲ صفحہ تقطیع ۲۲×۲۰ کاغذ صاف لکھائی خوشخط چھپائی عمدہ قیمت سالانہ ۔ محصول ڈاک

معیار۔ یہ اردو نظم و نثر کا اسم بامسمی ایک ماہوار رسالہ جنوری سنہ حال سے باہتمام حکیم سید علی محسن خان ایڈیٹر نخاس جدید لکھنؤ سے جاری ہوا ہے۔ اس رسالہ میں ہر طرح کے ساتھ چند قوافی مخصوص ہوتے ہیں اور ہر قافیہ کا ایک شعر بشرط انتخاب درج کیا جاتا ہے گو طبیعتوں کے موازنہ کرنے کا یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ مگر یہ پابندی اس لئے اچھی نہیں کہ بعض اشعار معمولی قوافی میں ایسے نکل جاتے ہیں جو اپنی خوبی کے لحاظ سے عمدہ قوافی پر فوقیت لے جاتے ہیں۔ یہ قاعدہ اُن طبایع کو سست اور محدود کر دے گا جو قدرتاً مضمون آفرین اور پُرگو واقع ہوئی ہیں۔ دوسرے یہ امر کہ اگر ایک طباع شاعر ایک ہی قافیہ کو مختلف پیرایہ میں عمدہ اسلوب کے ساتھ لکھے تو وہ بوجہ نہ مطبوع ہونے کے اُس سچی داد سے محروم رہیگا جس کا ہر طرح سے مستحق ہے۔ طبع آزمائی کے لئے ایک دو قافیوں کا مخصوص کر دینا کافی ہے۔ تاہم شعرا کا کلام جو رسالہ زیر ریویو میں شایع ہوتا ہے اعلےٰ پایہ کا ہوتا ہے۔ اور خصوصیت سے وہ مضمون درج کئے جاتے ہیں جو ضروریات شعر کے لئے نہایت ضروری اور کارآمد ہوں۔ اس رسالہ میں شعراء حال کا تذکرہ قلمبند کرنے کا بھی وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اس تذکرہ کی ابتدا ماہ فروری کے رسالہ میں حضرت جلال لکھنوی کے مختصر حالات سے کی گئی ہے۔ اگر یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو شعراء حال کا ایک دوسرے سے گھر بیٹھے تعارف بھی ہوتا رہے گا اور ایسا ذخیرہ بھی تیار ہوجائیگا جس سے شعراء غیر معروف کے نام کو بقاء دوام حاصل ہو۔ رسالہ کا حجم مع ٹائیٹل ۲۴ صفحہ کاغذ دبیز لکھائی اور چھپائی عمدہ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عوام سے ایک روپیہ آٹھ آنہ اور طلباء مدارس سے بشرط تصدیق ایک روپیہ۔

نظام اسلام۔ یہ مفید کتاب جناب مولانا محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی مدرس دینیات مدرسہ آصفیہ [illegible] نے تالیف کی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں نماز۔ اور دوسرے حصہ میں۔ زکوٰۃ حج روزہ کے ضروری مسائل بطور سوال و جواب نہایت سلیس عبارت میں درج کئے گئے ہیں۔ دینی مکاتب میں مسلمان بچوں کو اردو قاعدہ کے بعد اس کتاب کا پڑھایا جانا نہایت مفید ثابت ہوگا۔ عمدہ ہونے کی یہی دلیل ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سات بار مطبوع ہو چکی ہے باوجود ۸۰ صفحات کی ضخامت کے قیمت صرف ۲ رکھی گئی ہے [illegible]

جولیس قیصر

نمبر ۴

گویا ٹوئینس[1] کا مندر ہوکہ بنایا تو جاتا ہے کاسٹر اور پالکس کے نام سے مگر مشہور ہوتا ہے صرف کاسٹر کے نام سے۔

ایک دن صبح کو اہل روما جو کیپٹول[2] کی طرف گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ماریس کا بت معہ ٹروفیز[3] کے نہایت زیب و زینت کے ساتھ مرصع و مطلا اُس عظیم الشان عمارت کے مقابل نصب ہے۔ اور اُس کی کرسی پر ایسے کتبے کھُدے ہوئے ہیں جو ماریس کی ملکی و قومی خدمات کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ کون ایسا تھا جو یہ نہ جانتا ہو کہ کس نے اس بت کو نصب کیا ہے پُرانے آزمودہ کار سپاہی تو اپنے پُرانے سردار کی اس تعظیم و توقیر کو دیکھکر مارے خوشی کے

---

[1] ٹوئینس کے لفظی معنی "توام" ہیں چونکہ یہ مندر کاسٹر اور پالکس دو دیوتاؤں کے نام سے تعمیر ہوتا تھا اس لئے ٹوئنس کا مندر کہلاتا تھا۔ مترجم

[2] کیپٹول۔ روما کی وہ عمارت جس میں سینٹ کے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ دراصل یہ ایک مندر تھا جو دیوتاؤں کے بادشاہ جوپیٹر کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا مگر بعد میں اُس کے اندر سینٹ کے جلسے منعقد ہونے لگے تھے۔ یہ عمارت روما کی نہایت عالیشان اور خوشنما عمارتوں میں تھی جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقعہ ہونے کی وجہ سے اور بھی شاندار اور خوبصورت ہو گئی تھی۔ مترجم

[3] روما میں قدیم رواج تھا کہ جب کسی فوجی عہدے دار کا بت نصب کیا جاتا تھا تو اُس کے قریب کسی موقع پر بعض خاص اشیا (عموماً اسلحہ جنگ) اُس ملک کے نمایاں کئے جاتے تھے جس کو اُس فوجی عہدے دار نے فتح کیا ہو۔ اس سے یہ غرض ہوتی تھی کہ اُس فوجی عہدے دار کی بڑی فتوحات اور کارنمایاں کی یاد سب کے دل میں تازہ رہے۔ ان اشیا کو جو اس طور پر نمایاں کی جاتی "ٹروفیز" کہتے تھے یہ لفظ جمع ہے اس کا مفرد "ٹرافی" آتا ہے۔ مترجم

آبدیدہ ہو گئے۔ لیکن جولیس قیصر کے حریفون کو اس بات کا موقع ملا کہ اُس کو ملکی قانون کی خلاف ورزی کا مجرم ٹھیرا کر دل کے پھپولے توڑین۔ آخرکار جولیس قیصر کا معاملہ سینٹ کے اجلاس مین پیش ہی ہو گیا مگر جولیس قیصر نے نہایت استقلال ہاتھ سے نہ دی اور اپنی اور اپنے تجویز کی طرف سے اس زور شور کے ساتھ تقریر کی کہ سامعین دنگ رہ گئے۔ گو وہ سینٹ کی راے اپنے موافق نہ بنا سکا تاہم عوام الناس کی برانگیختگی کے خیال سے نہ تو سینٹ کو یہہ جرأت ہوئی کہ جولیس قیصر کو سزا دین نہ یہہ ہمت ہوئی کہ ماریس کے بت کو تلف کرادین اسپر عوام مین بہت خوشی منائی گئی۔

جب قیصر کا زمانہ عہدۂ ایڈائیل کا ختم ہو گیا تو اُس نے مصر کو بھیجے جانے کی درخواست کی۔ مشہور یہہ تھا کہ مصر کے متوفی بادشاہ ٹالمی نے ملک مصر کو بذریعہ اپنی وصیت کے سلطنت روما کے سپرد کر دیا ہے۔ اگر جولیس قیصر کو وہان جانے کی اجازت مل جاتی تو اُسے امید تھی کہ میرا تمام قرض وغیرہ ادا ہو جائے گا اور مین عمر بھر کو مالا مال ہو جاؤن گا مگر انھین خیالات سے سینٹ نے اُس کو وہان بھیجنا پسند نہ کیا۔ علاوہ برین وصیت کا معاملہ بھی مشتبہ تھا اور انجام یہہ ہوا کہ مصر پر اہل روما کا قبضہ ہی نہ ہوا۔ اور جولیس قیصر کو روما ہی مین رہنا پڑا لیکن وہ بہت جلد عہدہ نائب پریسیڈنٹی پر فائز ہو گیا جس کا کام یہہ تھا کہ قتل کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔

اس عہدے پر فائز ہو کر اُس نے اُن قاتلون مین سے اکثر لوگون پر ہاتھ صاف کیا جنھین سُلا نے اپنے مخالفون کے استیصال کے لئے اپنے عہد حکومت مین مامور کیا تھا۔ وہ ایک طرف تو ہر دل عزیزی مین ترقی کرتا رہا اور دوسری طرف قرضداری مین۔ روما کی تاریخ مین ۶۳ قبل مسیح ایک ایسا سال تھا جو ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اسی سال سسرو عہدۂ کانسل پر فائز ہوا اور اسی سال ایک زبردست سازش کا بھانڈا پھوٹا جس مین بہت سے نوجوان امرا شامل تھے جنکا سرگروہ لوسیس سرجیس کاٹیلینا تھا۔ اس سازش کا مقصود یہہ تھا کہ کانسل اور سران سینٹ کو قتل کر کے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا جاے اور شہر مین آگ لگا دی جاے بڑی خیر گذری کہ عین وقت پہ یہہ راز کھل گیا۔ سسرو نے جو اسپیچ سینٹ کے روبرو کیا وہ ...

کے خلاف دی وہ اُس کی تمام تقریروں سے زیادہ پُر زور تھی۔ کاٹیلائن کسی ترکیب سے بھاگ کر بچ گیا اور باغیوں کی ایک جماعت نے دوبارہ اُس کو اپنا سردار بنالیا۔ اور لوگ جو اس سازش میں شریک تھے اُن کے لئے قتل کا حکم جاری ہوا۔ لیکن اس معاملے میں باشندگان روما کی رائے کی بھی ضرورت تھی اور اُن کی حالت اس قدر باغیانہ تھی کہ اس سوال کا اُن کے روبرو پیش کیا جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ جولیس قیصر نے اس موقعہ پر ایک تقریر کی جس میں اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ باغیوں کو حبس دوام کی سزا دی جائے اس لئے کہ فوراً قتل کئے جانے سے اُن کو کوئی دیرپا تکلیف نہیں ہوسکتی اور اُن کی خطاؤں کی پوری سزا یہی ہے کہ وہ کچھ دنوں تکلیف اٹھا کر جان دیں اس کے علاوہ قتل کی سزا ایسی ہے جس کا عملدرآمد باشندگان روما کی رائے حاصل کئے بغیر نہیں ہوسکتا اور حبس دوام کی سزا سینیٹ باختیار خود تجویز کرسکتی ہے۔ کیٹو جولیس قیصر کے اس مشورے سے نہایت برہم ہوا اور اُس نے قیصر پر یہ الزام قایم کیا کہ اُس کی بھی اس سازش میں شرکت پائی جاتی ہے۔ کیٹو کی تقریر اس قدر پُر اثر تھی کہ تمام لوگوں کو یقین آگیا کہ جولیس قیصر ضرور ملک اور سلطنت کا بدخواہ اور پوشیدہ خطرناک دشمن ہے۔ اس خیال نے یہاں تک زور پکڑا کہ تمام اعیان مملکت نے جولیس قیصر کے قتل کی رائے دینے کا تہیہ کرلیا۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ جولیس قیصر ایسے ذلیل اور ناعاقبت اندیش لوگوں کی شرکت استیصال سلطنت کے لئے کبھی نہیں کرسکتا تھا عین شعلۂ فساد کی اشتعال کی حالت میں جولیس قیصر کے پاس ایک خط آیا۔ کیٹو یہ یقین کر کے کہ یہ خط ضرور باغیوں میں سے کسی شخص نے بھیجا ہے اس امر پر مصر ہوا کہ انجمن سینیٹ کے روبرو یہ خط باآواز بلند پڑھا جائے۔ مگر جب خط پڑھا گیا تو اُس کا گمان غلط ثابت ہوا اس لئے کہ وہ جولیس قیصر کے ایک دور کے رشتہ کی بہن کا خط تھا جس میں قسم کے اشتیاق آمیز اور عاشقانہ جملے درج تھے جن کا اُس دور بے حیائی میں بہت رواج تھا علی الخصوص اُس وقت جبکہ مکتوب الیہ اس قسم کا رسیا اور شوقین آدمی ہو جیسا جولیس قیصر تھا۔ کیٹو اول تو اس قسم کے مضامین سننے کا عادی نہ تھا دوسرے اُس کی

تحریک کا نتیجہ بھی خلاف نکلا اس لئے اُسے دوگونہ خجالت ہوئی اور اُس نے ترش روئی کے ساتھ وہ خط یہہ کہہ کر جولیس کے حوالے کر دیا "لیجئے تماشبین صاحب اپنا خط!"

روما کے اعیان سلطنت اس قدر برہم ہوے کہ وہ سینٹ کے اجلاس مین جولیس قیصر کو زبردستی قتل کرنے کی نیت سے گھس آئے جس کی نسبت اُن کو پوشیدہ اور خطرناک باغی ہونے کا یقین واثق ہوگیا تھا لیکن سسرو اور دیگر ممبران سینٹ نے بیچ مین پڑ کر جولیس کو بچا لیا۔ بعدہ سسرو نے سینٹ کی کثرت رائے حاصل کر کے باغیون کو پھانسی دلوا دی اس فعل کی وجہ سے سسرو کو آئندہ بہت سی زحمتون کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ پھانسی کا حکم سینٹ کے اختیارات سے باہر تھا اور سسرو نے جو محض سینٹ کے حکم پر باغیون کو پھانسی دلوا دی تو اُس کے مخالفون کو ایک حیلہ اُس کی مخالفت کا ہاتھ آگیا۔

یہہ واقعات اُس وقت ہوے جبکہ سال قریب الاختتام تھا اور سسرو کا زمانہ قونسلی بھی تمام ہونے والا تھا۔ کاٹیلینا کو ایک جنگ مین شکست ہوئی اور وہ عین ہنگامۂ کارزار مین قتل ہوگیا۔ سنہ ۶۲ قبل مسیح مین جولیس قیصر بشرکت اپنے پُرانے وفادار پالکس[1] کے پریٹری کے عہدے پر فایز ہوا۔ پہلا کام جو جولیس قیصر نے پریٹری کی حالت مین کیا وہ سینٹ کے سب سے زیادہ زبردست ممبر کوئنٹس لیٹوٹیس کیٹولس پر حملہ کرنا تھا یہہ شخص نیک نام تو بہت تھا مگر بدقسمتی سے کاٹیلینا کا دوست تھا۔ کیپٹول کے اندر جوپیٹر کا مندر جو آگ لگ جانے سے برباد ہوگیا تھا اُسکی دوبارہ تعمیر کا کام اُسکی سپرد تھا اور جولیس قیصر نے اُس پر حساب مین بے ایمانی کرنے کا الزام قایم کیا اور یہہ تجویز پیش کی کہ اِس کام کی تکمیل کی نیکنامی پامپی کو دی جاے۔ (باقی آیندہ)

---

[1] اِس لفظ مین ایک لطیف اشارہ اُس قصے کی طرف ہے جو صفحہ ۲۵ رسالہ ہذا مین بیان ہوا ہے پالکس اور کاسٹر کے مندر کا ذکر اور صرف کاسٹر کے نام سے اُس کا مشہور ہونا جو اُس موقعہ پر بیان کیا گیا ہے ناظرین کی یاد مین تازہ ہوگا۔

نیرنگ زمانہ

نمبر ۷

جب ہم اندر گئے تو ہمکو سارا سامان دعوت کا تیار ملا۔ ایک ملازم سیاہ لباس اور سفید ٹوپی پہنے کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور تھا۔ مس منینگ ٹری کا ماتمی لباس اُس کی سپید رنگت اور غمزدہ چہرے پر نہایت زیب دہ معلوم ہوتا تھا لیکن مجھے اُس کا تملق آمیز عیارانہ انداز اُس کی نیلی چتونوں کے مقابلے مین اُسی طرح غیر متناسب معلوم ہوتا تھا جس طرح اُس وقت معلوم ہوا تھا جب مین نے اُسے اول ہی اول دیکھا تھا۔ مسٹر لاسیلس ماتمی لباس مین بھی چھیلا بنا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن میری مایوسی کی اُس وقت کوئی حد نہ رہی جب مین نے ہر طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور ڈورا کو موجود نہ پایا۔ آخر جب مجھ سے نہ رہا گیا تو مین نے مس منینگ ٹری سے یہہ کہا کہ مجھے امید ہے کہ مس منینگ ٹری بعافیت ہون گی۔

مس منینگ ٹری - آہ۔ غریب ڈورا کی آپ کیا پوچھتے ہین۔ خیر اب تک تو خدا کے فضل سے اچھی ہے مگر اچھی کیا ہے اُس کی جان کا تو خدا ہی ہے۔ اُس پر یہہ صدمہ بہت شاق گذرا وہ اپنے باپ پر جی جان سے فدا تھی اور ڈاکٹر صاحب حقیقت تو یہہ ہے کہ کرنیل مرحوم مین کچھ ایسے اوصاف تھے کہ جو اُن سے ملتا تھا اُس کا دل خواہ مخواہ اُن کی طرف کھنچنے لگتا تھا

لاسیلس (اپنی کرسی کو پیچھے ہٹا کر) کرنیل مرحوم کی کیا بات ہے بیشک آدمی تھا۔ ڈاکٹر صاحب اب تو موقع اسی بات کا ہے کہ باغ مین ٹہلتے ہوئے چُرٹ پیئین۔

مین تو پہلے ہی سے ڈورا کے دیدار کا موقع ہی ڈھونڈھتا تھا اس امید پر فوراً باغ کی سیر کو تیار ہو گیا کہ شاید وہین کسی صورت سے اُس کی جھلک نظر آ جائے۔ لاسیلس آگے بڑھا اور مین اُس کے پیچھے ہو لیا ہم دونون کمرے کے پشت کے دروازے سے نکل کر پائین باغ مین داخل ہو گئے پائین باغ وسعت مین اچھا خاصا تھا مگر اُس کی ظاہری حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت

کسی نے اُس کی رونق اور زینت مین ترقی دینے کی کوشش نہین کی ہے۔ اُس کے نصف حصے پر جو جانب دست راست واقع تھا گھاس کا مخملی فرش کیا گیا تھا اور وہ ٹینس کھیلنے کے لئے مخصوص تھا اُس مین کوئی درخت وغیرہ نہ تھا لیکن اُس کے چارون طرف کھیل کے لئے کافی میدان چھوڑکر ایسے درخت لگے ہوے تھے جو مناسب وقت پر تراشے اور درست کئے جاتے تو میدان کی احاطہ بندی کے لئے ایک سبز دیوار تیار ہو جاتی۔ جانب دست چپ جو میدان چھوڑا گیا تھا گو اُس مین بھی گھاس کا فرش تھا لیکن اُس کے وسط مین ایک خوبصورت پاٹری کا درخت تھا اور پھولون کی کیاریان چارون طرف اُس کی رونق کو دوبالا کر رہی تھین۔ مین نے لاسیلس سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہہ جگہہ تو خاصی فراخ ہے۔

لاسیلس۔ جی۔ ہم تین آدمیون کے لئے تو ضرورت سے زیادہ فراخ ہے۔ شاید ہمکو عنقریب اسے چھوڑنا پڑے گا۔

یہہ کہتا ہوا وہ درختون کی جھکی ہوئی شاخون سے بچتا ہوا آگے بڑھا اور مین بھی اُس کے قدم بقدم روانہ ہوا۔ چونکہ مجھے اس بات کی تفتیش کی ضرورت تھی کہ سایہ ذرا کہان رہے گی اس لئے مین نے دریافت کیا کہ آپ رہین گے تو مسس منینگ ٹری کے ساتھ

لاسیلس۔ جی ہان۔ بالفعل تو مین مسس منینگ ٹری کا ساتھ چھوڑ نہین سکتا (ایک گلاب کی کلی پر چپٹ کا دھوان چھوڑکر) کرنیل مرحوم کو گلاب کا بڑا شوق تھا مگر ڈاکٹر صاحب زیست کا کیا اعتبار ہے ابھی کل کی بات ہے کہ کرنیل مرحوم نبات خود ان کی نگہداشت کرتے تھے۔

مین ننگے سر تھا اور دھوپ اس قدر تیز تھی کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔ لاسیلس کی باتون پر مین نے ہان مین ہان تو ملادی مگر میرا خیال اسی طرف تھا کہ کہین سایہ دار جگہہ ملے تو پناہ لون اتنے مین میری نظر انگورکی ٹٹیون کی طرف جا پڑی اور مین فوراً آگے بڑھکر اُس کے سایہ مین پناہ گزین ہوا۔ لاسیلس بھی میرے پیچھے پیچھے گھاس کو روندتا

ہوا چلا آتا تھا اور یہہ کہتا جاتا تھا " دنیا چل چلاو کی جگہہ ہی ہم آج ہین اور کل نہ ہون گے" مین چپکا اُس کے زٹل تقاضے سنتا رہا یہان تک کہ ہمارے چرٹ ختم ہو گئے اب ہم دونون مکان کی طرف واپس چلے۔ راستے مین میری نگاہ ایک اصطبل کی طرف جا پڑی جو احاطے کے ایک گوشے مین درختون کی آڑ مین تھا اور جس کا دروازہ سڑک کی طرف تھا مین نے لاسیلس سے دریافت کیا کہ آپ اِس کو استعمال نہین کرتے۔

لاسیلس - جی نہین - کرنیل مرحوم کا ارادہ ضرور تھا کہ چند گھوڑے خریدین لیکن اب تو شاید ہی ہم کو اِس کے استعمال کی ضرورت پڑے۔

جب ہم دونون بڑے کمرے کے اندر پہونچ گئے تو مین نے اجازت چاہی لیکن نہ تو مسس سینگ ٹری سے ملاقات ہوئی اور نہ پیاری ڈورا کا جمال نظر آیا اور مین فرائرس سے چل دیا۔

باب ۵

پیٹا ئلس پر

کرنیل سینگ ٹری کی تجہیز و تکفین ۸۔ جولائی کو عمل مین آئی اور اِس کے بعد ایک ہفتہ تک مجھے پری تمثال ڈورا کا کچھ بھی حال نہ معلوم ہوا اور جب تک مین کسی تقریب سے خود فرائرس کو بلایا نہ جاؤن یا اتفاقاً راستے مین پیاری ڈورا سے ملاقات نہ ہو جائے اور کوئی موقعہ نہ تھا کہ اُس کے جمال سے آنکھین منور ہو سکین۔ چونکہ لاسیلس نے اشارتاً باہر جانے کا ذکر کر دیا تھا لہذا مجھے یہہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ پیاری ڈورا انگلستان سے چلی جائے اور مجھے بات چیت کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے۔

۱۹۔ جولائے یوم سہ شنبہ کو مین ایک مریض کو دیکھنے کے لئے گیا اور اپنی گاڑی پیٹا ئلس پر چارلس شہیدے گرجے کے قریب چھوڑ دی - دوپہر ڈھل چکی تھی مگر آفتاب کی تمازت اِس قدر تھی کہ بہت سے لوگ لیمون کے درختون کے سائے مین جو قریب ہی واقع تھے بیٹھا کرتے یا بہت لگ جنہین ہیک کا پیدا تھی ادھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے۔

چونکہ مین دس بجے سے دھوپ مین پھر رہا تھا لہذا اُس وقت جب مین مریض کو دیکھکر واپس چلا تو بے اختیار میرا جی چاہا کہ تھوڑی دیر کے لئے اِن درختون کے سائے مین سستالون اور سچ تو یون ہے کہ زیادہ تر اُس پیاری صورت کے دیدار کی تمنا نے جو میری چشم تصور کے سامنے ہر وقت پھرا کرتی تھی مجکو اِس امر پر آمادہ ہونے کی ترغیب دی۔

دفعتاً میری نظر اُس پیاری صورت پر پڑی جس کے دیدار کی مجھے اِس قدر تمنا تھی یہ یجال ڈورا اُس وقت اپنے مکان کے برآمدے مین ایک طرف کو ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک کتاب کا بغور مطالعہ کر رہی تھی۔ اُس کا سیاہ ماتمی لباس اُس کے روے روشن کی چمک کو دوبالا کر رہا تھا اور اُس کے عنبرین گیسو جو کھُلے ہوے دوش نازنین پر پڑے ہوا مین لہرین لے رہے تھے اُس کے قدرتی بیساختہ پن کی دلفریبیون مین اضافہ کر رہے تھے یہہ دل لبھانے والا انداز اور اُس پر وہ قدرتی حسن ایسا تھوڑا ہی تھا کہ اُس کو دیکھکر انسان اُس کی طرف کھنچنے سے باز رہ سکے۔ اِس مقناطیسی کشش کے اثر سے مین بھی نہین بچ سکا اور راہ گیرون کے مجمع کو چیرتا پھاڑتا سیدھا اُسی طرف قدم بڑھانے لگا جدھر وہ جادو نگاہ ایک استغراق کی حالت مین بیٹھی ہوئی مصروف مطالعہ تھی۔ اُس وقت کی بیصبری بھی میری کچھ نہ پوچھئے فرط شوق سے یہہ چند قدم کا راستہ پہاڑ اور یہہ چند جریب کا فاصلہ میلون دور معلوم ہوتا تھا آخر بیتابی نے مجھے ہانپتا کانپتا اُس حسن کی دیوی کے سامنے لا کھڑا کر دیا لیکن فرط رعب سے مجھے یہہ جراٴت نہ ہوئی کہ اُس کی معروفیت مین از خود مخل ہون اور مین خاموش کھڑا ہو کر اِس بات کا انتظار نہایت شوق سے کرنے لگا کہ کب اُس کی جادو بھری نگاہین کتاب کے صفحون سے اُٹھکر میری طرف پڑین اور کب مین تسلیم خم کرون آخر اُس نے اپنا جھکا ہوا سر اُٹھایا اور مجھ سے آنکھین چار کین۔ مین نے فوراً تسلیم کی اور کہا۔

مین مِس ہیننگ تُم تو عید کا چاند ہو گئین۔

ڈورا (دلفریب تبسم کے ساتھ) عید کا چاند کیا ہو گئی ہین تو دنیا سے غایب ہی ہو گئی تھی مین تو اِس کتاب کے مصنف یا مصنفہ کو (جو کوئی ہو) دل سے دعا دیتی ہون کہ اُس نے دنیا و مافیہا کو بھُلا دیا۔ (باقی آیندہ)

بخل و اسراف

کہا بخل سے یہ تبذّر نے اک دن کہ اے دشمنِ راحت و تیرہ باطن
نکال و ملال و صعوبت کے بانی بہارِ جہان مین خزان کی نشانی
ترفّہ سے بیزار عشرت پہ مفتون اصولِ جہان سے جدا تیرا قانون
بنا دے تو دولت سی شے کو بھی پتھر امیرون کو کر دے غریبون سے بدتر
نہ کھانا نہ پینا صدا ہے یہ تیری زمین دوز ہو زر دعا ہے یہ تیری
کوئی گرسنہ بھوک سے جان بلب ہو کوئی بے نوا صرف رنج و تعب ہو
شتا مین برہنہ کوئی خستہ تن ہو دیا کوئی مُردہ پڑا بے کفن ہو
توقع نہین تجھ سے جو دام دے تو اگر دے بھی ظالم تو دشنام دے تو
جو ہین تیرے محکوم سب خوار و خستہ ترے جتنے پیرو ہین از ہم گسستہ
سنا بخل نے جب خطابِ تبذّر کیا اس طرح رفع اپنا تکدّر
کہ تو کوتہ اندیش ہے کم نظر ہے فوائد کی میرے تجھے کیا خبر ہے
مین عشرت کی شیدا نہ راحت کی دشمن جہان کی بلاؤن کا ہے تو ہی مخزن
نہ پیرو مرا کوئی خستہ جہان مین جو خستہ بظاہر تو بستہ جہان مین
میسّر ہی ہین وہ کہ دو دن تو بانکے از ان بعد چیتھڑون سے ہین تن کو ڈھانکے
ہلاکت جسے کہتے ام الجرایم وہ ام الجرایم ترے دم سے قایم
نصیحت ہے میری کہ دنیا ہے فانی ہے بہتر جو کچھ چھوڑ جاؤ نشانی
جہان تک ہو ممکن کفایت کرو تم بہت اشتہا ہو تو تھوڑا سا کھاؤ
طریقِ میانہ ہے عشرت پسندی صفت ادنیٰ [illegible]
[illegible] [illegible]

دو روزہ تنعم ہے مخزن زبان کا | ذرا پاس تو کیجئے پس ماندگان کا
اثاثہ اگر ہے تو سویم بھی ہوگا | مصلی بھی آئین گے چہلم بھی ہوگا
اڑا دو گے دولت تو ہے یہہ نتیجہ | کہ ہوگا مرے پیچھے دوجا نہ تیجہ
کہان سے کفن آئے بیوی ہی غمگین | جگہہ فاتحہ کی ہے بیٹون کی نفرین
کہ بابا تو کھا پی عدم کو سدھارے | مصیبت یہہ چھوڑی ہی سر پر ہمارے
تری پیروی مین بتا کیا دھرا ہے | گرفتار غم تیرا ہر مبتلا ہے
تو وہ ہے کہ ہے رنگ مین تیرے سرخی | مگر ذائقے مین ہے تلخی و تندی
وہ شربت ہے تو جو سراپا ضرر ہے | مین ہون تلخ معجون پر اچھا اثر ہے
جہان تو ہو سب لوگ شیون کنان ہون | جہان مین ہون لوگون کے کیسے گران ہون
جو ہو پاس پیسا تو حضرت فدا ہین | جو کیسہ ہو خالی تو بس پھر معما ہین
جو ہو بزم عشرت تو گاؤ بجاؤ | جو ہو شام غربت تو بس بھاگ جاؤ
مخالف نے کی او سیہ اس طرح حجت | کہ اے تیرہ اطوار مذموم خصلت
یہہ احسن کو اقبح کا جامہ پنہانا | یہہ صالح کو طالح بنا کر دکھانا
زبان پر بھلائی تو دل مین برائی | یہہ کیا جو فروشی و گندم نمائی
مرے روبرو اور یہہ گفتار تیری | مقابل مین شہ کے گدا کی دلیری
کہان اتنی ہمت اٹھے نفس سے تو | عمل حکم شیطان پہ اٹھا کرے تو
جہاد کبیرہ کا کرکے بہانا | خباثت کا ہے تجکو جوہر دکھانا
مثل شیخ جی کی مجھے یاد آئی | کہ جا کر خرابات مین مے اڑائی
تنعم ترنم مین تھے محو عشرت | نہ چھوڑی زمانے کی کوئی بھی بدعت
جو پوچھا کسی نے یہہ جنجال کیا ہی | اجی شیخ جی آپ کا حال کیا ہے
تو بولے کہ تھی نفس کو اِن سے نفرت | ہوئی اس لئے لازم اِن سے مجھے رغبت

کہے نفس تم سے کہ خیرات کیجیے — تو لازم ہے سائل کو دشنام دیجیے
طبیعت کی خواہش ہو گر کیسے جانا — تو تم دیر میں جا کے شرنا بجانا
کہے دل جو تم سے پڑھو پنجگانہ — تو بھولے سے تم سوئے مسجد نہ جانا
ز تغییر معکوس کر مرد مجنون — ہے استغنا قلب کا موجود مضمون
کفایت نے کب بھوکوں مرنا بتایا — یہ کیا دودھ میں تو نے پانی ملایا
لئے خوب معنی کلو و اشربو کے — کہ تم کھاؤ روٹی بہت ہو جو بھوکے
نہ خیرات دینا نہ اکرام کرنا — پس اندوختن اندوختہ پیچھے مرنا
یہ مرنے کی اچھی سنائی سنانی — کہی خوب پس ماندگان کی کہانی
پس مرگ گالی ہو یا فاتحہ ہو — کوئی جیتے جی کیوں کسی کا برا ہو
خسیسوں سے نالان ہے اولاد کی — یہی ہے شب و روز فریاد ان کی
کہ یارو کرو کچھ ادا حق یاری — یہی دوستی ہے ہماری تمہاری
طریقہ بتاؤ کہ باد اسد جارین — تو پیتھر کے نیچے سے تھیلی اٹھارین

ہم ذیل میں مکرمی منشی ولایت علی صاحب بلرامی بلند شہری کی وہ غزل درج کرتے ہیں جس کی شہرت و مقبولیت اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اب وہ محتاج اشاعت نہیں لیکن ممکن ہے کہ دور دراز مقامات میں جہاں رسالہ ہذا کی رسائی ہے یہ غزل مشہور نہ ہوئی ہو۔ لہٰذا ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے

غزل

تبسم سے وہاں خالی نمکدان ہوتے جاتے ہیں — یہاں زخم جگر ریس ریس کے گریان ہوتے جاتے ہیں
تمہارے مصحف عارض سے اتنا ربط گیسو کو — خدا کی شان ہے کافر مسلمان ہوتے جاتے ہیں
غضب ہے گدگدایا پھر کسی کے عشق پنہان نے — ہمارے ہاتھ مصروف گریبان ہوتے جاتے ہیں
کہیں کیا ان سے کوئی قصۂ غم اک تماشا ہے — میں دردِ دل سناتا ہوں وہ خندان ہوتے جاتے ہیں
نہیں بے وجہ تعویذوں کا رہنا ان کے سینے پر — یہ فتنے اٹھتے جوبن کے نگہبان ہوتے جاتے ہیں
جو کہیے ان سے مشتاق جفا تم ہوتے جاتے ہو — تو فرماتے ہیں شوخی سے کہ ہاں ہم ہوتے جاتے ہیں
خیال آتا ہے ان کو وصل کی جب بے حجابی کا — مرا منہ تکتے جاتے ہیں پشیمان ہوتے جاتے ہیں
ادھر خنجر گران ہے ادھر بہت سخت جانی ہے — کہ عاجز نازکی سے دست جانان ہوتے جاتے ہیں
نکالا ہے نشانہ کون سا ناوک فگن دل میں — نکل کر تیر پہلو سے رگ جان ہوتے جاتے ہیں
کہاں وحشت کہاں یار ان کہاں [illegible] — یہ چلنے عشق کے آنسوں [illegible] جاتے ہیں

غزلیات طرح

مصرعہ طرح - نالے نہین ہین آج تو یا آسمان نہین

اختر- جناب مولوی محمد عبدالغفار خان صاحب بی اے الہ آبادی تلمیذ حضرت [illegible]

یون تو متاعِ دل کسی دو جہان گران نہین
سودا ہو جب کہ تم بھی کہو منہ سے ہان نہین

تیرے ستم کشیدہ کے اب تن مین جان نہین
یہ وقت تعزیت ہے دم امتحان نہین

یوسف ہوئے جو قید تو بولا جنونِ عشق
کچھ عاشقون کے واسطے بندِ گران نہین

کیا حسن انتظام ہے عالم ہے تجھ پہ غش
تجھ سا اگر نہین تو ترا پاسبان نہین

واماندگی کا شکر ادا کس زبان سے ہو
لب تک بھی اب تو ضعف سے آتی فغان نہین

ضد کچھ نہین ہے مجھ سے وہ عادت کو کیا کرین
کچھ غیر پہ بھی خیر سے وہ مہربان نہین

گستاخیِ عدو پہ ہو خاموش کس لیے
کیا اب دہن نہین کہ دہن مین زبان نہین

تو رو رہی ہے اپنی تنک ظرفیون سے شمع
مین بھی تو جل رہا ہون کہ مطلق دھوان نہین

دیدار کا تصورِ جانان مین ہے مزا
اور لطف یہ کہ یار سے نگہ درمیان نہین

سوزِ غمِ فراق سے اختر کی قبر مین
اک ڈھیر راکھ کا ہے فقط استخوان نہین

ارشاد- جناب محمد قاسم علی خان صاحب تلمیذ حضرت یمین السلطنت نواب مدار المہام ریاست حیدرآباد دکن مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر و استاد جناب مہاراجہ صاحب بہادر سمستان علاقہ حیدرآباد دکن

پہلو مین دل نہین تو دہن مین زبان نہین
یعنی طریق عشق مین رسم فغان نہین

شمع نجوم و شمس و قمر طور و آئینہ
جلوہ فروغ حسن کا تیرے کہان نہین

ہے عشق ہی سے حسن کی سب قدر و منزلت
بلبل نہ ہو تو گل کا کوئی قدردان نہین

لیتے ہین آپ کو ہے پس و پیش کس لیے
اک بوسے کے عوض تو مرا دل گران نہین

شاید ہوا ہے دفن کوئی سوختہ جگر
بے وجہ یہ زمین سے نکلتا دھوان نہین

ہو جائے مجھ نوازشِ شاہانہ یا حسین
ارشاد کا حضور سے مقصد نہان نہین

بیکل - جناب سید دولت علی صاحب متوطن علیگڈھ

عالم مین تیرے حسن کا جلوہ کہان نہین
دلدادہ تیرا کون سا پیر و جوان نہین

حال دل خراب سناؤن مین کس کو آہ
جز بیکسی و یاس کوئی رازدان نہین

اللہ رے رعب حسن کہ اس بت کے سامنے
مین چپ ہون اس طرح سے کہ گویا زبان نہین

مین اس سے عرض حال کرون کس امید پر
وہ آشنائے لذت درد نہان نہین

غزل عطیہ حضرت ظہیر دہلوی مدظلہ العالی

راحت پسند شوخی دور زمان نہین
تم مہربان ہوے تو فلک مہربان نہین

خاطر مین کچھ نشیب و فراز جہان نہین
اپنی زمین شعر مین بھی آسمان نہین

ادنی ستم بھی درخور ایثار جان نہین
ایسے پہ جان جاے تو اپنا زیان نہین

کس منھ سے یہ کہون کہ تری شوخیان نہین
اتنا تو دشمنی مین نہیب آسمان نہین

مشکل ہے اے فلک ترے نالون کی روک تھام
نے کی نوا نہین ہے جرس کی فغان نہین

بخت و سپہر و غیر ہین سب دشمن دل
ہین آپ مہربان تو کوئی مہربان نہین

آتے مزے انھین بھی سوال و جواب کے
قاصد کے منھ مین ہاے ہماری زبان نہین

اللہ رے تند خو تری نازک مزاجیان
دشمن کی شوخیان مرے دل پر گران نہین

راہ وفا مین غیر نے رکھا نہین قدم
کوچے مین اس کے ایک بھی ثابت نشان نہین

مجکو بھی اب تو غیر سے ہین بدگمانیان
یہ کیا ہوا کہ تجکو سر امتحان نہین

طعنون مین وصل غیر کے اب کیا مزا رہا
بے سود سب گلے ہین کہ تو سرگران نہین

افسوس دل نے بھی نہ دیا وقت بد مین ساتھ
قاصد کے ساتھ کیون مرے نالے روان نہین

ہو دشمنی تو کچھ نہ گلا دوستی کرون
مین دیکھتا ہون غیر بھی کچھ شادمان نہین

آزاد ہوکے دام سے جائین کہان اسیر
اتنے رہے ہین دور کہ یاد آشیان نہین

بے مہری فلک سے ہراسان ہو کیون ظہیر
کیا اٹھ گیا ہے فضل خدا سے جہان نہین

ناطق سید نور علی صاحب مدرس مدرسہ چھپرہ ضلع رائے بریلی تلمیذ جناب جوہر

کس نوحہ خوان کے عشق نے مجکو کیا خموش
مین اس طرح سے چپ ہون کہ گویا زبان نہین

جور فلک سے بھاگ کے جائین کہان
وہ کون سی زمین ہے جہان آسمان نہین

بڑھکر ہے آسمان سے اپنی زمین شعر
عاشق یہہ وہ زمین ہے جہان آسمان نہین

فطرت۔ جناب منشی عبدالستار خان صاحب رئیس پیپر ضلع رائے بریلی

پہلو مین جب سے ہاے وہ آرام جان نہین
میرا سا دل جہان مین کسی کا طپان نہین

سن لو مرا فسانہ تو ہو جاؤ بیقرار
فرہاد و قیس کی تو مری داستان نہین

باقی بہت ہے رات نہ گھبرائیے حضور
آواز پاسبان ہے یہہ شور اذان نہین

تمکو بہار حسن پہ بیجا یہہ ناز ہے
وہ کون سا چمن ہے کہ جس کو خزان نہین

باغ سخن مین اپنے ہمیشہ بہار ہے
فطرت یہہ وہ چمن ہے کہ جسکو خزان نہین

نشتر۔ جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندرآبادی تلمیذ خنجر

کیجے بھی مجھ پہ وار کوئی درمیان نہین
عاشق کو ایک بات ہے یہہ امتحان نہین

ہم نے سہے ہین اُن سے جفاکار کے ستم
اپنی نظر مین کچھ ستم آسمان نہین

نشتر ہر ایک شے مین اُسی کا ظہور ہے
حمدِ خدا ے پاک کے قابل زبان نہین

وفا۔ عالیجناب نواب محمد عمر خان صاحب خلف عالیجناب نواب برق جنگ بہادر حیدرآباد دکن تلمیذ حضرت صفی و حضرت جلیل مدظلہم

کچھ تو سوال وصل پہ کہنا تھا ہان نہین
خاموش آپ ایسے ہین گویا زبان نہین

بادِ خزان نے باغ مین جھاڑو سی پھیر دی
بلبل نہین بہار نہین باغبان نہین

تارے فلک پہ پھول کھلے ہین زمین پر
آنکھین جو ہون تو حسن کا جلوہ کہان نہین

قیمت وہ اک نگاہ کی لیتے ہین جان و دل
مجھ سے جو کوئی پوچھے تو سودا گران نہین

دل مین بھی دردِ عشق جگر مین بھی دردِ عشق
اب تم سے کیا بتاؤن کہان ہے کہان نہین

انداز دلربا ہے ترا ناز دل ستان
کیونکر کہون کہ دل کا کوئی قدردان نہین

چوری لگاؤ دل کی مری کیا مجال ہے
چتون پہ ہے گمان مجھے تم پہ گمان نہین

رکھتا تھین گلے سے لگا کر تمام عمر
مجبور ہون کہ بس کا مرے آسمان نہین

کتنے رقیب ہین مرے اس کو نہ پوچھئے
کیا آپ کا فریفتہ سارا جہان نہین

محشر بپا ہے شوخیِ رفتار دیکھئے
اور اس کو دیکھئے کہ ابھی وہ جوان نہین

چلتا ہے اب زمانہ تمہاری نگاہ پر
تم مہربان نہین تو کوئی مہربان نہین

وہ دل کہ جس پہ خلق کی اُٹھتی تھین انگلیان
ایسا مٹا کہ اب کہین نام و نشان نہین

معشوق سے پیام محبت محال ہے
قاصد ترا بیان ہے یہہ اُس کا بیان نہین

وہ بیکسی ہے ابکہ سوا تیری یاد کے
ہمدم نہین رفیق نہین مہربان نہین

سمجھا ہے ہمکو کیا وہ بتا دین گے ہم وفا
نالے نہین ہین آج تو یا آسمان نہین

وفا۔ جناب قاضی سید محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

دم بھر بھی رنج و درد و قلق سے امان نہین
گویا غمون کا گھر ہے سرائے جہان نہین

رونا ہے زندگی کے لیئے یہہ فغان نہین
بلبل کی موت آئی ہے فصل خزان نہین

سُنیئے حضور شوق سے شکوے رقیب کی
یہہ ہم سے غمزدون کی کوئی داستان نہین

پھر کیون ہمین مآل پہ اپنے نہین نظر
غفلت نہین جنون نہین خواب گران نہین

سچ ہے لحد سے بڑھ کے نہین کوئی جاے امن
یہہ وہ زمین ہے کہ جہان آسمان نہین

خاموش کیون ہین آپ سوال وصال پر
کہدیجیئے خدا کے لیئے کچھ تو ہان نہین

جوبن پہ داغ سینۂ عاشق ہین ہر گھڑی
گلزار ہے یہہ وہ جسے خوف خزان نہین

اے برق ہم سے خانہ بدوشون کو خوف کیا
دو تنکے رکھ ہی لین گے اگر آشیان نہین

دردِ فراق سے   ہمہ تن درد ہوگیا
اب تم کو کیا بتاؤن کدھر ہے کہان نہین

دو گز جہان زمین ملی پڑ کے سو رہے
ہم جیسے بے گھرون کا ٹھکانا کہان نہین

نفرت ہے اس قدر مری صورت سے آجکل
آتے ہی پوچھتے ہین وفا تو یہان نہین

یقین۔ قاضی محمد یقین صاحب رئیس بلول ضلع گوڑگانوان

مجھ پر ہی کیا وہ غیر پہ بھی مہربان نہین
اُس بے وفا سے مل کے کوئی شادمان نہین

میرے جگر کے زخم ہمیشہ ہرے رہے
یہہ وہ بہار ہے جسے خوف خزان نہین

ہم جانتے ہین لذت ضبط فغان مگر
مجبور ہین کہ طاقت ضبط فغان نہین

ہمکو ملا نہ چین لحد مین بھی بعد مرگ
سُنتے تو تھے کہ زیر زمین آسمان نہین

اس نازکی پہ قتل کرے گا کسی کو کیا
قاتل کا امتحان ہے مرا امتحان نہین

دیکھو تو رعب حسن نے کیا بے خبر کر دیا
مین چپ کھڑا ہون جیسے دہن مین زبان نہین

کہدو فلک سے اہل سخن نادرین یقین
سچ تو یہہ ہے کہ آپ سا شیرین بیان نہین

غزلیات تازہ غیر طرح

غزل جناب منشی سید ولایت علی صاحب باران بلند شہری

بھوین تنتی ہین کیون ہر بات پر خنجر نکلتا ہی
یہ آخر کس پہ بگڑے ہو یہ کیون تیور بدلتا ہے

بہار آتی ہے شاید پھر وہی شورش ہی سینے مین
کھلی جاتی ہین باچھین زخم دل رنگت بدلتا ہے

خزان بھی ہو چکی اور فصل گل بھی جا چکی آکر
یہ نخل آرزو کیا جانے کس موسم مین پھلتا ہے

یہی ہجر بتان ہے کیا اسی کا نام الفت ہی
کوئی بیٹھا ہوا اندر ہی اندر دل مسلتا ہے

نہ ملئے وصل کا وعدہ نہ لیجے خیر کیا ڈر ہے
مگر یہ بھی سمجھ لیجے کہ ہونا ہو کے ٹلتا ہے

کہین چپکے سے سوتے مین ترے کاکل کو چھو نکلا
ہر اک جھونکا نسیم صبح کا نخوت سے چلتا ہے

وہ شرماتے ہوے کس ناز سے خلوت مین آتے ہین
کبھی محرم کو کستے ہین کبھی دامن سنبھلتا ہے

سر محفل یہ کسکو تاڑتا مڑ مڑ کر کن انکھیون سے
یہ کیسی بجلیان گرتی ہین خنجر کس پہ چلتا ہے

یہ جھوٹا پیار رہنے دیجئے باران سے کیا مطلب
یہ اظہار محبت کیون یہ نقرہ کس پہ چلتا ہے

غزل جناب منشی محمود حسن صاحب عشقی ڈاسنوی

جتاتے ہین نگاہ شرمگین سے
ادھر دیکھو ہم آتے ہین کہین سے

ٹپکتا ہے غضب چین جبین سے
بگڑ کر آئے ہو کیا تم کہین سے

یہ پوچھو اپنی چشم شرمگین سے
کہ کیا لوگی دل اندوہگین سے

مری تقدیر سازش کر گئی ہے
تری زلفون سے با چین جبین سے

چھپانا ہی پڑا راز محبت
لگا کر دل کسی پردہ نشین سے

وہ کیون ہان کرکے خود آفت خریدے
کسی کا کام جب نکلے نہین سے

ترا کوچہ مبارک تو سلامت
ہمین کیا واسطہ دنیا و دین سے

شبیہ یار دل پر کیون نہ کھینچی
شکایت ہے یہ صورت آفرین سے

نئی شوخی ہے تیرے نقش پا مین
نیا فتنہ نہ پیدا ہو زمین سے

عیان ہو جائے گا راز محبت
نہ پوچھو اشک عشقی آستین سے

[illegible] منعقدہ [illegible] فروری ۱۹۰۶ء

حاضرین جلسہ

[illegible] صاحب چیرمین سکٹوری کرشن صاحب ، حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبران

[illegible] منعقدہ ۱۱ - فروری ۱۹۰۶ء)

[illegible] ماہ گذشتہ - ملاحظہ ہوئیں -

[illegible] سب کمیٹی مال منعقدہ ۲ - فروری ۱۹۰۶ء - منظور ہے -

[illegible] سب کمیٹی پل ہائے منعقدہ ۲ - فروری ۱۹۰۶ء منظور ہے -

[illegible] سب کمیٹی چنگی منعقدہ - فروری ۱۹۰۶ء - منظور ہے -

[illegible] سب کمیٹی تعمیرات منعقدہ ۱۳ فروری ۱۹۰۶ء - منظور ہے -

[illegible] فہرست عہدہ غیر مستقل موجودہ عملہ مستقل کی فہرست جلسہ عام میونسپل بورڈ منعقدہ [illegible] کے ریزولیوشن نمبر میں منظور کیگئی تھی اُس کے بعد بعض تغیرات وقوع میں آئی [illegible] فہرست منسلکہ میں درج ہے اُن کے لئے تفصیل وار بجٹ کی منظوری کافی [illegible] ضابطہ ضروری ہے لہذا فہرست منسلکہ تاریخ تقرری عہدہ ہائے منظور [illegible] ہے -

[illegible] الٰہی بخش سیٹھ وکلو اخاکروب بمشاہرہ [illegible] [illegible] منظوری [illegible] کی حسب تفصیل ذیل [illegible]

[illegible]

ہو جائے تو سکرٹری صاحب بر وقت ملنے خبر کے فوراً ہاک کرادیں۔

دفعہ ۹۔ کاغذات متعلق آراضی نزول نمبر ۹۶ و ۹۹ معروف کھنڈر پیش ہوئے جلسہ عام منعقدہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء
کے رزولیوشن نمبر ۳ میں یہ تجویز ہوا تھا کہ ورثا لعلی جان سے دریافت کیا جائے کہ وہ دست بردار ہوتے ہیں یا نہیں
اس کی تعمیل کی گئی اور اس کی دست برداری سے انکار کیا گیا لہذا گورنمنٹ عالیہ سے درخواست کی جائے
کہ آراضی نزول نمبر ۹۸ و ۹۹ جس پر مسمی گنگا بخش بحیثیت لڑکے اور وارث مسمی لعلی جان متوفی کے بطور
کاشتکار دخیلکار کے قابض ہے بذریعہ ایکٹ حصول آراضی دلائی جائے۔ وجوہات حصول آراضی مذکور
جو سب کمیٹی حفظان صحت منعقدہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کے رزولیوشن نمبر ۱ میں درج ہیں بورڈ منظور کرتا ہے
اور تجویز کرتا ہے کہ رزولیوشن مذکور کی ایک نقل مع نقشہ و خسرہ آراضی مذکور کے حسب ضابطہ گورنمنٹ عالیہ کی
خدمت میں بھیجی جائے۔

دفعہ ۱۰۔ مضمون اقرارنامہ جات ٹھیکہ جات سالانہ بابتہ سال سنہ ۱۹۰۷ء ملاحظہ ہوئے اور منظور کیے گئے۔

دفعہ ۱۱۔ گورنمنٹ آرڈر نمبر ۶۷۶/۲ مورخہ ۷ فروری سنہ ۱۹۰۶ء مشعر دیے جانے بعض حقوق اور رعایتوں کے
ملازمان گورنمنٹ و دیگر اشخاص کو واسطے جانے کسولی انسٹیٹیوٹ کے جب ان میں سے کسی کو زہریلے جانور نے کاٹا ہو
پیش ہو کر تجویز ہوا کہ جو شرائط اور حقوق گورنمنٹ عالیہ ہند نے بذریعہ اپنے حکم نمبری ۱۰۹ مورخہ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء
اپنے ملازمان کے حق میں تجویز فرمائے ہیں انہیں میونسپل بورڈ ہذا اپنے ملازمان کے حق میں بھی منظور کرتا ہے۔

دفعہ ۱۲۔ یادداشت سکرٹری میونسپل بورڈ دربارہ تخفیف عملہ کوٹائی سڑک بوجہ نہ ہونے گنجائش سال
آیندہ کے پیش ہو کر تجویز ہوا کہ چونکہ ابھی کنکر کا اسٹاک باقی ہے جو ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء میں ختم ہوگا لہذا
یکم اپریل سنہ ۱۹۰۷ء سے عملہ کوٹائی سڑک تخفیف کیا جائے۔

دستخط عبد الغفار بی۔اے سکرٹری   دستخط کنور گردھر کرشن وائس چیرمین

روئداد جلسہ خاص میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۷ء

حاضرین جلسہ۔ کنور گردھر کرشن صاحب وائس چیرمین۔ کنور سری کرشن صاحب و حکیم
محمد فضل عالم صاحب ممبران (بعد التوائے جلسہ منعقدہ ۱۶ فروری سنہ ۱۹۰۷ء)

دفعہ ۱۔ قواعد انتظام و معائنہ مذبح میونسپل بورڈ سکندرآباد منظور شدہ گورنمنٹ عالیہ اترپردیش
گورنمنٹ اشتہار نمبر ۲۲۹ / ۱۱-۳۶۷-۲۲-سی مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء پیش ہو کر تجویز ہوا کہ
یکم اپریل سنہ ۱۹۰۷ء کو قواعد نفاذ پذیر ہوں۔

دستخط عبد الغفار بی۔اے سکرٹری   دستخط کنور گردھر کرشن وائس چیرمین

دی آیرن فاونڈری اینڈ جنرل ملز سکندر آباد

یعنی

انجن اور مشینون کے ذریعہ سے کام کرنے والا کارخانہ

اس کارخانے مین اسٹیل ولوہے اور پیتل اور لکڑی وغیرہ کا ہر قسم کا کام تیار ہوتا ہے - لوہے وغیرہ کا ہر قسم کا کام یعنی ڈھلائی اور بغیر ڈھلائی اعلا باریک اور معمولی نہایت صفائی اور پائداری کے ساتھ بنایا جاتا ہے -

چونکہ ہم نے بڑی کوشش اور تلاش سے اس کارخانے مین ایسے چیدہ اور منتخب دستکار رکھے ہین جن مین بعض کی صنعت و دستکاری ضلع اور کمشنری ہذا مین مسلم ہے اور چونکہ ہمارے کارخانے مین مشینین وغیرہ اعلیٰ درجہ کی ہین لہٰذا ہم بغیر اندیشہ تردید کے یہہ دعویٰ کرتے ہین کہ ہم ہر قسم کے لوہے اور پیتل وغیرہ کی مشینین جو اہل یورپ کا سرمایہ ناز ہین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کر سکتے ہین - جن مین علاوہ بھلی اور خوبصورت اور پائدار اور ہر طرح سے مکمل ہونے کے یہہ وصف بھی ہوگا کہ قیمت مین بمقابلہ ولایتی مال کے ارزان ہون گی - ہر قسم کی ولایتی مشینون کی درستی اور مرمت بھی بخوبی کر سکتے ہین ہم نے آٹا پیسنے کا بھی مکمل سامان کر لیا ہے جس سے ہر قسم کا آٹا اور معدہ تیار کرتے ہین - ہمارے کارخانے کا تیار شدہ آٹا بالکل ٹھنڈا نکلتا ہے اور یہہ ایسی صفت ہے جو ہر کارخانے کو میسر نہین ہو سکتی - چونہ کا بھٹہ لگانے اور مشین کے ذریعہ سے چونہ پیسنے کا انتظام بھی معقول طور پر ہو رہا ہے - اور عنقریب یہہ ضروری کام بھی اس کارخانے مین انجام پذیر ہوا کرے گا -

ہم اپنے اہل ملک کو عموماً اور اپنے ضلع کے روسا و دیگر اصحاب کو خصوصاً اُن فوائد کی طرف توجہ دلاتے ہین جو اس کارخانے کے قیام سے حاصل ہو سکتے ہین - اور امید کرتے ہین کہ اُن کی سرپرستی سے ہم اس کارخانے کو اپنے اور اُن کے لئے مفید بنانے مین کامیاب ہون گے -

جملہ خط و کتابت بنام کنور کرتا کرشن صاحب رئیس سکندر آباد ضلع بلند شہر منیجنگ پروپرائٹر کارخانہ ہذا ہونی چاہیے -

المشتہر

منیجر کارخانہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۰۷

ید بیضا

جلد ۲ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۷ء | نمبر ۴

اڈیٹر حکیم سید محمد سعید خنجر سکندر آبادی

مقام اشاعت سکندر آباد ضلع بلند شہر

فہرست مضامین

مطبع منشی ہر پرشاد بلند شہر میں چھپا

تربیت کی اہمیت اور علیگڈھ کالج

مندرجہ بالا عنوان پر جو مضمون ہمارے محترم دوست اختر الہ آبادی کے پُرجوش دل سے نکل کر صفحۂ قرطاس پر آیا ہے اُس کو دیکھکر ناظرین یوں بھی کہتے کہ یہ مضمون اس قدر مدلل نہیں ہے جس قدر کہ پُرجوش ہے۔ لیکن ۳۰ اور ۳۱ مارچ کے جلسہ طلباے سابق میں جو واقعات وقوع میں آئے اُنھوں نے معاملات کی یہاں تک کایا پلٹ دی کہ مضمون ہی بیکار ہوگیا اور شاید اگر لایق مضمون نگار کو اب موقعہ مل جاتا تو وہ مضمون کی بھی کایا پلٹ دیتے لیکن افسوس یہ ہے کہ اُدھر تو مصالحت ہو رہی تھی اِدھر یہ مضمون چھپ رہا تھا۔ اُدھر تو پرنسپل صاحب کمال فراخدلی سے استدعا کر رہے تھے کہ پچھلے واقعات کو بالکل بھلا دو اور سمجھ لو کہ کالج کی تاریخ کا ایک نیا باب آج سے شروع ہوتا ہے۔ اِدھر اُن پر یہ تانیں پڑ رہی تھیں۔ اُدھر تو ضبط نفس کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ اِدھر نذر کرنے والے جوش کے ساتھ خفقان کی اور اخلاص اشتیاق کو دلوں میں سنائی جا رہی تھیں۔ اُدھر تو وظائف کے دیے جانے کا بُرا طریقہ مسدود کیے جانے کا رزولیوشن پاس کیا جا رہا تھا اِدھر اس کے انسداد کے لیے سرسید کی روح کو اعلے علیین سے اُتر کر آنے کی تکلیف دی جا رہی تھی۔ غرض جن تاریخوں میں یہاں دھواں دھار جھاڑ چھپ رہی تھی انھیں تاریخوں میں وہاں مصالحت مستقل کی اور ضبط نفس کی مثالیں قایم کی جا رہی تھیں۔ اب ہم مجبور ہیں اور لایق مضمون نویس معذور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم خوشی ظاہر کریں یا افسوس کیونکہ ایک طرف تو ہمارے رسالے کا ایک مضمون ہی بیکار ہو گیا اور دوسری طرف ایک بڑا قصہ طے ہو گیا جس کی طرف ساری قوم کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔

ہم کو سابق طلبا کے مباحث اور رزولیوشنوں کے حالات معلوم ہوئے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس معاملہ کے متعلق جو طریقہ ہمارے پختہ کار تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اختیار کیا ہے وہ شور غل غپاڑے سے خالی اور کامیابی کا نہایت معتبر ذریعہ ہے۔ ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ موجودہ طلباے کالج اُن سے واقف ہیں اور ہم کو اُن نونہالان قوم سے جو ابھی تعلیم پا رہے ہیں یہ امید رکھنا چاہیے کہ وہ متانت سنجیدگی اور ضبط نفس میں اپنے بڑے بھائیوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے اور اپنے لایق مربی مسٹر علی امام کی نصیحت کو یاد رکھیں گے یعنی اس امر کو بخوبی ذہن نشین کر لیں گے کہ زمانہ طالب علمی کا جوش خرچ کرنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ ذخیرہ رکھنے کے لیے تاکہ پختہ کار اور تجربہ کار ہو کر قومی انجن چلانے کے لیے یہ اسٹیم مناسب طور پر کام میں لائی جا سکے۔ اُن کے بڑے اور زیادہ تجربہ کار بھائیوں نے متانت اور سنجیدگی کا عملی سبق اُن کے درمیان میں بیٹھکر اُنھیں دیا ہے۔ اب چھوٹے بھائیوں کو لازم ہے کہ اس سبق کو ازبر کر لیں اور ننگ خاندان بننے کے دھبے سے اپنے دامن کو بچائیں۔ اُن کی فریادوں کا بہت بڑا حصہ غور سے سنا گیا ہے اور اب اُن کو صبر و استقلال کے ساتھ نتایج کا انتظار کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ شور و شغب سے متین اور فہمیدہ لوگوں کی ہمدردی اُن کی طرف [illegible] اور پھر اُن کو وہی مصیبتیں بے کسی کی حالت میں بھگتنی پڑیں جن سے نجات دینے کے لیے اس وقت اُن کی آواز پر بزرگان قوم اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ آزادی نہایت عمدہ چیز ہے لیکن وہ شیشے سے بھی زیادہ نازک ہے اور کوئی صاحب فہم قومی لیڈر ایسے بچوں کے ہاتھ میں دے کر بے قدر ہو جانا ہرگز پسند نہیں کر سکتا۔ تم جب تک تعلیم حاصل کر رہے ہو بچے ہو اور تمھیں اُس سے زیادہ آزادی حاصل کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنی چاہیے جس قدر کہ تم کو بزرگوں سے مل سکتی ہے ایسا نہ ہو کہ زیادہ مانگنے جھڑکیاں کھاؤ اور ذلیل ہو۔

اڈیٹر

ید بیضا

عورتون کی مذمت

دنیا مین سب سے بڑی نعمت اچھی بیوی اور سب سے زیادہ مصیبت بُری بیوی ہے۔ ہر زمانہ مین مصنف عورتون کا حال لکھتے آئے ہین۔ کسی نے مدح سرائی مین کسی نے ہجو سرائی مین دفتر کھولا ہے۔ کسی سارے گروہ کو بُرا کہنا معیوب ہے۔ کسی گروہ مین سب آدمی یکسان نہین ہوتے۔ دنیا کی ساری عورتون کی مذمت کرنی اہل تہذیب پسند نہین کرتے لیکن عوام الناس اس سے خوش ہوتے ہین۔ ایک قدیمی شاعر نے عورتون کی ہجو بڑے لطف کے ساتھ لکھی ہے۔ ہم اُسکا ترجمہ کرتے ہین۔

خدائے تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش عالم مین بہت سے مختلف طرح کے مادّے یک جگہ جمع کیے اور ان سب کو ملا کر عورتون کی ارواح کا خمیر بنایا۔ اور ان کے لئے جدا جدا عورتون کا جسم مسکن بنایا۔ اس طرح جتنی قسم کی عورتین پیدا ہوئین اُن کی تفصیل یہہ ہے۔

اوّل۔ ایک قسم کی عورتین ان مادّون سے بنائین جن سے کہ سورنی بنائی تھی۔ اس طرح کی عورتین سراسر غلیظ و ناپاک رہتی ہین اُن کا جسم ناپاک۔ خوراک پوشاک غلیظ۔ بچے گھنگلی۔ گھر نجاست سے بھرا ہوا ڈلاؤ کی برابر۔ غرض سب طرح سے نہایت بدسلیقہ۔ پھوہڑ گھر مین۔ اور بہت کھانے والی دسترخوان پر۔

دوم۔ ان مادون سے بنائین جن سے کہ لومڑی بنائی۔ اس طرح کی عورتین بڑی باخبر ہوشیار چالاک ہر بات کی تہ پر پہونچنے والی۔ غرض ان مین کچھ بُرائیان کچھ بھلائیان ہوتی ہین۔

سوئم۔ ان مادون سے عورتین پیدا کین جنسے کہ کُتیا کو بنایا۔ اس نوع کی عورتین وہ کام کرتی ہین جو کُتیا کرتی ہے۔ بڑی لڑاکا کام کرتی جاتی ہین بھونکتی جاتی ہین۔ جو رستے مین آئے اُس کی

ٹانگ لیتی ہین ہمیشہ گھر مین دانا کلکل مچاتی رہتی ہین۔

چہارم زمین سے بنائین جو ہمیشہ سُتی رہتی ہین۔ کاہل سُست۔ جاہل۔ سارے جاڑے مین آگ تاپین۔ کھانے کے سوا کسی اور کام مین دل نہ لگائین۔

پنجم سمندر سے بنائین ایسی عورتین گھڑی مین کچھ گھڑی مین کچھ۔ کبھی طوفان برپا کرین کبھی خاموش ہوکر دھوپ کی سی چپک دکھائین جو اُن سے ناآشنا ہون وہ بھی اُن کے تبسم اور خاموشی کو دیکھکر یہہ جانین گے کہ ان کی نیک مزاجی ایک کرامت ہے کہ دفعتہً وہ یہہ دیکھین گے کہ اِن کا مزاج بدل گیا۔ بات چیت کچھ سے کچھ ہوگئی۔ آندھی کی طرح غُل شور مچانے لگین وہ طیش و غضب مین بھرین کہ کسی طرح سنبھالے سنبھلتی نہین۔

ششم۔ اِن اجزا سے توام پایا جن سے گدھی بنتی ہے۔ ایسی عورتین اگرچہ سست و کاہل ہوتی ہین مگر خاوند کی ڈانٹ ڈپٹ سے اُس کی مرضی کے موافق ہر ایک کام جفاکشی اور محنت سے کرتی ہین۔ مگر مردون کی صحبت و معاشرت سے بہت خوش ہوتی ہین۔

ہفتم۔ بلی کی قسم کی۔ اِن کے اقسام طرح طرح کے غمزدہ چین بچین۔ نامرغوب طبع۔ وہ ایسی محبت سے نفرت کرتی ہین۔ کہ خاوند کی ہم آغوشی سے نکل کر بھاگ نہ جائین۔ خاوند کی تعاقب کی ذرا پروا نہ کرین۔ کچھ کر۔ کچھ چوری۔ کچھ اٹھائی گیراپن بھی کرتی ہین۔

ہشتم۔ خچر کی قسم کی جس کے بال اور سیلی بہت خوبصورت ہو۔ ایسی عورتین خاوندون سے بے پروا۔ مگر سارے دن اپنا بناؤ سنگار کرین۔ نہائین۔ دھوئین۔ لباس پُرتکلف پہنین خوشبوئین ملین۔ بالون کو سو سو طرح سے بنائین۔ عطرین بسائین۔ پھول رنگ برنگ خوشنما اُن پر لگائین۔ ایسی عورتین اجنبی آدمیون کے دیکھنے کے لئے اچھی ہوتی ہین۔ ہان بادشاہ بادشاہزادے کے واسطے بھی یہہ کھیلنے کے کھلونے اچھے ہوتے ہین۔ مگر خاوندون کے واسطے ذات الجنب ہوتی ہین۔

نہم۔ بن دُم کی بنا۔ یا کپی قسم کی۔ اس قسم کی عورتین بدمزاج بسب طرح سے بدصورت

درشت سیرت - باوجودیکہ ایک چیز بھی اپنے مین خوب صورت نہین ہوتی - مگر سب کی بدگوتی پر وہ ہنستی ہین - اور اُن سے نفرت کرنے پر تیار ہوتی ہین ۔

دہم - شہد کی مکھی کی قسم کی - سب سے بڑا خوش نصیب وہ خاوند ہے جس کو اِس قسم کی بیوی خدا دے - وہ سب عیبون سے پاک ہوتی ہے - کوئی عیب اُس مین نہین ہوتا وہ خاوندون سے محبت کرتی ہین - سارا کُنبا اُنکا پھولتا پھلتا ہے اور ترقی کرتا ہے - اور عورتون مین ممتاز ہوتی ہین - سراپا خوبصورت ہوتی ہین - یہ مُی شہد کی عورتون سے وہ ہم کلام نہین ہوتین - اُن کو اپنے پاس نہین پھٹکنے دیتین - اِن مین نیکی اور عقلمندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے - پس اِس سے زیادہ اچھی بیوی کوئی نہین ہوتی -

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

اخبار مفید روزگار بمبئی - یہ ہفتہ وار اخبار باہتمام حاجی منشی حسین صاحب اڈیٹر و ہیڈ ماسٹر یتیم خانہ اہل اسلام ہر جمعہ کو بمبئی سے شایع ہوتا ہے - دنیا کی خبرین اور تازہ واقعات کے علاوہ دو تین صفحون مین ناظرین کی تفریح طبع کے لیے پنچایانہ مضامین بھی درج کیے جاتے ہین - اخبار عمدہ ہے - مگر چھپائی قابل اصلاح ہے - گو اِس وقت ہمارے سامنے آٹھ دس نمبر موجود ہین قواعد و ضوابط باوجود کوشش کے بھی پڑھنے مین نہ آسکے اسلئے ہم شرح قیمت لکھنے مین معذور ہین - اکثر لایق اڈیٹر اور بعض دیگر مضامین نگارون کی عبارت بے ربط ہوتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مضمون کی آمد اِس طرف زیادہ متوجہ نہین ہونے دیتی - اخبار مذکور کے بعض پنچایانہ مضمون نویس اپنے مضامین مین کبھی کبھی تہذیب سے بھی چشم پوشی کر جاتے ہین ظرافت وہین تک اچھی معلوم ہوتی ہے - جہان تک کہ تہذیب کے منافی نہ ہو - حقیقت یہہ ہے کہ بہ استثنار چند اخبارات دیگر اخبارون مین اِن باتون کا بہت کم لحاظ رکھا جاتا ہے - تاہم قابل اڈیٹر ہر معاملہ مین نہایت سنجیدگی متانت اور قابلیت سے بحث کرتا ہے - شائقین مرقومہ بالا پتہ سے منگا سکتے ہین -

اڈیٹر

ایک دلچسپ نظارہ

ایک روز شام کو جب مین اپنے مشاغل سے فرصت پا چکا تو دل مین یہہ اُمنگ پیدا ہوئی کہ آؤ عالم مثال کی سیر کرین - فوراً ایک تصور کو حکم دیا گیا کہ خیال کا صبا رفتار گھوڑا تیار کرکے لائے - اِس حکم کی چشم زدن مین تعمیل کی گئی اور مین نے پشت زین پر آتے ہی باگ اُٹھا دی - گھوڑا بلا کا چنچل اور تیز گام ہے باگ کا اشارہ پاتے ہی اِس چستی و چالاکی سے روانہ ہوا کہ یک نگاہ کو با این ہمہ دعوائے سبک خرامی اُس کی گرد تک کا نشان نہ ملا - کم بخت عجب آن بان کا گھوڑا ہے - تندی و شوخی کی یہہ حالت ہے کہ معمولی سوار کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے شہسوار بھی جب تک حجت و استدلال کی دوہری باگین اور غور و فکر کی خاردار لگام مین چڑھا کر نہ سوار ہون اُسکا قابو مین آنا محال ہے - چستی و چالاکی اِس بلا کی کہ ہر قدم منتہائے بصر سے پرے پڑتا ہے جست و خیز کا کیا ٹھکانا کم بخت ابھی سطح زمین پر گام زن تھا کہ دفعتہً فلک الافلاک پر جا پہونچا اور وہان سے جو پلٹا ہے تو سیدھا تحت الثریٰ تک چلا آیا ابھی ستارون اور سیّارون مین چھلانگین مارتا پھرتا تھا کہ چشم زدن مین سمندر کی سطح کبود پر تیرتا نظر آیا - ابھی آسمانون کو چال رہا تھا اور ابھی سبزہ زار میدانون کو پامال کرنے لگا - سبک خرامی کا یہہ عالم کہ لاکھون میل اُس پر طے کر جائین مگر تکان نام کو نہین اور پھر دیکھئے کہ کوئی شے مادّی ہو یا غیر مادی اُس کی راہ مین حائل نہین ہو سکتی - ایک اور عجیب بات ہے یعنی سوار اُس پر سے گر بھی پڑے تو چوٹ نام کو نہین آتی - بسا اوقات ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ساتوین آسمان سے جب یہہ تحت الثریٰ کو یکبیک پلٹا ہے تو سوار کا آسن اُکھڑ گیا اور گھوڑے اور سوار دونون نے پشت سمک پر پہونچکر دم لیا سوار جب ذرا سنبھلا فوراً ایک جست کی اور پھر وہی نوبت ہے کہ جس شخص کو کچھ بھی اِس کی سواری کا مزہ پڑ گیا ہے یہی خواہش کرتا ہے کہ ذرا فرصت ملے اور اِس اشہب صبا رفتار پر سوار ہو کر نئے نئے عالمون کی سیر کرے - غرض اِس شان کے سمند برق خرام پر سوار ہو کر مین عالم مثال

کی سیر کو چلا۔ گھوڑے کو ڈپٹائے لئے جا رہا تھا کہ دفعتاً تصور اور وہم کے سرکارون نے سامنے
سے نمودار ہو کر صدا دی کہ " خانہ آباد۔ دولت زیادہ۔ اگر حضور کی مرضی ہو تو ایک ایسی عجیب و
غریب دلکش سیر دکھائین جو بے انتہا تفریح اور دلچسپی کا موجب ہو" میرا اشارہ پاتے ہی
دونون نے داہنے بائین آ کر گھوڑے کی باگ پکڑی۔ اور ایک طرف کو لے چلے۔ راستہ نہایت
ناہموار تھا اور ایک صحرائے پُرخار سے نکل کر بہت سی خندقون اور کھائیون کو طے کرتا ہوا
مین ایک لق و دق بیابان مین جا نکلا جس کو تصور نے بتایا کہ یہہ وادی نجد ہے یہان میان
مجنون نے کسی زمانے مین مدتون خاک اُڑائی اُنکے دم سے اِس بیابان مین بھی کچھ دنون خوب
رونق رہی لیکن اب ایک عرصہ سے یہہ ویران ہے۔ آگے چلکر ایک سر بفلک کشیدہ پہاڑ
نظر آیا جس کا ایک حصہ کسی حد تک کٹا ہوا تھا۔ تصور نے بتایا کہ یہہ کوہ بیستون ہے یہان
حضرت فرہاد نے مدتون تیشہ زنی کی اور بالآخر جان بحق ہوے اب یہہ بھی غیر آباد ہے۔ اِس
پہاڑ سے اُتر کر ایک عجیب پُرفضا وادی نظر پڑی جسکی سرسبزی اور شادابی دیکھکر جنت
نظرون سے گر گئی۔ پیک تصور نے کہا کہ یہہ کوے دلدار ہے۔ دیکھئے دیکھئے سامنے وہ دلچسپ
منظر ہے جس کے لئے آپ کو یہان تک آنے کی تکلیف دی گئی۔ مین نے نظر جو اُٹھائی تو کیا دیکھتا
ہون کہ ایک عجیب الخلقت شے جسے نہ انسان کہئے نہ حیوان ایک بلند مقام پر ایستادہ ہے
اور اُس کے گرداگرد بیشمار خلقت کا ہجوم ہے۔ اُس کا حلیہ کچھ عجیب قسم کا ہے گویا وہ مجسّم
عجائبات فطرت کا پُتلا ہے۔ سر کے بال سیاہ اِس طرح اُلجھے ہوے جیسے سنبل کی لٹین ہوتی ہین
اور اُن مین کچھ اِس طرح کے حلقے پڑے ہوے جیسے کسی ماہی گیر کا جال ہو۔ اُن کا کچھ حصہ تو کانون
تک آیا ہوا حرف "ل" کی صورت دائرہ سا بنائے ہوے کنپٹیون سے چسپیدہ ہے۔ باقی حصہ رخسارون
پر سے ہوتا ہوا کندھون پر پڑتا ہوا ایڑی سے نکل کر زمین پر لوٹ رہا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا
ہے جیسے بہت سے سانپ لٹک رہے ہون۔ پیشانی بلند اور چمکدار۔ بھوؤن کی جگہہ دو چھوٹی
چھوٹی تلوارین گوند سے چسپیدہ ہین۔ آنکھین بڑی بڑی اور وحشیانہ ہین اور اُن مین سے

کچھ سخت نوکدار چیزین بار بار نکل کر اُن لوگون کے سینے پر لگتی ہین جو اُس کو گھیرے ہوے ہین اور ہر مرتبہ جب وہ چیز کسی کے سینے پر لگتی ہے ایک سفید ریش بزرگ جو مقابل مین ایک بلندی پر کھڑے ہوے ہین احسنت و مرحبا کے نعرے بلند کرتے ہین اور وہ لوگ جن کے سینے پر یہہ سخت نوکدار چیز لگتی ہے لوٹنے لگتے ہین۔کوئی سمجھے کہ شاید سخت زخم آگیا ہے لیکن تھوڑی دیر مین وہ لوگ ہنسنے لگتے ہین خوش ہوتے ہین اور کوئی شکایت نہین کرتے صرف یہہ کہتے ہین کہ یہہ تیر نگاہ تھا جو حضرت عشق کے (سفید ریش بزرگ کی طرف اشارہ کرکے) ایما سے ہمارے دل پر تاک کر لگایا گیا۔ اِن کا سینہ بغور دیکھیے تو بظاہر نہین زخم نہین نہ خون نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے ہان آنکھون سے یہہ کہ رخسارون تک جو آنسو مسلسل آ رہے ہین وہ البتہ سرخ معلوم ہوتے ہین۔مین سخت حیرت و استعجاب کے عالم مین تھا اور اُس عجیب الخلقت شے کی ساخت پر بغور نظر ڈال رہا تھا۔اب مجھے یہہ معلوم ہوا کہ اُس کے دہن نہین صرف ایک موہوم سا خط ہے لیکن ہنستے وقت وہ خط نمایان طور پر چوڑا ہو جاتا ہے اور اُس مین سے ایک بجلی سی کوند کر اُس جماعت پر گرتی ہے اور اُن مین اکثر تڑپنے لگتے ہین۔اس شے کی ٹھوڑی کے نیچے ایک بڑا سا غار ہے۔اُس کے رخسار کو دیکھیے تو کچھ مسین بھیگتی نظر آتی ہین اور ساتھ ہی سینے پر نظر ڈالیے تو کچھ اُبھار سا معلوم ہوتا ہے اور سب سے زیادہ عجیب بات یہہ ہے کہ کمر کا جو موقع ہے وہان پر بالکل صفایا ہے۔خدا جانے اوپر کا دھڑ نیچے کے دھڑ سے کیونکر ملصق ہے بظاہر دیکھنے سے تو کوئی ایسی شے اِن دونون حصون کے درمیان نظر نہین آتی جو ذریعہ الحاق ہو سکے لیکن اتنا ضرور ہے کہ جس طرف اُس کا قدم اُٹھتا ہے حصہ زیرین کے ساتھ اوپر کا دھڑ بھی اُسی سمت کو حرکت کرتا ہے اور بھی کئی باتین اُس مین عجیب دیکھین جن سے سخت تحیر ہوا۔اب تک مجھے یہی تمیز نہ ہو سکا کہ یہہ شے جنس اناث سے ہے یا جنس ذکور سے۔بار بار چلیے پر غور کرتا تھا کہ ایک طرف خیال قایم کرنے کے چند اسباب موجود پاتا تھا کہ دفعتاً کسی خاص بات پر نظر جاتی اور مجھے اپنے سارے خیالات واپس لینے پڑتے۔مثلاً صورت کسی قدر زنانی ضرور تھی اور سینے

کے اُبھار اور زیورون سے بھی خیال ہوتا تھا کہ یہہ عورت ہے لیکن رخسارون کا خط اور لباس کی بعض چیزین مثلاً کلاہ کج جو اُس کے سر پر تھی اور قبا جو زیب بر تھی یہہ سب چیزین مل کر اِس خیال کی تردید کرتی تھین۔ اُس کی بعض حرکتین ایسی تھین جن سے کبھی تو بے اختیار ہنسی آتی تھی اور کبھی سخت حیرت ہوتی تھی۔ اُس کے ہاتھ مین ایک ننگی تلوار تھی جس سے وہ اپنے تماشائیون کو قتل کر رہی تھی گو بظاہر یہہ خیال ہوتا تھا کہ اِس سے تلوار سنبھل نہ سکیگی کیونکہ اُس کے ہاتھ پانون نہایت سوکھے ہوئے اور کمزور سے تھے مگر با این ہمہ جب وہ وار کرتی تھی تو اِس قدر جنچا ہوا ہاتھ پڑتا تھا کہ مقتول کا سر الگ جا پڑتا تھا اور وہ تڑپنے لگتا تھا پھر چشم زدن مین وہی سر جسم سے پیوستہ ہو جاتا اور مقتول زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوتا اور اپنا سر بطور اظہار سپاس گذاری اُس شئے کے قدمون پر رکھتا جس کو وہ غرور سے ٹھکرا کر الگ جا کھڑی ہوتی اور کہتی کہ مین قاتل نہین ہون تم کیون میرے پاس آتے ہو۔ اِن تمام کارروائیون مین حضرت عشق (وہی سفید ریش بزرگ) نہایت سرگرمی کے ساتھ امداد کرتے جاتے تھے اور جب وار پڑتا تو گردن کو پکڑ کر سامنے کر دیتے پھر قدم پر سر رکھنے مین امداد کرتے اور اپنے دست مبارک سے سر کو پکڑ کر جھکا دیتے۔ ایک حرکت اُس کی عجیب تھی اور وہ مجھے بھی کسی قدر پسند آئی یعنی وہ آنکھین ترچھی کر کے اپنے تماشائیون کی طرف جو ایک پیر ایک پیلا پڑتا تھا کچھ اِس انداز سے دیکھتی تھی کہ وہ لوگ یون کلیجہ تھام کر رہ جاتے تھے جیسے کسی کے سخت چوٹ آئی ہو اور وہی سخت نوکدار چیزین اُس کی آنکھون سے نکل تماشائیون کے سینے پر لگتی ہوئی معلوم ہوتی تھین مگر وہ لوگ چوٹ کھا کر ہنستے اور خوش ہوتے اور اُس کو دعائین دیتے۔ کبھی جب وہ اُس چمن کی روشون پر جو قرب مین واقع تھا خرامان خرامان چلتی تو سارے تماشائی کوئی چیز پہلو سے نکال نکال کر اُس کے قدمون تلے ڈال دیتے اور اپنی آنکھین اُس کے تلوؤن کے نیچے بچھا دیتے اور وہ سب کو روندتی کچلتی مصروف خرام رہتی مزا یہہ تھا کہ سب تماشائی ایک دوسرے کو غیر کے نام سے پکارتے اپنے کو اُس شئے کا عاشق صادق بتاتے اور دوسرون کو بوالہوس کہتے اور جب وہ کسی شخص کے ساتھ عنایت اور توجہ سے پیش آتی تو دوسرے

اُس شخص سے دھینگا مُشتی کو تیار ہو جاتے پھر آپس مین خوب لڑائی ٹھنتی اور ہر ایک اُس شئے سے درخواست کرتا کہ تم ہمارے ہی معشوق بن جاؤ غیر سے نہ ملو لیکن وہ شئے ہنس کر انکار کر دیتی اور سب لوگ بڑبڑانے لگتے اور وہ خوب ہنستی - اِن تماشائیون کے طرز خطاب سے البتہ مجھے کسی حد تک یقین ہوا کہ یہہ شئے مرد ہے عورت نہین اور اِن سب کا معشوق ہے - اِس اثنا مین ایک مزے کی بات یہہ دیکھی گئی کہ عشاق کے پاس سے ہو کر جو ایک جماعت زاہدون اور واعظون کی گذری تو یہہ لوگ اُن کو دیکھتے ہی تالیان بجا بجا کر خوب اُچھلے کودے اُن کے ساتھ خوب تمسخر کیا اُنھین خوب بنایا اور اُن پر خوب آوازے کسے -

مین اسی تماشے مین مصروف تھا کہ مطلع افق سے ایک گرد تیرہ و تار اُٹھی اور فوجون کے پرے کے پرے علمون کے پھریرین کے پیچھے سے نمودار ہوئے مین اسی خیال مین تھا کہ الٰہی یہہ کیا ماجرا ہے اور سوچ رہا تھا کہ یہہ فوج ظفر موج کس مہم پر جا رہی ہے کہ یک بیک تصور چلّایا" اوہو شہنشاہ دماغ کی افواج آپہونچین اب اِن باغیون کا قلع قمع ہوا جاتا ہے وہ دیکھئے نا سپہ سالار افواج جنرل سر عقل خان بہادر معہ اپنے تمام رسالون اور پلٹنون کے جن کو پند و نصائح منطقی دلائل اور فلسفیانہ مسائل کے نامون سے موسوم کرتے ہین آپہونچے - اور لیجیئے وہ کرنیل صبر اور کرنیل قرار میجر عاقبت اندیشی اور جنرل ننگ اور جنرل ناموس بڑے بڑے سردار بھی تو معہ اپنی افواج کے ہمراہ رکاب ہین - مگر بادشاہ سلامت نے اِن باغیون کے لئے بڑا تہیہ کیا اتنی بڑی فوج بھیجنے کی کیا ضرورت تھی - صرف پند و نصائح کا رسالہ بسر کردگی میجر عاقبت اندیشی اِن کی سرکوبی کو کافی ہوتا" اِسپر وہم نے بات کاٹ کر کہا کہ تم کو شاید اِن باغیون کی قوت کا اندازہ نہین ہے - حضرتِ دل کو تو تم جانتے ہی ہوگے آگے اِس قلمرو کے بہادر اور وفادار سردارون مین اُنکا شمار تھا لیکن اب کچھ دنون سے اِس خانہ خراب مارشل عشق کے اغوا سے اپنے بادشاہ سے بگڑ بیٹھے ہین اور متعدد رسالے اور پلٹنین جو تخیل اور جذب و شورش وغیرہ کے نامون سے موسوم تھے اُن کے ساتھ ہین اُنھون ہی نے تو اِن تمام اجزا کو باہم ترکیب دیکر یہہ جرار فوج تیار کی ہے

جو اس عجیب الخلقت شئے معشوق جنگ بہادر کی زیر نگرانی شعرائے روزگار کی جادو بھری تعلیم سے مستفید ہو کر بجائے خود ایک زبردست طاقت بن گئی ہے اور فوج عشاق کے نام سے موسوم کی جاتی ہے"۔ تصور نے یہہ سنکر کہا کہ "واقعی مجھے بالکل خیال نہین رہا تھا ایسے زبردست حریف کے مقابلہ مین تو ایسی ہی جرار فوج کی ضرورت تھی۔ اب اس فوج کا کیا ٹھکانا ہے ابھی ان باغیون کا کام تمام کئے دیتی ہے (میری طرف مخاطب ہو کر) اب آپ جنرل سر عقل خان بہادر کی شجاعت کا نمونہ ملاحظہ فرما دین گے وہ ان باغیون کو ایسا نوک دم بھگا دین گے کہ ان مین سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے گا"۔ مین نے جواب دیا کہ "ممکن ہے تمھارا خیال صحیح ہو لیکن مجھے تو آثار برے معلوم ہوتے ہین۔ یہہ فوج عشاق کے سپاہی ہین تو سوکھے سوکھے ہاتھ پانون اور زرد چہرے والے لیکن تم دیکھتے ہو کہ اس جادوگر نے جسے تم معشوق جنگ بہادر کے نام سے پکارتے ہو انھین کس قدر مشاق بنا دیا ہے۔ اب یہہ مرتے ہین اور جی اٹھتے ہین۔ تیر پر تیر اور تلوار پر تلوار کھاتے ہین گر جاتے ہین اور پھر احسنت و مرحبا کہتے ہوے اٹھ بیٹھتے ہین اور اگر ذرا بھی خامی ان مین باقی ہے تو یہہ مارشل عشق فوراً اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ ان سب کے گرو گھنٹال شعرائے روزگار تو یہان پر نظر نہین آتے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے ان سب کی تعلیم مین کوئی کسر باقی نہین رکھی ان سب کو جادو کا پتلا بنا دیا ہے ان پر کیا کوئی فتحیاب ہو سکتا ہے"!

ادھر یہہ باتین ہو رہی تھین کہ اس طرف شہنشاہ داغ کی تمام افواج ایک ٹیلے پر متمکن ہو گئین اور مورچہ بندیان ہونے لگین مگر عشاق نے پروا تک نہ کی کہ کیا ہو رہا ہے اور بدستور اپنی قواعد مین مصروف رہے۔ ادھر کے سرداروں مین باہم کچھ مشورے ہوے اور آناً فاناً جنرل ننگ و ناموس اور کرنیل صبر و قرار کچھ دستے لیکر فوج سے جدا ہوے اور دائین بائین طرف کچھ دور چلکر غایب ہو گئے۔ اب جنرل سر عقل خان بہادر نے لڑائی شروع ہونے کا حکم دیا۔ گولہ باری شروع ہوئی اور بندوقین سر ہونے لگین۔ ان کے آلات حرب نہایت عمدہ اور زمانہ حال کی تمام ایجادون اور اختراعون کے پورے سامان سے مکمل تھے۔ جب گولہ باری شروع ہوئی اور گولیون کا

سینہ پر بسنے لگا تو لشکر عشاق مین ایک حالت اضطراب پیدا ہوگئی لیکن ایک طرف مارشل عشق کے شیرانہ نعرون اور دوسری طرف معشوق جنگ بہادر کی ترنم خیز صداؤن نے لشکر عشاق کے پاے استقلال کو اُکھڑنے نہ دیا اور اِدھر سے بھی ثابت قدمی کے ساتھ گولون اور گولیون کا جواب تیرون سے دیا گیا - ابھی لڑائی کا رنگ اچھی طرح نہین جما تھا کہ دفعتاً لشکر عشاق کو دو سخت حملے برداشت کرنے پڑے یعنی داہنی جانب سے تو جنرل ننگ و ناموس و بائین جانب سے کرنیل صبر و قرار نے بڑی آن بان سے شیرانہ حملہ کیا اب لشکر عشاق پر وقت تنگ تھا لیکن اُنھون نے نہایت جان بازی سے اِن حملون کو روکا البتہ جب میجر عاقبت اندیشی نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ ایک درے سے نکل کر پشت پر حملہ کیا تو لشکر عشاق کا پانون جمنا مشکل ہوگیا لیکن مارشل عشق نے اس موقعہ پر بڑی پھرتی سے کام لیا - وہ اپنی ساری فوج کو گولیون کے رُخ سے بچا کر کاوہ دیتا ہوا برق کی سرعت کے ساتھ اُس ٹیلے پر آیا جہان جنرل سر عقل خان بہادر اپنی باقی ماندہ فوج لئے ہوے گولیان برسا رہے تھے اور چشم زدن مین تمام مورچون پر قبضہ کر لیا اب میجر عاقبت اندیشی اور کرنیل صبر و قرار وغیرہ کو بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے جنرل کی امداد کو پہونچین اور اس کے لئے قریب سے قریب راستہ وہی تھا جہان لشکر عشاق نے اپنے ڈیرے جما رکھے تھے لیکن اس مقام کو مارشل عشق نے اندر سے خالی کر رکھا تھا اور نیچے بارود بچھا رکھی تھی جو ہین مخالف افواج کے دستے برابر سے نکلے فوراً جذبۂ شوق کے تار کے ذریعے سے اضطراب کی آگ دکھا دی گئی اور وہ قطعہ زمین ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ فوج مخالف کو ساتھ لیتا ہوا اُڑ گیا کرنیل صبر و قرار اور جنرل ننگ و ناموس چارون جری سردار اُسی جگہہ کام آے صرف میجر عاقبت اندیشی جو ابھی پیچھے ہی تھا اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ بچ رہا لیکن اُس کے بھی تمام جسم مین سخت چوٹین آئین اور باقی ماندہ فوج حالت سراسیمگی مین اُن تیرون کی بوچھار کی جو لشکر عشاق کی طرف سے پیہم چلے آتے تھے تاب نہ لا کر قریب تھا کہ دامن استقلال کو ہاتھ سے دیدے مگر میجر عاقبت اندیشی اُن کو بڑی کوشش سے فراہم کر کے

تسلیم و رضا کی گھاٹیوں مین اُتار دے گیا۔ اِدھر سخت گھمسان کی لڑائی کے بعد جنرل سر عقل خان بہادر کی افواج کے پانون بھی اُٹھ گئے اور اُنھون نے بازگشت کا حکم قطعی دیدیا اب میجر عاقبت اندیشی کو بھی جو موقعہ کا منتظر تھا اپنی باقی ماندہ افواج کا واپس لے جانا ہی مصلحت معلوم ہوا کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ گھمسان کی لڑائی مین لشکر عشاق کی بہادرانہ تیغ زنی کا اُس کی سراسیمہ فوج ہرگز مقابلہ نہین کر سکتی یہہ گویا آخری فیصلہ تھا مارشل عشق کو پوری کامیابی اور جنرل سر عقل خان بہادر کو شکست فاش ہوئی فوراً تمام حالات جنگ ایک نامے مین لکھے گئے اور ایک کبوتر کے گلے مین نامہ لٹکا دیا گیا تا کہ یہہ مژدہ حضرتِ دل کو پہونچایا جاے۔ مولانا شعر اے روزگار کی خدمت مین بھی ایک نامہ بذریعہ قاصد کے بھیجا گیا تا کہ اپنے شاگردون کی کامیابی پر اُنھین اطلاع دے اور مین نے لشکر عشاق مین یہہ چرچا سنا کہ اگر حضرت مخدوم شعراے روزگار کو اُمنگ آگئی اور اُنھون نے اِس جنگ کا کارنامہ منظوم کر دیا تو ہماری یہہ شجاعت تا قیامت یادگار رہے گی۔

مجھے اِس جنگ مین بڑا لطف حاصل ہوا اور جی چاہتا تھا کہ اِن لوگون کے پاس چل کر کچھ باتین کرون کہ ادکار دنیوی کے ڈاکئے نے آکر ایک خط دیا اس مین کچھ ایسی متوحش خبرین درج تھین کہ اسکو پڑھکر میری آنکھ سی کھل گئی اور مجھے بادلِ ناخواستہ عالم مثال سے واپس آنا پڑا اب جو لغور دیکھتا ہون تو قلم دوات اور کاغذ میرے سامنے ہے اور مین میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا ہون۔

سراج احمد میرٹھی

ریویو

ثمرہ فصاحت۔ یہہ حضرت فیاض مرحوم کے دیوان کا تاریخی نام ہے جو ہمارے پاس ریویو کے لئے آیا ہے مختلف اوراق دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مصنف مرحوم کا مذاق شاعری اچھے پایہ کا ہے۔ شوخی کلام۔ صفائی زبان۔ مضمون آفرینی اور معاملہ نویسی یہہ تمام باتین جو شاعری کی خاص جوہر ہین مصنف کے کلام مین اکثر پائی جاتی ہین۔ کاغذ سفید اور چکنا ضخامت ۲۴۴ صفحے۔ جن حضرات کو دیوان مطلوب ہو۔ وہ جناب ابوالوفا مولوی عبدالوہاب صاحب وکیل فرزند رشید مصنف دیوان مذکور۔ شاہ علی بندہ حیدرآباد (دکن) سے طلب کرین۔ قیمت ۱۰/

اڈیٹر

زبان اردو کی خوش نصیبی

بعض لوگ کہتے ہین کہ زبان اردو کی خوش نصیبی کا دور اب شروع ہو گیا ہے کیونکہ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب اس کی انشا پردازی کی ترقی مین کوشش کرنے لگے ہین - اگر ایسا ہے تو ہم بہت خوشی سے اپنے سابقہ "مضمون" ہماری شاعری اور ہم[ل] کے ان حصون کو واپس لے لین گے جن مین ہم نے نہایت سختی کے ساتھ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب پر اپنی ملکی زبان کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آنے کا الزام قایم کرنے کی کوشش کی ہے - لیکن ہم اب بھی کہتے ہین کہ جو اہمیت ہماری توجہ پر استحقاق رکھنے والون مین ملکی زبان کو حاصل ہے اُس کا کما حقہ احساس انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب مین اب تک نہین پیدا ہوا ہے -

جب اس قسم کا کوئی الزام کسی گروہ یا جماعت پر قایم کیا جاتا ہے تو اُس کی حدود وسعت کے متعلق لوگ عموماً غلطی کیا کرتے ہین اور چند استثنا ئین پیش کر کے الزام کی تردید کر دینا کافی سمجھتے ہین ممکن ہے کہ اس سوال کے متعلق بھی بعض اصحاب چند انگریزی تعلیم یافتہ مضمون نگارون یا انشا پردازون کا نام لیکر ہمارے دعوے کو غلط ثابت کرنا چاہین لیکن اس سے کیا ہوتا ہے - مانا کہ بعض اہل مروت اور صاحب ہمت انگریزی خوان نوجوان اس ملکی اور قومی فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کر رہے ہین اور مضامین و تصانیف و ترجمون کے ذریعہ سے علمی خزاین سے اپنی ملکی زبان کو مالا مال کر رہے ہین - لیکن ان کی تعداد بہ مقابلہ بے اعتنائی اور عدم توجہی کرنے والون کے بہت کم ہے اور ان کی کوششون کے نتایج بھی بہ اعتبار نوعیت اس قدر قابل وقعت نہین جس قدر ان سے امید ہو سکتی تھی -

انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کو اپنی نثر نویسی کی کامیابی پر بڑا ناز ہے لیکن ذرا غور سے دیکھین اور دل مین انصاف کرین تو وہ خود قایل ہو جائین گے کہ اس شعبے مین بھی اب تک جنھون نے کچھ کیا

[ل] ملاحظہ طلب رسالہ ید بیضا جلد ۱ نمبر ۲ و ۳ (بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۰۵ء)

اور کر رہے ہیں وہ بالعموم وہی لوگ ہیں جن کی تعلیم پرانے مکاتب میں ہوئی ہے اور صرف تکمیل تعلیم کے بعد جدید خیالات سے متاثر ہوئے - جدید طرز نثر نویسی کی پُرلطف بیساختگی اور دلکش روانی انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے زعم میں یورپین نژاد ہے لیکن قصر اردو کی تعمیر کی تاریخ کہہ رہی ہے کہ اس کا سنگ بنیاد غالب علیہ الرضوان کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا پھر آزاد دام فیضہٗ نے اُس پر شاندار عمارت کھڑی کی - سر سید احمد خان علیہ الرحمۃ نے اُس کو فلسفیانہ اجتہادات اور سائنٹفک افادات کے فرنیچر سے آراستہ کیا - حضرت شرر و جناب سرشار نے ناولیت کے دلکش نقش کاریوں سے اُس کو مرغوب بنایا اور اب بھی مولانا شبلی و حالی ادام اللہ برکاتہم علمی اور تاریخی معلومات کی چار دیواری قایم کر کے اِس عمارت کو وسیع کر رہے ہیں - جب نثر کی یہہ حالت ہے جس پر جدید اہل قلم کو بڑا غرّہ ہے تو نظم کا کیا ذکر جس میں جدّت اور ندرت پیدا کرنا کیا معنی بنی بنائی عمارت کو منقش اور مزین کرنا بھی تو اِن کے بس کا نہیں ہے ۔

دل کو ڈھارس بندھ چلی ہے کہ بعض رسائل نے زبان اردو کی خدمت کا بیڑا اُٹھایا ہے - رسالہ مخزن اِن میں ایک خاص پایہ امتیاز رکھتا ہے اور زیادہ مسرت کی بات یہہ ہے کہ اِس نے جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو کسی حد تک اِس سعی جمیل میں دلچسپی لینے پر آمادہ بھی کر دیا ہے - اِس کی نثر کے مضامین زیادہ تر ایسے ہی اصحاب کے زور قلم کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اُس نے جدید طرز نظم کی بنیاد استوار کرنے کی کوشش کا بھی ذمہ لیا ہے مگر ہم کو افسوس ہے کہ جو نظمیں اُس میں شایع ہوتی ہیں وہ بہ استثناے چند قابل داد نظموں کے ایسی ہوتی ہیں جن کو دیکھکر نظم کے معاملہ میں اب بھی انگریزی خوان اصحاب کی طرف سے مایوسی ہوتی ہے - تغزّل میں جو پایہ اساتذہ سلف کو حاصل ہو چکا ہے اُس کے تو قریب بھی انگریزی تعلیم یافتہ بہت کم پھٹکے ہیں البتہ مضامین مسلسل کی نظمیں کسی حد تک بالخصوص انہیں کے حصہ میں آئی ہیں - قیاس تو یہہ ہے کہ اگر شعراے ما اِس پر توجہ فرماتے تو یہہ شعبہ فن بھی کہیں سے کہیں جا پہونچتا جس کا ثبوت ایک معتد بہ حد تک انیس و دبیر کی مرثیہ گوئی سے ملتا ہے مگر تاہم باسبق مثالوں کے موجود نہ ہونے پر جدید تعلیم یافتہ

اصحاب جو کچھ اس شعبے مین کر رہے ہین وہ اُن کی استعداد کے اعتبار سے بہت کچھ ہے کیونکہ بلاشبہ جدید تعلیم مین یہہ بڑا نقص ہے کہ اُن زبانون اور خیالون پر کامل عبور حاصل کرنیکی بہی کوشش نہین کی جاتی جن پر ہماری ملکی زبان کی ترقی کا زیادہ تر دارومدار ہے - یون کہیے کہ تعلیم کا مدعا حصول لیاقت نہین ہوتا بلکہ حصول معاش ہوتا ہے -

مخزن کی اکثر نظمین علاوہ اس امر کے کہ شاعرانہ جذبات سے خالی ہون زبان و بیان کے ایسے عیوب سے مملو ہوتی ہین جو زبان اُردو کی ترقی کے منافی ہین اور جن کا مطالعہ بجاے مفید اور دلچسپ ہونے کے تضیع اوقات کا موجب ہے - سمجھ مین نہین آتا کہ محض اتفاق پر لیکچر دینے یا گیہون کے متعلق چند روکھی سوکھی باتین بیان کرنے کے لئے جبکہ اثر اور لطف جو نظم کے مخصوصات مین سے ہین مفقود ہون تو پھر شاعری کی دیوی کو اُس کے پُر فضا وادی سے نکل کر آنے کی تکلیف کیون دی جاتی ہے یا حضرت اقبال کو غزل گوئی کے اکھاڑے مین اُتار کر ناحق اُن کی پچھلی وقعت خاک مین کیون ملائی جاتی ہے اس لڑائی مین یہہ بیچارے صحت زبان اور بیان کے داؤ پیچ سے ناواقف اور قواعد زباندانی کی ورزش سے ناآشنا کیا کامیابی حاصل کر سکتے - پھر اُن کو اپنی نظم نویسی کی جمناسٹک چھوڑ کر تغزل کا لنگر کسنے کی ضرورت ہی کیا تھی -

اس مین کچھ شبہہ نہین کہ انشا پردازی کا مادّہ بھی ایک وہبی جوہر ہے اور ایک حد تک قواعد کی واقفیت پر مبنی نہین ہے لیکن طبع سلیم خود بخود طرز بیان و رسم اظہار مین اُن قواعد کی پابندی کرتی ہے جس کی خلاف ورزی سے اظہار جذبات کا وہ حق کبھی ادا نہین ہو سکتا جو انشا پرداز کو ادا کرنا لابد ہے - بہت سے نادر اور دلچسپ خیالات ایسے ہوتے ہین جنکو ہم معمولی آدمی بھی نظم و نثر مین دیکھکر تصور کرتے ہین کہ انھین تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گو یہہ خیالات ہمارے دل مین موجود ہین مگر ہم ان کے اظہار پر کماحقہ قادر نہین گویا ہم مین اور اعلی درجہ کے انشا پردازون مین

بسا اوقات بجز اِس کے کوئی فرق نہین ہوتا کہ ہم طریقۂ اظہار پر قدرت نہین رکھتے اور وہ رکھتے ہین۔ اگر ایسا نہ ہو تو انشاپرداز کے خیالات سے ہمدردی کیونکر پیدا ہو اور اُس کی قدر شناسی کون کرے۔ سچ پوچھیے تو طریقۂ اظہار ہی کی خامی یا پختگی ایک ایسا معیار ہے جس سے ہم اعلیٰ اور ادنیٰ درجے کے شاعر کے درمیان امتیاز قایم کرسکتے ہین اور اسی معیار سے کلام کی جانچ کرنے کو تنقید کہتے ہین۔

بعض لوگ جو تنقید کے فوائد سے آگاہ نہین اِس کو بُرا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک شخص خونِ جگر پی کر لکھتا ہے اور آپ اُس کی عیب جوئی کو مستعد ہین یہ سمجھنا غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم مین اِس قدر بصیرت ہے تو ضرور ہمارا فرض ہوگا کہ زبان کے خزانے مین کھوٹا سکّہ نہ داخل ہونے دین اور اگر کوئی ایسا سکّہ لائے تو اُس سے صاف کہدین کہ جاؤ اور اسکو بدل کر کھرا سکہ لاؤ ورنہ اندیشہ ہے کہ زبان کا خزانہ کھوٹے سکّون سے بھر جاے گا۔

بقول سعدیؒ

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است	اگر خاموش بنشینم گناہ است

اِس وقت ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء کا مخزن ہمارے سامنے ہے اور اُس مین ہم حصہ نظم کے اُس موقعہ کی سیر کر رہے ہین جہان اڈیٹر نے ایک مختصر گر پُرزور تمہید کے ساتھ جناب اقبال کی ایک غزل شایع کی ہے۔ ہم کو افسوس ہے کہ لایق اڈیٹر نے اِس غزل کے انتخاب مین ذوقِ تغزل سے ناآشنا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کاش یہ غزل شایع نہ ہوتی تو حضرت اقبال کی اُس خاصی معقول شہرت پر جو اُنھون نے بحیثیت ایک نظم نویس کے حاصل کی ہے دھبّا نہ آتا۔ یہ غزل صاف بتا رہی ہے کہ جناب اقبال کو تغزل سے کوئی مناسبت نہین۔ گو اُن کا اشہبِ طبع دیگر اصنافِ نظم کے میدان مین بھی زبان اور محاورات کی غلطی کی ٹھوکر اکثر کھا جاتا ہے۔ تاہم وہ بعض وقت باریک مسائل پر لطف خیالات اور بلند مضامین اِس لطف سے نظم کر جاتے ہین کہ اُن کے عیوب سے چشم پوشی کرنی پڑتی ہے اور طبیعت وجدانی طور پر لطف

مضامین سے بتاشہ ہو کر زبان کی کمزوری کو بھول جاتی ہے لیکن غزل گوئی کے میدان مین تو اُنھون نے ناحق ہی قدم رکھا - ناظرین یہہ سمجھین کہ ہم تغزل کو قدیم معنی مین محدود رکھنا چاہتے ہین اور حضرت اقبال پر اس لئے اعتراض کر رہے ہین کہ اُنھون نے عاشقانہ انداز سے باہر قدم رکھا ہے - ہم تو خود کہتے ہین کہ اس پٹی ہوئی لکیر کو چھوڑ دو لیکن اگر چھوڑو تو اُس کا نعم البدل ایسا پیدا کرو جو اُسی حد تک پُرلطف ہو ورنہ صرف جدت طرازی صحت بیان اور لطف تخیل کا نعم معاوضہ نہین ہو سکتی - آخر مرزا غالب نے بھی تو فلسفیانہ مضامین کو تغزل کے سانچے مین ڈھالا ہے مگر آج اُس کی کون حرف گیری کر سکتا ہے - دیکھئے کیا سحر طرازی کرتا ہے ؎

نے جلوہ روبرو ہے جو مژگان اٹھائیے	طاقت کہان کہ دید کا احسان اٹھائیے
رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے	اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
ظلمت کدے مین میرے شب غم کا جوش ہے	اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے
منظور تھی یہہ شکل تجلی کو نور کی	قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی
خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین	چراغ کشتہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا
مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولے برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا
ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا	نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا
غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان	بے شانۂ صبا نہین طرۂ گیاہ کا
محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا	یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

للہ در قائل - کیا الہام موزون ہین ! - اس قدرت بیان کو دیکھئے کہ جو کچھ کہتا ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کی کہتا ہے بقول خود ؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا + مین نے یہہ جانا کہ گویا یہہ بھی میرے دل مین ہے - ہم یہہ نہین کہتے کہ ہر شخص غالب ہی بن جائے یہہ تو ناممکن ہے لیکن اگر جدید طرز کی پیروی کرے تو کم از کم لطف بیان کو تو ہاتھ سے نہ جانے دے - ورنہ اُستادون کی حرص کرنے سے کیا فائدہ بقول حالی ؎

اُن کو حالی بھی بُلاتے ہیں گھر اپنے مہمان ٭ دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

حضرت اقبال بھی مسائل تصوف بیان کرتے ہیں مگر کس روکھے پھیکے منھ سے جیسے کوئی زاہد خشک کہتا ہو۔ ہائے رندی تیرے بغیر تصوف اور عرفان بھی تو پھیکا ہے! تصوف کے مسائل اکثر ہماری شاعری میں فرسودہ ہیں اور ایسے مضامین کو جب تک وہ کسی خاص خوبی اور لطافت کے ساتھ نہ بندھے ہوں تحریر کرنا گویا اُستادوں کا اُتنہ چڑانا ہے اور شاعری کے ضخیم دفتر میں فضول اور بے سود ردّی کا بھرنا ہے بھلا اس میں کیا لفظی یا معنوی ندرت ہے۔

چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں	جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی ٭ روانی بحر میں افتادگی تیرے کنارے میں

سستی بندش کو تو ہم اول ہی سے خارج از بحث کئے دیتے ہیں کیونکہ یہہ تو قریب قریب ہر شعر میں موجود ہے۔ صرف شعر دوم میں یہہ بات ملاحظہ کیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں کے مقابلہ میں بحر اور کنارے کا مفرد واقع ہونا کس حد تک زیبا ہے اُس پر "افتادگی اور کنارا!" ان میں کیا مناسبت پائی گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ علاوہ بریں اس پھیکے طرز بیان کو طبائع سلیم تو کبھی پسند نہ کریں گی یوں حضرت مصنف کو اختیار ہے۔

جو نکلا نالہ بنکر غنچۂ منقار بلبل سے	رہی نکہت چمن سے اڑ کے جا پہونچی ستارے میں

کیا خوب پیرایۂ بیان ہے۔ اول تو بیچاری بلبل کی منقار بے وجہ توڑ موڑ کر غنچہ بنائی گئی صرف اس رعایت کی وجہ سے کہ مصنف کا معہود ذہنی "گل" تھا اُس پر لطف یہہ کہ نکہت نالہ بنکر تو نکلی اور آپ ہی آپ جا چکی یعنی اُس کو نور بنانے کی کوئی کوشش ضروری نہیں ثابت ہوئی بس صرف چمن سے اڑی اور ستارے میں پہونچ کر چمکنے لگی "نکلا" میں جو ضمیر تذکیر واقع ہوئی ہے وہ کس قدر نمایاں رنگ میں مصنف کی ناواقفیت زبان کی تصویر کھینچ رہی ہے یہہ بیچارے اس ضمیر کا مرجع "نالہ" کو سمجھے ہوں گے۔ وحدت وجود کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور نکہت گل، نالۂ بلبل اور نور اختر کو شئے واحد قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے مضمون اچھا

اگر زبان و بیان کی غلطیان نہ ہوتین۔

مرے پہلو مین دل ہے یا کوئی آئینہ جادو کا ÷ تری صورت نظر آئی مجھے اپنے نظارے مین

دل کو تو آئینہ قرار دیا وہ بھی جادو کا روئے دلدار کا نہین اور پھر بلا کوشش کے ہمہ تن آئینہ بن گئے ہان واقعی اپنے دل اور اپنی ذات کو شئے واحد تصور کرنے کے لیے کسی ثبوت کی کیا ضرورت تھی۔

اُتارا مین نے زنجیر رسوم اہل ظاہر کو ÷ ملا وہ لطف آزادی مجھے تیرے سہارے مین

اُتارنا زنجیر کا اس معنی مین مشتبہ فیہ ہے۔ ایسے موقعہ پر زنجیر کا توڑنا زیادہ مناسب ہوتا۔ لفظ "اہل" بضرورت وزن در آیا ہے ورنہ "زنجیر رسوم ظاہر" خاصی صحیح ترکیب تھی "سہارے" کا لفظ کس قدر وضاحت مفہوم کے مقتضا سے گرا ہوا ہے لفظ وہ جب بمعنی "اس طرح کا" یا "ایسا" آتا ہے تو اس کے ساتھ والا صلے کا جملہ کاف بیانیہ سے شروع ہوا کرتا ہے مثلاً ۔ع

امیر — وہ کشتہ ہون کہ مری لاش جس طرف گذری ÷ زمین پکار اُٹھی قابل مزار ہون مین

" — وہ مزا دیا تپش نے کہ یہ آرزو ہے یارب ÷ مرے دونون پہلوؤن مین دل بیقرار ہوتا

حضرت۔ شریعت کیون خدا نخواستہ ذوق تکلم کی گریبان گیر ہونے لگی آپ شوق سے تکلم فرمائیے ہم آپ کو یقین دلاتے ہین کہ عالمگیر کے وقت مین بھی مطلق تکلم کی شریعت کبھی گریبان گیر نہین ہوئی۔ ہان البتہ اگر آپ تکلم کے معانی کو اس قدر محدود سمجھتے ہون کہ اس سے آپکا مقصود صرف وہ تکلم ہو جو خلاف شریعت ہے تو اس کی وجہ جو کچھ ہوگی وہ آپ ہی کے دل مین ہوگی بذریعہ تکلم تو اسکا اظہار کیا نہین گیا۔ یعنی اگر آپ کا معہود ذہنی انا الحق کی صدا لگانا ہو تو آپ جانین اور آپ کا ذہن۔ شریعت کے احکام ظاہری ہین نہ کہ باطنی۔

جو ہے بیدار انسان مین وہ گہری نیند سوتا ہے ÷ شجر مین پھول مین حیوان مین پتھر مین ستارے مین

اس مین مصنف نے مسئلہ ارتقا کے ایک باریک پہلو پر نظر ڈالی ہے۔ یعنی وہی قوا اور اجزاء مادی جو انسانی جسم مین اگر اس کو دیگر موجودات پر تصرف کرنے کی اور اپنے وجود کو محسوس کرانے کی قابلیت

بخشتے ہین جمادات و نباتات و دیگر حیوانات کے اندر غیر مکمل حالت مین موجود ہین خیال نہایت وسیع تھا مگر افسوس کہ اظہار نہ ہوسکا اس کے علاوہ اسی مسئلہ کی رو سے یہہ بھی ناجائز ہے کہ اُن قوا کو دیگر موجودات مین سوتا ہوا تصور کیا جاے کیونکہ وہ برابر نقل حالت کر رہے ہین لہذا وہان بھی وہ اُسی طرح جاگ رہے ہین جیسا کہ انسان مین صرف فرق یہہ ہے کہ وہان اُن کی حالت تکمیل کو نہین پہونچی تاہم ترقی وہ ضرور کر رہے ہین اور چونکہ حرکت اختیاری مقتضاے بیداری ہے لہذا یہہ غلط ہوا کہ وہ سو رہے ہین کیونکہ سوتے ہوے ترقی کرنا ممکن نہین ہے -

مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے ؛ غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے مین

"پانی کے چھوٹے سے شرارے مین" ندرت بیان تو ضرور ہے لیکن ایسی صورت پیدا کرنے مین کامیابی نہین ہوئی کہ طبیعت اس بات کو خود بخود مان لے - یہہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ "پانی کا شرارہ کیسا" -

باقی ماندہ اشعار بھی اسی قبیل کی لغزشون سے خالی نہین لیکن اُن کی تفصیل بخوف طوالت نظر انداز کی جاتی ہے البتہ یہہ انصاف کی بات کہنے سے ہم باز نہین رہ سکتے کہ شعر خوب لکھا ہے - فرماتے ہین ؎

صداے لن ترانی سن کے اے اقبال مین خوش ہون ؛ تقاضون کی کہان طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے مین

ہم اس قدر تفصیلی تنقید نہ کرتے اور جو کچھ عام طور پر ہم نے لکھا تھا اُسی پر اکتفا کرتے لیکن اس خیال نے ہمکو مجبور کیا کہ مخزن کے قلمی معاونین مین حضرت اقبال کی مسلمہ عظمت کی وجہ سے لوگون کی نظر مین ہماری عام بحث دعوی بے دلیل نہ ثابت ہو - اور اہل نظر بخوبی اندازہ کر لین کہ تجدید اور ترقی کے پیروؤن کے ہاتھ مین ہماری شاعری کس صورت سے ترقی کر رہی ہے اس حالت کا نظارہ کر کے کیا ایک لمحہ کے لئے ہم اس کو تسلیم کر سکتے ہین کہ ہم مین اس قدر قدرت پیدا ہو گئی ہے کہ تقلید کے احاطہ سے نکل کر ایجاد و اختراع کے میدان مین قدم رکھین پیارے ناظرین ہم یقین دلاتے ہین کہ ہم ایجاد و اختراع کے مخالفون مین سے نہین ہین لیکن

ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی ایجاد و اختراع کی قابلیت پیدا کرنے کے لیے ہمکو بڑی جانکاہ کوشش کرنے کی ضرورت باقی ہے ہم سر دست یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ ہم کو جدید شاعری میں ایسا نعم البدل مل گیا ہے جس کے مقابلہ میں ہم قدیم شاعری کو اب بلا اندیشۂ نقصان ترک کرسکتے ہیں۔ اب تک جدید شاعری کے رنگ میں کوئی میر کوئی غالب اور کوئی ذوق پیدا نہیں ہوا جس کے صاف کئے ہوئے راستے پر ہم بلا خوف و خطر چل سکیں اور جس کی بنائی ہوئی عمارت کی ہم توسیع کرسکیں۔ اور ہم میں سے کوئی شخص میر یا غالب یا ذوق اس وقت تک ہرگز نہیں بن سکتا جب تک ہم زبان اردو کی جدید انشا پردازی کی علت غائی محض تفریح طبع تصور کرتے رہیں جن لوگوں نے طرز قدیم پر زبان کی عمارت کی بنیادیں مستحکم کیں وہ محض تفریح طبع کی غرض سے نہیں لکھتے تھے بلکہ ایک غرض و غایت کو مد نظر رکھکر اور وہ غرض و غایت کیا تھی؟ زبان کی صفائی اور ترقی - وہ لوگ شاعری کو ایک فن تصور کرتے تھے اور نکتہ سنجی کو ایک ہنر جانتے تھے۔

مگر با ایں ہمہ یہ خوشی کا مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو اس طرف توجہ تو ہوئی دنیا میں ہر کام کی ابتدا تکمیل سے نہیں ہوا کرتی اور شروع ہی سے کوئی فن اوج کمال کو نہیں پہونچ جاتا ہم کو حضرت اقبال اور اُن کے ہم خیال اصحاب کا دل سے شکر گذار ہونا چاہیے کہ وہ ایک نمونہ تو پیش کررہے ہیں ایک تحریک تو پیدا کررہے ہیں جس سے آیندہ بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں۔ بقول حضرت اقبال الہ آبادی ؎

شکر اللہ کا خیر ایسی طبیعت تو ہوئی
غیر ہی سے سہی لیکن تمھیں الفت تو ہوئی

محمود حسن عشقی ڈاسنوی

تربیت کی اہمیت اور علی گڈھ کالج

اگر تعلیم کا مدعا صرف چند کتابین یاد کر لینا اور چند امتحانون مین کامیابی حاصل کر لینا ہوتا تو علی گڈھ کے طلبار کو وہ پایۂ امتیاز ہرگز حاصل نہ ہوتا جو آج نہ صرف اُن کے لیئے بلکہ ساری قوم کے لیے موجب فخر ہے لیکن حال مین وہان کے طلبا اور بعض انگریز پروفیسرون کی باہمی کشیدگی نے جس ناگوار واقعات کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے اُن سے ہمکو نہایت افسوس کے ساتھ یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ جس وسیع پہلو پر تعلیم و تربیت کے دوش بدوش چلنے کی بنیاد اُس کے عالی دماغ بانی نے ڈالی تھی اُس کے نباہ کی قابلیت کا کم از کم قوم اسلام کے اُس گروہ نے کافی ثبوت نہین دیا جو اِس اہم قومی ودیعت کے امانت دار ہین مسلمانون کے اس منتخب گروہ نے بھی اُسی نا قابلیت کے اظہار مین وہی وفادارانہ ثابت قدمی دکھائی ہے جو بدقسمتی سے ہمارا قومی شعار ہے اور جس سے یہہ دلشکن حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ایک فلاکت اور نحوست مین گھری ہوئی قوم ہرگز اپنی ترقی کی کوششون مین کامیاب نہین ہوسکتی اور ترقی کی ڈگر پر صرف اُس وقت تک چل سکتی ہے جب تک کہ ایک غیر معمولی اور عجیب قوتون والا آدمی اُن کی رہنمائی کرتا ہے چونکہ ایسے آدمی روز روز نہین پیدا ہوتے لہذا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے بنے بنائے کھیل بگڑ جاتے ہین اور ہماری چلتی چلائی گاڑی مین کوئی نہ کوئی روڑا اٹک جاتا ہے۔ یورپ پرنس بسمارک اور مسٹر گلیڈسٹون کا اس قدر محتاج نہین ہے جس قدر ہندوستان سر سید اور مسٹر گوکھلے کا کیونکہ وہان رہنمایان قوم کو عام لوگون سے صرف سو اور نوّے کی نسبت ہے اور یہان اِن دونون کے درمیان دو اور سو کا فرق ہے اسی وجہ سے یہان یہہ حال ہوتا ہے کہ جن اصول پر کوئی زبردست تقاضائے قوم کسی انسٹیٹیوشن کی بنیاد ڈال جاتا ہے اُن اصولون کو نصب العین رکھنا کیا معنی اُن کی اہمیت کو سمجھنے والا بھی کوئی باقی نہین رہ جاتا پھر اُسے چلائے کون۔

جن لوگون کو علی گڈھ کالج کی زندگی کا ذاتی تجربہ ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ جن اغراض

مقاصد کے پورا کرنے کے لئے سر سید ایسے عظیم الشان کالج کو عرصہ وجود مین لائے اُن مین سب سے زیادہ مہتم بالشان غرض یہہ تھی کہ ہونہار نوجوان یہان سے نہ صرف یونیورسٹی کی ڈگریان حاصل کرکے نکلین بلکہ تربیت کے اعلےٰ جوہر یعنی خودداری ۔ بلندی خیالات ۔ صداقت اور راستبازی کے اوصاف مین ممتاز ہو کر قوم کے لئے مایۂ فخر اور سرچشمہ ہدایت بنین ۔ انگریز پرنسپل اور پروفیسرون کے تقرر سے اُنھون نے بہت سی گہری مصلحتین سوچی تھین اول تو یہہ کہ ان کے فیض صحبت سے طلبا مین وہ راستبازی اور اخلاقی جرات پیدا ہو جو انگریز قوم کے تعلیم یافتہ گروہ کا فطرتی خاصہ ہے ۔ دوسرے وہ اپنی ذات کو بحیثیت حکمران قوم کے افراد کی شرافت اور مروت فیاضی اور فراخ دلی کا قابل قدر نمونہ ثابت کرکے حاکم و محکوم کے خیالات کو ایک دوسرے کی طرف سے صاف رکھنے کا وسیلہ ہون اُن کے فیض صحبت سے گروہ طلبا کے دلون سے جو آگے چل کر رعایا کا ایک سربرآوردہ طبقہ بننے والا ہے وہ توہمات اور بیہودہ خیالات جو انگریزون کی طرف سے اُن کی علیحدگی کی وجہ سے پیدا ہو سکتے ہین دور ہو جائین اور وہ اُن کی وہ عزت اور محبت کرنے کے قابل ہو جائین جو حاکم و محکوم دونون کے لئے باعث برکت ثابت ہو ۔ ہمکو معلوم ہے کہ ان اغراض کے حصول مین سر سید کو اعلےٰ درجہ کی کامیابی ہوئی اور یہہ اُسی تربیت کی برکت ہے کہ علیگڈھ کے طلبا کو علاوہ ذاتی محاسن اور اخلاقی خوبیون کے تاج برطانیہ کی وفادار رعایا مین شمار ہونے کا فخر حاصل ہے

سر سید کے توابعین نے کہان تک ان اغراض کو نصب العین رکھا اور کس حد تک اپنے ہادی کے نقش قدم پر چلنے مین ثابت قدم رہے ۔ اسکا جواب دینے کے لئے بظاہر ہر شخص تیار ملے گا اور یہہ دعوے اکثر لوگ کرین گے کہ ہم نے بانی کالج کے اعلےٰ اصولون سے سرمو تجاوز نہین کیا لیکن ہم پوچھتے ہین کہ کیا کبھی سر سید کے وقت انگلش اسٹاف کو یہہ دلیری ہو سکتی تھی کہ طلبا کے ساتھ اس طرح کا نا ملایم اور سفلانہ برتاو کرکے اُن کے آئینہ دل کو زنگ ملال سے مکدر کرے جس کا مشاہدہ ہم آج کر رہے ہین ۔ مسٹر بیک اور مسٹر آرنلڈ کو تو جانے ہی دیجئے مسٹر ماریسن ہی کی پدرانہ شفقت کو دیکھ لیجئے جن کی نسبت بعض اوقات سرد مہری کی شکایتین بھی پیدا ہوئی ہین ۔ کیا

اُنھون نے درجنون لڑکون کو کالج سے خارج نہین کر دیا ؟ کیا اُنھون نے بیسیون لڑکون کو
سخت الٹیمیٹم نہین دیدیا ؟ لیکن کسی نے کان تک نہ ہلایا کیونکہ ہر شخص واقف تھا کہ وہ جو کچھ کرتے
ہین جانچ اور تحقیقات کے بعد کرتے ہین اُن کی سچی محبت پر سبکو اعتماد تھا اور یہہ اعتماد گھر بیٹھے
تحکم کرنے سے پیدا نہین ہوا تھا بلکہ عملی طور پر شفقت اور محبت کے اظہار سے پیدا ہوا تھا - وہ
سچی ہمدردی اور وہ اصلی محبت جو سر سید کے ذاتی اثر سے انگریزی اسٹاف اور طلبا مین پیدا
ہوئی اور بڑھی افسوس کہ اُس کا انحطاط روز بروز منتظمان کالج نے اپنی آنکھون سے دیکھا لیکن
خاموش بیٹھے رہے یہان تک کہ وہ دبی ہوئی آگ اندر ہی اندر سلگتے سلگتے اِس ناگوار واقعہ کی
صورت مین شعلہ زن ہوگئی - کالج کے طلبا کوئی ناسمجھ بچے نہین ہین وہ قومی اسپرٹ کی روح روان
ہین وہ روشن خیال طبقے کے اصلی مرکز مین اُن کو کالج کے باعظمت بانی کے سچے اصولون کو
پامال ہونے کا جو احساس ہوا وہ اُسی مقدس ذات کی دوربین نظر کا پرتو تھا اور اُسی صداقت
مآب شخص کا فیضان تھا - وہ اِس مقدس بنیاد کے انہدام کو اُسی سہل انکاری کی نظر سے
نہین دیکھ سکتے تھے جس طرح ان الوقت ٹرسٹیون کے گروہ نے دیکھنا پسند کیا اُن کا بگڑ
بیٹھنا ایک بچے کا مچل جانا نہ تھا بلکہ ایک غیور اور شریف آدمی کے ناقابل برداشت برتاو
سے نارضامندی ظاہر کرنے کا بہترین اسلوب تھا - ہم ایک منٹ کے لئے اِس امر کے تسلیم
کرنے کو طیار نہین ہین کہ ٹرسٹیان کالج کی یہ معزز نا اہل اور سہل انکار جماعت کے جان بوجھ کر
اندھا بننے کے مقابلے مین قوم کے اُن ہونہار اور لایق نوجوانون کی رائے جو سچے اور پکے اصول کو
ہاتھ سے جانے دینے پر ہرگز رضامند نہین ہین پیچھے ڈال دینے کے قابل ہے علی الخصوص اُس حالت
مین جبکہ واقعات کافی شہادت دے رہے ہین کہ طلبا نے شروع سے اخیر تک جو کچھ کیا اور جس قدر
افعال اُن سے سرزد ہوے وہ سب کے سب بلا استثنا سنجیدگی متانت اور تہذیب کے رنگ
مین ڈوبے ہوے تھے - اگر ٹرسٹیون مین پیشتر ہی سے اتنی جرات ہوتی کہ اِس ہونہار چمن کو باد
خزان کے دستبرد سے بچا سکتے تو آج اُن کو بزدل اور دنی الطبع کے معزز القاب سے کون یاد کرتا

ہونہار نوجوانون کی اُمنگین ناجائز طور پر دبائی گئین شفقت اور محبت کے عادی دل جن کی عادتین مسٹر بیک مسٹر ماریسن اور مسٹر آرنلڈ جیسے بہ انتظام لوگ بگاڑ گئے تھے بات بات پر ٹھوکرین سے شکستہ کئے گئے۔ عالمانہ اور محققانہ اشغال کی ترقی دینے والی سوسائیٹیان توڑی گئین مردانہ کھیل کود کے انسٹیٹوشن کے زوال کی صورتین مہیا کی گئین۔ وظیفہ خواری اور استمداد ذریعہ تضحیک اور توہین بنائے گئے۔ وہ وہ جابرانہ سلوک کئے گئے جو بدمعاشون اور باغیون کے ساتھ کئے جاتے ہین۔ سخت سے سخت سزائین بلا کافی تحقیقات کے دی گئین۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہوتا رہا اور ٹرسٹیون نے دیکھا اور سنا گر ٹس سے مس نہ ہوے۔ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہی؟ صرف یہہ کہ ٹرسٹیون کو اعلیٰ تربیت کی اہمیت کا قطعی احساس نہین یا یہہ کہ وہ جانتے ہین لیکن اتنی جراءت نہین کر سکتے کہ اپنے جائز اختیارات کو عمل مین لاکر ان خرابیون کا انسداد کر سکین۔ جس قوم کے بزرگون کی یہہ حالت ہو اُس کا کیا ٹھکانا!۔

کیا کوئی ہز ہائینس سر آغا خان کی وہ تقریر صفحہ خاطر سے محو کر سکتا ہے جو اُنھون نے ہز رائل ہائینس حضور پرنس آف ویلس کی تشریف آوری کے موقعہ پر کی تھی اور جس کا ماحصل یہہ تھا کہ "اگر ہمکو اس قومی کالج پر صرف اس وجہ سے فخر ہے کہ یہان سے طلبا ڈگریان حاصل کر کے نکلتے ہین تو یقیناً ہم نے سر سید مرحوم کے مشن کو پورا نہین کیا۔ اس لئے کہ ڈگریون کے حصول کی غرض پوری کرنے کے لئے تو خود گورنمنٹ ہی کے کالج موجود ہین پھر اس جدید انسٹیٹوشن کے افتتاح کی کیا ضرورت تھی۔ لہذا جب تک یہہ کالج اعلیٰ اوصاف اور وسیع خیالات پیدا کرنے مین کامیابی نہ حاصل کریگا میرے نزدیک اُس نے کچھ کامیابی نہین حاصل کی اور نہ سر سید کا مشن پورا ہوا؟"

اس قول کی حقیقت سے کون منکر ہوسکتا ہے؟ لیکن وا دریغا کہ ہماری قوم مین سر آغا خان جیسے عالی دماغون کا افسوسناک قحط ہے۔ کہنے کو سب ہی کہتے ہین لیکن اگر بزرگان قوم کے گوشۂ خاطر مین یہہ صداقت پورے طور پر جاگزین ہوتی تو آج ہم کو یہہ روز بد ہرگز نہ دیکھنا پڑتا

کیونکہ اگر وہ اِس کی حقیقت سے پورے طور پر متاثر ہوتے تو بانئے کالج کے اُن بلند اصول کو پایال ہوتے ہوے دیکھکر اُن سے ہرگز نہ رہا جاتا جن کو برباد ہوتے ہوے آج نونہالان کالج نہین دیکھ سکتے - یہہ اُنھین کی سہل انگاری تو ہے جس نے انگریزی اسٹاف کو یہہ جرات دلائی کہ محترم بانی کالج کے متین اصول کو توڑکر اُن کی روح کو صدمہ پہونچائین -

ناظرین متعجب ہون گے کہ آخر وہ کون سے اصول ہین جو توڑے گئے ہم اُن کی طرف شروع سے برابر اشارہ کرتے چلے آتے ہین لیکن صاف طور پر سمجھا دینے کے لیے ہم ایک محسوس مثال لیتے ہین - ہم نے اپنے پچھلے مضمون بعنوان "خیرات" مین بڑے فخر کے ساتھ یہہ مضمون درج کیا تھا کہ علیگڈھ کالج مین جو طریقہ طلباء کو امداد دینے کا رائج ہے وہ اِس قدر پسندیدہ ہے کہ اُس سے بہتر کوئی طریقہ نہین ہوسکتا - ہم نے ذاتی تجربے کی بنا پر یہہ دعوے کیا تھا اور جس طرح پر اِس مضمون کو ادا کیا تھا اُس کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے اِس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ ہم مضمون مذکورہ بالا کا وہ حصہ جو اِس امر سے تعلق رکھتا ہے یہان پر نقل کر دیتے لیکن بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہین اور ناظرین کو ماہ مارچ کے نمبر کا حوالہ دیکر یقین کرتے ہین کہ وہ آخری حصہ اِس مضمون کا ملاحظہ فرمالین -

مگر آج ہمکو افسوس کے ساتھ وہ حصہ اپنے مضمون کا واپس لینا پڑتا ہے کیونکہ ہم نے اپنی پیارے (مگر افسوس کہ مظلوم) بھائیون کے "عرض حال" کو دیکھکر معلوم کیا ہے کہ یہہ قابل قدر اور نہایت ضروری طریقہ اب ملحوظ نہین رکھا جاتا بلکہ اب طلبا کی جھولی مین کھلے خزانے اُسی طرح بھیک کا ٹکڑا ڈالا جاتا ہے جیسا اکثر مدارس عربیہ مین دستور ہے - کیا یہی ایک فعل پرنسپل صاحب کی ناقابلیت ثابت کرنے کو کافی نہ تھا اور اُن کو سخت سرزنش کے قابل نہین بناتا ہے ؟ مگر افسوس اِس کی اہمیت کا سمجھنے والا کون ہے - کس سینے مین اِس درجہ قوم کے تعشق کی آگ مشتعل ہے کہ قومی حمیت کی گزندرسانی کو قومی قتل کی برابر کا گناہ سمجھے اور کس کے دل مین تناد رہے کہ اِس کے انسداد کی تکلیف گوارا کرے - آہ ! - اے بانی کالج کی مقدس روح ! - اے رحمت کے فرشتے ! اے شفقت اور

محبت کے سچے اوتار! اگر تو اپنے مقام اعلےٰ علیین سے اُتر کر آسکے تو آ اور ایک نظر اپنے اُس ہونہار چمن کو دیکھ جا جس کو تو نے اپنے خون سے سینچا تھا! آہ! ایک نظر تو دیکھ لے کہ آج وہ چمن کن ناخدا ترس کوتا بینون کی دستبرد سے برباد ہو رہا ہے بادسموم کے جھونکے اُسے کس بے رحمی سے پژمردہ کئے دیتے ہین اور باغ کے غرور کس بیدردی سے اُس کے ہونہار پودون کو جڑ سے اوکھاڑ کر پامال کر رہے ہین۔ افسوس ہے کہ باغبانون کو نہ اتنی بصیرت ہے کہ اُس کی پژمردگی کے اسباب کی تہ کو پہونچین نہ اتنی پروا ہے کہ اس کے سرسبز رکھنے کی کوشش کی دردسری قبول کرین!!! افسوس ہماری امیدین خاک مین ملی جاتی ہین! آہ ہماری آرزوئین پامال ہوئی جاتی ہین!۔ ہم کیونکر دل کو ڈھارس دین جبکہ ہمکو معلوم ہے کہ ایسا شخص ہم مین موجود نہین جس کی نسبت یہہ کہا جاسکے کہ ؎

ہیبت حق ست ہیبت خلق نیست ✤ ہیبت آن مرد صاحب دلق نیست

کالج کے بہت سے طلبا کی آنکھون تلے ہنوز وہ سما پھر رہا ہوگا جب سر سید مرحوم نے کالج کی وردی مین ترکی ٹوپی کو داخل کرنے کا اعلان کیا تھا اور مرحوم مسٹر بیک نے اس کی مخالفت اس بنا پر کی تھی کہ ٹرکی کے ساتھ سلطنت برطانیہ عظمیٰ کے تعلقات راسخ نہین ہین اور ممکن ہے کہ ترکی ٹوپی کا اختیار کیا جانا گورنمنٹ کی بدگمانی کا باعث ہو۔ یہہ اعتراض کچھ بیجا بھی نہ تھا اور نہ کسی بُری نیت سے کیا گیا تھا مگر سر سید کو اس مین خفیف سی کوتاہ اندیشی کا خدشہ پیدا ہوگیا پھر اُس شیر بیشۂ صداقت کی زبان کا کون روکنے والا تھا اُس نے ایک زبان مین ہزارون صلواتین مسٹر بیک کو سنائین۔ صاف صاف اور برملا کہدیا کہ جو تنگدل انگریز ایسے بے معنی شبہات دل مین رکھتے ہین اور اُس پر طرّہ یہہ کہ گورنمنٹ عالیہ کو بھی اپنی کوتاہ بینی مین شریک سمجھتے ہین ن کی رائے ہرگز قابل وقعت نہین۔ جو انگریز ہمکو صرف اُسی لباس مین دیکھنا پسند کرتے ہین جس وہ اپنے خدام سپاہیون اور خانساماؤن کو دیکھتے ہین (کیونکہ مسٹر بیک نے سر کے لئے پگڑی ز کی تھی) ہمکو اُن کی رائے پر ہرگز کاربند نہ ہونا چاہئے اور گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے اُن کے

کہنے سے ہرگز بدعقیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ مگر واہ۔ وہ بھی کیا لوگ تھے سر سید سب کچھ کہتے رہے اور وہ دم بخود اِس طرح سنتے رہے جیسے کوئی بیٹا باپ کی خفگی آمیز نصیحت کو سنتا ہے۔ اللہ اکبر ایک طرف سے یہہ خودداری اور دوسری طرف سے یہہ خلوص! حق یہہ ہے کہ سر سید کو امداد کے لیئے ایک آدمی کی ضرورت تھی مگر خوش قسمتی سے اُنھین ایک فرشتہ مل گیا۔ اِن تعلقات کو دیکھیئے اور موجودہ سکریٹری ثانی کو ملاحظہ کیجیئے یعنی نواب محسن الملک بہادر محسن و مربی قوم جنکو ہندوستان کے کل مسلمان اِس قدر و قعت کی نظر سے دیکھتے ہین پرنسپل صاحب کی خدمت مین لڑکون کے معافی نامہ کی تقریب کے لیئے حاضر ہوتے ہین اور صرف اِس بنا پر کہ اُنھون نے شورش فرو کرنے کی غرض سے لڑکون سے وعدہ کر لیا ہے کہ اُن کو اب کوئی گزند نہین پہونچے گا وہان سے نوک دُم بھگا دیے جاتے ہین یہہ نتیجہ ہے اُس تفریط کا جو اِس سے پیشتر انتظام کالج مین دخیل ہونے کے بارے مین ملحوظ رکھی گئی تھی نواب صاحب نے بھی آخر دیکھا ہوگا کہ انگلش اسٹاف کا رخ سچی ہمدردی کے مرکز سے پھر کر تحکم اور اقتدار کی طرف مائل ہو چلا ہے۔ وہ اب شفیق اُستاد بننے پر قانع نہین رہے بلکہ جابر حاکم بننے کی کوشش کرنے لگے ہین۔ اسٹاف نے دیکھا کہ کرکٹ مین نام آور ہونے کی وجہ سے نیم وحشی ہندوستانی مہذب انگریزون کی برابر بیٹھنے لگے ہین لہذا کرکٹ کا گلا دبا دیا۔ اسٹاف نے دیکھا کہ کلاس کے باہر یہہ معمولی محکوم قوم کے لوگ ہم سے برابری کے دعوے سے ملتے ہین اِس لیئے اُنھون نے یونین کے ہال انجمنون کے کمرون اور کھیل کود کے میدانون مین غرض ہر جگہہ اور ہر وقت پروفیسری کا چغا لادے رہنے کا قصد مصمم کر لیا اور ڈسپلن کے حیلے سے طلبا کی خودداری اور وقار پر سخت حملے کیئے سب کچھ ہوا مگر نواب صاحب چُپ چاپ خاموش بُت بنے بیٹھے رہے۔ اگر اِن سب باتون مین مداخلت کا کافی حیلہ ہاتھ نہین آیا تھا (حالانکہ سچے اصول کے عملدرآمد کے لیئے کسی حیلے کی ضرورت نہین) تو کیا غلام حسین کے معاملے مین پرنسپل صاحب کے پے در پے مختلف المتن والمعانی احکام بھی اِس قابل نہ تھے کہ اُن مین مداخلت کی جاتی اور اُن کی انتظامی قوت کی کمزوری ظاہر کی جاتی؟ اور کیا طلبا کی بیجا ذلیلوین اِس قابل بھی نہ تھین کہ اُن کے کانون کو اپنی طرف متوجہ کر لیتین۔

ابتدا ہی سے ہیڈ ماسٹر ٹرسٹیون کی کوتاہ بینی پر دلالت کرتا ہے کہ اُنھون نے انگلش سٹاف کی قوت کو حالانکہ اسکا بیجا استعمال روزمرہ دیکھ رہے تھے بڑھنے دیا اور محض اِس خیال سے خاموش رہے کہ کیا کرین صاحب یہہ لوگ آخر مین تو انگریز ان کی روک ٹوک کرنے سے گورنمنٹ ناراض نہ ہو جاے۔ استغفراللہ یہہ تو گورنمنٹ پر سخت اتہام رکھنا اور اُس کی علو حوصلگی اور فراخ دلی پر دھبہ لگانا ہے۔ اگر ٹرسٹی صاحبان راستبازی اور بلند ہمتی سے کام لیتے تو وہ ضرور اِس قابل ہو جاتے کہ گورنمنٹ اُن پر اُسی طرح اعتماد کرے جیسا سر سید مرحوم پر کرتی تھی کیا گورنمنٹ کو یہہ یقین دلانا امر محال تھا کہ علیگڈھ کالج کی حکومت صرف اُن انگریزون کو زیبا ہے جو شفقت اور محبت کا وہ مشن پورا کرین جس کی وجہ سے علی گڈھ کالج آج تک وفادار اور راستباز رعایا کے گھڑنے کی مشین بنا رہا ہے۔ جو انگریزی قوم کے کیریکٹر کے بہترین جوہر یعنی فراخ دلی اور بلند حوصلگی کا نمونہ پیش کر سکین اور اپنا نیک اثر اُن طلبا پر ڈال سکین جو چند دنون کے بعد قیصر ہند کی سربرآوردہ اور با اثر رعایا بننے والے ہین نہ ایسے تنگدل اور دنی الطبع انگریزون کو جو آزادی طبیعت اور بلندی خیالات کو سرکشی تصور کرین۔ میل جول سے کنارہ کش رہنے کو ڈسپلن کا ضروری جزو قرار دین اور زندہ دلی اور شگفتگی کو خیرہ سری سے تعبیر کرین۔ ایسے ناکارہ انگریزون کے اُس انسٹیٹیوشن مین رہنے سے جو تمام ہندوستان کے مسلمانون کی تہذیب کے لئے بطور خمیر کے کام دے رہا ہے حاکم و محکوم رعایا اور سلطان دونون کے حق مین مضر نتائج پیدا ہونے لابد ہین۔

آؤ- اپنے درد بھرے دل سے خدا کی درگاہ مین التجا کرین اور اُس مقلب القلوب کو عجز و الحاح کے ساتھ پکارین اور دعا کرین کہ وہ ہمکو راستبازی کے اکھاڑے مین اخلاقی کمزوری سے پچھڑنے نہ دے۔ ہمارے معزز رہنماؤن کو یہہ توفیق دے کہ قوم کے ہونہار نوجوانون کے ذاتی جوہر کے مٹنے کو ایک ناقابل برداشت مصیبت تصور کرین اور اگرچہ اُن کا مٹانے والا ایک انگریز ہی کیون نہ ہو اُس کی خدمات سے معافی چاہنے مین دریغ نہ کرین بلا سے اِس کا یہی نتیجہ کیون نہ ہو کہ ہمارے طلبا آیندہ انگریزون کی صحبت کی برکتون سے محروم ہو جائین اِس لئے کہ سچا اصول اگر ہاتھ سے جاتا رہا تو پھر ہاتھ نہین آسکتا اور اُس کا ہاتھ نہ آنا کسی انگریز اُستاد کے ہاتھ نہ آنے سے یقیناً زیادہ مضر ہے قومی ترقی ہمیشہ اصول کے پکڑنے سے ہوئی ہے اُستادون کی قسم منتخب کرنے سے نہین ہوئی۔ اے خدا ہمکو سچی جرأت اور صادق ہمت عطا فرما اور اِس امر کی توفیق عطا کر کہ ہم امر حق کے مقابلہ مین کسی کی رعایت و مروت نہ کرین۔ آمین

احتشام الہ آبادی

شاہ کابل کی گاے پر دیا اور اسکی نیک جزا

خدائے تعالی جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اس کا قاعدہ دونون انسان اور حیوان مین یکسان ہے - انسان مین بھی وہ نبی - ولی - رشی - منی - امیر سلطان پیدا کرتا ہے اور اُن کو وہ عزوشان دیتا ہے کہ بیشمار آدمی اُن کے معتقد اور مطیع ہو جاتے ہین - علی ہذا القیاس حیوانون مین گئو ماتا کو دیکھو کہ کرورون ہندو و پارسی اوس کی پرستش اور اُس کے بول و براز کو پوتر مانتے ہین - یہہ بات تو کسی نبی - ولی - اوتار کو بھی نہین حاصل ہوئی - انسان اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا دعوی کرتا ہے مگر اس کا یہہ دعوی اس باب مین کسی طرح سچا نہین ہوسکتا کہ وہ جانورون کی پرستش کرتا ہے مگر جانور اُس کی پرستش نہین کرتے - جانورون سے جتنی باتین انسان نے سیکھی ہین اُس کو سکھائی نہین - دنیا مین اس نے جانورون کے سے بڑے بڑے کام نہین بنائے سمندر مین جتنے بڑے بڑے جزیرے چھوٹے جانورون نے بنائے ہین ایسے انسان نے کہین نہین بنائے ہین - اس باب مین اور زیادہ زبان درازی اس لیے نہین کرتا کہ لوگ کہین گے کہ مین بچھیا کا باوا بن کے انسان کی شیخی کو کرکرا کرتا ہون - آمدم برسر مطلب جب شاہ کابل ریاست پٹیالہ مین حضرت مجدد ثانی کے مزار پر زیارت کو گئے تو انھون نے ریاست پٹیالہ کے خاص اہلکارون سے ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے دہلی کے ہندوؤن کو مطلع کردو کہ دہلی مین ہماری بقرعید ہو گی اور قربانی کرنا ہمارا فرض ہے مگر یہہ ضرور نہین ہے کہ گاے ہی کی قربانی سے وہ ادا ہو - دُنبے بھیڑین اونٹ قربانی کے لئے موجود ہین وہان ہم گاے کی قربانی کرکے ہندوؤن کا دل آزردہ نہین کرین گے - ان کے اس ارشاد کی اطلاع لالہ گوکل چند صاحب بی اے رئیس دہلی نے دہلی کے تین ہندو رئیسون کو کردی - پائنیر اخبار کے کسی کارسپانڈنٹ نے اس بات کا تبنگڑ بنا کے یہہ خبر مشتہر کرائی کہ دہلی کے مسلمانون نے شاہ کابل سے درخواست کی تھی کہ ہم دہلی مین آپ کے نام سے سو گائین قربان کرین گے امیر صاحب نے جواب دیا کہ اگر تم ایسا کرو گے

تو مین تمھاری نہ تمھارے شہر کی صورت دیکھون گا۔ جب دہلی مین لاڑ کو کالج کے خطوط مذکور ہندو رئیسون کے پاس آئے تو اُنھون نے ایک جلسہ عام شہر کے ٹون ہال مین کیا اور باتفاق رائے شکریے کا تار امیر کے پاس بھیجا کہ ہم آپ کے نہایت ممنون ہوے کہ گاے کی قربانی نہین فرمائین گے۔ اور معزز ہنود نے یہہ بھی تحقیق کیا کہ دہلی کے مسلمانون کی طرف سے کوئی درخواست شاہ سے ایسی ہوئی تھی کہ وہ گائین اُن کے نام سے قربان کرین جس کو اُنھون نے بالکل بے اصل پایا اور خود مسلمانون نے زینت محل کی حویلی مین اپنا جلسہ عام کرکے تحقیق کی کہ کوئی مسلمان ایسا ہے جس نے گایون کے ذبح کرنے کی درخواست کی ہو۔ جب اُن کو خوب معلوم ہوگیا کہ کسی مسلمان نے یہہ بیہودہ حرکت نہین کی تو اُنھون نے پائنیر اخبار کی خبر کی تکذیب کی۔ شاہ کابل نے بقرعید دہلی مین کی اور تین سو دُنبے اور پچاس بھیڑین قربانی کئے اور اُن کا گوشت غریبون کو تقسیم کر دیا اور ہندو و مسلمان رئیسون کو بقرعید کے دن ملاقات کے لئے بُلوایا بعد مصافحہ کے اپنے ترجمان سے فرمایا کہ ہماری طرف سے کہو کہ ہم کو معظم ترین شہر دہلی مین عید ادا کرنے سے بڑی مسرت ہوئی۔ بڑی خوشی کی بات یہہ ہے کہ ہمکو اپنے دوست کے گھر مین (اشارہ بجانب برٹش گورنمنٹ) عید ہوئی اور ہم نہایت خوش ہین کہ ہم نے اپنے مسلمان بھائیون کے ساتھ نماز عید پڑھی پھر ہندو صاحبون کی طرف نظر اُٹھا کر فرمایا کہ افغانستان مین ہمارے دربار عید مین ساٹھ ستر ہندو وان سے کم نہین ہوتے ہم خوشی سے اُنکو دربار عید مین شامل کرتے ہین۔ ہم نے اِسی مرتبہ گاے کی قربانی موقوف کی اِس لئے کہ ہمکو یہہ منظور نہین ہے کہ ہندوون کی دل شکنی ہو جس حالت مین کہ قربانی اونٹ بکرے دُنبے وغیرہ کی بھی ہوسکتی ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گاے کی قربانی کی جاے اور یہہ شعر پڑھا ؎

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن ٭ کہ در طریقت ما غیر ازین گناہے نیست

پھر فرمایا کہ ہم اخبار بہت پڑھتے رہتے ہین ہم نے افسوس کے ساتھ ان خبرون کو پڑھا ہے کہ مسلمانون نے گاے کے سر مندرون مین اور ہندوون نے سور کے سر مسجدون مین رکھدے تھے۔ ہندو مسلمان ایک ملک مین رہتے ہین اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے دونون فریق کو آزادی دیرکھی ہے ہندو مسلمانون کے تعلقات ملکی اور تجارتی بہت ہین جن مین ایک دوسرے کا نفع ہے دونون

فریق کو ہرگز ایسی بات نہین کرنی چاہیے جو ایک دوسرے کی دل آزاری اور دل شکنی ہو (یہہ اشارہ اس طرف ہے کہ گاوکشی نہ ہو) آپ لوگ ہماری رعایا نہین اس لئے کوئی شاہانہ حکم ہم نہین دے سکتے لیکن برادرانہ اور اخلاقانہ طور پر یہہ کہنے کے مجاز ہین کہ آپس مین بہتر ہے کہ موافقت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ یہہ شعر پڑھا ؎ گر نیاید بگوش رغبت کس + بر رسولان بلاغ باشد و بس۔

غرض شاہ کابل کو گائے پر دیا کرنے کی ایسی سوجھی کہ ہزارون کے دل مین اُن کی جگہہ ہو گئی۔ ہندوون کی طرف سے اُن کو شہر شہر سے شکریے کے تار بھیجے گئے۔ جہان اُن کی سواری کا گذر ہوتا تھا وہان ہندو پُکار پُکار کر کہتے تھے کہ 'جے امیر کی'۔ اگر وہ ہندوون مین لاکھون روپیہ کیا دیتے تو اُن کو یہہ عزت نہ حاصل ہوتی جو گائے پر عنایت کرنے سے حاصل ہوئی۔ گر دلی کے مسلمانون کے دلون پر اُن کے کہنے کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اُنھون نے بقرعید کو بدستور گایون کی قربانیان کین۔ اس شہر کے مسلمان گائے کی قربانی کے باب مین کسی کی نہین سُنتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء مین عالم متبحر مولوی فضل حق نے بہادر شاہ کی بادشاہی کا جو دستور العمل بنایا تھا اُس کی دفعہ اول اُنھون نے یہہ لکھی تھی کہ ہندوستان سے گاوکشی موقوف ہو۔ اُنھون نے تو یہہ دفعہ تالیف اس لئے بنائی تھی کہ اس سے زیادہ کوئی اور بات ہندوون کو نرم کرنے والی نہ تھی مگر اس پر دلی کے مسلمان ایسے برافروختہ خاطر ہوے کہ اُنھون نے ہندوون پر علم جہاد بلند کرنے کا اس لئے قصد کیا کہ یہہ دفعہ ہندوون کے بہکانے سے اسلام کے خلاف بنی ہے مگر اُس وقت تلنگا گردی مین اس کام کے کرنے کی اُن کو مجال نہ تھی۔

یہہ گائے بھی عجب قدرت الہی کی جلوہ گاہ ہے کہ ایک طرف اس کو یہہ شرف حاصل ہو کہ ہندو پارسی اس کی پرستش مین اپنی نجات سمجھتے ہین دوسری طرف یہہ ذلت ہے کہ مسلمان اس کے گلے پر چھری پھیرنے کو ثواب جانتے ہین۔ ہندو مسلمانون مین اس سے زیادہ کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔

محمد ذکاءاللہ - دہلوی

غزلیات تازہ عطیہ حضرت ظہیر دہلوی

اک ترے کوچہ مین ہم خاک بسر ہو کے رہے
ورنہ جس جا رہے منظور نظر ہو کے رہے

ہے محبت مین کرشمہ تو اثر ہو کے رہے
بیوفا تیرے دل و چشم مین گھر ہو کے رہے

اب بجھے اب بجھے اس بزم خرابات مین ہم
کیا ہے زندہ اگر شمع سحر ہو کے رہے

زلف شبگون ترے رخ سے نہ ہٹے گی کب تک
تو سہی اس شب یلدا کی سحر ہو کے رہے

اشکباری مین اثر ہے تو یقین ہے ہم کو
بارور اپنی تمنا کا شجر ہو کے رہے

حشر تک اے شب غم عمر بڑھا ے اپنی
زندگانی ہے تو اک روز سحر ہو کے رہے

صورت سرو جو بے فیض گذاری تو کیا
باغ دنیا مین ثمر دار شجر ہو کے رہے

ہے دعاؤن مین اثر کچھ تو دکھا ئین گے تجھے
کبھی دست دعا زیب کمر ہو کے رہے

مشرب اپنا تو رہا شیخ و برہمن سے جدا
نہ ادھر ہو کے رہے ہم نہ ادھر ہو کے رہے

ہین تو کیا خاک ہین یکسان ہی عدم اور وجود
ہم جہان مین ترا مضمون کمر ہو کے رہے

تا قیامت ہے اگر زیست تو لابد ہے ظہیر
ایک دن منزل ہستی سے سفر ہو کے رہے

دیگر

عشق ہے عشق تو الفت کا اثر ہو کے رہے
درد ہے درد تو اُن کو بھی خبر ہو کے رہے

ناوک انداز کے آماج نظر ہو کے رہے
تیر باران مین بھی ہم سینہ سپر ہو کے رہے

مرنے والون مین کرامت ہے تو یہ یاد رکھو
ایک دن گور غریبان پہ گذر ہو کے رہے

غرق دریاے معاصی ہون مگر ہے امید
خشک رحمت سے مرا دامن تر ہو کے رہے

خانۂ دل کی خرابی کے ہین ظاہر آثار
ایک دن عشق مین برباد یہ گھر ہو کے رہے

سنگ برسے کہین سر پر کہین آتش برسی
ہم جہان جا کے رہے سینہ سپر ہو کے رہے

پند گو دیکھ لیا ضبط فغان کا انجام
ساتھ اشکون کے روان لخت جگر ہو کے رہے

تم رہے چشم مین آنکھون نے نہ دیکھا تم کو
خانۂ چشم مین تم مثل نظر ہو کے رہے

مین تو سمجھا تھا محبت مین مسرت ہوگی
تم تو پہلو مین مرے درد جگر ہو کے رہے

جان کھونے کے سوا عشق مین ہی فایدہ کیا
یہ وہ سودا ہے کہ آخر کو ضرر ہو کے رہے

بے وفا تو ہے تو پھر نام کو مین بھی ہون ظہیر
وہ ستاؤن کہ ترے دل کو خبر ہو کے رہے

جولیس قیصر

نمبر ۳

تمام عمایدِ شہر کیٹولس کی طرف رائے دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جولیس کا مطلب اس معاملہ کے اٹھانے سے عوام الناس کی خوشنودی حاصل کرنا تھا کیونکہ کسی زبردست پیٹریشن پر حملہ ہونا عوام کی خوشی کا باعث ہوا کرتا تھا۔ اُس کا یہ بھی مطلب تھا کہ پامپی کو بھی جو عنقریب وطن کو واپس آنے والا تھا راضی کرے۔

پامپی جس مہم پر بھیجا گیا تھا اُس میں اُسے نمایاں کامیابی ہوئی۔ سیلیشیا کے غارتگروں کو شکست فاش ہوئی اُن کے تمام جہاز تلف ہو گئے اور بقیۃ السیف غارتگر بھاگ کر ایک شہر کے اندر سکونت گزین ہو گئے۔ پانٹس کا بادشاہ متھریڈیٹس جو روما کا قدیم چالاک اور زبردست دشمن تھا یہاں تک تنگ ہوا کہ زہر کھا کر مر گیا۔ اس کے علاوہ فرقہ مکابی اور اسمونیا کے مذہبی پیشوا جو بعد حصول سلطنت عیش پسند اور مفسد ہو گئے تھے اُن کے باہمی جھگڑوں کے طے کرنے کے لئے پامپی یروشلم میں بلایا گیا اور وہاں پہونچکر مفرورین کی امداد سے جنھوں نے اُس سے استعانت کی تھی شہر یروشلم کو ایک حملے میں چھین لیا اور اُسے سلطنت روما کے زیر نگین کر دیا۔ اُس نے یہاں تک زیادتی کی کہ خاص بیت المقدس کے اندر گھس گیا اور گو وہاں پہونچکر اُس نے کوئی نقصان نہیں پہونچایا تاہم ایک کافر کا وہاں موجود ہونا ہی ایک ایسا واقعہ تھا جس کا اثر اہل کتاب پر بہت بُرا ہوا اور سچ پوچھئے تو یہ بات اہل روما کے اُس متحملانہ برتاو کے اصول کے خلاف تھی جو وہ بالعموم غیر مذاہب کے مفتوح لوگوں کے ساتھ برتتے تھے۔ اُسی وقت سے یہ بات ظاہر ہونے لگی کہ پامپی کا ستارۂ اقبال پستی کی جانب رجوع ہونے لگا۔

اِدھر روما میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ پامپی کو واپس بلا کر کاٹیلائن اور اُس کی باغی فوج کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہیے اس پر بڑے زور و شور سے مباحثے ہوئے اور اس قدر گرماگرمی ہوئی کہ سینیٹ نے جولیس قیصر کو ترک ادب کا ملزم قرار دیکر عہدہ پریٹری سے معطل کر دیا اور اس معطلی نے اُس کی سازش میں شریک ہونے

کے معاملے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس نازک وقت میں اُس نے سسرو سے امداد طلب کی اور سسرو نے
صاف طور پر اعلان کر دیا کہ قیصر بالکل بے قصور ہے۔ سسرو نے پہلے ہی قیصر کو آگاہ کر دیا تھا کہ اس
معاملے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ سسرو کی سفارش سے قیصر اپنے عہدے پر بحال ہو گیا
اور اُس کے جرم سے بری ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

اس قصے کو ابھی کچھ دن نہ گزرے تھے کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے روما کی تمام شریف
زادیوں کو عموماً اور جولیس قیصر کے خاندان کی عورتوں کو خصوصاً سخت ہیجان میں ڈال دیا۔ روما
کے مراسم مذہبی میں سب سے بڑی رسم دھرتی ماتا کی پوجا تھی۔ سیبیلی دیوی جس کو نیک دل
دیوی بھی کہتے تھے زمین کی دیوی تصور کی جاتی تھی اور اُس کی پوجا پر اہل روما کے خیال میں روما کی
سرسبزی اور خوش حالی کا انحصار تھا۔ دسمبر کی کسی تاریخ کو شب کے وقت روما کے تمام شرفا کی
عورتیں پانٹی فکس میکسمس (یعنی سردار علمائے مذہبی) کے مکان پر جمع ہوتی تھیں اور وہاں چیدہ
چیدہ کنواری لڑکیاں رسم پرستش کو بجا لاتی تھیں۔ اس میں کسی مرد کو شریک ہونے کی اجازت نہ تھی
کیونکہ اعتقاد یہ تھا کہ مرد کی موجودگی سے اُس دیوی کو نفرت ہے اور وہ ناراض ہوتی ہے۔ ایسا واقعہ
روما میں کبھی نہیں ہوا تھا کہ مرد اس مکان کے قریب بھی پھٹکے۔

ناظرین تصور کر سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں جولیس قیصر کی معزز والدہ آریلیا کو کس قدر
توحش پیدا ہوا ہوگا جب ایک کنیز نے اُس کے کان میں آ کر کہا کہ عورتوں میں ایک مرد موجود ہے
جو عورتوں کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اتنا سنتے ہی آریلیا کے حواس جاتے رہے اور اُس نے فوراً دیوی
کی مورت کو ایک کپڑے سے بنار کر دیا تاکہ مرد کی نگاہ اُس پر نہ پڑنے پائے اور کواڑ بند کر کے مشعل ہاتھ
میں لے کر جملہ حاضرین کے چہرے کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ اُن پری جمالوں میں وجیہ نوجوان پبلیس کلاڈیس
کا خوبصورت چہرہ زنانہ لباس میں نظر آیا۔ یہ ایک عیاش نوجوان پیٹریشین تھا جس کے باغ کا دروازہ
اس مقدس پرستش گاہ سے خطرناک طور پر قریب واقع تھا۔ اس راز کے کھلتے ہی تمام عورتیں غضبناک
ہو کر اُس کے گرد جمع ہو گئیں۔

(باقی آیندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۲

مین یعنی مجھ ناچیز کو بھی۔

یہہ کہتا ہوا مین ایک کرسی کو کھینچکر بیٹھ گیا کیونکہ ڈورا اُس وقت ایسی از خود رفتہ ہو رہی تھی کہ اُس سے یہہ امید کرنا کہ وہ بیٹھنے کی تواضع کرے گی بالکل بے سود تھا۔ اب ڈورا نے اِس طرح سلسلہ کلام کو شروع کیا۔

ڈورا۔ اِس کتاب مین مجھے اِس قدر محویت ہو گئی تھی کہ عالم خیال سے واپس آتے آتے بھی مجھے چند لمحون کی دیر لگی۔ ہائے عالم خیال کی دلچسپیان بھی کس قدر فریفتہ کرنے والی ہین لیکن آپ جیسے محسن کو مین کیونکر بھول سکتی ہون گو اِس وقت آپ کا یہان آنا تعجبات سے ہے آپ کو کیا معلوم تھا کہ مین یہان ہون کیونکہ شاید آپ کو یہہ بھی خبر نہ ہو گی کہ پہلا مکان ہمنے چھوڑ دیا ہے۔

مین۔ غالباً تم کو وہ مکان چھوڑے ہوئے پندرہ روز گذر گئے۔ مگر یہہ تو بتایئے کہ آپ کا مزاج تو اچھا ہے نصیب دشمنان کچھ طبیعت ناساز ہے یا گھر سے نکلنا یون ہی ترک کر دیا ہے۔

ڈورا۔ اگر مین تندرست نہ ہوتی تو غالباً اِس سے پیشتر آپ سے ملتی مسس مینگ ٹرٹی ضرور آپ کو بلاتی وہ آج کل مجھپر حد سے زیادہ مہربان ہے مجھے اپنی نظرون سے الگ ہی نہین ہونے دیتی اِس کے علاوہ وہ یہہ بھی پسند نہین کرتی کہ گھر مین تو سوگ پھیلا ہوا ور مین اِدھر اُدھر پھیرتی رہون۔ گویا یہہ بھی ایک رسم ماتم کا رکھ رکھاو ہے۔

مین۔ تمھاری صحت کی حالت اچھی نہین معلوم ہوتی تمکو لازم ہے کہ خوب پھرو۔

ڈورا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ غالباً عنقریب مجھے بہت سا چکر لگانا پڑے گا۔

مین (گھبراکر) تو کیا باہر جانے کا ارادہ ہے؟ ۔

ڈورا۔ غالباً مسس ٹرٹی کا قصد مصمم معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان سے کہین باہر جاے۔ رفتہ

یہی مذکور رہتا ہے۔ مجھے خبر نہیں کہ یہہ لوگ کہاں جانا چاہتے ہین۔ ابھی یہہ طے نہیں ہوا کہ کہان جانا چاہیئے۔ صرف یہہ معلوم ہوا ہے کہ کہین باہر جائین گے۔

مین - اور تم بھی اُن کے ساتھ ضرور جاؤ گی ؟۔

ڈورا - یہہ تو طے شدہ معاملہ ہے۔ شاید اس مین تو مجھ سے راے بھی نہ طلب کی جاے گی۔ گو مجھے سفر کا بہت شوق تھا مگر اب تو سفر کے خیال ہی سے میرا جی اُلجھتا ہے۔ ابّا جان کی زندگی مین البتہ میرا سفر کی طرف زیادہ رجحان تھا۔

مین - تو تم کہہ کیون نہین دیتین کہ مین نہین جانا چاہتی۔ تمھاری مرضی کے خلاف تو شاید مسس میننگ ٹری تم کو مجبور نہ کرین گی۔

ڈورا - شاید مین کہہ بھی دون۔ مگر یہہ زیادہ تر آپ پر منحصر ہے۔

مین (دل سے یہہ خواہش کر کے کہ خدا کرے ایسا ہی ہو) مجھپر!۔

ڈورا - جی ہان۔ مطلب یہہ ہے کہ آپ کی صلاح پر۔ مین آپ کو دوبارہ تکلیف دینا چاہتی ہون اور اسی وجہ سے مین آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ آپ کے سوا اور کون ہے جس سے مشورہ لون۔ کس کی صلاح ایسی ہے جو میرے لئے ذرّہ برابر مفید ہو سکے۔ آپ براہ مہربانی مجھے یہہ مشورہ دیجیئے کہ ایک شریف عورت اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کر سکتی ہے

مین (متعجب ہو کر) ہزارون عورتین ہزارون شریف عورتین اپنی روزی حاصل کرتی ہی ہین اور کامیاب بھی ہوتی ہین لیکن اس مین شبہہ نہین کہ اکثر اس کشمکش سے جو اس کوشش مین ایک ضروری امر ہے پریشان بھی رہتی ہین۔ مگر شاید یہہ سوال تم نے اپنے متعلق تو نہین کیا ہے۔

ڈورا - اگر مین نے اپنے ہی متعلق یہہ سوال کیا ہو تو۔

مین - کیون۔ تم نے کہا تھا کہ کرنیل میننگ ٹری دولتمند تھے اور سوائے تمھارے اُن کی کوئی اولاد نہ تھی اس سے ظاہر ہے کہ تمکو ورثہ مین معقول جائداد ہاتھ لگے گی۔ (باقی آیندہ)

قطرۂ شبنم

ایک دن قطرۂ شبنم سے یہہ پوچھا مین نے
کہتے ہین زیب دہِ عارضِ گل سب تجکو
ہے چمن تجھ سے جو پُر زیب تو صحرا پُر نور
تجھ سے وابستہ ہی وصفِ گلِ رعنا لاریب
عارضِ شاہدِ گل تجھ سے دمک اُٹھتا ہی
نرگس آنکھون پہ بٹھاتی ہی چمن مین تجکو
جو ہی اور چمپا ترے نام پہ دم دیتے ہین
گلِ صد برگ بھی سو جان سے ہے تجھپہ فدا
سچ بتا کونسا ہے عشوۂ دلکش تجھ مین
یون جو دیکھے کوئی اک قطرۂ ناچیز ہی تو
گرمیٔ مہر سے تو بن کے دخان کی صورت
تیرے بھائی بہت ایسے ہین جو ہین عالم مین
موسلا دھار برستے ہین پہاڑون پہ کہین
کس نے دیکھا نہین سیلاب کا وہ افگن جوش
ندیان بن کے کہین زور سے یون بہتی ہین
اور سمندر وہ بلاخیز وہ بے پایان شے
یہہ سب آخر اُسی گوہر سے ہین جس سے تو ہی
کیون دکھاتا نہین تو اہلِ جہان کو جرءت
مسکرایا مری تقریر کو سن کر قطرہ
تھی جھلک نور کی اک دس تبسم کیا تھا

کچھ حقیقت کی تو دے اپنی ذرا مجکو خبر
پیار سے ڈالتے ہین اہلِ جہان تجھ پہ نظر
حسنِ گلشن کا بنایا تجھے حق نے زیور
یعنی اک وصف ہی گل کا جو کہین اُسکو تر
پیرتو غور تجھے چمکاے جو مثلِ گوہر
گلِ سوسن کی زبان وصف مین ہی تیرے تر
پڑتی ہے تجھپہ ہر اک نخل کی گلشن مین نظر
سیوتی گود مین لیتی ہی تجھے خوش ہو کر
سچ بتا مجھ کو یہہ تو یاد ہی کیا تجکو ہنر
کچھ بظاہر نظر آتے نہین تجھ مین جوہر
کھاتا پھرتا ہے پڑا موجِ صبا کی ٹھوکر
جلوہ گر ہوتے ہین کس شان سے باہم ملکر
کہین بہتے ہین عجب شان سے دریا بنکر
کس نے دیکھا نہین طوفان کا تبہ کن منظر
گھس کے بہ جلے اگر کوہ کو ماریں ٹکر
ہے محیطِ سطحِ خاک جو با کرّ و فر
پھر یہہ کیا ہے کہ نہین تجھ مین یہہ شور اور یہہ شر
کیون نہین ڈالتا تو اہلِ زمانہ پہ اثر
کس قدر سے کہہ ہی لطف شکایات سے یار
برق پاشی سے ہوئی اُس کی نگہ بھی ششدر

ہنس کے بولا کہ عجب طرح کا نادان ہے تو
مین نے مانا کہ انھین قطرون سے بنتے ہین بحار
مین نے مانا یہی سیلاب کے بھی اجزا ہین
وہ بھی اک شان ہے اظہار نمودِ حق کی
کام اُن کا ہے جو اظہار جلالِ قدرت
اور بھی اُن سے فوائد ہین بہت وابستہ
مجکو آتی ہے ہنسی تیری سمجھ پر لیکن
رمز مین اپنی حقیقت کا بتاؤن تجھکو کیا
یون سمجھ لے کہ مین ہون مظہرِ انوار جمال
مجکو زیبا نہین اس بات پہ جو اتراؤن
کام فی الحال جو قدرت نے دیا ہے مجکو
منزلِ عجز مین ہون مین سرِ تسلیم ہے خم
ہے تواضع کا جو فرض اُس کو بجا لاتا ہون
ہے صلا اس کا کہ اب رونقِ گلشن ہون مین
اب کوئی دم مین یہ دیکھے گا تو آنکھون سے
نفس مین میرے جو ہے شانِ علوِ ہمت
نہین کوتاہ نظر تو تو سمجھ لے دل مین
جوہرِ ہمتِ عالی نہین جس کی میراث
اُس کا دنیا مین نہین کوئی ٹھکانا ہرگز
ہان جسے ہمتِ عالی سے ملا ہے حصہ

کچھ تناسب پہ نہین قدرتِ صانع کی نظر
جن کی عظمت سے ہے آج ایک زمانہ ششدر
جن کے آگے نہین کچھ مال شجر اور حجر
وہ بھی ہین ایک طرح مظہرِ شانِ داور
وہی کرتے ہین ادا ایل کے وہ بے خوف و خطر
لیکن اس بحث سے کرتا ہون مین اب قطع نظر
کہ فقط موٹی ہی باتون کا ہوا تجھ پہ اثر
وہ بتاؤن جو نہین فہم سے تیرے باہر
کس لیے ہو مجھے اس خدمتِ عالی سے حذر
کہ بڑے دبدبے والے ہین مرے جد و پدر
بخوشی اُس کو مین کرتا ہون تو کر لے یاد
حکم ہے مجکو کہ مٹ جاؤن زمین پر گر کر
نہین جیتا ہون اکڑ کر جو کھاؤن ٹھوکر
ہے مرے دم سے پُر افشان رخِ خوبِ گلِ تر
صلا اس عجز کا دے گا مجھے شاہِ خاور
پہونچون کا چرخ پہ مین چشم زدن مین اُڑ کر
مایۂ ناز ہے جس کا فقط املاکِ پدر
جس کے حصہ مین نہ آیا کوئی فن اور ہنر
دربدر ٹھوکرین کھائے گا وہ بس خاک بسر
ہو کسی حال مین ہو جائے گا وہ نام آور

اختر الہ آبادی

غزلیات تازہ

حضرت خورشید سکندر آبادی

اس کی پروا نہیں برباد یہ گھر ہو کے رہے
رخنہ گر دل میں ترا تیرِ نظر ہو کے رہے

ہے محبت مری سچی تو اثر ہو کے رہے
بے خبر لاکھ ہو تو تجھکو خبر ہو کے رہے

میرے نالوں میں الٰہی وہ اثر ہو کے رہے
قصرِ گردوں بھی ترا زیر و زبر ہو کے رہے

گلشنِ دل میں وہ کس دن گلِ تر ہو کے رہے
سوزِ دل بنکے رہے داغِ جگر ہو کے رہے

مہروش تجھ سے خجل شب کو قمر ہو کے رہے
رخ سے سرکے جو دوپٹہ تو سحر ہو کے رہے

میں رہا دل میں تمہارے تو کدورت کی طرح
تم تو آنکھوں میں مری مثلِ نظر ہو کے رہے

وصل کے دن جو مقدر میں لکھے ہیں اپنے
یاد رکھنا شبِ ہجراں کی سحر ہو کے رہے

اور کیا دیتے ہیں وہ مجکو اذیت کے سوا
زخم سینے کا بنے خارِ جگر ہو کے رہے

جس کو دیکھا نگہِ ناز سے مارا اس کو
دیکھ لینا تری آنکھوں کو نظر ہو کے رہے

بار کاکل سے لچکتی ہے یقیں ہے مجکو
ختم تری آج نزاکت سے کمر ہو کے رہے

بت تو ملتے نہیں اللہ ہے آنکھوں سے نہاں
پھر کسی کا بھی خدائی میں بشر ہو کے رہے

ہم اگر رونے پہ آئیں تو ہو پانی پانی
ابرِ باراں کی طرح دیدۂ تر ہو کے رہے

گلشنِ دہر میں آرام نہ لذت ہم سے
ہم ہیں وہ نخل جو بے برگ و ثمر ہو کے رہے

بے طرح آج تو دشمن پہ نگاہیں ہیں جمی
اک اچٹتی سی ادھر کو بھی نظر ہو کے رہے

دم بدم شانہ پہ یوں سر کا دوپٹہ ڈھلکے
چوٹی ہر وقت تری بارِ کمر ہو کے رہے

نکتہ چیں سب ہوں اسے عیبِ مجسم جانیں
کوئی دنیا میں سراپا جو ہنر ہو کے رہے

جب نہ اس کے گہرِ دنداں کے مقابل ٹھہرے
آبرو کیا رہی بے آب گہر ہو کے رہے

عیب ہیں لاکھ زمانہ ہو سخن میں خورشید
خوش زبانی ہو تو پھر قدرِ ہنر ہو کے رہے

جناب وفا سیتاپوری

وہ کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا
آخر یہہ سبب کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

قینچی کی طرح منہ مین زبان چلتی ہے انکی
پھر تیز یہہ فقرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

ہر بزم مین کرتا ہے رقیب آپ کا شکوہ
جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کرتی ہے زبان اُن سے عبث ظلم کا شکوہ
دل کا تو یہہ ایما ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

پرسش مرے احوال کی غمازے لگے
سوچو تو سبب کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

اُس بُت کے ستم اور مرا صبر و تحمل
پتھر کا کلیجہ ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

مین اور سنون دور سے دربانون کی باتین
یہہ پاس انھین کا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

ہم راز ہے الفت مین دل آپ پردہ نشین کا
اندیشۂ افشا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

جو لاؤ نعم وصل مین منظور ہو کہدو
یہہ بھی کوئی کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کیا سننے کو احباب مجھے دیتے ہین تکلیف
ابتو یہی کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

پالا تو وفا اُس بُت بدگو سے پڑا ہے
کون آپکی سنتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

جناب شوقی اجمیری

کیا شب غم بسر نہین ہوگی
یا الہی سحر نہین ہوگی

اُن کے مُنہ سے اگر نہین نکلی
ہان کبھی عمر بھر نہین ہوگی

کچھ دکھادے گی کرکے آہ مری
دیکھنا بے اثر نہین ہوگی

چشم بد دور ہم سے چھپتے ہو
غیر کی کیا نظر نہین ہوگی

فتنہ گر لاکھ ہون زمانے مین
یہہ قیامت مگر نہین ہوگی

صاف بچ کر نہ جاؤگے دل سے
دیکھ لینا کمر نہین ہوگی

کیا بری بات ہے خبر گیری
تمکو مد نظر نہین ہوگی

خون ناحق چھپا بھی سکتے ہو
یہہ خبر مشتہر نہین ہوگی

پھر وہی رات آگئی شوقی
ہائے جس کی سحر نہین ہوگی

روئداد جلسہ خاص منیوسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء

شریک جلسہ

۱۔ کنور گرور کرشن صاحب وائس چیرمین و کنور سری کرشن صاحب و منشی مکند سروپ صاحب و حکیم محمد افضل عالم صاحب و لالہ گنگا سہائے صاحب ممبران

دفعہ ۱۔ کاغذات متعلق قواعد انبار غلہ ایسے مقامات پر جن میں چوہا داخل نہ ہو سکے معہ عذرداری آسارام وغیرہ پیش ہوکر تجویز ہوا کہ معاملہ غور طلب ہے آئندہ جلسہ بورڈ میں پیش ہو۔

دستخط عبدالغفار بی۔اے سکرٹری — دستخط کنور گرور کرشن وائس چیرمین

روئداد جلسہ عام منیوسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء

شریک جلسہ

کنور گرور کرشن صاحب وائس چیرمین و کنور سری کرشن صاحب و منشی مکند سروپ صاحب و حکیم محمد افضل عالم صاحب و لالہ گنگا سہائے صاحب ممبران۔

دفعہ ۱۔ روئداد ہائے ماہ گذشتہ۔ ملاحظہ ہوئین۔

دفعہ ۲۔ روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۹ و ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء۔ منظور ہین۔

دفعہ ۳۔ روئداد سب کمیٹی چنگی منعقدہ ۹ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء۔ منظور ہے۔

دفعہ ۴۔ روئداد سب کمیٹی تعمیر بالاے نالیان منعقدہ ۹ و ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء۔ منظور ہین۔

دفعہ ۵۔ روئداد سب کمیٹی تعمیرات منعقدہ ۲۲ و ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء۔ منظور ہین۔

دفعہ ۶۔ روئداد سب کمیٹی حفظان صحت منعقدہ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء۔ منظور ہین۔

دفعہ ۷۔ چٹھی صاحب کمشنر بہادر نمبر ۱۳۸۴ / ۱۵-۲۴ مورخہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۰۷ء سانپون کی ہلاکت کے بارے مین پیش ہوکر تجویز ہوا کہ اس منیوسپلٹی مین ۲ ر فی سانپ انعام جو مقرر ہے وہ کافی معلوم ہوتا ہے بلکہ جس قدر تعداد

انتظام ضلع بلند شہر کی نسبت چٹھی مذکور مین درج ہے وہ سب میونسپلٹی نمبر ا کی ہے لہذا کسی جدید انتظام کی ضرورت نہین ہے۔

دفعہ ۸۔ ڈاکٹ ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس ضلع بلند شہر نمبر ۲۰ مورخہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۰۷ء مشعر اس کے کہ یکم مارچ سنہ ۱۹۰۷ء سے پانچ اسکول متعلق میونسپل بورڈ نہین رہا ۔ ملاحظہ ہوکر تجویز ہوا کہ بموجب رزولیوشن کمیٹی مشترکہ ڈسٹرکٹ بورڈ و میونسپل بورڈہاے بلند شہر منعقدہ ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء انتظام منظور ہے مبلغ سالانہ چندہ ڈسٹرکٹ بورڈ کو دیا جاوے۔

دفعہ ۹۔ کاغذات متعلق آراضی نزول نمبر ا و نمبر ۲ معہ حکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مورخہ ۴ فروری سنہ ۱۹۰۷ء مشعر اس کے کہ اس آراضی کے فروخت کرنے کی ضرورت نہین ہے ۔ ملاحظہ ہوکر تجویز ہوا کہ آراضی مذکور کے پٹے پر دیے جانے کا انتظام جلد کیا جاوے ۔

دفعہ ۱۰۔ رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء درباره دیے جانے مارکیٹ دو روپیہ ماہوار کرایہ پر کلن ولد علی قصاب کو ۔ منظور ہے ۔

دفعہ ۱۱۔ درخواست غربا و گرجی وغیرہ ٹھیلہ والا مورخہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء مشعر اس کے کہ فیس لیسنس ٹھیلہ کی بہت زیادہ ہے کم کردی جاے معہ رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء پیش ہوکر تجویز ہوا کہ موجودہ فیس لیسنس واقعی بہت زیادہ ہے گورنمنٹ عالیہ سے درخواست کی جاے کہ منظور شدہ شرح کا ½ شرح آیندہ کے لیے منظور فرمائین ۔ سال آیندہ مین لیسنس موجودہ شرح سے دیا جاے بعد منظوری گورنمنٹ عالیہ کے زاید فیس واپس کردی جاے گی ۔

دفعہ ۱۲۔ رپورٹ اہلمد دفتر مورخہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۷ء مشعر اس کے کہ مکان معروف دایہ والا جو آجکل ۸ ماہوار کرایہ پر ہے سامان کے رکھے جانے کے لئے خالی کرادیا جاے معہ رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء ۔ تجویز ہوا کہ مکان کا خالی کرایا جانا منظور ہے حسب ضابطہ کارروائی کی جاے ۔

دفعہ ۱۳۔ کاغذات بابتہ انتظام مالی معہ رپورٹ انسپکٹر آرباریکلچر مشعر اس کے کہ مبلغ ۵ ماہوار سے کم پر عہدہ مالی دستیاب نہین ہوسکتا پیش ہوکر تجویز ہوا کہ دس روپیہ شرح تنخواہ بہت زیادہ ہے مبلغ

ماہوار دو مالیون کے لیے منظور ہو چکے ہین ایک مالی مبلغ ۸ ماہوار کا اور دوسرا مبلغ سے ۶ ماہوار کا رکھا جائے۔

دفعہ ۱۴ - کاغذات دربارہ منظوری تقرر دو نفر سقہ بمشاہرہ فی نفر ۶ ماہوار باغات ٹون ہال جاکس گراونڈ کے لیے من ابتداے ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء تا آخر جولاے سنہ ۱۹۰۶ء معہ رپورٹ سکرٹری منعقدہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء پیش ہوکر تجویز ہوا کہ منظور ہے۔

دفعہ ۱۵ - درخواست گندلال سب اوورسیر مورخہ ۴ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء دربارہ فرمایہ رخصت چار ماہ من ابتداے ۹ مارچ سنہ ۱۹۰۶ عیسوی لغایت ۸ جولاے منظور ہے۔ انتظام بدستور رہے۔

دفعہ ۱۶ - کاغذات دربارہ منظوری ٹھیکہ سالانہ پڑاوگاڑیان بابتہ سال سنہ ۱۹۰۶ء بہ تعداد مبلغ ۸۰ بنام ہرسرن داس و امیجسوس لقبال منظور ہے۔

دفعہ ۱۷ - چٹھی صاحب کمشنر بہادر نمبر $\frac{۵۳۹۵}{۳-۲۳}$ مورخہ ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء معہ حکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع نمبر ۱۹ مورخہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اس کے کہ خریداری ٹائپ رائٹر صدر دفتر کے لیے ضروری ہے اور میونسپلٹی سکندرآباد کو ما ۸ اس کے لیے دینے چاہئین پیش ہوکر تجویز ہوا کہ سال آئندہ مین میونسپلٹی کی مالی حالت بہت کمزور رہے گی بقایا سال تمام سنہ ۱۹۰۶ء صرف تین ہزار روپیہ ہی بجٹ مین یہ روپیہ رکھا نہین گیا اور بقایا مین سے اس وقت تک لیا نہین جاسکتا جب تک کہ کوئی ترقی مالی حالت مین نہ ظاہر ہو۔

دفعہ ۱۸ - یادداشت سکرٹری صاحب مشعر اس کے کہ ایک افسر بغرض سالانہ جانچ سامان میونسپلٹی مقرر ہونا چاہیے پیش ہوکر حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر تجویز کیے گئے۔

دفعہ ۱۹ - حکم گورنمنٹ عالیہ نمبر $\frac{۴۶۶}{۲۴-۴}$ مورخہ ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء مشعر اس امر کے کہ پٹرولیم وغیرہ کے لیے ہمیشہ صرف ایک لیسنس جاری ہونا چاہیے۔ ملاحظہ ہوا تعمیل ہوگی۔

دستخط کنور گروہ کرشن وائس چیرمین — دستخط عبدالغفار بی اے سکرٹری

کتب مصنفہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی

سوانح عمری حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریا قیصرہ ہند و پرنس کنارٹ البرٹ نیک نہاد
اس کتاب مین روز ولادت سے یوم وفات تک وہ حالات و سوانح عمری ملکہ معظمہ کی زندگی کے لکھے ہین جو اُن کی شاہنشاہی
و فرمانروائی سے چندان سروکار نہین رکھتے۔ یہہ مضامین بہ شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے گئے ہین کہ صرف اُن کی پیشانیون
کی فہرست ۱۱ صفحون پر لکھی گئی ہے اور کل حالات ۔ ۹۰ صفحون مین قیمت عہ محصول ۵

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند۔ اس کتاب مین زیادہ تر وہ واقعات درج ہین جو ملکہ معظمہ
کی فرمانروائی سے تعلق رکھتے ہین۔ انگریزون کا ہندوستان پر بہ مقابلہ دیگر یورپین اقوام کے قابض ہونا اور دیگر اس
قسم کے حالات بھی جن سے عہد سلطنت ملکہ معظمہ کے واقعات پر پوری روشنی پڑتی ہے تمہید کے طور پر ابتدا مین بیان
کئے گئے ہین حجم ۔۰۰ ۱ صفحہ قیمت للعہ محصول ۰ر

(**نوٹ**) اس کتاب کا پانچوان حصہ جسکا نام آئین قیصری ہے اور جسمین آئین سلطنت انگلشیہ و جملہ انتظامات پر
مع تمام اُن مسائل کے جو ہندوستان و انگلستان کے تعلقات کی وجہ سے معرض بحث مین آسکتے ہین مدلل اور مفصل
بحث کی گئی ہے بقیمت ایک روپیہ محصول ۲ر دستیاب ہوسکتا ہے اسکا حجم ۲۵۰ صفحہ ہے۔

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا ۱۸۹۱ء مندرجہ بالا کتب کے حصہ اول
دوم و سوم سے کامل تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی مرتب ہوئی ہے حجم ۱۳۴۴ صفحہ قیمت للعہ محصول ۱ر

(**نوٹ**) ان جلد کتابون کا حجم ۱۷۳۰ صفحہ قیمت ۱۲ اور محصول ایک روپیہ ہے۔

(**نوٹ**) شائقین کتب مفصلہ صدر کو دفتر "ید بیضا" سکندر آباد ضلع بلندشہر منیجر رسالہ مذکور سے طلب فرماوین۔

اعلان واجب الاذعان

لیجئے بہہ رسٹ واچ اُن فیشن ایبل جنٹلمینون کے واسطے ہمنے اپنے خاص آرڈر سے منگائی ہین کہ جو بسبب نہ ملنے عمدہ اور مضبوط اور
کم قیمت گھڑیون کے اپنے شوق کو پورا نہین کرسکتے تھے اب بلا تامل خرید فرماسکتے ہین یہہ وہ رسٹ واچین نہین ہین جنکو آپ
مختلف اشتہارات مین دیکھ چکے ہون گے۔ گندم نمائی اور جو فروشی اپنا شعار نہین اگر آپ نے پیشتر بھی ہمارے اشتہار کو
ملاحظہ فرمایا ہے تو خیر ورنہ تجربہ ہمارے کلام کی تصدیق کرے گا۔ قیمت ہے علاوہ محصول ڈاک۔ علاوہ رسٹ واچون
کے اور ہر قسم کی گھڑیان ہمارے یہان موجود ہین جو آرڈر کے ساتھ کفایت فوراً بھیجی جاتی ہین۔

راسکوپ سسٹم۔ یہہ امر اظہر من الشمس ہے کہ یہہ گھڑیان نہایت عمدہ اور مضبوط ہوتی ہین۔ کم قیمت اور بالانشین ترین
نہایت پائدار ہین اس گھڑی کی تعریف مین صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ بادل لے پوتا ہے۔ آپ براہ نوازش بدیدن اشتہار
ہذا کسی گھڑی ساز سے دریافت فرمائیے کہ راسکوپ سسٹم گھڑیان کیسی ہوتی ہین۔ جب آپکو پورے طور پر یقین ہوجائے
تب آپ منگائیے گا اور ہمراہ گھڑی مذکورہ بالا کے ایک چین ایک قطب نما ایک بکس گھڑی کا ایک شیشہ ایک فرمفت
ارسال خدمت کیا جائے گا۔ قیمت صرف ہے علاوہ محصول ڈاک ہے۔

تحفہ برائے اہل اسلام۔ ان گھڑیون مین بارہ امامون کے اسمائے گرامی بخط نسخ اور وسط مین سورہ اخلاص بخط طغرا
تحریر ہے۔ قیمت صرف ہے گارنٹی ۳ سال

تحفہ برائے اہل ہنود۔ ان گھڑیون مین مختلف مقدس اوتارون کی تصویرین ناچ رہی ہین جنکی تفصیل یہہ ہے نمبر ۳ مین

المشتہر حافظ محمد اسمعیل خان منیجر ینگ مین فرینڈ اینڈ کو سکندرآباد ضلع بلندشہر

دی آیرن فاونڈری اینڈ جنرل ہارڈ سکندرآباد

یعنی

انجن اور مشینون کے ذریعہ سے کام کرنے والا کارخانہ

اس کارخانے مین اسٹیل۔ لوہے اور پیتل اور لکڑی وغیرہ کا ہرقسم کا کام تیار ہوتا ہے۔ لوہے وغیرہ کا ہرقسم کا کام یعنی ڈھلائی اور بغیر ڈھلائی کا باریک و معمولی نہایت صفائی اور پائداری کے ساتھ بنایا جاتا ہے
چونکہ ہمنے بڑی کوشش اور تلاش سے اس کارخانے مین ایسے چیدہ اور منتخب دستکار رکھے ہین جن مین بعض کی صنعت و دستکاری ضلع اور کمشنری بہذا مین مسلم ہے اور چونکہ ہمارے کارخانے مین مشینین وغیرہ اعلیٰ درجہ کی ہین لہذا ہم بغیر اندیشہ تردید کے یہہ دعویٰ کرتے ہین کہ ہم ہرقسم کے لوہے اور پیتل وغیرہ کی مشینین جو اہل یورپ کا سرمایہ ناز ہین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کرسکتے ہین جن مین علاوہ مجلی اور خوبصورت اور پائدار ہر طرح سے مکمل ہونیکے یہہ صفت بھی ہوگی کہ قیمت مین بمقابلہ ولایتی مال کے ارزان ہونگی ہرقسم کی ولایتی مشینون کی درستی اور مرمت بھی بخوبی کرسکتے ہین
ہم نے آٹا پیسنے کا بھی مکمل سامان کرلیا ہے جس سے ہرقسم کا آٹا اور میدہ تیار کرتے ہین۔ ہمارے کارخانے کا تیار شدہ آٹا بالکل مختلف ہے اور یہہ ایسی صفت ہے جو ہر کارخانے کو میسر نہین ہوسکتی۔
چونہ کا بھٹہ لگانے اور مشین کے ذریعہ سے چونہ پیسنے کا انتظام بھی معقول طور پر ہو رہا ہے۔ اور عنقریب یہہ ضروری کام بھی اس کارخانے مین انجام پذیر ہوا کرے گا۔
ہم اپنے اہل ملک کو عموماً اور اپنے ضلع کے روسا و دیگر اصحاب کو خصوصاً اُن فوائد کی طرف توجہ دلاتے ہین جو اس کارخانے کے قیام سے حاصل ہوسکتے ہین۔ اور امید کرتے ہین کہ اُن کی سرپرستی سے ہم اس کارخانے کو اپنے اور اُن کے لئے مفید بنانے مین کامیاب ہون گے۔
جملہ خط و کتابت بنام کنور کرتا کرشن صاحب رئیس سکندرآباد ضلع بلندشہر مینیجر پروپرائٹر کارخانہ ہذا ہونی چاہئے۔

المشتہر
مینیجر کارخانہ

ید بیضا

زبان اردو کا ایک مفید اور دلچسپ علمی رسالہ **ید بیضا** ملاحظہ کیجئے شرح چھپائی اشتہارات کس قدر ارزان ہے

شرح قیمت

	سالانہ	ششماہی
قسم اول کاغذ ولایتی آیوری فنش	[illegible]	[illegible]
قسم دوم کاغذ سفید عمدہ	[illegible]	[illegible]

نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمایئے

شرح چھپائی اشتہارات

	ایک سال	۶ ماہ	۳ ماہ	ایکبار
ایک صفحہ	عـه	لو؍	صہ؍	عـه
نصف صفحہ	عہ؍	صہ؍	۴؍	۴عہ؍
۱/۴ صفحہ	عہ؍	لے؍	عـه	۱۲؍
فی سطر	عہ؍	۱۰؍	۶؍	۲؍

المشتہر
حکیم محمد سعید خنجر اڈیٹر و مینیجر سکندرآباد ضلع بلندشہر

[illegible]

جلد ۲	بابت ماہ مئی ۱۹۰۶ء	نمبر ۵

ایڈیٹر حکیم سید محمد سکندرآبادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلندشہر

فہرست مضامین

مطبع [illegible] میں چھپا

صرف دو مرضوں کی مجرب دوائیں

[illegible] مجرب دوائیں مشتہر کرنے میں زیادہ تر دولت کمانے کا مقصد پیش نظر [illegible]
[illegible] کی وجہ سے کسی حاذق طبیب کی مجرب اور بے نظیر ادویات کا اشتہار بھی اسی نظر سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے [illegible] اور جاہل طبیب اور ان کی مضرت رساں دواؤں کے اشتہار۔

وہ لوگ اگرچہ قانوناً مجرم نہیں۔ مگر شرعاً اور اخلاقاً ضرور مجرم ہیں۔ جو اپنا نفع حاصل کرنے کی غرض سے عوام الناس کی جان و مال کی ذرا پروا نہیں کرتے سچ پوچھئے تو ایسے حضرات طاعونی اجرام سے کہیں زیادہ مہلک اور خوفناک ہیں۔ ان زہریلے اجرام (جھوٹے اور مکار طبیب) سے محفوظ رہنا [illegible] تک ممکن نہیں جب تک ہماری مہربان گورنمنٹ اس طرف خاص طور سے توجہ کر کے یہ [illegible] ملک سے دور نہ ہو جائے۔

یہ امر نہایت قرین قیاس ہے کہ ہمارا مختصر اشتہار بھی اسی نظر سے دیکھا جائے جیسا اس زمانے میں [illegible] ہو گیا ہے۔ مگر ہم اس کی پروا کریں گے تو اس نیک نامی اور جزوی فائدے سے مستفید نہ ہو سکیں گے جس کی ہمیں امید ہے۔ اور ملک کے اکثر افراد بھی ہمارے دونوں مجرب دواؤں کے نفع سے محروم رہیں گے۔

ممکن تھا کہ رسالہ بیضا کے شیوع کے ساتھ ہی ہم ایک لمبا چوڑا اشتہار دے دیتے مگر ہمیں خوف تھا کہ ہم بھی اسی گروہ میں شمار کیے جاتے جس میں طاعونی اجرام شمار کیے جاتے ہیں۔ چونکہ ہمیں اس عرصہ میں مندرجہ ذیل دواؤں کے استعمال سے فی صدی نوے مریضوں پر کامیابی ہو چکی ہے لہٰذا [illegible] ان دواؤں کے نفع سے اہل ملک کو فائدہ پہنچانے میں بخل نہ کریں۔ آئندہ بھی ہم انہی دواؤں کو [illegible]

سفوف جریان۔ اس مرض کے نقصانات اظہر من الشمس ہیں دن بدن [illegible] ہر وقت سست رہنا کمر اور پنڈلیوں گھٹنوں میں درد رہنا چہرہ کی رونق اڑ جانا [illegible] کے آثار نمایاں ہو جانا [illegible] خاص علامتیں ہیں۔ اس سفوف کے استعمال سے [illegible] دور ہو جاتی ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ مع محصول [illegible]

سفوف سوزاک۔ کیسا ہی پرانا [illegible] اس سفوف کے استعمال سے [illegible] جاتا ہے۔ قیمت [illegible] مع محصول [illegible]

المشتہر
خادم الاطباء حکیم سید محمد [illegible]

ید بیضا

کمال بغیر محنت کے نہین حاصل ہوتا

ہم مخلوقات مین دیکھتے ہین کہ جو خلقت زیادہ پائدار و استوار اور دیرپا ہوتی ہے وہ بہت ہیچ ہیچ بڑھ کر مدتون مین بالغ و پختہ ہوتی ہے - جو اچھی مضبوط لکڑیان ہوتی ہین اُن کے درخت بہت دیر کر بڑھتے ہین اور جانور جو بڑی عمر کے ہوتے ہین وہ اپنی مان کے پیٹ مین بہت دنون رہتے ہین - بس یہی حال انسان کے دل و دماغ کی اولاد کا ہے - جو انشا پرداز اپنے مضامین کے لکھنے مین جلدی کرتے ہین وہ اپنی رنگینی کے سبب سے پھولون کی بہار دکھاتے ہین اور التفات کی نظرون سے دھوپ کی طرح روشنی چمکاتے ہین - مگر موسم کے بدلنے کے بعد تھوڑے دنون مین نہ یہہ بہار قایم رہتی ہے نہ چمک - اول ہی نکتہ چینی کے جھونکے مین پژمردہ ہو جاتے ہین - اور بے التفاتی کا پالا اُن کو مار جاتا ہے پھر نہ کوئی اُن کو پڑھتا ہے اور نہ دیکھتا ہے - جب ایک مصنف پر لوگون نے یہہ اعتراض کیا کہ تم برسون تک اپنی تصنیفات پر سینکڑون دفعہ نظر ثانی کرتے ہو اور پھر اُس کے بعد ایک چھوٹی سی کتاب نکالتے ہو تو اُس نے یہہ مختصر جواب دیا کہ مین ایک ایسی تصویر بناتا ہون جو ہمیشہ قایم رہے -

غرض جو انشا پرداز محنت نہین کرتے اور نامور ہونے کے لئے عجلت کرتے ہین اور یہہ سمجھتے ہین کہ ہم اپنے ہمجنسون مین جواب نہین رکھتے تو وہ کیسے خیال کر سکتے ہین کہ اُن کے کلام پر جو بے ساختہ اُن کے منہ سے نکل گیا ہے اُس پر لوگ توجہ اور التفات کرین گے - اور آیندہ زمانہ مین وہ یادگار روزگار رہے گا - یہہ سچ ہے کہ بعض آدمیون کو خداداد استعداد ایسی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ادنیٰ توجہ سے جو تصنیفات کرتے ہین وہ اس رتبہ اور شان کی ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا برسون کی محنت اور جانفشانی اور غور و مطالعہ کے بعد بھی نہین کر سکتا - ان کا حال تو اُس قطعہ زمین کا سا ہوتا ہے کہ جس مین خودرو پیداوار کی وہ طاقت ہو کہ کسی دوسری زمین مین محنت و تردد آبپاشی کے بعد بھی نہ ہو - مگر ایسے آدمی شاذ و نادر ہوتے ہین بہت سے جھوٹے مدعی اُن کی قایم مقامی کا دعوے کرتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم بے محنت و مشقت کے نامور ہو جائین گے اُن کا حال ایسے کسان کا سا ہے کہ جو اپنی زمین کو یہہ سمجھے کہ وہ بغیر بوے جوتے ایسے پھل پھول پیدا کرے گی جو دنیا مین بے نظیر ہون گے -

زمانہ مین علم کے اندر بزرگی اس وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ اس مین علم کم ہو لیس تھوڑے علم کا عالم بھی وہان بے نظیر ہوتا ہے کوئی اُس کی برابر نہین ہوتا ۔ جہان روکھ نہین وہان ارنڈ ہی برکھش ہے ۔ پس وہ اپنے تئین بے نظیر سمجھ کر صاحب کمال جانتے ہین اور اس پر خوب اپھرتے ہین ۔ یہ نہین جانتے کہ صاحب کمال ہونا اور بات ہے اور جاہلون اور نالایقون مین علم کی وجہ سے ممتاز ہونا اور بات ہے ۔ ان کے ذہن مین کمال کا مفہوم صحیح نہین ہوتا ۔ جو صاحب کمال کمال کے معنی جانتا ہے وہ اپنے تئین ناقص سمجھتا ہے ۔ جب وہ اپنی تصنیفات کو کمال کی معیار پر کستا ہے تو اُس مین نقص پاتا ہے ۔ ایک شاعر بے مثال نے کہا کہ میرے شعر سب کو کامل معلوم ہوتے ہین مگر مجھے ناقص ۔ ایک شاعر جس کی برابر دنیا مین تھوڑے ہی شاعر گذرے ہین مرتے وقت کہتا تھا کہ یہ حسرت مین اپنے ساتھ لئے جاتا ہون کہ مین نے ہزار اپنی جان ماری مگر کبھی ایک شعر کامل نہ کہا گیا ۔ ایک مصور بھی جو اپنی نظیر نہین رکھتا تھا مرتے وقت یہ افسوس کرتا تھا کہ ساری عمر مین ایک دایرہ بھی کامل نہ کھینچ سکا ۔

غرض پہلے زمانہ مین جیسے صاحب کمال گذرے ہین ویسے پچھلے زمانہ مین نہین ہوے ۔ اس کا سبب کچھ تو یہ تھا کہ انھون نے صحیفۂ فطرت کے پڑھنے مین ایسی کوشش اور محنت کی کہ کوئی بات سوائے اس کے متاخرین کے لئے چھوڑی نہین کہ وہ انھین کی نقل بری بھلی کیا کرین ۔ ہمیشہ وہ ایک علم کی طرف توجہ کرتے تھے اور اسی کے اسرار جاننے مین محنت شاقہ اُٹھاتے تھے ۔ اگر شاعر بننا چاہتے تھے تو نثر سے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اگر نثر مین کمال پیدا کرنا چاہتے تھے تو شعر نہین کہتے تھے ۔ اس لئے پہلے زمانہ مین بہت ہی تھوڑے ایسے انشا پرداز گذرے ہین کہ جن کو نظم و نثر دونون مین کمال ہو ۔ بلکہ نظم مین بھی وہ ایک قسم کی شاعری پر توجہ کرتے تھے ۔ اس زمانہ کی طرح پہلے زمانہ مین ہفتہ وار اور ماہوار اور روزانہ اخبار نہ نکلتے تھے کہ جھٹ پٹ اُن کی تصنیفات شایع ہو جاتی اس لئے برسون وہ اُن کے گھر مین پڑی رہتی ۔ اور اُس کی اصلاح کا موقع ان باتون سے ہاتھ لگتا ۔ دشمنون اور دوستون کی رائے سے نئی نئی معلومات اور خیالات معلوم ہوتے ۔ جب ذہن محنت سے آرام پاتا ہے تو از سر نو پھر اُس مین تازگی اور توانائی خیالات کرنے کی پیدا ہو جاتی ہے ۔ فرصت اور فراغت مین خود سوچنے سے خیالات کی درستی ہو جاتی ہے ۔ غرض ان کی تصنیفات برسون کی محنت مشقت کا نتیجہ ہوتا تھا ۔ پس جو لوگ کمال حاصل کرنا چاہتے ہین اور اپنی تصنیفات کو بینا ناتوان کو چاہئے کہ وہ برسون محنت کیا کرین ۔ اور طرح طرح سے اپنی تصنیفات کی جانچ پرتال کیا کرین یہ خبط خیال مین نہ جمایا کرین کہ جو بات ہم کو رات کو سوجھتی ہے اور دن کو ہم اسے شایع کرتے ہین وہ صحیح اور درست ہی ہوتی ہے ۔ اس طرح اُن کے خیالات بہت تاریک شایع ہون گے اور جلد لوگون کی نظرون سے

اُن کی تصنیف گم ہو جائے گی۔ فقط اُن کے دس پانچ دوست ہی اُن کی تصنیف کی تعریف کچھ دنوں تک کریں گے
اِن کی زندگی ہی میں اُن کی تصنیفات مُردہ ہو جائیں گی۔ کمال حاصل کرنا بڑی محنت اور جانکاہی کا کام ہے۔ برسوں کی محنت و مشقت سے بھی حاصل ہو جائے تو بہت غنیمت ہے۔ کمال حاصل کرنے میں بہت سہج سہج وقت اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ جو پھول پتّے سایہ میں خشک ہوتے ہیں وہ بہت دنوں تک اپنے رنگ اور سرسبزی کو قایم رکھتے ہیں۔ اور جو دھوپ اور آگ کے سامنے آتے ہیں وہ جلد جُھلس جاتے ہیں بس اسی طرح جن ذہانتوں کی تعلیم فرصت میں ہوئی ہے وہ زیادہ دیرپا ہوتی ہیں۔ وہ دفعتًہ کی سختی اور زبردستی سے پختہ نہیں ہوتیں بلکہ وقت اور استقلال سے۔

(۲) ایسے شخص کو کمال حاصل ہو سکتا ہے جو بے ریا دوست اور سخت دشمن رکھتا ہے۔ اس لئے کہ دوستوں کی نصیحت سے وہ اپنی خوبیوں پر اور دشمنوں کی فضیحت سے اپنے عیبوں پر آگاہ ہوگا۔

(۳) ہر چیز کے اندر کامل ہونے میں لوگ قصد کرتے ہیں مگر اکثر چیزیں ایسی ہیں کہ اُن میں کبھی کمال حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ جو کمال حاصل کرنے کا قصد کرتے ہیں اور اس میں بڑی محنت اور جانکاہی کرتے ہیں وہ کمال کے نزدیک بہ نسبت اُن لوگوں کے پہونچ جاتے ہیں جو اپنی کاہلی اور مایوسی کے سبب سے کمال کا خیال اس وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں کہ ہم اس تک پہونچنے کے نہیں۔

(۴) اگر تم وہ کمال حاصل کرنا چاہتے ہو جو تم میں نہیں ہے تو کبھی حالت موجودہ پر راضی نہ ہو۔ اس لئے جس حالت سے تم اپنے میں خوش ہو جاؤ گے وہیں ٹھیر جاؤ گے۔ جہاں تم نے کہا کہ مجھے کافی کمال حاصل ہو گیا وہیں سے زوال شروع ہو جائے گا۔ ہر کمالے را زوالے کے معنی یہی ہیں کہ جہاں آدمی نے سمجھا کہ میں کامل ہو گیا وہیں زوال شروع ہوا۔ ہمیشہ کچھ زیادہ کرو۔ ہمیشہ آگے بڑھو۔ ایک جگہ نہ کھڑے رہو نہ اُلٹے جاؤ نہ جھکو۔

(۵) ہنر کو کمال قدرشناسی سے ہوتا ہے۔ قدر مرد است بعلم و قدر علم بہ کمال۔ تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا میں جن سلاطین اور امرا نے علم و ہنر کی قدرشناسی کی وہ زمانہ مخزن کمالات بن گیا۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی قدرشناسی کے سبب سے اہل کمال کا جمگھٹ اس کے دربار میں لگا رہتا تھا۔ جن علوں اور ہنروں کی یہاں قدرشناسی ہوتی رہی اُن کے جاننے والے باکمال ہوتے رہے جب قدرشناسی نیست ہو گئی تو وہ علم و ہنر بھی مٹ گئے۔

یورپ میں فقط سلاطین کی قدرشناسی سے کمال کو ترقی نہیں ہوئی بلکہ عوام و جمہور کی قدرشناسی سے یہ عوام پادشاہ سے بھی زیادہ قدرشناسی کر کے علم و ہنر کو گلستان پُربہار بناتے ہیں۔ ادھر ایک کام

کو کسی نے بزور طبیعت ایجاد کیا اُدھر عوام نے اِس کا انعام دیا جس سے موجد کو تقویت ہوئی اور ایجاد کو کمال ہوا ـ سلسلۂ فطرت میں ہر چیز کا کمال اسکی انتہا پر منحصر ہے ـ ابتدا میں کوئی ایسا ایجاد موجد نہیں کرتا کہ اس میں کوئی اصلاح نہ ہو سکے ـ یا اس میں ترمیم اور تکمیل کا موقع نہ ملے ـ ہمارے ملک میں جب کوئی ہندو مسلمان ایجاد کرتا ہے تو اُس کی ابتدائی حالت کو انتہا کا سمجھ کر اُسی پر اپنی کم فہمی سے پست فطرت اعتراض کرتے ہیں ـ اور جہان تک ہو سکتا ہے موجد کی دل شکنی کرتے ہیں اسی سبب سے ہمارے اہل وطن بے ہنری کے دریا میں ڈوبے ہوے ہیں ـ وہ کبھی اِس بات کی فکر نہیں کرتے کہ اپنی قوم کو کسی تدبیر سے علم و ہنر کا لباس پنہائیں ـ اور ترقی کسب کمال سے آراستہ کریں ـ اور کمالات کی سچی قدر شناسی کر کے لوگوں کے دلوں میں اُس کی عزت بٹھلائیں ـ بلکہ بجاے اس کے ان کی جانب سے وہی ناقص قدر دانی ظہور میں آتی ہے کہ موجد پر ہمیشہ طعن و تشنیع کے واسطے آمادہ ہو جاتے ہیں ـ بجاے اس کے ان کی قوم کی ناموری ہو اپنی ناموری کا خیال اُس کی بدنامی سے چلتے ہیں ـ موجد کو بجاے سچا صلہ دینے کے تکلیف اور ایذا کا صلہ دیتے ہیں ـ جس سے وہ بجاے حوصلہ بلند کرنے کے حوصلہ پست کرتا ہے ـ اُن کو ذرا بھی خیال نہیں ہوتا کہ اپنی قوم کی ذلت میں اپنی ذلت ہے اور اُس کی بے ہنری اور بے علمی اپنی بدنامی ہے ـ ہنر کی ترقی اور کمال کا عروج ہمیشہ اس بات پہ موقوف ہے کہ زمانہ کے لوگ خواہ سربرآوردہ خواہ عوام اُس کی قدر کریں اور اہل کمال کی توقیر اور عزت اور سلوک میں بدل ساعی ہوں ـ اس ملک میں یہہ سمجھ ہی نہیں کہ اہل کمال کی قدر و منزلت سے کیا نتیجہ ہے اور ملک کو اس سے کیا فائدہ ہے وہ یہہ سمجھے نہیں ہیں کہ کونسا کمال کس قدر و منزلت کے لایق ہے ـ اس قسم کا مذاق ہی جاتا رہا ہے ـ وہ اہل یورپ کو دیکھیں کہ اُن کی قدر دانی اور جوہر شناسی علم و ہنر نے ان کے ملکوں کو دنیا کے پردے پر بے نظیر بنا رکھا ہے علم و فضل کے روبرو روپیہ کی بے انتہا مقدار کو ذلیل و خوار سمجھتے ہیں ـ

محمد ذکاء اللہ

آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو

نظم "ہمت مردانہ" جو منشی محمد صدیق صاحب کوثر کے نام سے ماہ فروری سنہ ۱۹۱۰ء کے رسالہ ید بیضا میں طبع ہوئی تھی وہ جناب نواب غلام احمد صاحب احمدی کے نتائج طبع میں سے ثابت ہوئی ـ کوثر صاحب کی جرأت اس معاملہ میں اُٹھائی گیرون کے نزدیک ضرور قابل قدر ہوگی مگر احتیاط کا مقتضا یہہ تھا کہ وہ اِس امر کا بخوبی اطمینان کر لیتے کہ نواب صاحب کی مطبوعہ کتاب "صبح نور" کسی کی نظر سے گذرنے نہ پاے ـ آیندہ کے لیے ہم باادب ملتجی ہیں کہ ہمارے رسالہ کی قلمی معاونت میں اِس قسم کی جرأت سے کام نہ لیا جاے ـ

ایڈیٹر

ہز مجسٹی امیر کابل کی سیاحت ہند

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب ید بیضا۔

آپ خیال کرتے ہون گے کہ ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان والئی افغانستان کی سیاحت ہند شروع بھی ہوئی اور ختم بھی ہو چکی۔ اخبارون مین اُس کے متعلق واقعات بھی درج ہو چکے رسائل مین مضامین بھی چھپ چکے اور نظمین بھی شایع ہو چکین آخر تو اب تک کہان سوتا تھا جو آج اِس مہتم بالشان مضمون پر قلم فرسائی کرنے کو اٹھا ہے۔

آپ کی خفگی میرے سر آنکھون پر۔ مین سوتا تو نہ تھا لیکن ایک استغراق کے عالم مین ضرور تھا ہندوستان مین ایک ہل چل مچ رہی تھی۔ گورنمنٹ اپنے معزز مہمان کے استقبال اور مہمانداری مین اور رعایا خوشیان منانے اور خیر مقدم کرنے مین مصروف تھی لیکن آپ کا وہمی نامہ نگار کچھ اپنی دھن مین ایسا محو اور بیخود ہو رہا تھا کہ کوئی اُس کو دیکھتا تو پتھر کا بت تصور کرتا یا مٹی کی مورت جانتا۔ وہ کس خیال مین مستغرق تھا اُس کا خیال بہت گہرا تھا بالفرض وہ سیاحت کے متعلق وقایع نگاری کرتا اور تاریخوار مدات ڈال کر روزانہ واقعات درج کرتا تو آپ اپنے صفحات مین اُس کو کیون جگہ دیتے وہ مضمون نویس کی حیثیت سے اپنے فرض کو پہچانتا تھا اور رسالے کی حیثیت سے آپ کے میگزین کی حدود وسعت سے واقف تھا وہ خوب جانتا تھا کہ تاریخوار واقعات کا لکھنا اخبارون کا فرض تھا اور وہ اپنا فرض ادا کر چکے کسی جدید واقعہ کو دیکھتے ہی شور و شغب مچانا اوپری نظر سے دیکھنے والون کا کام تھا اور وہ اپنا جوش و خروش ظاہر کر چکے لیکن غور و خوض کرنے والے اور واقعات عالم پر گہری نظر ڈالنے والے جن کو خواہ فلاسفر کہیے یا تھنکر کے لقب سے یاد کیجیے صرف اُسی وقت کسی معاملے پر زبان کھولتے مین جب اُس کے نتایج مترتب ہو چکین اور اُس کے ذریعہ سے کوئی ابدی حقیقت دریافت ہو سکے۔ آپکا وہمی نامہ نگار بھی اپنے کو انھین مخبوط الحواسون کے گروہ مین شامل کرنا چاہتا ہے اب لوگ اُسے دیوانہ سمجھین یا جیّد فلاسفر تصور کرین یہہ امر اُس کے قبضۂ اختیار سے باہر ہے۔

مجذوب کی بڑ۔ دیوانے کی ہاے وہو۔ اور خبطی کے زٹل تلمے سے سمجھنے والے دور کی سمجھتے مین کہ کابل ہند کا ایک سرے سے دوسرے گوشے تک غلغلۂ شادمانی بلند کرنا کیا کوئی ایسا امر ہو سکتا ہے جس کو محض ڈھکوسلا تصور کرنا کافی ہو؟ اگر یہہ خوشی اور مسرت کا جوش صرف پشاور کے اُس طرف افغانون اور سرحد کے وحشی قبیلون تک محدود ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اس مین

کچھ زیادہ باریک معنی نہین ہین لیکن جس طرح حیوانون کی صداؤن اور انسانون کی آوازون مین بہت بڑا فرق ہے اسی طرح خود نوع انسان کے غیر مہذب فرقون کے غل غپاڑے اور اور مہذب سوسائٹی کی دلکش صداون کے درمیان بہت بڑا امتیاز کیا جاتا ہے۔ معمولی میلون اور مجمعون مین بہت سے معمولی آدمی مل کر بہت کچھ غل و شور مچاتے ہین اور کانفرنس اور کانگریس کے جلسون مین چند مہذب اور لایق لوگ تقریر کرتے ہین لیکن ان کی آوازین صرف اُس وقت تک سُنائی دیتی ہین جب تک میلہ قائم رہے اُس کے بعد بالکل سناٹا چھا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے اِن کی صدائین دور دراز ملکون مین دیر تک گونجتی رہتی ہین اور لوگون کو غور و فکر مین ڈال دیتی ہین۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس فرمانروا کی تشریف آوری پر ہندوستان کی مہذب ترین جماعتون نے شور مچایا بلند کیا اُس کی نسبت کیا خیالات قائم کئے جاسکتے ہین۔ جب سے اُنھون نے گاے کی قربانی کے متعلق اپنی وسیع الخیالی کا اظہار کیا اُس وقت سے تو اُن کی غیر معمولی روشن خیالی کا اثر اظہر من الشمس ہوگیا لیکن اِس سے پیشتر بھی جس وقت سے اُنھون نے سرحد ہندوستان مین قدم رکھا تھا اُس وقت سے لیکر رخصت کے وقت تک وہ علو ہمت کا وصف برابر ظاہر ہوتا رہا جو اُن کا فطرتی جوہر تھا کیا کوئی امید کر سکتا تھا کہ ایک کوہستانی ملک اور ایک وحشی قوم کا خودمختار سردار جس کے مورث ابھی کل تک خانہ جنگیون اور باہمی تنازعات کے فیصلے کے لئے روس اور انگلستان کے سامنے فریادین لے جانے کے عادی تھے۔ جن مین اپنی قوم کو آزاد اور خودمختار بنانے کا قطعی مادہ نہ تھا اس قدر تہذیب و شایستگی کے لوازم مین پورا نکلے گا کہ خلوت و جلوت سیر و تفریح ملاقات اور بازدید جلسہ و دربار غرضکہ ہر موقعہ پر کسی مہذب سوسائٹی کے اعلی درجہ کے تربیت یافتہ فرد سے دیا ہوا نہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہین کہ ایسا ہی ہوا۔

درّہ خیبر سے گذر کر ہندوستان مین آنے والون کو ہندوستان کے بادشاہ اور رعایا نے آج تک جس نظر سے دیکھا ہے اور ایک اور ہی نظر تھی۔ صرف شاہ شجاع نے اس کلیے کو توڑا تھا کون جانتا تھا کہ نصف صدی کے بعد اُسکا پوتا جس حیثیت سے یہان آئے گا وہ ان سب حیثیتون سے جدا ہوگی۔ کون جانتا تھا کہ عبد الرحمان کا وہ بیٹا جو شہر سمرقند کے اندر باپ کے خانمان آوارہ ہونے کی حالت مین پیدا ہوا تھا ایکدن قیصر ہند کے معزز ترین مہمانون مین شامل ہونے والا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ امیر مرحوم کی ابتلا کا زمانہ جس مین امیر موجود نے بھی حصہ لیا اُن اسباب مین سے شمار کیا جانا چاہیے جن سے والئ افغانستان کے کرکٹر مین وہ

پیدا ہو گئی جس نے مہذب دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے ابتدائی عمر کی نازپروردگی اور تنعم قدرتی جوہر کی بھی آب و تاب کھو دیتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کلفتوں نے جو امیر حبیب اللہ خان کو اپنے والد مرحوم کے ساتھ ابتدائے عمر سے پیش آئیں بہت کچھ اس امر کی قابلیت پیدا ہونے کی موجب ہوئیں کہ وہ بدو شعور ہی سے امور سلطنت کو دلچسپی اور خوبصورتی سے انجام دینے لگے اور اپنے والد بزرگوار کے قایم کئے ہوئے اصولوں کو اس خوبصورتی سے عمل میں لانے لگے کہ آج ہم ایک وحشی اور خیرہ سر قوم کو ایک منتظم اور سنجیدہ جماعت بنتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ کابل کے تخت کے متعلق اس قدر جھگڑے بکھیڑے آئے دن کھڑے رہتے تھے کہ کسی فرمانروائے کابل کی یہ مجال نہ تھی کہ دو روز کو بھی اپنے پایہ تخت کو چھوڑ کر کہیں جا سکے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ کابل کا ایک فرمانروا پورے دو مہینے کے لئے صرف پایہ تخت سے نہیں بلکہ اپنے ملک کی حدود سے باہر سیر و تفریح کی غرض سے جاتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو تمام فرزند و برادر عزیز و اقارب۔ اہالی و موالی جو اس کی غیبت میں امور سلطنت کو انجام دیتے رہے تھے فوراً ایک طرف کو کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے تخت پر اطمینان سے براجتا ہے۔ اگر قوت اتحاد خود غرضی اور نفسانفسی کے جوش پر غالب نہ آچکی ہوتی تو امیر حبیب اللہ خان کو قیصر ہند کا مہمان بننے کا اعزاز ہرگز نہ حاصل ہوتا سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایک غیر مہذب اور جاہل قوم کیونکر اس رمز کو سمجھ گئی جس کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے آج ہندوستان میں اس قدر سعی کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ اس کوہستانی قوم کی زندگی کی نشانیوں میں سے ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عنقریب وہ ترقی کے زبردست میدان میں قدم رکھنے والی ہے اور اس ترقی کا بہت کچھ سامان موجودہ اور گذشتہ فرمانرواؤں کے عہد میں ہو چکا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم اہل ہندوستان باوجود اس کے کہ ایک عرصہ دراز سے ایک آزادی پسند اور محب وطن قوم کے احاطہ اثر کے اندر ہیں اس رمز کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب تک ہم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی کا گلا کاٹنے کو تیار ہے گا ہماری دنیا میں کوئی وقعت نہیں ہو سکتی کیا امیر کابل کے "اوپچے دیا" … [illegible] … مگر پھر ہم دیکھتے ہیں کہ محض اپنے شاہی میزبان کی رعایا کے دو فرقوں میں سے ایک کی دل شکنی انہیں منظور نہ ہوئی کیا دہلی میں گائے کی قربانی کی نسبت جو کچھ انھوں نے کہا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل [illegible] … اہم [illegible] … ہماں [illegible] دکھانے کی کوشش کرنی [illegible]

اے میری پیاری قوم! اے میرے عزیز ہموطنو! میری اس سامعہ خراشی کو معاف کرو میں اس قصے کو زیادہ طول نہ دوں گا اور صرف چند الفاظ کی اجازت مانگ کر خاموش ہو جاؤں گا اور وہ یہ ہیں کہ ہندوستان میں بہت سے بادشاہ فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے بعض نے صرف لوٹ کھسوٹ کے بعد ہندوستان کو خیرباد کہا بعض نے یہاں مستقل سلطنتیں جمائیں اور صدیوں تک کے لئے اپنی اولاد کو ہم پر حکمران بنا گئے۔ ہم پر اُن کا یہاں تک اثر ہوا کہ ہمارے طرز تمدن کی کایا پلٹ ہوگئی ہمارے خیالات ہمارے اوضاع ہمارے عادات یہاں تک کہ ہماری زبان تک اُن سے متاثر ہوئی لیکن ایک کوہستانی ملک کا بادشاہ بطور سیاحت چند روزہ ہم میں آتا ہے اور ہمارے سامنے بے تعصبی فراخ دلی اور روشن خیالی کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتا ہے۔ ہم میں اگر کچھ بھی زندگی کے آثار باقی ہیں تو ہمکو اس موقعہ سے مستفید ہونا چاہئے اور سبق سیکھنا چاہئے لیکن اگر ہم میں زندگی نہیں ہے تو ہم پر بجز ظاہری فتوحات کے اور کسی بات کا اثر نہیں ہوسکتا کیونکہ زندہ قومیں ہمیشہ دل کی طرف سے فتح کی جاتی ہیں اس لئے کہ دل زندگی کا سرچشمہ ہے لیکن مُردہ قوموں پر جسمانی ہی فتح حاصل ہوسکتی ہے اس لئے کہ وہ صرف جسم رکھتی ہیں دل نہیں رکھتیں۔

عبدالغفار۔ اختر الہ آبادی

غزل جناب منشی محمد وحید الحق صاحب وحید بریلوی تلمیذ حضرت داغ

مرے پھولوں میں شامل ہو کوئی کہنے کی باتیں ہیں
پسِ مردن بھی حاصل ہو خوشی کہنے کی باتیں ہیں

ستم دل پر سہے ایسے کوئی کہنے کی باتیں ہیں
نباہے غیر تم سے دوستی کہنے کی باتیں ہیں

مٹے دل سے ہمارے داغِ الفت ہو نہیں سکتا
چلی جائے بہار اس باغ کی کہنے کی باتیں ہیں

فلک بھی ہاں ستمگر ہے مگر تم اور ہی کچھ ہو
کرے گا وہ تمھاری ہمسری کہنے کی باتیں ہیں

تڑپ کر دل نکل آئے مرے پہلو سے ممکن ہے
مگر نکلے تمنائے دلی کہنے کی باتیں ہیں

ملائے خاک میں کیا کیا گہر اشکوں نے فرقت میں
اُڑا دے اپنی دولت یوں کوئی کہنے کی باتیں ہیں

سناتا ہوں مفصل حال دل کا مختصر کیسا
سبھی سننے کی باتیں ہیں سبھی کہنے کی باتیں ہیں

کسی کا پاسِ رسوائی زباں کو تھام لیتا ہے
نکلتی جو نہیں منہ سے وہی کہنے کی باتیں ہیں

مجھے روتے جو دیکھا شمع نے جل کر کہا مجھ سے
ان اشکوں سے بجھے دل کی لگی کہنے کی باتیں ہیں

وحید اہلِ زباں ہیں اور سخن کو ہم پرکھتے ہیں
غزل الحمد سے کوئی اس رنگ کی کہنے کی باتیں ہیں

آزادی کی خواہش اور اُسکا استعمال

دنیا مین تمام کامون کی ابتدا خیال سے ہوا کرتی ہے - ہر عمارت کا نقشہ پہلے دماغ مین آتا ہے - پھر اُس کے مطابق اُس کی ساخت تکمیل کو پہونچائی جاتی ہے - ہندوستان ایک انقلاب عظیم کے لیئے تیار ہو رہا ہے - اور قبل اس کے کہ وہ اُس شاندار عمارت کے کھڑا کرنے کا کام شروع کرے ملک کے تمام اہل الرائے کا فرض ہے کہ اُس طرز و اسلوب کے متعلق آپس مین بحث کر کے رائے قایم کرین جس پر اُس کی بنیاد کا استحکام منحصر ہے - سلسلہ واقعات کی رفتار کو کوئی روک نہین سکتا اور جو تخم ایک مرتبہ بو یا گیا وہ ضرور ایک روز بار آور ہو کر رہے گا - بشرطیکہ تخم کی خور و پرداخت کرنے والے اُن اسباب سے آگاہ ہون - جو اُس کی بربادی کا باعث ہو سکتے ہین اور ساتھ ہی اُن کی مدافعت کے ذرائع عمل مین لانے پر بھی قادر ہون - ملک کی فلاح بالکل قومی رہنماؤن کی بصیرت اور قوت ادراک پر منحصر ہے - اور اُن کی تدبیر اور صوابدید پر سارا دارومدار ہوتا ہے - اُن کی ذمہ داری نہایت نازک ہے - اور اُن کو ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر کے رائے قایم کرنا اور اُس پر کاربند ہونا چاہیئے اور فوری جوش اور ہیجان کی حالت مین جو رائے قایم کی جائے اُس پر عمل نہین کرنا چاہیئے -

اس وقت آزادی کی ہر طرف پکار ہے اور ہمارا ملک بھی کم از کم ترقی کے میدان مین گام زن ہونے کا آرزومند ضرور ہو چلا ہے یہ آرزو زندگی کی علامت اور رحمت الٰہی کی نشانی ہے - لیکن اُس کے حصول کی کوشش کے جو طریقے اختیار کیئے جاتے ہین اُن مین غلطی کا احتمال زیادہ ہے - اس لئے کہ کسی ایسی خواہش کے حصول مین جو بجائے خود احسن ہو طبیعت کا اس قدر منہمک ہو جانا یقینی امر ہے کہ اعتدال ہاتھ سے جاتا رہے - یہ خطرہ ملکی معاملات مین زیادہ قابل وقوع ہے اس لئے کہ اس مین ہر شخص دخیل ہونے کا مجاز ہوتا ہے - اور ہر قسم کی طبیعت والے اپنے اپنے رجحان کے موافق رائے قایم کرتے ہین ان سب کو قابو مین لانا اور راہ راست پر ڈال دینا حقیقت مین بہت مشکل کام ہے آزادی کا سبق پڑھانے والے اپنا کام اس قدر مشکل تبلاتے ہین کہ بادی النظر مین اُن سے بڑھکر مشکلات کسی کو پیش آتی نہین معلوم ہوتین کسی حد تک یہ صحیح بھی ہے اس لئے کہ وہ حکمران قوم کا عتاب سہتے ہین - ذاتی نقصانات اٹھاتے ہین اور اپنی منفعتون کو چھوڑتے ہین - لیکن اس کے ساتھ ہی ہی قوم کے سرتاج بھی بن جاتے ہین قوم اُن کی پرستش کرنے لگتی ہے اور اُن کو شہید قوم کا خطاب دیتی ہے - اُن کا عزم و اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ بعض وقت اُن کے ذاتی نقصانات کی تلافی کر دیتے ہیں

قوم خود نقصان اُٹھانا گوارا کرتی ہے یہہ بجاے خود اُن کے نقصانات کا کچھ کم معاوضہ نہین ہے بیزوغلط اس کے اعتدال کی تعلیم دینے والے خوشامدیون مین شمار ہوتے ہین - اور گو وہ خلوص ہی سے کیون نہ کام کرین ہر بات مین اُن پر بد دیانتی اور قوم فروشی کا الزام قایم کیا جاتا ہے حقیقت مین اُن کا کام زیادہ مشکل ہے اور اُن کے مشن کے انجام پانے مین بہت سی رکاوٹین پیدا ہو سکتی ہین - اس سے یہہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم اُن خود غرض اور ذاتی نفع کے ڈھونڈھنے والون کو بھی اعتدال کا پابند سمجھتے ہین - جو اپنے ذاتی اغراض کو قومی اغراض پر ترجیح دیتے ہین - حقیقت یہہ ہے کہ انھین ذات شریف کے وجود باجود کی یہہ برکات ہین جنھون نے ہم کو تباہی مین ڈال رکھا ہے اور جو اعتدال پسندون کی ظاہری حالت کے ہم رنگ ہونے کی وجہ سے اُن کو بھی قوم کی نگاہ مین مردود ٹھیراتے ہین -

موجودہ حکمران قوم کے سیلنی خلاق کا گویا یہہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ جائز آزادی کے جوش کو نہ روکین - لیکن وہ فرشتے نہین ہین جب اُن کو آزادی کا سیلاب اس حد تک بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی صدیون کی محنت پر جو اُنھون نے اپنے مقبوضہ ممالک کو قابو مین لانے اور رکھنے کے لئے کی ہے پانی پھر جانے کا اندیشہ ہو تو وہ ضرور اوس کو روکتے ہین اور یہہ روک بھی بیجا نہین کیونکہ آخر اُن کو بھی تو یہہ حق حاصل ہے کہ جس ملک کو اُن کے لایق مدبرون نے خون پسینا ایک کرکے قابو مین کیا ہے اُس کو ایک ہی جھٹکے مین ہاتھ سے نکل نہ جانے دین - لامحالہ اُن کو لازم ہے کہ اُس پر تسلط جمائے رہین اور دنیا کی نظر مین اپنا فاتحانہ اقتدار قایم رکھین - پس جو کوششین تمرد اور سرکشی کی اسپرٹ پھیلانے مین کی جاتی ہین - اُن کا انسداد حکمران قوم پر لازم آتا ہے - ممکن ہے کہ بعض اوقات اُن کی طرف سے زیادتی بھی ہو جاے - کیونکہ جس طرح غلطی سے کوئی بشر خالی نہین ہے اسی طرح انسان کی کوئی جماعت بھی خالی نہین ہے - لیکن چونکہ محکوم قوم کی ساری قوتین جکڑ بند ہوتی ہین - لہذا کشمکش مین اُسی کو نقصان پہونچنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے اور ہمارا واثق خیال یہہ ہے کہ جو لوگ اس کشمکش کو پیدا کرتے ہین وہ باوجود شہید قوم ہونے کے اور باوجود نیک نیتی سے فدائے قوم بننے کی خواہش کے اپنی کوتاہ بینی سے قوم کے لئے مضر ہوتے ہین - اگر وہ ذرا تامل کو کام مین لاتے تو وہ خود فیصلہ کر سکتے ہین کہ اُس قوت کو حاصل کرنے کے بجاے جو از خود انھین مطلوبہ حقوق کا مستحق بنادے زبردستی سے زور آزمائی کرنا قوم کو تباہ کر دینے والی پالیسی ہے یا ترقی دینے والی -

نیچر نے انسان کی تمام حالتون کے لئے جدا جدا قانون بنا دیے ہین - اب ہم آزادی کے فدائیون سے پوچھتے ہین کہ کیا محکوم قوم کے لئے بہترین رعایا بننا انتہائی مقصود ہونا چاہیے

اسکیا بہترین علاج ہے کیا یہی طریقہ ہے جو آپ اختیار کرتے ہیں یعنی حکمران قوم سے کشاکش کی حالت پیدا کرنا - ذرا سوچ کر جواب دیجئے - آپ کہینگے کہ کہان تک مظالم سہین ہم کہینگے ان مظالم کو مظالم تصور کرنیکا احساس آپکو کب سے ہوا ظاہر ہے کہ صرف اس وقت سے جب کہ آپکو جدید تعلیم کی ہوا لگی - پھر جس تعلیم نے آپکو اتنا احساس بخشا ہے کیا اس تعلیم پر آپکو بھروسہ نہین ہے کہ اور زیادہ احساس بخشے گی اور حصول مقصود کے ذرایع سے مستفید ہونیکا احسن طریقہ بتاے گی - احساس اور قوت قومی ترقی کی اصطلاح مین مرادف الفاظ ہین اور جب احساس تعلیم سے پیدا ہوتا ہے تو آپکا پہلا فرض ہے کہ ترقی تعلیم کی کوشش مین اپنی عمرین وقف کر دین - تاکہ حکمران قوم بھی آپکو الزام نہ دے سکے اور آپکی قوت بھی قدرتی طور پر ترقی کرتی رہے - بالفرض حکمران قوم بد نیت بھی ہے اور نقصان رسانی کا مصمم قصد بھی رکھتی ہے تاہم خوب یاد رکھئے کہ تعلیم کے معاملات مین آپکی کوششون کی مخالفت اس کے حد امکان سے باہر ہے - وہ تہذیب کی مدعی ہے اور دوسری مہذب قومون کے سامنے اپنی اخلاقی پالیسی کی جوابدہ ہے - تعلیم ایک ایسا اخلاقی فرض ہے جو تہذیب کے ساتھ بالکل وابستہ ہے اور اس فرض کو ادا کئے بغیر کوئی مہذب قوم اپنے حقوق ادا نہین ہو سکتی - فرمانروائی مین ذمنًا غالب حصہ دینے کے خلاف تو اس نے حیلے سوچ رکھے ہین - اور وہ ایسے ہین جن کی تردید حالت موجودہ مین ناممکن ہے - لیکن تعلیم کے متعلق ایسے کوئی عذرات پیش نہین جا سکتے اور یہ ایک ایسا نکتہ ہے جسکو نظرانداز کرنا سیاسیین کے نزدیک ہرگز جایز نہین ہو سکتا کیا آپکی قومی تعلیم اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ ملک کی آبادی کا ہزارواں حصہ بھی آپکے اغراض کو سمجھ سکے - مین دعوے سے کہتا ہون کہ آپکو سالہا سال کی جد و جہد کے بعد یہ بات حاصل ہوگی کہ آپ اشارہ کرین اور لوگ چل نکلین - آپ راستہ بتادین اور لوگ منزل طے کر لین - ابھی آپکی قوم اندھی اور لنگڑی ہے اور آپکو اسے پیٹھ پر لاد کر لے چلنا پڑتا ہے - اس حالت مین رہزن سے نقصان پہونچنے کا زیادہ خطرہ ہے بہ نسبت اس وقت کے جب وہ اپنے ہاتھ پاؤن سے کام لینے کے لایق ہوگی اس وقت وہ خود رہزن کا مقابلہ کرے گی اور آپ سے صرف اس امر کی خواستگار ہوگی کہ آپ مناسب موقعے حملہ کرنے اور روکنے کے بتا دین اور ذرا اس کا دل بڑھاتے رہین - میرے خیال مین ابھی کم از کم آیندہ پچاس برس تک ہماری قومی پالیسی اشاعت تعلیم ہونی چاہئے - جیسا کہ علیگڈہ کے دورین مدبر نے فیصلہ کر دیا ہے - جس مین صرف اس قدر ترمیم کی ضرورت ہے کہ تعلیم مین ہم گورنمنٹ کے دستنگر نہ ہون بلکہ جو قومی فنڈ ہمارا تعلیمی سرمایہ ہو اس کی کوشش مین ہندو اور مسلمان کی یکجا

تفرقہ نہ ہو۔ لیکن یہہ بھی اُس کی پالیسی کی ترمیم نہین ہے۔ بلکہ تکمیل ہے۔ کیونکہ قومی درسگاہ کو گورنمنٹ سے مستغنی کر دینا اُس کا خاص مقصد تھا۔ اور مسلمانون کی طرف خاص توجہ کرنا اور اُن کو ہندو بھائیون کے دوش بدوش لا کھڑا کرنا ضروری امر تھا۔ تاکہ دونون بھائی برابر کی قوت حاصل کرکے ایک دوسرے کی امداد کر سکین۔ اور ایک بھائی کی جہالت سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچ جلے۔

یہہ امر خود مسٹر گوکھلے نے تسلیم کیا ہے کہ اب بھی مسلمانون کی تعلیم ہندوون سے نصف ہے حالانکہ تیس برس سے وہ اِس معاملہ مین خاص کوشش کر رہے ہین۔ پھر آپ ہی انصاف کرین کہ اُس وقت جبکہ مسلمانون کی جہالت حد سے گذر چکی تھی وہ اپنے ہندو بھائیون کی کیا امداد کر سکتے۔ بلکہ یہہ بہت زیادہ ممکن تھا کہ اپنی جہالت سے اپنے کو اور اپنے بھائیون کو نقصان پہونچا دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے اُس وقت خاص طور پر مسلمانون مین اشاعت تعلیم کی کوشش کی۔ جس سے مقصود یہہ تھا کہ وہ اپنے ہندو بھائیون کے دوش بدوش کھڑے ہو جانے قابل ہو جائین۔ مین اب بھی کہتا ہون کہ ابھی تعلیمی پالیسی کو ترک کر کے آگے قدم بڑھانا گویا بنیاد کو کمزور چھوڑ کر عمارت بنانا ہے اور یہہ طریقہ کامیابی سے بہت دور ہے۔ مانا کہ برادران ہنود کی تعلیمی حالت اپنے پڑوسیون کے مقابلے مین بہتر ہے۔ تاہم اِس امر کے باور کرنے مین بہت کچھ تامل ہو سکتا ہے کہ اُن کی عام تعلیم اِس حد تک پہونچ گئی ہے کہ جمہور کو رہنمایان قوم کی اغراض سے ہمدردی رکھنے کے قابل بنا دے۔ یہہ معاملہ نہایت نازک اور غور طلب ہے اور ہم کو اندیشہ ہے کہ اِس وقت اکثر محبان قوم کی وسیع الخیالی اِسی دقت پر محیط نہین ہوتی کیونکہ آزادی کی ترنگ ایک مقناطیسی قوت رکھتی ہے اور اُس کی کشش کے مقابلہ مین غور و تامل کا پاؤن اُکھڑ جانا معمولی بات ہے ہمارا تو یہہ خیال ہے کہ اِس راہ مین پائے اعتدال کا ثبات بھی مجاہدہ سے کم نہین۔

سید محمد حنیف الہ آبادی

غزل عشقی ڈاسنوی

کیا چھٹین گے داغ میرے خون دامن گیر کے
آ سکے بس مین نہ عقدے ناخن تدبیر کے
مین نہ کہتا تھا تپ غم سے سراپا آگ ہون
رات بھر پھولون کے بستر پر نہ آئی اُن کو نیند
نقد جان ہو صانع قدرت کے ہاتھون کے نثار
میری آنکھون مین مرے دل مین کلیجے مین مرے
اے نگاہ یار دھنسے ہوئے ہون دل پہ وار

حرف مٹتے ہین کہین لکھے ہوئے تقدیر کے
واہ رے پھندے مری الجھی ہوئی تقدیر کے
جل گئے گرمی سے سب جوہر تری شمشیر کے
اب تو قائل ہو گئے وہ نالۂ شبگیر کے
کیا انوکھے طور رکھے ہین تری تصویر کے
کھنچ گئے ہین جا بجا نقشے تری تصویر کے
پار ہو جائین بھلا دو چار پر تو تیر کے

علم روشنی ہے اور جہل تاریکی

بیشک عالم و جاہل مین ایسا ہی زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا ہمارے بحث کے مقولے سے ظاہر ہوتا ہے - خدا کی زمین اور اُسکا آسمان - اُس کے بنائے ہوے دن اور رات اُس کے قایم کئے قوانین موت و حیات غرضکہ نیچر کے سارے مظاہر یکسان ہین لیکن علم کی روشنی اور جہل کی تاریکی مین اِن کی صورتین اِس قدر بدلی ہوئی نظر آتی ہین کہ اوپری نظرون سے دیکھنے والون کو اُس زبردست فطرت کے یکسان اور لازوال ہونے مین بھی شبہ پڑ جانا ممکن ہے -

مثال کے طور پر ہم یہان نوع انسان کے دو مختلف طور پر زندگی بسر کرنے والون کی مثال پیش کرتے ہین - ذرا ساحل بحیرہ عرب کے مہذب تاجر اور دریاے تاپتی کے کنارے والے خونخوار بھیل کی حالتون کا مقابلہ کیجئے ان دونون مین امتیاز کس بات کا ہے ظاہر ہے کہ صرف جاننے اور نہ جاننے کا - اُن کو مہذب متین - خوش پوشاک اور متمول کیون کہتے ہین اور یہہ خونخوار وحشی اور بدبخت کیون کہے جاتے ہین ؟ - صرف اسی لئے کہ وہ اپنے آپ کو پہچان کر دوسرون کو بھی جاننے لگے ہین اور یہہ اپنے آپ سے بیخبر ہین - ننگے ہین میلے کچیلے ہین - مرد و عورت سواے ایک بدنما لنگوٹی کے پردے کی باس کی کوئی شاخ نہین لگاتے - بناس پتی اُن کی خوراک ہے پتھر کے کیڑون پر گذارہ ہے سمندر کی مچھلیان ہی نہین بلکہ کھاڑیون کے گھونگے - بچھوے - کیکڑے - پانی کے سانپ تک اُن کا من بھاتا کھاجا ہے - پہاڑیون کی چوٹیون پر ہوادار مکان کہین پتون کو موڑ کر بنا لئے گئے ہین کہین گھاس پھوس سے سجائے گئے ہین - کھیتی باڑی کچھ تو زمین کے شور ہونے کچھ علم زراعت سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے نصیب نہین - تجارت یا بیع و شرا سے وہ ناواقف آدمی کو آدمی نہین سمجھتے سیر و تماشا اُن کے لئے کوئی نہین شادی غمی اکل و شرب نشست و برخاست غرض دنیا کے کسی عمل سے اُنھین کوئی قابل قدر دلچسپی نہین ہے - اِن سب باتون کا جواب جس پہلو سے ڈھونڈیے یہی ملے گا کہ وہ جاہل ہین بے علم ہین اور انسانی فرایض سے جو مقصود آفرینش ہین بالکل بے خبر ہین - برخلاف اِن کے اولُ الذکر گروہ کے لوگ بخوبی جانتے ہین کہ ہم کہان اور کس کام کے لئے بھیجے گئے ہین ہم کو اپنے اور اپنی آیندہ نسلون کے لئے کیا کچھ کرنا چاہیے مگر اُن کے دماغی قوا اُن کی جہالت کی وجہ سے بالکل تاریک ہین اور اِس غفلت مین وہ اپنی پشت پا کو بھی نہین دیکھ سکتے اُن کی عقلین نورانی مشعلون کی امداد سے سات سمندر پار کی خبرین اُنھین بیٹھے بٹھائے بتا دیتی ہین

اُن کے ہاں رات کو درندوں کی خوفناک آوازیں گونجتی ہیں اور خونخوار موذی انسان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی مخلوق سے مقابلے کے چرچے رہتے ہیں یہاں رات کو کھلے دروازوں لمبی تانے سوتے ہیں اور دن کو بستر راحت سے اٹھکر اپنی ذات کو اور دوسروں کو نفع پہونچاتے ہیں۔ چاندی سونے کے دریا بہاتے ہیں۔ نمود و نمائش لطف و مسرت درآمد برآمد غرض کسی چیز کی کمی نہیں۔ نہ کسی کا خوف نہ کسی کا خطرہ اپنی نیند سوتے ہیں اپنی نیند اُٹھتے ہیں۔ وہاں سمندر کے جوشیلے حملے۔ اندھیری شب برف و باراں کے طوفان بیگناہوں کے خون۔ کمزوروں کی حق تلفیاں ہر وقت سنگ راہ ہیں یہاں ہر موسم کے موافق آرام دہ مصفا و مجلّی کمرے بجلی کے لیمپوں کی روشنی نرم بستر گرم اور لذیذ کھانے آئے دن سوچ کو تازہ کرتے ہیں وہاں نہ کوئی سیر ہے نہ تماشا نہ کسی سے میل ہے نہ ملاپ۔ اچھے سے غرض نہ برے سے کام صبح سے شام تک جاگتے ہیں اور جاگتے کیا ہیں گویا جاگتے ہیں بھی سوتے ہی ہیں۔ روز سورج نکلتا ہے۔ دن چڑھتا ہے دوپہر ڈھلتی ہے جھٹ پٹا ہوتا ہے چاندنی ہلکیت کرتی ہے اندھیرا اجالا ہے پو پھٹتی ہے اور دوسری صبح ہو جاتی ہے مگر اُن کی نگاہیں سوائے معمولی کاروبار کے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتیں۔ گویا اُن کی آنکھیں تو کھلی ہوئی ہیں مگر کچھ نہیں دیکھتے۔ برخلاف اِن کے کہ یہ اندھیرے سے اُجالے تک اور اجالے سے اندھیرے تک اپنے خالق کی بندگی معاش کی فکر داد و ستد مذہبی اور دنیوی رکھ رکھاؤ اپنے پرائے کے حقوق حاکم و محکوم کا امتیاز ذاتی اور قومی ترقی کی کوششیں غرض سوئی سے لیکر رائی تک معاملات اپنی اپنی جگہ طے کرتے ہیں اور دن کو دن اور رات کو رات جاننے والے گھڑی دو گھڑی خوشی میں گذار دیتے ہیں۔ برعکس اِن کے وہاں دن بھر آب شور کی حلاوت پتوار کی نگرانی۔ چپوؤں کی چپ چپ موجوں کا شور بادبان کی ہوائیں مستولوں پر چڑھنے اترنے کی مشقت سانس پھلا پھلا دیتی ہے۔ دن کی دھوپ اور رات کی اوس جسموں کو سُن کر دیتی ہے کہیں شہد کی مکھیاں سروں پر بھنبھناتی ہیں کہیں بیلچے ہاتھوں میں ہوتے ہیں کہیں تاڑ کو تانستے نظر آتے ہیں۔ چھالیہ سمیٹتے ہیں۔ بادام جمع کرتے ہیں۔ ناریل توڑتے ہیں۔ چرند و پرند کا شکار کرتے ہیں اور پھر بھی پیٹ کو روٹی نہ تن کو کپڑا بچے سے جوان ہوئے جوانی سے بڑھاپا آیا اور بڑھاپے سے مر کر کسی گڑھے میں بھی جا گرے مگر کسی نے نہ جانا کہ کون تھے کیا کیا اور کہاں چلے گئے۔ یہاں دنیا کے نشیب و فراز سامنے ہیں ہر معاملے کے پہچان کی اہلیت بھی ہے ہر کام کی اٹکل بھی ضرورت زمانے سے باخبر ہیں آسانی سے کماتے بھی ہیں مناسب طور سے خرچ بھی کرتے ہیں اور آمدنی کا کچھ حصہ پس انداز کرکے آرام سے بسر کرنا بھی جانتے ہیں۔ عاقبت اندیشی ان کا مسلک ہے اور دہر کی

ہوا ہوتی ہے ادھر چلنے لگتے ہیں عزتیں پیدا کرتے ہیں نام آور ہوتے ہیں ملک اور قوم کے لیڈر بنتے ہیں اور مرنے کے بعد اپنا نام زندہ چھوڑ جاتے ہیں غرض ایسے ہی لوگوں کی نسلیں بڑھتی ہیں چراغ سے چراغ جلتے ہیں اور خلاق عالم کا نور یعنی علم دنیا کو منور کرتا جاتا ہے۔

رباعی

پتھر ہے اگر علم سے بیگانہ ہے — بے عقل ہے بیہوش ہے دیوانہ ہے
کیا لہو و لعب میں آبرو پائے گا — نادان چھلکنے کو یہ پیمانہ ہے

قاضی سید محمد محسن عفی عنہ ۔ سیتاپوری

انتخاب از بیاض جناب قاضی نذیرالدین حسن صاحب جیسٹرار جوہر ضلع بلند شہر

ملا کمال اسمعیل اصفہانی الملقب بہ خلاق المعانی

مارا گلے از روے تو چیدن نگزارند — چیدن چہ مجال است کہ دیدن نگزارند
صد شربت شیرین ز لبت خستہ دلان را — نزدیک لب آرند و چشیدن نگزارند
اے واے بر آن مرغ کہ خونش دم بسمل — بر خاک بریزند و تپیدن نگزارند
گفتم بشنود قدر کہ دشنام تو گوشم — این نیز شنیدم کہ شنیدن نگزارند
بگریز کمال از سر زلفش کہ درین دام — مرغے کہ در افتاد پریدن نگزارند

اہلی خراسانی

مرا از دہ دشمنان خود آن نامہربان دانست — تغافل کرد سویم از نگاہ خشمگین توان دانست
شہید عشق آب زندگی خواند دم تیغش — کہ جان دادن بہ عشق او حیات جاودان دانست

شیخ علی حزین لاہیجی

ز ہر غم ہجر تو بجان کار گر افتاد — امید وصال تو بعمر دگر افتاد

ولہ

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

دکن ریویو اور ید بیضا

معزز رسالہ دکن ریویو کے ایک لایق مضمون نگار "نقیر" نے مختلف رسائل پر ریویو کرتے وقت رسالہ ید بیضا پر بھی نظر عنایت کی ہے۔ ہم اُن صاحبون کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتے ہین جو ہمکو ہمارے عیوب پر مطلع کرین لیکن لایق مضمون نگار نے جس انداز سے رسالہ ید بیضا کے متعلق تمہید اُٹھائی ہے اُس کو دیکھکر ہر منصف مزاج شخص اِس معاملہ مین ہم سے اتفاق کرے گا کہ اُنھون نے بہت سے رسائل پر ایک دم سے ریویو کرنے کی کوشش مین رسالہ ید بیضا پر غائر نظر نہین ڈالی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اُنھین ان الفاظ کے تحریر کرنے کی ضرورت نہ پیدا ہوتی کہ "جو سلوک نشتر نے خان بہادر (اکبر حسین جج) کی نظم سے کیا ہے ویسا ہی سلوک ہمارے کرم فرما حکیم خنجر نے اپنے رسالہ ید بیضا مین آنریبل نواب عماد الملک بہادر بلگرامی اور خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ جیسے اکابر و مشاہیر قوم کے مضامین کے ساتھ غزلون کے گلدستے اور میونسپل بورڈ سکندرآباد کی روئداد کے دوہرے دوہرے دُم چھلے لگا کر کیا ہے اور گلدستے مین بھی مزا یہ ہے کہ جہان الہ آباد یونیورسٹی کے ایک سربرآوردہ گریجویٹ مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب بی اے الہ آبادی کا کلام ہے اُسی کے پہلو مین بی حیدری جان صاحبہ شوخ سکندرآبادی کی غزل بھی درج ہے ید بیضا جیسے علمی پرچے کے ساتھ جس مین "ہندوستان کا افلاس" جیسا قابل قدر اور بے بہا مضمون اور "جولیس قیصر" جیسا بیساختہ ترجمہ شائع ہوا ہو ایسی رپورٹ شائع کرنا جس مین اُس انبار خانے کی تعمیر کی تجویز ہو جس مین چوپائے داخل نہ ہوسکے یا لالجی چپراسی کے مرنے کی خبر درج ہو یا ریکریشن گراونڈ والے پل کا سڑک پختہ سے ۶۴ فٹ کے فاصلہ پر واقع ہونا بتا کر سکندرآباد کی جغرافیائی حالت کا انکشاف کیا گیا ہو اس سے زیادہ بدنما ہے کہ حریر مین بورئے کا پیوند لگایا جائے!!

اِس لمبے چوڑے جملے مین دو اعتراض "ید بیضا" پر جڑے گئے ہین اول یہ کہ اُس مین نظم کا گلدستہ کیون شامل ہے دوسرے سکندرآباد میونسپل بورڈ کی روئداد کیون درج ہے معززین کے کلام کے پہلو بہ پہلو بی حیدری جان شوخ کی غزل کو دیکھکر جو تنغص لایق مضمون نگار کو پیدا ہوا ہے اُسے ہم اعتراض نمبر ۱ کے ضمن مین داخل سمجھتے ہین۔ کیونکہ اگر لایق مضمون نگار کو شعر و شاعری سے ذرا بھی لگاؤ ہوتا تو وہ بلا لحاظ اِس امر کے کہ فلان غزل کس کی ہے یہ دیکھتے کہ یہ غزل کیسی ہے مگر چونکہ اُن کو شعر و شاعری سے ازلی نفرت ہے اِس لئے لامحالہ وہ اِس اصول کو نہین سمجھ سکتے

کہ جسطرح کا التزام ہوگا اور شاعر کی غزلین درج ہون گی تو یہہ ضروری امر ہے کہ جو غزل باعتبار پایہ کلام کے انتخاب مین آجاے وہ بلا لحاظ اس امر کے کہ کس کی تصنیف ہے ضرور درج کی جاے۔ یہہ بات اس موقع پر ظاہر کر دینی بے موقعہ نہ ہوگی کہ باوجود اس عذر معقول کے ہمنے بمقتضاے زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز کسی نہ کسی طرح اور شاعرے کو کلیتاً خیرباد کہہ دیا ہے۔ اور اب صرف چیدہ اور منتخب کلام معززین اور مشاہیر کا درج کرنے پر اکتفا کرتے ہین مگر دقت تو یہہ ہے کہ لایق مضمون نگار صاحب کلام منظوم کے اندراج ہی کو سرے سے معیوب تصور کرتے ہین ممکن ہے کہ اُنھون نے کچھ غور و خوض کے بعد یہہ رائے قایم کی ہو لیکن ہمارا خیال یہہ ہے کہ وہ بھی اُن صاحبون مین سے ہین جن کا فطرتی رجحان مروجہ شعر پر حرف زن ہے بلا لحاظ اس امر کے کہ درحقیقت اُس مین کوئی خوبی ہو یا نہو اگر فی الواقع ایسا ہے تو لایق مضمون نگار پر شعر و شاعری کی خوبیان ظاہر کرنا بالکل فضول ہے کیونکہ اس قسم کے فطرتی رجحان کو دلائل اور براہین سے پھیر دینا ناممکن ہے۔ بلکہ اگر ہم اس معاملہ پر بحث کرنا بھی چاہین گے تو وہ منغص ہو کر منھ پھیر لین گے اور جس موقعہ پر یہہ بحث ختم ہوجاے گی اُس کے آگے دیکھنا زیادہ پسند کرین گے۔ لہذا ہم تھوڑی دیر کے لئے لایق مضمون نگار صاحب سے درخواست کرتے ہین کہ وہ ہمکو پبلک سے مخاطب ہو کر اس بحث پر چند الفاظ لکھنے کی اجازت دین۔

یہہ بات مسلمات تاریخی مین سے ہے کہ مرحوم یونان نے فلسفہ اور لٹریچر مین اپنے بہت سے شاگرد ایشیا اور یورپ مین چھوڑے لیکن ایشیائی زلہ ربا محض چوڑی ہوئی ہڈیان لیکر چلتے ہوے اور خوان یغما یوروپین شاگردون کے حصے مین آگیا۔ اس کو یون سمجھئے کہ ایشیائی شاگردون کے حصے مین کورا فلسفہ اور منطق آیا مگر یوروپین شاگردون نے فلسفہ اور منطق کے ساتھ ہی وہ اعلیٰ مذاق بھی سیکھا جس کو ادراک حسن کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ یون تو با اقبال قومون کی ساری باتین پسندیدہ ہوتی ہین لیکن یہہ سچی زندہ دلی جو ادراک حسن کے صحیح مذاق کی وجہ سے یورپ کے حصے مین آئی ہے ایشیا کے لئے ضرور قابل رشک ہے۔ دنیا کی متمدن اقوام مین ہمیشہ کچھ لوگ اعلیٰ درجے کے غور و مطالعہ کرنے والے اور کچھ لوگ معمولی طبایع والے سمجھے گئے ہین اِن دونون اقسام کے لوگون کے خیالات مین جو فرق ہے وہ صرف یہہ کہ ایک پیدا کرنے والا ہے وہ تو حقایق و ادراک حسن ہے اگر [illegible] مین [illegible] نہین [illegible] صحیح مذاق [illegible] ہونا ممکن نہین [illegible] [illegible] [illegible] باقی تباہی اور [illegible]

حد اعتدال سے تجاوز ہوتا ہے - ایک طرف نظر ڈالئے تو عالی دماغ فلاسفر فطرت خداوندی پر غور و مطالعہ مین مستغرق نظر آئے گا اور دوسری طرف دیکھئے تو معمولی آدمی ادنیٰ درجہ کے خیالات لہو و لعب مین مصروف پایا جائے گا نہ اُس کو اِس سے ہمدردی اور نہ اِس کو اُس سے مناسبت وہ اپنی دھن مین مست اور یہہ اپنے خبط مین مبتلا - ایشیا کی تاریخ کو بغور دیکھنے والے شہادت دینگے کہ ایشیائی قومون کا عروج کے زمانے مین بھی یہی حال رہا حالانکہ یورپ آج صاف طور پر بتا رہا ہے کہ غیر معمولی ذہانت اور قابلیت والون کی زندہ دلی سے جو قوت ادراک حسن کا نتیجہ ہے کس قدر فوائد عوام الناس کو پہونچ رہے ہین - فلسفہ اخلاق کے معزز اُستادون کو دیکھ لیجئے اور پھر کہئے کہ ہمارا دعویٰ کہان تک صحیح ہے کیا ایشیا کا کوئی فلاسفر دعویٰ کرسکتا ہے کہ اُس نے شیکسپیر کی طرح فلسفہ اخلاق کو ڈرامہ کے اسٹیج پر رکھکر - ڈکنس اور تھیکری کی مانند ناول کا لباس پہنا کر ورڈس ورتھ اور ٹینیسن کی طرح نظم کے زیور سے آراستہ کرکے مرغوب اور مقبول بنانے مین کامیابی حاصل کی ہے - سعدی اور غالب مین یہہ قابل قدر زندہ دلی ضرور تھی لیکن جس ملک کے آب و گل سے اُن کا خمیر تھا اُس کے اثر سے وہ کیونکر بچ سکتے اور پھر یہہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ یہان ایسی مبارک صورتین دو ہی چار نظر آتی ہین اور وہان ہر عہد اور ہر زمانے مین ایسے لوگون کی تعداد بکثرت ملتی ہے جن کے اقوال سے عوام نادانستہ طور پر متاثر ہوتے رہے اور ہوتے رہتے ہین یہی وجہ ہے کہ ایشیا مین کبھی جمہوری خیالات کو وہ عروج نصیب نہین ہوا جو آج یورپ کا حصہ ہے اور یہی سبب ہے کہ یورپ کو آج ہم یونان کا سچا جانشین کہہ سکتے ہین اور ایشیا کو اِس رتبے سے گرا ہوا پاتے ہین - وائے برحال ہمارے اگر ہم اُس وراثت کو بالواسطہ بھی نہ حاصل کرسکین اور یورپ کی شاگردی سے بھی یہہ سبق نہ سیکھین کہ اعلیٰ درجہ کی فلاسفی کا عوام الناس تک پہونچانا صرف منطق کے ذریعہ سے ناممکن ہے اور نظم کا دلکش اور مرغوب طریقہ اِس معاملہ مین ہمیشہ ایک اچھا ہوا جادو ثابت ہوتا ہے - ہماری شاعری کی موجودہ پست حالت ہمارے دعوے کی تردید نہین کرتی بلکہ تائید کرتی ہے اگر لائق اور سنجیدہ فلاسفرون نے ہمارے لائق مضمون نگار کی طرح نظم کو اپنی حرفہ نہ مقرر کرلیا ہوتا تو آج یہہ برا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا - کاش ہمارا ہر فلاسفر شیکسپیر اور ورڈس ورتھ نہین تو کم از کم سعدی اور غالب ہی ہوتا - مولانا حالی کے مسدس کو نثر مین رکھدیجئے اور منطقی دلائل سے اُس کے مباحث کو خوب مضبوط بھی کردیجئے مگر کیا امکان کہ وہ اثر اور مقبولیت جس نے اُسے زبان زد عوام بنا دیا ہے باقی رہے - ناقل -

رہا دوسرا اعتراض یعنی روئداد میونسپل بورڈ سکندرآباد کا شائع کرنا۔ یہہ ایک ایسی بات ہے جو لایق مضمون نگار کے قلم سے نہ نکلتی تو اچھا ہوتا اس لئے کہ یہہ اُن کی سخت ناواقفیت کا پتہ دیتی ہے ذرا تامل سے دیکھئے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ روئداد کی اشاعت کو نفس رسالہ سے کس قدر تعلق ہے اور کہاں تک ایسے حریرین ٹاٹ کا پیوند کہہ سکتے ہین۔ اگر فی الواقع یہہ ایسا ہی پیوند ہے تو بعض معزز رسائل مین مقوی باہ گولیون اور حبوب ممسک یا طلاے مجلوق کے اشتہارون کا پیوند اس سے کہین زیادہ بد نما ہے۔ غور کیجئے رسالہ کا حجم چالیس صفحہ کا ہے اور مضمون کے نمبر کا سلسلہ چالیس پر ختم ہو گیا پھر ایک ضمیمہ جو محض اشتہاری حیثیت رکھتا ہے ازسرنو مضمون کا سلسلہ قائم کرکے شروع کیا گیا اور ہمارے لایق مضمون نگار صاحب اُس کو زبردستی کھینچ تان کر اُس مضامین کے سلسلے مین منسلک کرتے ہین۔ ع۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔ اب کوئی اِن کے کہنے سے اپنے پرچے مین اشتہارون کا شائع کرنا بند کر دے۔ ہمکو تعجب ہے کہ انھون نے ”آئرن فونڈری“ والے اشتہار کو کیون چھوڑ دیا۔ اِس سے اُن کے مضمون کا حجم بھی بڑھ جاتا اور دعوے کو بھی تقویت حاصل ہو جاتی۔ بہر حال چونکہ انھون نے خلوص نیت سے ہمارے عیوب ہم پر ظاہر کئے ہین اور جو کچھ غلطی اُن سے ہوئی ہے وہ محض اُن کی عدم واقفیت کی وجہ سے ہوئی ہے لہذا ہم اُن کو مستحق شکریہ تصور کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ جن صاحب کو کوئی خدشہ پیدا ہو وہ سچے دل سے اظہار کر دیا کرین تاکہ ہم اُن کی آراء سے اگر وہ صحیح ہون مستفید ہو کر حتی الامکان اپنے رسالہ سے نقائص کو دور کر سکین جس قسم کے مضامین کی نسبت انھون نے اپنی پسندیدگی ظاہر فرمائی ہے اُن پر حتی الامکان زیادہ توجہ کی جائے گی۔ ہم دوبارہ شکریہ ادا کرکے اِس مضمون کو جو شاید کسی قدر طویل ہو گیا ہے ختم کرتے ہین۔

اڈیٹر

غزل جناب سید ضمیر علی صاحب ضمیر از متھر آتلمیذ حضرت شعور

دل ہو کے خون دیدۂ تر سے نکل گیا
دیوانہ مضطرب ہین گھر سے نکل گیا

صحرا کو جاؤن کیون در جانان کو چھوڑ کر
مجنون کو تھا جنون جو وہ گھر سے نکل گیا

اعجاز اسے حسن خداداد دیکھئے
پایا فروغ یہہ کہ قمر سے نکل گیا

دیرین حضور سجدہ کبھی کئے
... تھا غیر بشر سے نکل گیا

مرتے ہی دل غم سے ... ضمیر
اچھا ہوا ... جو سر سے نکل گیا

شاعری جزویست از پیغمبری

پیغمبر اور شاعر مین صرف فرق یہہ ہی کہ پیغمبر رموز فطرت کے اخلاقی پہلو کو دیکھتا ہی یعنی نیکی کا سکہ دلون پر بٹھاتا ہی اور شاعر بقول جرمن فلسفیون کے اُن رموز کے ایستھیٹک پہلو پر نگاہ ڈالتا ہی یعنی حسن اور اُس کے خیال پر اول الذکر ہمارے طریق عمل کو منضبط کرتا ہے اور آخر الذکر ہمارے مذاق اور سینہ کو صحیح کرتا ہے لیکن دراصل انمین کوئی فرق نہین کیونکہ پیغمبر بھی انہین باتون پر عمل کرنیکا حکم دیتا ہے جو قابل پسندیدگی ہون - دنیا مین سب سے زیادہ دلفریب آواز یہہ ہی "اللہ زمانہ پر نگاہ کرو - اُنکا خوشنما لباس نہ کسی نے کاتا ہی نہ بنا ہی تاہم جو شان انمین نکلتی ہی وہ نہ حضرت سلیمان کی زرق برق پوشاک کو نصیب تہی نہ دنیا کے کسی شاہنشاہ کو" یہہ پھول کیا ہے گویا ہین خوبصورت آنکھین ہین جو حسن کے بے پایان اندرونی سمندر سے نکل کر اہل دنیا پر نگاہ ڈال رہے ہین اور زبان حال سے کہہ رہے ہین کہ گو دنیا بظاہر کتنی ہی بھدی کیون نہ ہو حسن کا دریا نا پیدا کنار اُسکے اندر موجین مار رہا ہی - اس پر گرینی کا قول یاد آتا ہے جو بظاہر حد اعتدال سے تجاوز ہے مگر کچھ معنی ضرور رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ حسن کا درجہ نیکی سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ حسن کے اندر نیکی بھی شامل ہی - واقعی حق اور حسن باطل سے اس قدر ممتاز ہے جیسے بہشت دوزخ سے یہان تک تو پیغمبر اور شاعر کا فرق بیان ہوا -

زمانہ قدیم اور زمانہ حال مین ہم اپنے زعم مین بعض شاعرون کو کامل تصور کرتے ہین جنکی عیب جوئی کرنا الحاد سے کم نہین سمجھا جاتا یہہ امر قابل غور ہے یہہ بھی ایک اچھی بات ہی لیکن بغور دیکھئے تو اسمین بڑا دھوکا ہے - سچ پوچھئے تو کامل شاعر کوئی نہین ہوسکتا - شاعری کا ایک مذاق سب کے دل مین موجود ہی لیکن کوئی شخص شاعری کا کامل اوتار نہین ہوسکتا اگر ہم کسی نظم کو مزا لیکر پڑھ سکین تو ہم ضرور شاعر ہین - جو خیال ڈینٹی کے "دوزخ" کے حالات کے مطالعہ کے وقت ہمپر ایک ہولناک اثر ڈالتا ہے کیا وہ اُسی قوت کا جزو نہین ہی جو خود ڈینٹی مین موجود تھی؟ گو وہ اُس سے کمتر درجے پر کیون نہ ہو - شکسپیر کے سوا کس کی طاقت تھی کہ سکسو گرمٹیکس سے ہملٹ سا پُر اثر قصہ پیدا کردے لیکن ہر پڑھنے والا کسی نہ کسی طور پر اُس سے متاثر ضرور ہوتا ہے انمین کمی اور بیشی کا ہونا اور بات ہی - اس کے متعلق کوئی کلیہ قایم کرنے کی کوشش فضول ہوگی - جن دو چیزون مین کوئی خاص فرق نہین ہوتا اُن کی علیحدہ علیحدہ تعریف کرنا مشکل ہی مثلاً شئے مدور اور شئے مربع کے درمیان قطعی اصول قایم کرنا دقت سے خالی نہین ایسے امتیازی اصول اگر ہوسکتے ہین تو اعتباری ہوسکتے ہین پایۂ شاعری کا مسلم صرف باعتبار مقابلہ ہوا کرتا ہے - یہہ بات صرف اُنہین کے لئے نہین ہی جو کسی خاص قوم مین شاعرانہ حیثیت سے ممتاز ہون بلکہ اُن کے لئے بھی ہی جو دنیا کے شعرا مین ممتاز ہین اور جن کو ہم بے عیب تصور کرتے ہین - جو شخص معمولی شعرا کے مقابلہ مین ایک خاص حد تک ممتاز ہوا اسکو دنیا کے مشہور شاعرون مین جگہہ دیدی جاتی ہی لیکن یہہ امتیاز فی الحقیقت محض اعتباری ہوتا ہی - حقیقت یہہ ہی کہ بعض شاعر بھی مثل اور معمولی لوگون کے کم و بیش ایسے خیالات رکھتے ہین جو تمام عالم کے لئے پسندیدہ ہین لیکن کوئی یہہ دعوی نہین کرسکتا کہ اُنمین سراپا یہہ وصف بھرا ہوا ہے -

کارلائل

جولیس قیصر

نمبر ۹

مگر آریلیا کے دل کی اُس وقت اور ہی حالت تھی کیونکہ اُسے اُس وقت صرف اسی بات کا خیال نہ تھا کہ ایک مرد کی مداخلت یہاں پر خلاف رواج اور آئین مذہبی ہے بلکہ اپنی بہو پامپیا (یعنی جولیس قیصر کی بیوی) کا اس کارروائی سے شرمناک تعلق ہونا اُس کے دل مین بے طرح کھٹکتا تھا۔ اُس کو معًا یہ خیال گذرا کہ ایسا نہ ہو کلاڈیس اس راز کو طشت ازبام کر کے بھرے جلسے مین رسوا کرے اسی خیال سے اُس نے چپکے سے کلاڈیس کو نکال دیا۔

تمام خواتین غم و غصہ مین بھری ہوئی اپنے اپنے گھر گئین اور روما کے ہر شخص کی زبان پر یہی فقرہ تھا کہ بڑی بیحیایات ہوئی۔ تمام لوگ ہراسان و ترسان تھے کہ دیکھئے دیوی کا جلال کس رنگ مین ظاہر ہوتا ہے۔ دیوی کے مندر کی خادمہ عورتون نے تو یہ طے کیا کہ جب تک مداخلت بیجا کرنے والا شخص شہر بدر نہ کر دیا جائے گا دیوی کا غصہ ٹھنڈا نہین ہو سکتا اور اگرچہ فلسفی مزاج کے لوگ مثل سسرو وغیرہ کے طنزیہ کہتے تھے کہ دیوی اگر منصف مزاج ہے تو اُس کو چاہیے کہ کلاڈیس کو اندھا کر دے جو اُس کے مندر مین گھس گیا تھا باقی تمام باشندگان روما سے کیا مطلب ہے لیکن عام لوگ اس امر کے ضرور خواہان تھے کہ اس جرم کی پاداش مین مجرم کو سزا بھگتنی چاہیے۔

خود جولیس دیوی کو تو مانتا نہ تھا مگر اُس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اُس کی بیوی کی طرف سے کسی موقعہ پر کلاڈیس کو کم از کم جرأت ضرور دلائی گئی گو اُس کی موجودگی کی اُسے خبر نہ ہوئی ہو اس خیال سے اُسے کمال ملال ہوا اور اُس نے آریلیا کو طلاق دیکر اُسے مع جملہ سامان جہیز کے اُس کے گھر بھیجدیا۔ لیکن کلاڈیس سے کچھ نہ کہا اس لئے کہ وہ اسی پارٹی کا ممبر تھا جس مین جولیس قیصر شامل تھا اور عوام الناس کے خیر خواہون مین شمار کیا جاتا تھا اور جولیس قیصر ایسے لوگون سے بگاڑنا نہین چاہتا تھا۔

لیکن یہ معاملہ صرف جولیس کی ذات سے متعلق نہ تھا بلکہ تمام روما کو ہیجان مین ڈال دینے والا تھا اور جولیس قیصر کے دبائے دب نہین سکتا تھا۔ سسرو، کیٹو اور دیگر ممبران سینیٹ نے آخرکار کلاڈیس پر مقدمہ چلوا ہی دیا لیکن اُس کے مربیون اور طرفدار دوستون نے جسٹس لیکھ سے اُس جرم کو جو لاطینی کے ذریعے مشخص کی گئی تھی معقول رقم کھلا دی اور

کلاڈیس کا بیان حلفی یہہ ہوا کہ جس رات کا یہہ واقعہ ہے اُس شب کو مین روما مین موجود ہی نہ تھا۔ آریلیا نے اُس کے خلاف زور کی شہادت دی اور اُس کی تائید مین اُس کی باندیان بھی شہادت مین پیش ہوئین جن کے بیانات باوجود عقوبت اور سختی کے نہین بدلے اور یہہ امر اُس زمانے مین لونڈی غلامون کے بیان کی صداقت کا معیار سمجھا جاتا تھا جولیس قیصر بھی شہادت مین پیش ہوا لیکن اُس نے قطعی لاعلمی ظاہر کی اور جب اُس سے سوال کیا گیا کہ پھر تم نے پامپیا کو طلاق کیون دیدی تو اُس نے جواب دیا کہ "قیصر کی بیوی وہی ہوسکتی ہے جس کا دامن عصمت اشتباہ تک کے دھبے سے پاک ہو" [لہ] مختصر یہہ کہ مقدمہ خارج ہوگیا اور نا عاقبت اندیش نوجوان سزا سے بچ گیا۔

عہدۂ پریٹری کا زمانہ ختم ہوتے ہی پامپی واپس بھی نہ آنے پایا تھا کہ جولیس قیصر اسپین کے بیرونی نصف حصے مین عہدۂ پیروپریٹری پر بھیج دیا گیا۔ جزیرہ نمائے آیبیریا [لٹ] کی چاندی کی کانین اُس کے قرض کے ہلکا کرنے مین بہت مفید ثابت ہوئین۔ اس کے قرض کا حساب عجیب تھا کہ بائبلس سے دولتمند رفیق کے مل جانے پر بھی ہلکا نہ ہوا اور آیبیریا کی دولت سمیٹنے پر بھی ہلکا ہوکر پھر بڑھ گیا اس لئے کہ آخر جولیس قیصر کو بڑے بڑے عہدون کے حاصل کرنے کے لئے بھی تو ہونا تھا۔ یہی دیکھئے کہ سپاہیون کے بیس دستے جو آیبیریا مین اُس کی ماتحتی مین دیے گئے تھے اُس کی شان و شوکت کے لئے کافی نہ ہوے اور دس دستے اُسے اور اپنے پاس سے نوکر رکھنے پڑے۔

قبل روانگی اسپین کے جولیس قیصر نے وہان کے ایک رئیس سنتھا نامی سے یارانہ گانٹھ لیا تھا۔ ایک موقعہ پر جب اُس کے چند دوستون نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا آپ یہہ امید کرتے ہین کہ یہان اسپین مین بھی آپ کو اہل غرض اسی طرح گھیرے رہین گے جس طرح روما مین؟ تو اُس نے یہہ جواب دیا کہ ہان ان وحشی لوگون کا سردار بننا مجھے منظور ہے لیکن روما مین کسی سے دب کر رہنا منظور نہین ہے۔

اسپین مین اُسکو مغربی صوبہ دیا گیا تھا جہان سخت اور جاہل قومین آباد تھین اور اُن کا یہہ وطیرہ تھا کہ اپنے کوہستانی مامن سے وقتاً فوقتاً نکل کر اُن مشرقی صوبون کو پامال اور غارت کیا کرتی

لہ یہہ فقرہ اِس وقت تک نہ صرف مشہور ہے بلکہ زبان انگریزی کی ضرب الامثال مین سے ہے۔ مترجم

لٹ اسپین کا دوسرا نام ہے۔

[illegible]جہان سپیو کے عہد سے لیکر اُسوقت تک یونان نیشیا اور روما کی دولت کی برابر[illegible] ہوتی رہی[illegible] قیصر نے دو ریعو تک غارون اور گھاٹیون مین گھس گھس کر ان آزادہ رو لوگون کا پتہ لگا لگا کر ان کو خوب دبایا۔ بزیلیے ٹھورو تک اُن کا تعاقب کیا اور قادیس سے جہاز منگوا کر کورونا تک پہونچ کے [illegible] فساد کو بجھا دیا اور ملک مین امن و امان قایم کر دیا۔ اِن جنگی کارروائیون کے علاوہ اُس نے اپنی مالی دماغی سے اُن اسباب کا بھی پتہ لگا لیا جو اُن کو لوٹ مار پر مجبور کرتے تھے اور وہ یہ تھے کہ زر[illegible] کے محصلان محاصل نے اپنی زیادہ ستانیون سے اُن مفتوحہ اقوام کی مالی حالت بہت تباہ کر دی تھی جسکا لازمی نتیجہ جلاوطنی اور لوٹ مار کی صورت مین جلوہ گر ہوتا تھا۔ اُس نے اِن بیجا کارروائیون کا بوجوہ احسن انسداد کر کے بڑی شہرت اور ہردلعزیزی حاصل کر لی اور اِس طور پر بغیر اِس کے کہ جابر اور رشوت ستان مشہور ہو اُس نے خوب دولت پیدا کی اور اِس عہدے سے واپس ہو کر آیندہ سال کانسل منتخب ہونے کے لایق سرمایہ بہم پہونچا لیا۔

اسپین مین جو کارنمایان اُس سے ظہور مین آئے وہ اِس قابل ضرور تھے کہ اُس کو ٹریمف[1] کی اجازت دلوا دیتے لیکن اُس کو واپسی مین ذرا دیر ہوگئی اور اگر وہ اِس امر کا انتظار کرتا کہ جب ٹریمف کی منظوری ہو جائے اُسوقت شہر روما مین داخل ہو تو عہدۂ کانسل کے لئے کوشش کرنے کا وقت جاتا رہتا اِس لئے اُس کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ بلا تامل روما مین داخل ہو اور وہان پہونچکر اُس نے اپنا کام شروع کر دیا جس مین اُسے باوجود کیٹو اور اُس کے دوستون کی مخالفت کے کامیابی ہوئی۔

پائیلیس اِس موقعہ پر بھی باعتبار عہدہ اُس کا شریک تھا لیکن دل سے اُس کا مخالف ہو گیا تھا اِس لئے قیصر نے پامپی اور لوشیس لیسینیس کریسس (المعروف بہ ڈائیوز یعنی دولتمند) سے رشتہ اتحاد قایم کیا۔ اِن لوگون کا مقصود اِس باہمی اتفاق سے اپنا اپنا مطلب سید ھا کرنا تھا پامپی کو اِس بات کا ملال تھا کہ سینیٹ نے اُس سے ایشیا کی جنگون کے اخراجات کا حساب طلب کیا تھا علاوہ برین وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ صوبہ اسپین کی حکومت اُسے مل جائے۔ کریسس چاہتا تھا کہ ایشیا کا کوئی صوبہ اُسے مل جائے لیکن قیصر کے حوصلے اُس سے کہین زیادہ بڑھے ہوئے تھے جو اِن دونون کے خیال مین تھا۔ اِس باہمی اتحاد کی ترقی دینے کے لئے قیصر نے اپنی لڑکی جولیا کی

[1] ٹرائمف — دیکھو دلگداز جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۱۸ (نوٹ)

شادی پامپی کے ساتھ کردی اور پامپی نے بھی اپنی بیٹی قیصر کو دینے کا وعدہ کر لیا تھا لیکن بخلاف اس کے کاشیس نے لوسیس کلپرنیس پاسٹو کی لڑکی کلپرنیا سے شادی کرلی۔ جولیس کی تمنا یہ تھی کہ عہدۂ کانسل کے زمانے کے ختم ہونے پر وہ صوبہ گال کا حاکم بنا دیا جائے جس کے اندرونی حصوں پر ابھی تک پورا تسلط نہیں جما تھا۔ اِس عہدے کا اس سے وعدہ بھی کر لیا گیا تھا لیکن سینٹ نے ازراہ حسد اِس معاملہ میں سدراہ ہو کر اس کو صرف سڑکوں اور جنگلات کی نگرانی کا کام دینے پر رضامندی ظاہر کی۔

سینٹ کی طرف سے مایوس ہو کر قیصر نے عوام کی رائے کو اپنے موافق بنانے کی کوشش کی اور اِس غرض کے حصول کے لئے اس نے یہ تجویز پیش کی کہ کل سرکاری آراضی شہر کے عوام میں تقسیم کردی جاے۔ یہ امر عوام کو مرغوب اور فرقہ پیٹریشین کو ناپسند تھا۔ پامپی کو اور خود جولیس قیصر کو اِس سے نفع کی امید تھی اور پامپی کی زبردست امداد حاصل ہو جانے سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ قیصر کی مخالفت کرے بہ استثنائے کیٹو کے جو ہر نئی بات کی مخالفت کیا کرتا تھا۔

قیصر نے اِس مخالفت کو خلاف قانون قرار دیکر کیٹو کو قیدخانے بھیجدیا۔ یہ کیٹو کی سخت توہین تھی اور بہت سے ممبران سینٹ یہ کہتے ہوے کیٹو کے ساتھ قید خانے میں خود چلے گئے کہ کیٹو کے ساتھ قید میں رہنا قیصر کے ساتھ آزاد رہنے سے بہتر ہے۔

قیصر کا یہ فعل واقعی غلطی پر مبنی تھا اور جب اس نے یہ رنگ دیکھا تو فوراً کیٹو کو آزاد کردیا اور سینٹ کے روبرو ایک تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ میں نے قبل اِس کے کہ جمہور سے مشورہ کروں آپ سے رائے طلب کرلی تھی اور ایسی حالت میں آپ لوگوں کو اختیار حاصل تھا کہ جو ترمیم مناسب سمجھیں تجویز کریں لیکن چونکہ آپ لوگ اِس معاملہ میں کلیتاً مخالف ہیں لہذا مجھے لازم ہوا کہ جمہور سے اپیل کروں۔ اِس کے بعد اس روز کا جلسہ سینٹ کا برخاست ہو گیا۔

جب فورم میں لوگ جمع ہوے تو جولیس قیصر نے ایک تقریر کی جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ قانون جس سے چشم زدن میں سیکڑوں آدمی دولتمند ہو جائیں گے ایک منٹ میں پاس ہو سکتا ہے اگر آپ لوگ صرف میرے شریک عہدہ کی رضامندی حاصل کرلیں لیکن بائیبلس جو پالکس کا پڑھ

○ پالکس۔ ملاحظہ طلب ید بیضا جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۲۵ و نوٹ صفحہ ۲۸۔

کرتے کرتے پریشان ہو گیا تھا بولا کہ میرے زمانے مین تو یہہ پاس ہونے کا نہین گو آپ لوگ متفق اللفظ ہو کر اس کے لیے عمل مچائین۔

اس کے بعد قیصر نے پامپی اور کریسس سے مشورہ کیا کہ اگر اس معاملے مین مخالفت سخت ہوئی تو آپ میری امداد کہان تک کر سکتے ہین۔ پامپی بولا کہ اگر کوئی اس کے خلاف تلوار کھینچے گا تو میری سپر بھی طیار ہے اس کے معنی یہہ تھے کہ وہ فورم مین اس طرح مسلح ہو کر آئے گا جیسے جنگ کے لیے آیا ہو۔ جب قیصر کو پامپی کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اُس نے یہہ بڑی بھاری جرأت کی کہ سنیٹ کے خلاف فورم مین ایک عام جلسہ منعقد کیا۔ بائبلس نے اس کی سخت مخالفت بھی کی اور کہا کہ مین نے علم نجوم سے دریافت کیا کہ جو سیٹر شہر روما پر بجلی گرا رہا ہے جس کے قانوناً یہہ معنی تھے کہ یہہ سب کارروائی بالکل بیجا ہے لیکن اس کی کسی نے پروا تک نہ کی اور چونکہ اہل روما کو سنیٹ کی طرف سے روک ٹوک کا اندیشہ تھا لہذا وہ منہ اندھیرے ہی اپنے اپنے حمایتیون کو ساتھ لیکر فورم مین آ بیٹھے۔

کاسٹر اور پالکس کے مندر کی سیڑھیون پر دونون کانسل نمودار ہوے۔ لیکن جب بائبلس نے مجوزہ قانون کے خلاف تقریر کرنی چاہی تو لوگون نے اس قدر شور مچایا کہ اُس کی آواز سنائی نہ دی اور نوبت یہان تک پہونچی کہ لوگون نے اُسے سیڑھیون کے نیچے دھکیل دیا اور اُس کے سپاہیون کے بھی اس ہنگامے مین چوٹ آئی۔

مجوزہ قانون عوام کی رائے سے پاس ہو گیا اور سنیٹ کو یہہ معلوم ہوا کہ بجز اُس کے منظور کرنے کے اور کوئی چارہ نہین ہے اگرچہ کیٹو نے اس قانون کی اطاعت کرنے کی قسم کھانے سے انکار کیا اور بائبلس باقی ماندہ زمانۂ کانسلی تک اپنے مکان سے نہین نکلا صرف اپنے قائم مقامون کو بھیجتا رہا اور یہہ ظاہر کرتا رہا کہ مین آسمانون کو دیکھتا رہتا ہون اور تفاول کرتا رہتا ہون اور اس وقت جس قدر امور طے کئے جا رہے ہین سب کو دیوتاؤن کی مرضی کے خلاف پاتا ہون۔ اس ذریعہ سے وہ امید کرتا رہا کہ اپنے شریک عہدہ یعنی جولیس قیصر کے تمام کامون کو ناجایز قرار دینے اور اُن سب کو منسوخ کرانے مین وہ ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوگا۔

ان واقعات سے عہدۂ کانسل کے اختیارات جولیس قیصر کو گویا تنہا ہی حاصل ہو گئے اور اس امر کی شہرت روما مین یہان تک بڑھی کہ یہہ بھی ایک مذاق کا فقرہ ہو گیا کہ اس وقت کانسل اور جولیس کانسل ہین۔ لوگون کے توہمات نے عجیب عجیب قصے جولیس قیصر کی کامیابی کے اسباب

کے متعلق مشہور کر دیے تھے اکثر لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ جولیس کے پاس جو عجیب و غریب گھوڑا اوسی کے اصطبل کا پیدا ہوا موجود ہے جس کے کھر سینگ دار جانورون کی طرح پھٹے ہوے ہین اوس کا مالک دنیا کا بادشاہ ہوگا یہہ بھی مشہور تھا کہ وہ گھوڑا کسی شخص کے قابو ہی مین نہین آسکتا جب تک کہ وہ یہہ نہ اندازہ کرلے کہ جس کا ہاتھ لگام پر ہے وہ در اصل دنیا کا بادشاہ ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ فی الواقع قیصر کے سوا وہ گھوڑا کسی کے قابو مین آتا بھی نہ تھا اور قیصر اوس کو اس قدر عزیز رکھتا تھا کہ بعد مین اوس نے وینس کے مندر کے سامنے (جو اوسکی مورث اعلی تھی) اپنے اوس گھوڑے کا بت نصب کروادیا۔

اوس نے اپنے اختیارات کو بہت سے مفید قواعد کے بنانے مین استعمال کیا جو "جولین لاز" کے نام سے مشہور ہوے اور اوس کی قابلیت اور فیاضی کا اس قدر شہرہ ہوا کہ اوس کا اثر نہایت زبردست ہوگیا اور اسی اثر کے استحکام کی وہ برابر ایمانداری یا بے ایمانی سے جس طور پر ممکن ہوتا تھا کوشش کرتا رہتا تھا۔ بدمعاش کلاڈیس چونکہ جولیس کی پارٹی مین شامل تھا اس لئے جولیس نے اوسے ہر طرح کی مدد دیکر ٹرائبیونیٹ کا ممبر منتخب کرادیا جس پر فائز ہونے کی اوسے صرف اس لئے تمنا تھی کہ کسی طرح سسرو سے انتقام لے۔ اس عہدے پر پہونچکر اوس نے سسرو پر پہلا حملہ یہہ کیا کہ کیٹیلائن کے ہمراہیون کو خلاف منشا قانون سزا دلوانے کے جرم مین اوسے ماخوذ کرادیا۔

یکم جنوری سنہ قبل مسیح کے آتے ہی قیصر نے کانسل کے عہدے کا چارج دیکر فوراً عہدۂ پروکانسل صوبہ گال کا چارج لے لیا اور چونکہ وہ وہان بہ حیثیت ایک فوجی افسر کے گیا تھا لہذا دس برس تک شہر روم کے اندر نہین آسکتا تھا۔ اسی زمانے مین کلاڈیس نے اپنی کم ظرفی کا ایک اور ثبوت یہہ دیا کہ ایک قانون اس قسم کا پاس کرانے کی کوشش کی جس کی رو سے وہ شخص سخت سزا کے قابل قرار دیا جاسکے جس نے کسی اہل روما پر بغیر اوس کا جواب لئے کوئی الزام قایم کیا ہو۔ جولیس کی طرف سے اس معاملہ مین امداد ملنے کی امید مین اوس نے یہہ انتظام کیا کہ اس قانون پر غور کرنے کے لئے جو جلسہ کیا جاے وہ شہر کے باہر ہو تاکہ جولیس قیصر بھی راے دے سکے۔ لیکن قیصر نے صرف یہہ کہا کہ مین اپنی راے اس معاملہ پر پیشتر ہی ظاہر کرچکا ہون اور مین ایسے قوانین کو پسند نہین کرتا جنکا اثر گذشتہ واقعات پر پڑتا ہو اور صرف اون افعال کو قابل سزا بنانا پسند کرتا ہون جو وقوع مین نہ آچکے ہون۔

(باقی آیندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۹

ڈورا۔ (آہ سرد بھر کر) ڈاکٹر صاحب۔ اباجان کی میراث جو کچھ میرے ہاتھ لگی ہے وہ صرف میری ذات کے یہ کتاب جو میں ابھی پڑھ رہی تھی یہ بھی تو میری نہیں ہے بلکہ ڈربی سوسائٹی کی ہے۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے اگر میں مسس ہننگ ٹری اور مسٹر لاسیلس کے ہمراہ نہ جاؤن تو مجھے اپنی بسر اوقات کا فکر ضرور کرنا پڑے گا۔ مسس میننگ ٹری کے ساتھ تو میں چلی بھی جاتی لیکن مسٹر لاسیلس سے میں ضرور گھبراتی ہون۔

میں۔ مگر کیا کرنیل میننگ ٹری نے آنکھوں پر ٹھیکری ہی رکھ لی تھی کیا انھوں نے تمکو محروم الارث ہی کر دیا تھا۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا۔

ڈورا۔ (بات کاٹ کر) اباجان کو اپنے مال پر تصرف کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ اگر انھوں نے اس حق کو استعمال کیا تو کیا برا کیا ان کا تمام ترکہ بلا کسی شرط کے مسس میننگ ٹری کو پہونچا اور اس تمام جائداد کے ساتھ میں بھی اسی کی سپردگی میں دیدی گئی ہون۔ وصیت نامے پر کرنیل مرحوم کے دستخط ان کے انتقال سے چند روز پیشتر کرا لئے گئے تھے۔ اب آپ سمجھ لیجئے کہ اگر میں اپنی زندگی کو مسس میننگ ٹری اور مسٹر لاسیلس کے حوالہ نہ کر دون تو مجھے لازم ہے کہ اپنی معاش کے لئے کوئی تدبیر کرون۔ میں یہ نہیں جانتی کہ آپکو ایسے معاملات کا تجربہ ہے یا نہیں اور آپ ایسے معاملات میں معقول رائے قائم کر سکتے ہیں یا نہیں لیکن اگر آپ کر سکتے ہیں تو کوئی تدبیر بتائیے۔ میں آپ کے بار احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی اور یہ آپ کی احسانات پر ایک اور اضافہ ہوگا جو آپ مجھ پر کر چکے ہیں۔

میں۔ میں تو تمھیں سوائے اس کے اور کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کہ تم اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہو اگر تمھارے والد کو اس پر بھروسہ نہ ہوتا تو وہ اپنی ساری جائداد ہرگز اس کے حوالے نہ کر دیتے۔

(یہ مشورہ خود میرے بھی خلاف تھا اس لئے کہ مسس میننگ ٹری باہر جانے والی تھی اور ڈورا کا اس کے ہمراہ جانا گویا ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہونا تھا)

ڈورا۔ (چپکے سے) ہائے ابا جان۔

ایک سکوت کا عالم کچھ عرصے تک ہم دونوں پر طاری رہا۔ خلقت اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھی باجہ بج رہا تھا۔ سنتے والے کھڑے سن رہے تھے اور بات چیت کر رہے تھے۔ بچے کھیل کود رہے تھے اور بہت سے تھکے تھکے دھوپ میں سست پڑے ہوے تھے لیکن میری نگاہ اور میرے خیالات

سمٹ کر ڈورا کی پیاری آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے آنسوؤں کی طرف متوجہ تھے جو بڑے جوش کے ساتھ اُس کے غمزدہ دل سے اُٹھ کر آنکھوں تک آئے تھے اور اگر وہ کوشش کر کے انھیں پی نہ جاتی تو ضرور اُس کے نازک رخساروں پر بہنے لگتے - آخر اِس طلسم خاموشی کو میں نے اِس طرح توڑا -

مین - تم کہتی ہو کہ مسس مینینگ ٹری تمہارے ساتھ اچھی طرح پیش آتی ہیں

ڈورا - جی ہان - مجھے اور تو کوئی شکایت نہین البتہ مین انگلستان سے باہر جانا نہین چاہتی خواہ کچھ ہو پھر بھی مسس مینینگ ٹری سے مین اب تک مانوس نہین ہون - اُس کی شادی کے بعد ایک مہینے تک تو مین نے اُسے دیکھا ہی نہین آپ واقف ہین کہ اِس سے پیشتر سے مجھے اُس سے کسی قسم کی واقفیت نہ تھی - ابّا جان کے انتقال کے تین ہفتہ پیشتر ہی سے مین باہر تھی - لاسیلس جو اُس کا بھائی ہے اُس سے مجھے سخت نفرت ہے مین کسی طرح اُن دونون کے ہمراہ باہر جانے پر اپنے آپ کو رضامند نہین کر سکتی اِس کے مقابلہ مین مجھے انگلستان مین رہکر ہر قسم کی مصیبتین جھگتنی منظور ہین - ایسے آپ میری کمزوری تصور کرین گے لیکن مین کیا کرون - مجھے باہر جاتے ہوئے خوف سا معلوم ہوتا ہے اور شاید ابّا جان - مجھسے دوبارہ —— دوبارہ گفتگو کرین -

مین - تم کو اُس وقت سے پھر تو اُن آوازون کے سُننے کا اتفاق نہین ہوا -

ڈورا - اُس ہیبت ناک شب کے بعد پھر تو ایسا اتفاق نہین ہوا - ڈاکٹر صاحب بعض وقت تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپ کا فرمانا بجا ہے اور یہ جو کچھ مین نے اُس پُر شور وقت مین دیکھا یا سُنا سب میرے توہمات اور تخیلات کا نتیجہ ہے لیکن پھر اکثر اوقات مجھے کچھ ایسے خیالات گھیرتے ہین کہ مین کسی طرح یقین نہین کر سکتی کہ وہ سب محض توہمات کے نتائج تھے اور آپ کا خیال غلطی پر معلوم ہوتا ہے پھر بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ ہم دونون غلطی پر ہین اُس وقت یہ سوچتی ہون کہ آواز کا سننا تو صحیح ہے باقی سب وہم - آواز کے متعلق محال ہونے کا آپ ہی کے پاس کیا ثبوت ہے اِس معاملہ مین کوئی بھی وثوق کے ساتھ کچھ نہین کہہ سکتا -

مین - لیکن مشاہدات عالم پر ہمکو بھروسہ کرنا چاہئے اور یہی ایک قسم کا ثبوت اِس امر کے محال ہونے کا ہے

ڈورا - لیکن اِس کے خلاف بھی تو بہت سی شہادتین موجود ہین - دنیا مین شاید ہی کوئی آدمی ہوگا جس نے اگر ایسے عجیب واقعات جو مجھ پر گذرے دیکھے نہین تو سُنے ہون گے - اب تو اِن باتون کا مضحکہ اوڑانا فیشن مین داخل ہو گیا ہے لیکن اگلے وقتون مین لوگ ایسی باتون پر ضرور اعتقاد رکھتے تھے یہ آپ کیونکر کہہ سکتے ہین کہ ہمارے بزرگ سب کے سب غلطی پر تھے اور ہم سب کے سب سچے ہین - گو مجھے خوف مَرگ

معلوم ہوتا ہے لیکن میں یہہ خیال کرنا پسند کرتی ہون کہ ابّا جان نے ضرور مجھ سے گفتگو کی۔ ڈاکٹر صاحب آپ یون ہی سمجھ لیجیے کہ اِس وقت میرے قلب پر اُسی ضعیف الاعتقادی کا دورہ پڑ رہا ہے جو اکثر پڑ جایا کرتا ہے۔ مین اِس امر کا شکریہ ادا کرتی ہون کہ مجھے آپ کے دلائل سے یہہ یقین ہو گیا کہ ابّا جان اُس وقت زندہ نہ تھے لیکن اِس بات کا مجھے کامل یقین ہے کہ اُنھون نے مجھ سے گفتگو ضرور کی۔

اتنا کہہ کر ڈورا اُٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ میرے ساتھ اُس طرف کو چلی جہان میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ مین نے اندازہ کر لیا کہ ڈورا پر کسی قسم کی دلائل و براہین کا کچھ اثر نہین ہو سکتا خیر اِس بات سے تو اطمینان ہو ہی گیا تھا کہ اُس پر اُس وقت سے پھر کوئی دورہ ایسا نہین پڑا کہ اُس کے توہم نے اُسے کوئی نئی چیز دکھائی یا نئی بات سنائی ہو اور ایسی صورت مین مجھے مناسب نہین معلوم ہوا کہ اُس سے پھر اُس شب کے واقعات کا تذکرہ کیا جائے جس کے تصون کو وہ ابھی دوہرا رہی تھی جب ڈورا نے رخصت ہوتے وقت ہاتھ ملانے کو بڑھایا تو مین نے کہا کہ

مین۔ شاید مجھے تم سے ملنے کا جلد اتفاق ہو کیونکہ مین نے تمھارے سوال کا اب تک کوئی جواب نہین دیا ہے۔

ڈورا۔ مین بھی یہی امید کرتی ہون۔ مجھے آپ کے مشورے کی سخت ضرورت ہے۔

وعدے وعید تو سب کچھ ہوے مگر کئی دن گذر گئے اور مجھے پیاری ڈورا سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ میرا مریض جو پنیٹیائلس پر رہتا تھا اُس کے دیکھنے کو جانے مین مین نے زائد از معمول مستعدی سے کام لیا لیکن میری خواہش پوری نہ ہوئی گو مین نے ڈورا کو یہہ مشورہ دیا تھا کہ دنیا کی زحمتون مین پڑنے سے یہہ بہتر ہے کہ تم مسس مینِنگ ٹری کے ساتھ بے فکری سے رہو لیکن مین دل سے یہی چاہتا تھا کہ وہ میرے مشورے پر کاربند نہ ہو کم از کم اُس حالت مین جبکہ مسس مینِنگ ٹری باہر جانا چاہے۔ یہہ تو یقینی بات تھی کہ ڈورا خود انگلستان سے باہر جانا اور اُن چند دوستون کو جن سے وہ مانوس تھی چھوڑنا پسند نہین کرتی تھی۔ یہہ بھی دیکھا کہ وہ کسی حد تک مسس مینِنگ ٹری سے متنفر تھی لیکن زیادہ تنفر اُسے مسٹر لاسیلس سے تھا اور یہہ کسی حد تک بجا بھی تھا۔ کرنیل مینِنگ ٹری کا اِس قدر نادم ہونا مجھے تعجب خیز تو معلوم ہوتا تھا لیکن جب مجھے مسس مینِنگ ٹری کے پر جانے والی طرف کا خیال آتا تھا تو اِس قدر حیرت نہین معلوم ہوتی تھی۔ ڈورا کی حالت واقعی نازک تھی لیکن اُس کی امداد کا ایک نہایت خوش آیند طریقہ بھی میرے ذہن مین تھا اور وہ ایسا تھا جسکو مین مقتضائے ہمدردی سمجھتا تھا لیکن زبان سے نکالتے ڈرتا تھا۔

بیٹا مس پر جس مریض کو مین روزمرہ دیکھنے جایا کرتا تھا اُس کی حالت بہت ابتر تھی اور شنبہ کی صبح ۳- اگست کو جب مین نے اُس کی حالت دیکھی تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہہ آخری موقعہ ہے کہ مجھے اِس مریض کے دیکھنے کے لئے آنا پڑے اور جب مین وہان سے چلا تو مایوسی کے ساتھ ایک نگاہ اُس جانب کو بھی ڈالی جہان مین اِس سے پیشتر اکثر لوگون کو لیمون کے درختون کے سایہ مین بیٹھتے دیکھا کرتا تھا جس اتفاق سے اُس روز پھر ڈورا اپنے مکان پر اُسی جگہہ بیٹھی ہوئی نظر پڑی جہان یہہ پیشتر دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا -

یہہ موقعہ اکثر پُر رونق رہتا تھا لوگ عجیب و غریب لباس پہنے ہوے اِدھر اُدھر ٹہلتے پھرتے تھے گویا باجے کی لے پر قدم رکھنے کی کوشش کرتے تھے - کسی کی ٹوپی شاندار تھی تو کوئی اپنے جوتے کو دیکھکر آپ ہی آپ خوش ہوتا ہوا چلا جاتا تھا - کوئی آہستہ آہستہ سڑک کے کنارے خراماں تھا تو کوئی جھپٹا ہوا پاس سے نکل کر چل دیتا تھا اور تو اور بہتیرے مریض بھی تو پالکیون پر سوار دو گھڑی اپنے پریشان دل اور آشفتہ دماغ کو آرام پہونچانے کے لئے معہ سیاہ برقعہ والی تیماردار عورتون کے پہونچ رہے تھے - یہان تک کہ لیمون کے درختون کے نیچے جو کرسیان پڑی ہوئی تھین سب بھر گئین - ذرا اور آگے نگاہ کیجئے تو چند آدمی اِس خبط مین مبتلا نظر آئین گے کہ غوطہ زن لڑکون کو پیسے دیکر چشمے مین کودتے اور پانی مین اُن کی چابکدستیون کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے - کتّون کو دیکھئے کہ زبان نکالے چشمے کے کنارے پڑے ہانپ رہے ہین اور تموج سے پانی اچھل کر اُن کی زبان کے قریب پہونچ جاتا ہے تو اُسے وہین پڑے پڑے چاٹ لیتے ہین -

عام دیکھنے والون کے لئے یہہ تماشے ضرور نظر فریب تھے مگر میری نگاہ کہان تھی - آہ - اس کے لئے کوئی شے اُس پیاری بھولی بھولی صورت سے زیادہ دیکھنے کے قابل نہ تھی جو سامنے نظر آرہی تھی - آہ اُس پیاری بھولی صورت کو رنج نے اور بھی بھولا بنا دیا تھا لیکن اگر مجھسے کوئی صاف صاف پوچھے کہ آخر وہ کونسی خاص بات ہے جس کی وجہ سے اُس کی طرف نگاہین بے اختیار کھنچتی رہین تو شاید مجکو بہت غور کرنا پڑے - ممکن ہے کہ مین یہہ کہدون کہ اُس کی کھلتی ہوئی رنگت نظر فریب ہے لیکن اِسپر بھی بس نہین اِس لئے کہ اُس کی ادائین بھی تو بلا کی ہین اور اُسپر طرّہ یہہ کہ اُسے خود خبر نہین کہ یہہ کافر ادائین کس کس کی جان پہ آفتین نازل کر رہی ہین - ہاے یہی ایک بات جان لینے کے لئے کیا کم ہے جسپر خدا نے اِس بلا کا حسن اور دیدیا ہے کہ بس آدمی دیکھے اور کلیجا پکڑ کر رہ جاے مین ایک حیرت کے عالم مین تھا - بے اختیار اُس ماہرو کی طرف کھنچا چلا جاتا تھا مگر مجھے یہہ خبر نہ تھی کہ

مین قدم بڑھا رہا ہون یا اوڑ کر اپنے مطلوب کے پاس پہونچ رہا ہون - اتنا تو مجھے ضرور معلوم ہوا کہ اب مین پیاری ڈورا کے قریب ضرور پہونچ گیا ہون - شوق ہمکلامی کی کشاکش نے پردہ حیرت کو اٹھا دیا اور مین اس طرح اُس پری وش سے مخاطب ہوا -

مین پھر وہی ناول پڑھا جا رہا ہے - ناولون کا شوق بیحد بڑھ گیا ہے -

ڈورا - (چونک کر اور کتاب بند کر کے) اہاہ - ڈاکٹر صاحب ہین - آپ تو ناول خوانی کو تضیع اوقات سمجھتے ہون گے ؟ - ہے بھی یون ہی - مین تو اپنے آپکو بہت بُرا بھلا کہتی ہون - جب کبھی کھانا کھانے کے وقت سے پہلے کوئی ناول میرے ہاتھ آجاتا ہے - کیونکہ آپ جانتے ہین کہ ناول کو چھوڑ کر کھانا کھانے کے لئے اُٹھنا کس قدر مشکل ہے اور کھانے کے وقت ناول کو مجبوراً چھوڑنا ہی پڑتا ہے کیونکہ مین خود مختار نہین ہون - لیکن آج میرا تعطیل کا دن ہے - جس روز مجھے تعطیل نہین ہوتی اُس دن مین کچھ نہین کرتی یعنی ایسے کام کرتی ہون جنکو میرا جی نہین چاہتا بلکہ مجبوراً کرنے پڑتے ہین - مگر یہہ آپ کیون اپنا وقت ضائع کرتے پھرتے ہین - کیا آپنے اپنے سارے مریض اچھے کر لئے ہین -

مین (انگلی سے اشارہ کر کے) اُس طرف دیکھو - ایک مریض کو تو ابھی چھوڑ کر آیا ہون اور بہت سے ابھی دیکھنے باقی ہین - صرف ایک گھنٹہ مجھے فرصت ہے اِس عرصے مین اگر تم پسند کرو تو چلو ذرا میدان کی طرف سیر کر آئین -

ڈورا نے جواب دیا بہتر اور فوراً کھڑی ہو گئی - پینٹائلس سے روانہ ہو کر ہم اُس موقعہ پر پہونچے جہان مین اپنی گاڑی چھوڑ گیا تھا - اور مین نے گاڑی پھر لانے کا حکم دیکر مین اور ڈورا دونون ایج روڈ کی طرف روانہ ہوے -

باب ۶

اندیشہ

اُس وقت دھوپ تیز تھی اور ڈورا کے نازک رخسار گلاب کی پنکھڑیون کی مانند سرخ ہوے جاتے تھے آخر اُس نے اپنی چھتری کھول لی لیکن یہہ ذرا اچھا نہین معلوم ہوتا تھا کہ دونون اِس طرح چپ چاپ اپنی اپنی راہ چلے جائین سلسلہ کلام کو مین نے یہی شروع کیا -

مین - ہان تو تمھاری خواہش کے خلاف تم کو وطن سے باہر جانا پسند نہین کیا گیا کیون ؟

ڈورا - بیشک تو ہین باہر نہین گئی نہین اب دیکھئے کیا ہوتا ہے مگر میرا تو خیال یہہ ہے کہ بالکل

کہیں جانا نہ ہوگا اور مجھ پر کیا کسی کا بھی۔

میں - دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ مسس مینگ ٹری تمہاری بات کو کبھی رد نہ کرینگی۔

ڈورا - واہ اُس نے تو بڑے زور سے انکار کیا تھا مگر میں بھی اڑ ہی تو گئی اور بغیر اس کے کام بھی نہ چلتا - کہیں آزادی بغیر لڑائی کے ملا کرتی ہے - کسی مصنف نے تو لکھا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی چیز اس قابل ہے کہ لڑ کر حاصل کی جائے تو وہ آزادی ہی ہے - لیکن پھر بھی میری حالت لونڈی سے بدتر ہے - سچ تو یہ ہے جس کا زر اُس کا زور - اب مجھے ایک ایک پیسے کے لئے مسس مینگ ٹری کی محتاجی ہے - میں تو اس بات سے تنگ آگئی ہوں۔

میں - مگر تم اس معاملہ میں کسی کا احسان کیوں مانو - آخر روپیہ تو تمہارے باپ کا تھا - اور انصاف کی پوچھو تو اب تمہارا ہے - بہر حال مسس مینگ ٹری نے محض تمہاری خواہش پر اپنا باہر کا جانا ملتوی کر دیا اس سے اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمہاری رضا جوئی کرنا چاہتی ہے۔

ڈورا نے سکوت کیا - اس وقت ہم دونوں ایک وسیع تالاب کے بلند اور ڈھلوان کنارے پر کھڑے تھے تالاب کے کنارے پر جو مکانات واقع تھے اُن کے دروازوں کے شیشے سے آفتاب کی شعاعوں کی چمک منعکس ہو کر پانی میں لوٹتی اور تڑپتی نظر آتی تھی اور پرلے کنارے پر سرسبز اور سایہ دار درختوں کی طرف نگاہ کرنے سے فرحت ہوتی تھی داہنی طرف ایرج روڈ بل کھاتی ہوئی دور تک چلی جا رہی تھی اور بائیں طرف ایک دھواں دھار ٹرین اسٹیشن میں داخل ہو رہی تھی - طلسم سکوت کو ڈورا نے اس طرح توڑا۔

ڈورا - میں مسس مینگ ٹری کو الزام نہیں دینا چاہتی - اپنی قسمت کو روتی ہوں - لیکن وہ اس طرح خوشی سے راضی نہیں ہوگی جیسا آپ کا خیال ہے بلکہ اُس نے وہ بات کی جو آج تک میں نے نہیں دیکھی تھی یعنی غصے میں ازخود رفتہ ہوگئی حالانکہ بالعموم وہ اکثر مستقل مزاجی سے پیش آیا کرتی تھی یہاں تک کہ اُسے غصہ بھی آجائے تو وہ ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی - اس دفعہ تو وہ بے طرح بپھری - میں ڈر گئی لیکن میں نے اپنی ہٹ نہ چھوڑی - اُس نے ہر چند کہا کہ میں ضرور جاؤں گی اور تمہیں ساتھ چلنا پڑے گا لیکن میں ماننے والی کب تھی - مسٹر لاسیلس بھی موجود تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ میری اس ہٹ سے سخت ناراض ہے۔

میں - کیا ہوا - بہت سے خوش مزاج لوگ بھی بعض وقت غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں لیکن یہ غصہ ذرا سی دیر میں جاتا رہا اور یہ کس قدر تعریف کی بات ہے کہ مسس مینگ ٹری عام طور پر مغلوب الغضب نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

موت

اے موت شہر لاکھوں تو نے اُجاڑ ڈالے نقشے جیسے جلے تو نے بگاڑ ڈالے
رستم سے مرد کتنے تو نے پچھاڑ ڈالے سرسبز نخل ہستی تو نے اکھاڑ ڈالے

انسان نے گو جہاں کو تسخیر کر لیا ہے
لیکن وہ تو ہے جس سے ان کا بھی دم فنا ہے

اے قہر کے فرشتے اے دیوتا غضب کے تیرا جلال وہ ہے سر خم ہیں جس سے سب کے
اسفندیار و رستم چلتے ہیں تجھ سے دب کے لرزہ پڑے جہاں میں ہلنے سے تیرے لب کے

روباہ کی طرح سے ڈرتے ہیں شیر تجھ سے
تھراتے ہیں جہاں کے سارے دلیر تجھ سے

بہمن ہو یا سکندر ارجن ہو یا یدھشٹر یا بو علی ساطیا ہیں ہو کوئی شخص ماہر
تنہا ہو یا ہوں لاکھوں تو جس جگہ ہو ظاہر دم بھر میں اے ستمگر تو کردے سب کو تر پھر

تو وہ ہے دم میں زہرہ شیروں کا آب کر دے
حسن حسین تن کو نقش حباب کر دے

بچے سے ماں کو ظالم اک آن میں چھڑا دے اور داغ تو پدر کو فرزند کا دکھائے
بزم خوشی کو دم میں ماتم کدہ بنا دے داغ جگر سے گلشن سینے میں تو کھلائے

ٹل جائے کوہ لیکن ٹوٹے نہ آن تیری
مظہر ہے قہر کی تو عالی ہے شان تیری

تو قہر ایزدی ہے تو ہے غضب مجسم صورت سے تیری ظالم ڈرتا ہے سارا عالم
تجھ سے نہیں ہے فرصت پل بھر بچنے کی ہم مخلوق کے لئے ہی تو تو قضائے مبرم

ہر دم ہے تاک میں تو اے چھپ کے آنے والی
ہر لحظہ کام تیرا خلقت کی پائمالی

مانا کوئی جہاں میں بے یار و آشنا ہو یا خلقت و الم میں بے طور پھنس گیا ہو
یا حسن کا مبتلا ہو وہ مائل جفا ہو یا کھو کے نقد عزت جینے سے بھی خفا ہو

ان کے لئے نشانی رحمت کی ہے تو بیشک
مشکل انہی کے تنگ خلقت کی ہے تو بیشک

لیکن غضب ہے ظالم جب اس کو توڑ جائے — صبر و قرار جس کے چھٹنے سے چھوٹ جائے
سینے میں زخم کر دے آنکھوں سے خون رلائے — دل پارہ پارہ کر دے اور تن میں گھلائے
کھٹکے دل و جگر میں پہلو کا خار ہو کر
سینے کو پھونک ڈالے تو غم کا شرار ہو کر

آغوش ماں کی کر دے لختِ جگر سے خالی — یا کر کے زن کو بیوہ تو کر دے سوگ والی
یا کاٹ دے چمن کی پھولی پھلی وہ ڈالی — بس نخل خاندان کی ہو جس سے پائمالی
دے صدمہ جدائی یارانِ آشنا کا
دل پاش پاش کر دے عشاق مبتلا کا

اے فطرتِ صحیحہ میں تیرا راز سمجھا — رمزِ حدوث و امکان اے عشوہ باز سمجھا
انداز تیرا پایا ہاں تیرا ناز سمجھا — تیرے ستم کا مطلب اے حیلہ ساز سمجھا
لاریب تو ہے سنگ طرحِ نظامِ دنیا
ہے اک جہان مردہ - تو ہے دمِ مسیحا

تازہ ہے تجھ سے فطرت ہر چیز تو بہ تو ہے — پختہ ہے تیرے دم سے گل ہم ہے یا کہ جو ہے
تو کاٹتی ہے اس کو جو قابلِ درو ہے — گر تو نہ ہو تو دم میں ہر چیز تو بہ تو ہے
خلقت کا مقتضا ہے نقلِ مدام کرنا
دم بھر قیام کرنا اور پھر سلام کرنا

ہے انتقالِ حالت زیبِ بنائے ہستی — آتش سے کوئی پوچھے لطفِ فنائے ہستی
صیقل ہے زنگِ دل کی یہ ابتلائے ہستی — ہے نقشِ بے ثباتی ذوق فزائے ہستی
ہر ذرہ مضطرب ہے اس دارِ پر محن میں
مرغِ درونِ بیضہ ہر مردہ ہے کفن میں

ہو آگ یا کہ مٹی پانی ہو یا ہوا ہو — ذرہ ہو یا کہ قطرہ شبنم ہو یا صبا ہو
گل ہو کسی چمن کا یا برگِ نخل کا ہو — ہو ابر آسمان کا یا چشمۂ ثرا ہو
ہے اختلافِ کیفی شیوہ ہر ایک شے کا
رہتا نہیں سحر تک باقی سرور مے کا

بے وقت خاتمے کی کیا بحث لا کے ڈالی — کوتاہ بین نے اچھی کٹ حجتی نکالی

دیکھو چمن میں جا کر کیا کر رہا ہے مالی
آتی ہی کہیں ہے کونپل پتی کہیں نکالی

ہے یہ نظامِ عالم اس میں زیان نہ سمجھو
لطف ہے سمجھو یہ غم کو گر امتحان نہ سمجھو

بنتے ہیں روز ڈھل کے مٹتے ہیں روز نقشے
کی غور لاکھ سب نے اس راز کو نہ سمجھے
قاصر ہیں حکمتیں سب ناقص ہیں سب مقولے
ہوں لاکھ سروشِ غیبی تیری صدا کے صدقے

نقش و نگارِ عالم سب بے گمان ہیں فانی
باقی ہے ذات اس کی اور سب جہان ہے فانی

اختر الہ آبادی

قطعہ بند بطرزِ واسوخت حضرت ظہیر دہلوی

کیوں صاحب ارتباطِ عدو کا گمان غلط
میرا بیان غلط سخنِ رازدان غلط

در پردہ رسمِ نامہ و پیغام اتہام
اظہارِ شوق وصلِ نہان و عیان غلط

فریاد نالہاے عزا بار افترا
خونابہ باریِ مژۂ خون چکان غلط

پروازِ رنگ عارضِ گلفام بے فروغ
سیلاب موج خیز سرشکِ روان غلط

ژولیدگیِ سنبلِ پیچیدہ ہو خلاف
آشفتگیِ کاکلِ عنبر فشان غلط

وابستگی خاطرِ پیمان شکن دروغ
پیہم گزیدنِ لبِ شکر فشان غلط

محویتِ جمالِ رخِ دل فریب جھوٹ
ذوقِ تصورِ قدِ سرو روان غلط

آوازِ شورِ ماتم و شیون گمان و وہم
جوش و خروشِ نالہ و آہ و فغان غلط

بہتان خراشِ ناخنِ الماس کا رِ غم
سودائے زلف و خالِ رخِ دلستان غلط

الزام شورِ نالہ و فریادِ چرخ رس
پروازِ خوابِ دیدۂ ہمسایگان غلط

حال آنکہ آتے شاہدِ ما دل گواہ ہیں
تاہم صداقتِ سخنِ این و آن غلط

کہنے لگے یہ سن کے بناوٹ ہے سب تری
ماشا دروغ وہم و خیال و گمان غلط

مضمون شاعرانہ ہے واللہ سر بسر
املا غلط بیان غلط داستان غلط

کیسا پیام کس کا پیامی کہاں کا ربط
بہتان ہے صریح سراپا بیان غلط

لو ہم کہاں ندیم کہاں مدعی کہاں
فقرہ دروغ چال بناوٹ گمان غلط

جتنا ترا بیان ہے سراسر ہے بے دلیل
جتنی نشان دہی ہے نہان و عیان غلط

صادق ہیں اپنے قول پہ کہتے ہیں راستی
ہان ہان غلط غلط ہے سراپا بیان غلط

ہم ایسے ہیں کہ ہم پہ کوئی لم لگا سکے
وہ خود غلط زبان غلط ہمزبان غلط

رہتے ہیں جستجو میں تنا سایہ خوردہ میں
کہتے نہیں زبان سے کبھی رمزدان غلط

جو راست باز ہیں نہیں کج بازدہ ظہیر
ہوتا نہیں کبھی سخن داستان غلط

غزل خاکسار خنجر سکندر آبادی اڈیٹر رسالہ ہما

ساقیا ٹال نہ پیاسا مجھے میخانے سے
میرے حصے کی چھلک جائے گی پیمانے سے

دل ملا شیشہ سے آنکھیں لڑیں پیمانے سے
ہم کہاں جاتے ہیں ساقی ترے میخانے سے

تھا تنک ظرف جو باہر ہوا پیمانے سے
شیخ نکلا ہے بہکتا ہوا میخانے سے

میں وہ کیفی ہوں بدل لیا ہوں میخانے سے
دل بے کیف کو ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

محتسب میرا یہ پیمان ہے پیمانے سے
توبہ توڑوں گا میں خشت خم میخانے سے

میکدہ دیکھتے ہیں بند جو میکش ساقی
سر کو ٹکراتے ہیں سنگ در میخانے سے

محتسب دیکھ تو کس تمکنت و کس شان سے آج
جھومتے مست چلے آتے ہیں میخانے سے

نگہ مست کا آتا ہے تصور جس دم
خود بخود آنکھ جھپک جاتی ہے پیمانے سے

دل اگر صدمۂ ہجران سے سلامت رہتا
پڑھتے تسبیح ترے نام کی اک دانے سے

نہ ستا ناصح دانا کہ مجھے ہوش نہیں
چھیڑ اچھی نہیں ہشیار کو دیوانے سے

پارسا آپ کو کہتے تھے جناب خنجر
منہ چھپائے ہوئے وہ جاتے ہیں میخانے سے

غنی کشمیری

حسن سبز بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

مصحفی

تنہا نہ یہ ہاتھوں کی حنا لے گئی دل کو
مکھڑے کے چھپانے کی ادا لے گئی دل کو

وان لعل مسوں ساز نے باتوں میں لگایا
دے پیچ ادھر زلف اڑا لے گئی دل کو

غزلیات

حضرت خورشید سکندر آبادی

گھٹ گھٹ کے خون سینکڑوں ارماں کا ہو چکا
خانہ خراب اس دلِ نالاں کا ہو چکا

خلوت کدہ یہ دل غمِ جاناں کا ہو چکا
اس گھر میں اب گذر کسی مہماں کا ہو چکا

غم کا کبھی گذر کبھی حرماں کا ہو چکا
مہمان سرا یہ دل کسی مہماں کا ہو چکا

دل مبتلا محبتِ جاناں کا ہو چکا
قصہ تمام جانِ پُر ارماں کا ہو چکا

صحرا چمن کیا مرے پائے فگار نے
گلگوں ہر ایک خار بیاباں کا ہو چکا

نکلا نہ اس بلا سے کبھی جس کو آیا پیار
سودا تمھارے کاکلِ پیچاں کا ہو چکا

اک ناتواں کا خون اور اتنے سنان و تیر
دل سے مقابلہ صفِ مژگاں کا ہو چکا

تھاموں دل و جگر کو میں کیا ایک ہاتھ سے
اک ہاتھ مدتوں سے گریباں کا ہو چکا

ہوگا خرامِ ناز سے کیا اہلِ حشر پر
محشر تو ایک جنبشِ داماں کا ہو چکا

اس بت نے ایک کو نہ رکھا اپنے دین پر
مذہب خراب گبر و مسلماں کا ہو چکا

کیا آئے زخمِ دل کو مزا اشک یک طرف
قسمت سے واں نمک بھی نمکداں کا ہو چکا

ہر اک سے گرم ربط یہ محبت ہے رات دن
لوگوں کو رعب آپ کے درباں کا ہو چکا

ضرب المثل ہیں اب تو لبِ لعل آپ کے
شہرہ جہاں میں لعلِ بدخشاں کا ہو چکا

جنت سے اُس کی تار جہنم بھی سرد ہے
دوزخ جواب سینۂ سوزاں کا ہو چکا

بے دم ہوا جو میں دمِ بسمل تو کیا عجب
دم آپ کے بھی خنجرِ بُرّاں کا ہو چکا

بسمل ہے آن کی جنبشِ ابرو کا اک جہاں
دم خم ہے گھاٹ تیغِ صفاہاں کا ہو چکا

طوفاں میں جس کے نوح کی کشتی بہی پھری
یہاں تک تو جوش دیدۂ گریاں کا ہو چکا

دستِ جنوں کو شغل برابر رہا یہی
جب تک نہ تار تار گریباں کا ہو چکا

ہے اس زمیں میں حضرتِ ناطق کی بھی غزل
ہم سے جواب ایسے سخنداں کا ہو چکا

خورشید شرق و غرب میں اب اپنا دور ہے
شہرہ جہاں میں داغِ سخنداں کا ہو چکا

حضرت ظہیر دہلوی

حال آنکہ حال غیر کسی پہ نہان نہین
اس کا علاج کیا ہے کہ تم بدگمان نہین

تم شوخیون سے وان ہو جہان کا گمان نہین
مین بدگمانیون سے جہان ہون وہان نہین

باور نہین کہ حال عدو کچھ نہان نہین
آخر تو رازدان بھی کوئی غیب دان نہین

ہوتی ہے قدر نعمت راحت بقدر رنج
الفت مین لطف کیا ہے اگر امتحان نہین

مجھ سے ہی کیون نہ پوچھیے میری پریشانیان
مجھ سے سوا تو غیر مرا رازدان نہین

ہم بھی خلاف وضع گوارا کرین مگر
کچھ ہم مین اور غیر مین تشخیص دان نہین

پیش رقیب حال ہمارا نہ پوچھنا
دیکھو ہمارے بس مین ہماری زبان نہین

ہم کیون کہین کہ بزم مین شامل ہین کیون رقیب
جب ہم نہین ہماری طرف سے جہان نہین

کچھ ناگوار خاطر دشمن نہین ہے اب
ہم کیا سبک ہے جسے کہ سخن تک گران نہین

سنتے اسی کو چھیڑ کے کچھ کچھ برا بھلا
کمبخت زود رنج بھی تو رازدان نہین

اس کے گلے فلک کی شکایت عدو سے رشک
اک ہم نہین تو کچھ بھی نزاع جہان نہین

اندازۂ غرور ستم ہے بقدر شوق
یان ولولے نہین ہین تو وان شوخیان نہین

اک حرف سخت تک کا تحمل محال ہے
اتنی بھی اب تو ضعف سے تاب و توان نہین

خالی نہین صلاح سے بے التفاتیان
اغماض کہہ رہا ہے کہ نامہربان نہین

سو بار سن چکا ہون شکایتین نہ کرو
پھر تم کہو گے مجھ سے کہ مین بدگمان نہین

عاشق نہ کم شکیب نہ غماز رازدان
جب تم ہی پردہ در ہو تو پھر کچھ نہان نہین

کیا کچھ نہین ہے اس لب جادو نواز مین
اک وعدۂ وصال پہ منہ مین زبان نہین

ناکامئ فراق نے ایسے مزے دیے
اب مژدۂ وصال سے دل شادمان نہین

جاتے ہو بزم غیر مین کتنے سبک خرام
رستے مین دیکھنے کو قدم کا نشان نہین

دیتا ہے کیسے رشک کے الزام بندہ گو
کمبخت جانتا ہے کہ یہ بدگمان نہین

اس بدگمان سے چشم وفا ہے ظہیر کو
جس کو یقین وفا کا بس امتحان نہین

جناب مولٰنا حکیم محمد صدیق صاحب شوقی اجمیری

لگے آپ کیا کہنے کیا کہتے کہتے
بدلئے نہ صاحب ذرا کہتے کہتے

بگاڑی ہے غیروں نے عادت تمھاری
تمھیں حور وش مہ لقا کہتے کہتے

کہاں تک کہے کوئی بیتابیِ دل
مری جان میں تھک گیا کہتے کہتے

نہ ہو مدعا میرے دل کا ابھی
رُکے ہیں وہ کیا جانے کیا کہتے کہتے

ہزاروں ستائیں خطا تو بتاؤ
میں کیا بھول کر کہہ گیا کہتے کہتے

نہ گھبرائیں گے ہم کبھی سنتے سنتے
نہ باز آئے خلقِ خدا کہتے کہتے

وفا میں مری یاد آئیں گی تم کو
بھلا بھی کہو گے بُرا کہتے کہتے

نہ مانی کسی کی کبھی ہم نے شوقی
تھکے دوست اور آشنا کہتے کہتے

جناب اختر الہ آبادی

تری دید کی کسے تاب ہے تو نہاں نظر سے ہوا عبث
ترا جلوہ عین حجاب ہے یہ نقاب مُنہ پہ لیا عبث

کہیں مر بھی چکا دلِ مبتلا کہ وہ شوخ وعدے پہ آ چکا
نہ اِس انتظار میں جی کھپا شب و روز صبح و مسا عبث

نہ وہ جوش غمزہ و ناز تھا نہ وہ عشوہ حد سے سوا رہا
فقط اک دو رویہ نیاز تھا ہوا عکس جلوہ نما عبث

غم و درد حسرت و مدعا ہیں سب اپنے غیر ہے کونسا
لو نقاب چہرے سے دو اُٹھا ہے اب آج شرم و حیا عبث

مرے اقربا سے ذرا کہو کہ وصالِ یار کا فکر ہو
انھیں کچھ خبر نہیں ہمدمو مری کر رہے ہیں دوا عبث

کوئی اِس میں اُس کی خطا نہ تھی مرے حالِ دل کی خبر نہ تھی
مجھے قتل کیجیے جو ہو خوشی مجھے نامہ بر پہ خفا عبث

انھیں لطف و رحم سے کام کیا یہ بہانہ چھیڑ کا رہ گیا
وہی ترکِ ضبط کا طرز تھا دیا حال اُن کو سُنا عبث

مجھے قتل ہی کی تھی جستجو جو تھی چھیڑ چھاڑ کی گفتگو
ملی ساری خاک میں آبرو مری بخش دی یہ خطا عبث

دل و جان سے اختر مبتلا ہے تمھیں پہ جانِ جہان فدا
کسی اور سے نہیں آشنا یہ گمان تم کو ہوا عبث

جناب وحید پلولی تلمیذ حضرت داغ دہلوی

بزم جاناں میں جو ناوک فگنی ہوتی ہے
ہائے کیا پوچھتے ہو دم پہ بنی ہوتی ہے

ہر گھڑی دم پہ مسافر کے بنی ہوتی ہے
سخت جلاد غریب الوطنی ہوتی ہے

اُن کی یہ ضد کہ مرے ہاتھ سے ساغر لو
میرا یہ عہد کہ توبہ شکنی ہوتی ہے

دل کا ماتم ترے عشاق کیا کرتے ہیں
رات دن آٹھ پہر سینہ زنی ہوتی ہے

جیتے جی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تم نے
اب لحد پر مرے ناوک فگنی ہوتی ہے

مر کے عشاق حیاتِ ابدی پاتے ہین
آبِ حیوان انھین ہیرے کی کنی ہوتی ہے

موت بھی ہوتی ہے کیا بادۂ ہستی کا خمار
دمِ آخر جو یہہ اعضا شکنی ہوتی ہے

ایک ہی بھیس مین جاتے ہین عدم کو سارے
سادی ہی سب کے گلے مین کفنی ہوتی ہے

شوق سے آپ شبِ وعدہ لگائین مہندی
یہہ سمجھ لیجیے پیمان شکنی ہوتی ہے

خون توبہ کا ہے ساغر جو لگاؤن منہ سے
اور انکار سے خاطر شکنی ہوتی ہے

کیون مجھے ناز نہو اپنی طبیعت پہ وحید
کچھ عجب چیز یہہ شیرین سخنی ہوتی ہے

جناب وفا سیتاپوری

لطفِ گلگشتِ چمن موسمِ ہجران مین نہین
ڈھونڈتی ہین جسے آنکھین وہ گلستان مین نہین

اے غمِ عشق تری نذر کو کیا پیش کرون
ایک قطرہ بھی لہو اب تو رگِ جان مین نہین

قدر کچھ اُس کی جو کرتے ہین تو اربابِ مذاق
دردِ الفت مین جو لذت ہے وہ درمان مین نہین

دہنِ زخمِ جگر سے یہہ صدا آتی ہے
میرا حصہ مرے قاتل کے نمکدان مین نہین

دیکھ لی رخنہ گری اے نگہِ شوق تری
ایک روزن بھی نقابِ رخِ جانان مین نہین

یاس کو ہوتی ہے امید تو امید کو یاس
غرض مطلب یہ جو ملتی ہے تری ہان مین نہین

اے فلک بعد فنا بھی یہہ جفائین ہم پہ
ایک تربت کی جگہہ کوچۂ جانان مین نہین

پاس اگر دولتِ دنیاے دنی ہے بھی تو کیا
آدمیت جو نہین ہے تو کچھ انسان مین نہین

حسرت ایذا و جراحت کی رہی جاتی ہے
وائے قسمت کہ نمک اُس کے نمکدان مین نہین

واہ رے دست درازی تری اے دستِ جنون
دھجیان کیسی کہ اک تار گریبان مین نہین

نہین اگلا سا مرے دل مین امیدون کا ہجوم
کوئی جز یاس اب اِس خانۂ ویران مین نہین

ناوکِ غم کے لئے ہین جگر و دل حاضر
اے وفا عذر ہمین خاطرِ مہمان مین نہین

روداد اجلاس میونسپل بورڈ [illegible] منعقدہ ۲۰ اپریل ۰۶ء

شریک جلسہ

[illegible] صاحب وائس چیرمین، کنور سری کرشن صاحب و حکیم محمد افضل عالم صاحب و بابو [illegible] اسسٹنٹ سرجن صاحب ممبران۔

(بعد التوائے جلسہ منعقدہ ۱۰ اپریل ۰۶ء)

نمبر ۱۔ یادداشت سکرٹری صاحب میونسپل بورڈ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء در بارہ انتخاب وائس چیرمین صاحب بابت سال ۱۹۰۶ء۔ حسب تجویز حکیم محمد افضل عالم صاحب باتفاق رائے جملہ ممبران [illegible] کنور گرور کرشن صاحب وائس چیرمین منتخب ہوئے۔

نمبر ۲۔ یادداشت سکرٹری صاحب مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۶ء در بارہ تقسیم کام سب کمیٹیان [illegible] سب کمیٹی ہائے حسب ذیل ہوں گی۔

سب کمیٹی مال (حکیم محمد افضل عالم صاحب و کنور گرور کرشن صاحب) سب کمیٹی چنگی۔

(لالہ [illegible] سہائے صاحب و منشی برجموہن لال صاحب و کنور سری کرشن صاحب) سب کمیٹی تعمیرات

(کنور گرور کرشن صاحب و منشی مکند سروپ صاحب و منشی برجموہن لال صاحب) سب کمیٹی حفظان صحت

(اسسٹنٹ سرجن صاحب و کنور سری کرشن صاحب و حکیم محمد افضل عالم صاحب) تعلیم کا کام سب کمیٹی مال کے سپرد ہوگا اور چھڑکاؤ اور روشنی کی نگرانی سب کمیٹی حفظان صحت سے متعلق ہوگی سب کمیٹی ہائے کی علیحدہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام سب کمیٹی حفظان صحت کے متعلق ہوگا۔

نمبر ۳۔ درخواست جناب کنہیا لال وغیرہ محلہ دارالشعراء [illegible] سکرٹری صاحب مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۶ء [illegible] میونسپل [illegible] نہیں لیا جا سکتی [illegible] دیا جائے۔

دستخط

کنور گرور کرشن وائس چیرمین

روئداد جلسہ عام میونسپل بورڈ سکندرآباد مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء

شریک جلسہ

کنور گردھاری سنگھ صاحب وائس چیرمین کنور سری کرشن صاحب ممبر حکیم محمد فضل اللہ صاحب ممبر بلو گردہری لال اسسٹنٹ سرجن ممبر (بعد التوائے جلسہ منعقدہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء)

دفعہ ۱ - روئداد ہائے ماہ گذشتہ ملاحظہ ہوئین۔

دفعہ ۲ - روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۱۲ - اپریل ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۳ - روئداد سب کمیٹی چنگی منعقدہ ۱۲ - اپریل ۱۹۰۷ء - منظور ہے۔

دفعہ ۴ - نوٹس منجانب کیول داس بیراگی مشعر اس کے کہ میرا سمادھ کے بنانے مین ہرج ہوا دعوی کرتا ہون پیش ہو کر تجویز ہوا کہ وائس چیرمین صاحب اس معاملہ پر کافی غور فرما کر اور وکیل سرکار سے مشورہ کر کے پھر پیش کرین۔

دفعہ ۵ - کاغذات متعلق آراضی نزول نمبرہ ۲ مشعر اسکے کہ بجائے شیو دیال کرایہ دار کے بدھو کا نام درج کیا جاوے معہ حکم جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء - منظور ہے۔

دفعہ ۶ - کاغذات دربارہ منظوری ٹھیکہ گھاٹ کوڑہ بشمول میلہ بابت سال ۸-۱۹۰۷ء بہ تعداد مبلغ ال/۱۱ صہ بنام بھیک چند ولد دولت رام - منظور ہے اقرارنامہ کی جلد تکمیل کرائی جاوے۔

دفعہ ۷ - کاغذات دربارہ منظوری ٹھیکہ فیس ذبوحی بابتہ سال ۸-۱۹۰۷ء بہ تعداد مبلغ ۵ صہ بنام عبدالرحیم - منظور ہے اقرارنامہ جلد تکمیل کرایا جاوے۔

دفعہ ۸ - حکم جناب وائس چیرمین صاحب مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۷ء مشعر اس کے کہ ایک آدمی بنا برداشت نگاوان پانچ روپیہ ماہوار کا رکھا جاوے معہ فہرست عملہ باغ - فہرست عملہ ترمیم شدہ ملاحظہ کر کے منظور کی گئی قایم کرنا عہدہ متذکرہ کا پانچ روپیہ ماہوار پر منظور ہے عملہ باغ مین اضافہ کیا جاوے اور تقرر ظاہر کا بمشاہرہ پانچ روپیہ ماہوار ۱۳ - اپریل ۱۹۰۷ء سے منظور کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۹ - حکم جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مورخہ ۲۰ - اپریل ۱۹۰۷ء مشعر اس کے کہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء سے انتظام ڈاک کا بذریعہ ٹکٹ ڈاک کیا جاوے - تجویز ہوا کہ حسب تعمیل حکم علی العموم کیا جاوے اور ڈاک والا تاریخ نفاذ حکم مذکور سے علیحدہ کیا جاوے۔

دفعہ ۱۰ - فہرست موجودہ عملہ چنگی وغیرہ مع تنخواہ مصدقہ سکریٹری صاحب و وائس چیرمین صاحب پیش ہو کر منظور ہوئی۔

دستخط عبدالشکور لیے سکریٹری — دستخط کنور گردھاری سنگھ وائس چیرمین

[illegible]

[illegible]

تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ [illegible]

[illegible]

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا [illegible]

[illegible]

اعلان واجب الاذعان

[illegible]

[illegible]

ید بیضا

جلد ۱۱ | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۰۰ء | نمبر ۶

ایڈیٹر حکیم سید محمد صغیر سکندرآبادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلندشہر

فہرست مضامین

[illegible]

صرف دو مرضوں کی مجرب دوائیں

مجرب دوائیں ہمارے مشتہر کرنے میں نہایت وثوق تھا اور پیش نظر کسی خاص شخص کی
بھلائی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے کسی مادی فیض کا تجربہ اور تاثیر ادویہ کا اشتہار اسی غرض سے تھا
جو جیتے جھوٹے اور جاہل طبیب پھیلا رہے ہیں ان کی مقدرت سے بالا دواؤں کے اشتہار

یہ لوگ اگرچہ قانوناً مجرم نہیں ہیں مگر شرعاً اور اخلاقاً ضرور مجرم ہیں جو ناجائز منافع حاصل کرنے
کی غرض سے عوام الناس کی جان و مال کی فضا پر ہاتھ صاف کرتے ہیں جو بیشتر پیشہ ور مجرموں کے
اجرام سے کہیں زیادہ مہلک اور خوفناک ہیں۔ ان خطرے اور جھوٹے اور مکار طبیب سے محفوظ
رہنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہماری مہربان گورنمنٹ اس طرف خاص طور سے توجہ کرے
یا ملک سے جہالت دور نہ ہو جائے۔

یہ امر نہایت قرین قیاس ہے کہ ہمارا مختصر اشتہار بھی اسی نظر سے دیکھا جائے جیسا ان کا نظریں تو
ہوگیا ہے۔ مگر ہم اس کی پروا نہ کریں گے تو اس نیک نامی اور چند فوائد سے مستفید نہ ہو سکیں گے جس کی
ہمیں امید ہے اور ملک کے اکثر افراد بھی ہمارے دونوں مجرب دواؤں کے نفع سے محروم رہیں گے۔

ممکن تھا کہ رسالہ طبیب کے شروع کے ساتھ ہی ہم ایک لمبا چوڑا اشتہار دیتے مگر تجربہ ... ہی کی
میں شامل کیے جاتے جس میں معمولی اور بے شمار کیے جاتے ہیں چونکہ ہمیں ان دو مرضوں میں دواؤں کے
نیز ... مریضوں پر کامیابی ہو چکی ہو لہٰذا ہمیں جرأت ہوئی کہ اپنی مجرب دواؤں کے ذریعہ ... کو
فائدہ پہنچانے میں بخل نہ کریں۔ آئندہ بھی ہم انہی دواؤں کو مشتہر کریں گے جو ہماری تجربہ میں آتی جائیں گی

سفوف جریان ۔ اس مرض کے نقصانات ظاہر ہیں دن بدن لاغر و ناتوان ہو جانا طبیعت کا
ہر وقت شکستہ رہنا کمر و پنڈلیوں گھٹنوں میں درد کا رہنا چہرہ کی رونق اڑ جانا غرضیکہ جوانی میں
بڑھاپے کے آثار نمایاں ہو جانا اس مرض کی خاص علامتیں ہیں۔ اس سفوف کے استعمال سے شکایات
جڑ سے جاتی رہتی ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ ... محصول ...

سفوف سوزاک کیسا ہی نیا یا پرانا سوزاک کیوں نہ ہو اس سفوف کے استعمال سے
دو دن میں مرض کا قطعی استیصال ہو جاتا ہے قیمت فی ڈبیہ ... محصول ...

المشتہر

خادم الاطباء حکیم سید محمد سعید خنجر ... خنجر ... دواخانہ ...

ید بیضا

حضرت برق سکندرآبادی

میرا ارادہ تھا کہ اپنے ننھیالی خاندان کے ایک لایق بزرگ حضرت برق کے مفصل حالات زندگی اور کلام علیحدہ چھپوا کر کتابی صورت میں ناظرین ید بیضا کی خدمت میں پیش کرون۔ مگر باوجود تلاش و جستجو کے نہ کامل حالات ہی معلوم ہو سکے اور نہ پورا کلام ہی میسر آیا۔ حالانکہ اس گلشن سخن کے فصیح و بلیغ بلبل کو باغ جہان سے گئے ہوئے صرف چند سال ہی گذرے ہین۔ ابھی کل کی بات ہے کہ رام پور کے مشاعرون مین جہان داغ۔ امیر۔ منیر وغیرہ نظر آتے تھے۔ وہین حضرت برق بھی اپنی گرمی کلام سے شائقین اہل مشاعرہ کو گرماتے تھے۔ یا آج سوائے چند ناتمام غزلون کے نہ ساری غزلیات ہی دستیاب ہو سکین نہ مثنوی و رباعیات۔ عبرت کا مقام ہے کہ جس شخص کی ۶۴-۶۵ سال کے زمانہ زندگی مین پورے ساٹھ برس مختلف اصناف سخن کے لکھنے مین گذرے ہون اُس کے سرمایہ زندگی مین سوائے ایک مختصر بیاض کے جس مین چند ناتمام غزلین رہ گئی ہین کچھ میسر نہ آسکے۔ سچ پوچھئے تو وہی لوگ اقبال مند ہین جنھون نے اپنے بزرگون کے کارنامے قلمبند کر کے اپنے اور اپنی آیندہ نسلون کے لئے ذخیرہ جمع کر لیا ہے۔ تا کہ وہ اُس سے علمی مشاغل کے سبق لین اور فائدہ حاصل کرین۔

حضرت برق کا کلام میسر نہ آنے کی یہہ بھی بڑی وجہ ہے کہ وہ خود اپنے کلام کی قدر نہ کرتے تھے۔ اُنھون نے جو کچھ لکھا زیادہ تر دوستون کی فرمائشون اور اصرار سے لکھا اور لکھکر دوستون کی نذر کر دیا۔ تاہم اگر ان کا کل کلام جمع ہو جاتا تو ایک ضخیم دیوان سے کم نہ ہوتا۔ مجھے جو کچھ کلام میسر آیا وہ زیادہ تر اُن کے حقیقی چچا زاد بھائی قاضی محمد ولایت علی صاحب کے ذریعہ سے میسر آیا جو میرے نانا ہوتے ہین۔ اور کچھ اپنے ماموون قاضی تنویرالدین حسن صاحب حضرت خورشید کی زبانی یادداشت سے ملا۔ جسے ہدیہ ناظرین کر رہا ہون۔

آپ کا نام نامی قاضی نجم الدین تخلص برق والد ماجد قاضی سراج الدین قدیم وطن سکندرآباد ضلع بلند شہر ہے یہین تولد ہوئے۔ سن ولادت ٹھیک معلوم نہین۔ آپ کے خاندان کا سلسلہ ۱۳ واسطون سے قاضی محمد پیارے تک پہونچتا ہے جن کا حال تاریخ فرشتہ مین اس طرح مرقوم ہے کہ قاضی محمد پیارے کو ایک پنڈت سے مباحثہ کے لیے جو کہ نہایت معقولی تھا سکندر شاہ لودی[1] نے لکھنوتی سے دلی مین طلب کیا

---

[1] سکندرآباد کی آبادی پانچ سو چھ سو برس سے زیادہ کی نہین۔ یہہ قصبہ سکندر لودی نے آباد کیا۔ اور تاریخ یہہ ہے - ہم ز لودی سکندر آباد است -

اس مناظرے مین آپ کی لیاقت اور قابلیت کا بخوبی اظہار ہو گیا۔ جس کے صلے مین سکندر لودی نے خلعت انعام دیکر اُن کو سکندرآباد کے عہدہ قضا پر مامور کر کے رخصت کیا۔ اُس وقت سے اب تک اِس خاندان مین جو خاندان کا فرزند اکبر ہوتا ہے عہدہ قضا پر چلا آتا ہے۔

تعلیم و مشاغل۔ اوائل عمر مین حضرت برق اپنے چچازاد بھائی حکیم قاضی حسام الدین احمد کے پاس دلّی چلے گئے۔ قاضی حسام الدین احمد اُس وقت دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ اور فن طب حکیم احسن اللہ خان طبیب و وزیر ابو المظفر بہادر شاہ المتخلص بہ ظفر سے حاصل کر رہے تھے۔ اُن کے پاس رہ کر مولانا شاہ محمد اسحٰق کے مدرسے مین تعلیم حاصل کی۔ عربی مین معمولی استعداد تھی مگر فارسی مین عمدہ قابلیت رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ گھر گھر شعر و شاعری کے چرچے تھے اور ہر کہ ومہ سخن کا شایق نظر آتا تھا۔ ہر دل اور ہر طبیعت مین شاعری کا ولولہ اور شوق تھا۔ ہر نوجوان جس کی ذرا بھی طبیعت رسا ہوتی اِس طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ بادشاہ کی قدر دانی سے تمام شعرا باکمال پایۂ تخت مین جمع تھے۔ شاہ نصیر۔ غالب۔ ذوق۔ مومن۔ ممنون۔ صہبائی۔ بقا۔ آزردہ۔ ان سب کی صحبتون سے روز مشاعرے گرم رہتے تھے۔ پھر برق سا طبیعت دار کیونکر اِن صحبتون سے متاثر نہ ہوتا۔ ذہن رسا اور طبع موزون ازلی تھی اُس پر مومن خان کا فیضان صحبت آخر اِن پر بھی رنگ آہی گیا۔ چونکہ آپ مومن خان کا بہت ادب کرتے تھے۔ اِس لئے اُن کی خدمت مین غزل پیش کرتے ہوئے شرم آئی اور اُن کے شاگرد رشید محمد حسین تسکین سے مشورہ لینے لگے۔ بعض بزرگون کا قول ہے کہ ابتدا سے ہی مومن خان سے اصلاح لیتے تھے مگر اِس قول کی خود حضرت برق ہی کے کلام سے تردید ہوتی ہے۔ ایک غزل کے مقطع مین اپنے حسن عقیدت کا جو اُن کو حضرت تسکین سے تھا اظہار کیا ہے ؎

پیر میخانہ ہے تسکین برق اُس کا جرعہ کش ٭ ہے مزا جس کے سخن مین بادۂ انگور کا

کلام کا انداز بھی بالکل اُن ہی کے رنگ مین ہے۔ نمونتاً کچھ مقابلہ کر کے لکھتا۔ مگر حضرت تسکین کا کلام اِس وقت کمیاب ہی نہین بلکہ نایاب ہے۔ حضرت تسکین کے انتقال کے بعد حکیم مومن خان کے زمرہ شاگردی مین آگئے۔ بادی النظر مین مومن خان اور برق کے کلام مین بہت فرق نظر آتا ہے۔ مگر غور کیجئے تو کچھ ایسا فرق نہین۔ مومن خان کے کلام مین فارسی ترکیبون کا زیادہ استعمال ہے۔ برق کے کلام مین شاذ۔ باقی سلاست بیان اور شیرینی زبان مین بہت کچھ اُن سے مطابقت ہے۔ چونکہ ابتدا مین حضرت تسکین کو غزلین دکھاتے تھے۔ اور وہ فارسی ترکیبون کا استعمال قصداً بہت کم کرتے تھے اِس وجہ سے یہ بھی اُسی روش پر لکھنے لگے۔ سچ پوچھئے تو مومن خان کے خاندان کا وجیہ جس کی

وجہ سے اُن کی شاعری خاص امتیاز کی نظر سے دیکھی جاتی ہے تسکین اور برق کے حصے ہی میں نہیں آیا ادب کی وجہ سے اُستاد کی غزل پر غزل لکھنا ہمیشہ گناہ سمجھا یہی وجہ ہے جو آپ کی غزلوں میں استاد کی ہم ردیف اور ہم قافیہ ایک بھی غزل نظر نہیں آتی -

دلی کے مشاعروں میں اکثر مومن خان کے ہمراہ شامل ہوتے تھے - ایک مشاعرہ میں جس میں شاید یہ طرح تھی " دیکھ ضد ہی سے منہ میری دعاؤں کو اثر سے " جس وقت خاقانی ہند حضرت ذوق نے غزل پڑھی سہ زخمی ہوں میں ناوکِ دزدیدہ نظر سے + جانے کا نہیں چور مرے زخم جگر سے - مومن خان نے کان میں کہا کہ قاضی صاحب مطلع بڑھ گیا - مناسب یہ ہے کہ غزل نہ پڑھئے - چنانچہ جب اُن کے سامنے شمع آئی تو آپ نے کہدیا کہ میں غزل لکھکر نہیں لایا - صرف سننے کے لئے چلا آیا ہوں - اللہ اللہ کیا منصف مزاج لوگ تھے - صرف ایک مطلع بڑھ جانے پر اپنے شاگرد کو غزل پڑھنے سے منع فرما دیا حالانکہ حضرت برق نے بھی عمدہ عمدہ شعر نکالے ہیں اور مطلع بھی تو یہ ہے - کل غزل سلسلہ وار لکھی جانے لگی - اس جگہ صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں -

جو دیکھ چکے نوح کا طوفان نظر سے	وہ آنکھ چراتے ہیں مرے دیدۂ تر سے
پھر وقعتِ خلش نشترِ مژگاں ہے کسی کے	پھر اشکوں میں لخت آتے ہیں کٹ کٹ کے جگر سے
سو ہجر کے غم لاکھ گلے کم نگہی کے	مٹ جاتے ہیں اک اُس کی لگاوٹ کی نظر سے
ہیں ظلم سے نالاں ہوں وہ نازاں ہیں ستم پہ	اک آہ ادھر سے ہے تو سو واہ اُدھر سے
بے عشق کوئی حسن کی کھلتی ہے حقیقت	لیلےٰ کو ذرا دیکھئے مجنوں کی نظر سے

حضرت برق کو علم موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا بے تکلف دوستوں کو غزل اکثر گا کر سنایا کرتے تھے - اور اس طرح سامعین کو وہ لطف حاصل ہوتا تھا کہ وجد کی کیفیت ہو جاتی تھی -

میرے اُستاد حضرت خورشید فرماتے تھے کہ ایکدن میں نے اُن کو تخمین کی ایک غزل دیس کی دُھن میں گاتے ہوئے سُنا - وہ مزا آج تک فراموش نہیں ہوا کلام مجید بھی نہایت خوش الحانی اور ذوق و شوق سے پڑھتے تھے - مدت العمر میں صرف چند دوست بنائے اور آخر وقت تک خلوص و محبت کے ساتھ نباہ کیا پابندی وضع کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے -

حلیہ آپکا یہ تھا کشیدہ قامت - بھرا ہوا چہرہ کشادہ پیشانی - بڑی بڑی آنکھیں - بال گھونگر والے اور ہمیشہ سر پر بال رکھتے تھے - رنگ سیاہ - چہرہ پر چیچک کے کچھ کچھ نشان تھے - بھرا ہوا خط صورت متین تھی لیکن چہرہ ہر وقت متبسم نظر آتا تھا -

ہمیشہ آزاد رہے یہاں تک کہ ملازمت میں بھی آزادی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا چنانچہ اسی لحاظ سے وکالت کا امتحان دیا اور کچھ عرصہ تک متھرا میں وکالت کرتے رہے۔ اس کے بعد سررشتہ دار دیوانی مقرر ہو گئے۔ مگر وہ اس پابندی کو کب گوارا کرتے تھے۔ سررشتہ داری سے مستعفی ہو کر الہ آباد میں پرنس چائل کی درجہ اول کی امانت منظور کر لی جس اتفاق سے الہ آباد میں چند احباب مثلاً منشی غلام غوث بیخبر سکنہ بنارس میر منشی و منشی غلام صفدر نایب میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر و خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ و میاں وحید الدین وحید اعظم۔ و حافظ محمد ذکریا ذکی جمع تھے۔ ان سے ہر وقت صحبت گرم رہتی تھی شباب کا زیادہ حصہ یہیں گذرا۔ امانت سے پنشن پا کر اپنے خسر پورہ مولوی عبد الرب صاحب وکیل کے ساتھ مراد آباد میں وکالت شروع کر دی اور ۱۳۱۰ھ میں یہیں انتقال فرمایا۔

خاکسار نے سب سے پہلے آپ ہی کی تاریخ لکھی تھی جس کا صرف مادہ یاد رہ گیا ہے۔ وہی لکھے دیتا ہوں ؎ شاعر زہاں رفت۔

آپ کی شادی قصبہ گڑھ مکتیشر ضلع میرٹھ میں پیرجی غلام محی الدین صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ یہ خاندان شرافت و نجابت کے ساتھ معزز عہدوں پر ہمیشہ سرفراز رہا۔ چنانچہ ان کے خسر پوروں میں سے مولوی عبد القیوم بریلی میں ماتحت جج تھے۔ اور مولوی عبد الحق صاحب قصبہ پھپھوند میں عہدہ منصفی پر سرفراز تھے۔ مولوی عبد الحی صاحب میرٹھ اور مولوی عبد الرب صاحب مراد آباد میں وکالت کرتے تھے۔

خلیق اور خوش مزاج ایسے تھے کہ جو شخص آپ سے ایک دفعہ ملا پھر ہمیشہ ملاقات کا خواہشمند رہتا تھا باوجود متانت کے ظریف بھی پرلے درجہ کے تھے۔ ظرافت کے متعلق خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دن میں اور قاضی صاحب دلی میں چاندنی چوک سے سیر کرتے ہوے آتے تھے جس وقت دریبہ میں مڑے تو دیکھا ایک گلی میں ایک لالہ صاحب کو پیشاب کرتے ہوے دیکھا اتفاق سے ان کا گوز خطا ہو گیا۔ قاضی صاحب وہیں کھڑے ہو گئے۔ میں نے قیام کا سبب پوچھا انھوں نے کہا کہ مجھے لالہ صاحب سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ جب لالہ صاحب پیشاب سے فارغ ہو کر کھڑے ہوے تو قاضی صاحب ان سے مخاطب ہو کر بولے کہ لالہ صاحب ہم تو ہمیشہ یہ سنتے تھے کہ

جو ابر گرجتا ہے برستے نہیں دیکھا

مگر آج آپ نے اس کلیہ کو توڑ دیا اور ثابت کر دیا کہ "گرجنے والا ابر برستا بھی ہے" لالہ صاحب نہایت پشیمان ہوے اور مجھ سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔

چونکہ آپ سیاہ فام تھے۔ اسی مناسبت سے انکے دوست منشی غلام صفدر صاحب جج کی صحبتوں میں "کالے ناگ" کے نام سے خطاب کیا کرتے تھے۔ اور منشی صاحب کا رنگ بھورا تھا۔ اس لئے آپ منشی صاحب موصوف کو بھورا بندر کہا کرتے تھے۔

رامپور کے مشاعروں میں اکثر شامل ہوتے تھے مگر مجھے صرف ایک مشاعرے کی دو غزلیں میسر آسکیں۔ جب آپ نے مطلع پڑھا۔ چاروں طرف سے واہ واہ اور مرحبا سبحان اللہ کا اس قدر شور بلند ہوا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ حضرت داغ نے بھی بہت داد دی۔ غزل کے کچھ شعر اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

جلایا گھر عدو کا اور نہ کل خ آسمان پھونکا
عدو نے کان میں تیرے فسوں کیا بدگمان پھونکا

بتوں کی گرمجوشی سے دل عشاق جلتے ہیں
گذر کس شعلہ رو کا ہوگیا گور غریباں پر

بجائے اشک آیا آنکھوں سے انگارے نکلتے ہیں
غزل آگ ادھر بھی لے برق لکھے گرم تر اس سے

مجھی کو چپکے چپکے تو نے اے سوز نہاں پھونکا
کہ تو نے پڑھتے ہی خط تو مرے اے نکتہ داں پھونکا

تمہاری سرد مہری نے ہمیں جان جہاں پھونکا
کہ جیسے پائے رنگیں نے مزار خستگاں پھونکا

کچھ ایسا سوز پنہاں نے یہ جسم ناتواں پھونکا
تری آتش زبانی نے دل اہل زباں پھونکا

حضرت داغ کی غزل بھی اس زمین میں ہے۔ اُن کے دیوان میں ملاحظہ ہو۔ اس سے طبیعتوں کا موازنہ ہوسکتا ہے۔

طبیعت اس قدر موزوں تھی کہ اکثر باتیں بے تکلف نظم میں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست کو ریلوے سٹیشن پر رخصت کرنے گئے تھے انھوں نے تازہ کلام کی فرمایش کی۔ آپ نے ٹہلتے ٹہلتے۔ اور باتیں کرتے کرتے ایک غزل اُسی وقت کے مناسب حال لکھکر حوالے کردی۔ ملاحظہ کیجیے کہ جذبات کی تصویر نئے انداز میں کس پیاری طرح کھینچی ہے۔ زبان اور واقعات کس خوبصورتی سے ادا کئے ہیں۔ زبان کی شستگی اور شیرینی بھی قابل لحاظ ہے۔

آگرہ کا ہے سفر جان جہاں ریل پہ ہے
کونسا رشک پری آج رواں ریل پہ ہے

برق دل سوختہ شاید کہ رواں ریل پہ ہے
تیرے جاتے ہی نظر میں ہوا عالم ویراں

زلف مشکیں ہے کوئی دود ہوا ہے یا رب

تن یہاں ہے یہاں روح رواں ریل پہ ہے
کہ مجھے تخت سلیماں کا گماں ریل پہ ہے

آج چھایا ہوا بے طرح دھواں ریل پہ ہے
تیرے ہمراہ مگر سارا جہاں ریل پہ ہے

بلکہ تیرے بیچ ہے سخن کا دھواں ریل پہ ہے

کونسا فتنۂ دوران ہے ہوا اُس پہ سوار
آج ہنگامۂ محشر کا گمان ریل پہ ہے

سوز یکسان ہے گر ظرف ہے اپنا اپنا
یان جو کچھ دل میں نہان ہے وہ عیان ریل پہ ہے

دیکھتا بھاگ کے جاتے وہ کہاں پر افسوس
وصل اُن کا مری قسمت میں کہاں ریل پہ ہے

کبھی مشرق کو روان ہے کبھی مغرب کو دوان
برق بیتاب کا ان روزوں مکان ریل پہ ہے

آپ نے الہ آباد میں ایک مثنوی لکھی تھی جس میں عشق و محبت کی تصویر کھینچی ہے - افسوس آج اُس کا کہیں پتہ نہیں - فارسی میں بھی اُس زمانہ کے دستور کے مطابق طبع آزمائی کرتے تھے اور بہت کچھ غزلیں لکھی تھیں مگر مجھے صرف دو تین غزلیں دستیاب ہوئیں جو کسی وقت مناسب پر ہدیۂ ناظرین کرونگا۔
ایڈیٹر

انتخاب کلام حضرت برق

کھلے ہیں شیشوں کے منہ ساغر شراب آیا
شروع دور ہی گردش میں آفتاب آیا

میں خود ہی دل میں پشیمان ہوں اُنکو خط لکھ کر
نہ پوچھ مجھ سے یہ ہمدم کہ کیا جواب آیا

صعوبت سفر کعبہ کیا بیان کیجے
ثواب ملنے سے پہلے ہی یان عذاب آیا

ہوا جو روز جزا پیش نامۂ اعمال
میں جی میں سمجھا مرے نامہ کا جواب آیا

وہ بغل میں بھی رہا تو بھی نہ پایا آرام
دل سے کھٹکا نہ شب وصل سحر کا نکلا

وہ بھی نہ رہا سوز محبت میں الہی
پہلے جو مری آہ میں تھوڑا سا اثر تھا

اب کیونکر کہوں صبر کر اے دل کہ مجھے تو
تیرا ہی بھروسہ فقط اے آہ سحر تھا

قلقل مینا ہے بے ساقی کے نالہ صور کا
آفتاب حشر ہے ساغر جو ہے بلور کا

کوے جانان سے نکلنے ہی پہ حالت یہ ہوئی
جس طرح ہارا تھکا آوے مسافر دور کا

جان دینے پر بھی عاشق بات سے ٹلتے نہیں
کیا ہوا گر دار پر سر رکھ دیا منصور کا

وصل کی شب صبح ہوتے ہی قیامت آ گئی
بانگ تھی مرغ سحر کی یا کہ نالہ صور کا

کیوں نہ ہو ہر دم جہنم سے صدا ہل من مزید
برق لقمہ گرم ہے میرے تن محرور کا

تیری بیداد کا ہر زخم سے سامان نکلا
کہیں خنجر کہیں نشتر کہیں پیکان نکلا

بخیہ گر کیا سئے وحشت کا مری طور ہے یہ
ابھی دامن نہ سیا تھا کہ گریبان نکلا

محو نظارہ ہوں مرتا ہوں نگاہ یار پر
دل نشان پر ہے نظر ہے روزن دیوار پر

خندہ زن کیا کیا ہیں میری آہ آتش بار پر
دیکھنا اک دن کہ وہ بجلی گری اغیار پر

حال دل سنکر ترحم یہ جو ہے اُن کا مزاج
آرزوئین صدقے ہوتی ہین لب اظہار پر
مین کہان اور وصل اُس کان ملاحت کہان
کیون چھڑکتا ہے نمک ہمدم دل افگار پر

آ ہی جاتا ہے اگر کیجے کسی کار کی مشق
کبک چل نکلا جو کچھ کی تری رفتار کی مشق
وصف اُس عارض گلگون کا لکھونگا پہلے
ورق گل پہ مین کرون خط گلزار کی مشق

وحشی نے تیرے خاک اُڑائی یہان تلک
ملتا نہین زمین کا پتہ آسمان تلک
اُس بُت کو وان سے کھینچ کے لایا یہان تلک
اے جذب شوق بے ادبی اب کہان تلک
حسرت ہے کیون پھڑکے نہ صیاد دے گیا
مین کیون رہا چمن مین جفائے خزان تلک

محو زیبائی ہین وہ گھر مین انھین کیا ہے خبر
سر پہ ڈالے کوئی بیٹھا ہے سر رستہ خاک

کب سے روتا ہون شب فرقت سحر ہوتی نہین
کس بلا کی ہے کہانی مختصر ہوتی نہین
مست ایسا کر دیا اُس کی نگاہ مست نے
تیر دل پر پڑتے ہین مجکو خبر ہوتی نہین

بہار آئی تر و تازہ گلستان ہوتے جاتے ہین
بلا اے جان شور عندلیبان ہوتے جاتے ہین
الٰہی آمد فصل جنون ہے یا بلا کوئی
کہ خود ہی چاک دامان و گریبان ہوتے جاتے ہین
نہین آنکھون مین طاقت جلوہ دیدار جانان کی
وہ جتنا ہوتے ہین بے پردہ پنہان ہوتے جاتے ہین
چھری پھیرے گا دم لے لے کے اس سے کب توقع تھی
یہ قاتل کے مری گردن پہ احسان ہوتے جاتے ہین

اشارے کہتے ہین طفلی مین یہ اُس بت کی ابرو کے
کرینگے اہل کعبہ سجدہ اس محراب ابرو مین

شام سے تھا جو کسی خنجر ابرو کا خیال
صبح تک دل مین ڈبوتا رہا نشتر کوئی
ایک دو دل مین ہون ارمان تو دشوار نہو
سینکڑون ہون تو نکالے انھین کیونکر کوئی
بزم عشرت سے مری دور رہین واعظ
کہ بغل مین ہے مری فتنۂ محشر کوئی
دست تسکین مرے سینہ پہ وہ رکھکر بولے
لے گیا برق ترا کیا دل مضطر کوئی

عبث تھا حضرت موسیٰ کا طور پر جانا
جو آنکھ ہو تو تجلی ہے چار سو تیری

التماس ضروری

جن صاحبان نے رسالہ ہٰذا کی خریداری ماہ ستمبر [illegible] سے یعنی جب سے رسالہ ہٰذا کی اشاعت شروع ہوئی ہے منظور فرمائی ہے اُن کی خدمت مین بادب گذارش کی جاتی ہے کہ اگر خریداری جاری رکھنا منظور ہو تو ۱۵ ستمبر [illegible] تک خود سالانہ چندہ [illegible] خریداری روانہ ہونا چاہیے ورنہ ستمبر [illegible] کا رسالہ حسب معمول بذریعہ قیمت طلب پارسل ارسال خدمت عالی کیا جائیگا۔ جو صاحب ۱۵ ستمبر [illegible] تک چندہ سالانہ [illegible] ان سے بجائے معمولی چندہ [illegible] اور [illegible] کے صرف [illegible] اور [illegible] سالانہ چندہ لیا جائیگا۔

اڈیٹر

دوستی

ارسطاطالیس کا قول ہے کہ انسان کو اپنی خوشی کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے دوستی پیدا کرے - اگر کسی شخص کو دوستی کی ضرورت ظاہر و باطن مین نہو تو وہ انسان نہین ہے - یا اُس سے نہایت کمتر ہے یا نہایت اعلےٰ درجہ پر ہے - اِس مضمون کو یون بھی بیان کیا ہے کہ جس شخص کو تنہائی پسند ہے - وہ یا وحشی حیوان ہے یا دیوتا ہے - اِس مختصر بیان مین پہلی بات کو سب مانتے ہین کہ جس شخص کو صحبت انسانی سے نفرت ہو اُس مین ضرور کوئی وحشی حیوان کی صفت ہوتی ہے - مگر دوسری بات مین اختلاف ہے - بعض تو اِس کو بالکل غلط جانتے ہین کہ کہین تنہانشینی سے آدمی خدا ملتا ہے - ارسطو اِس کا قائل ہے کہ بعض آدمی سوچنے والے ایسے ہوتے ہین کہ وہ اپنی ذات کے لئے کافی ہوتے ہین اور شہری آدمیون سے برتر ہوتے ہین - ظاہری حالتون کے وہ محتاج نہین ہوتے اِس لئے وہ خدا کی طرف بالکل توجہ رکھتے ہین - مگر افلاطون اُس سے انکار کرتا ہے اور حکیمون کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ جمہوری سلطنت مین معاملات ملکی مین متوجہ ہون یہی کام خدا تک پہونچاے گا محض تنہائی سے خدا کی صفات نہین آتین - رشی منی - فقرا - راہب بھی خلوت گزین اِس لئے ہوتے تھے کہ مجلس خاص مین بیٹھین اور خدا سے باتین کرین - لوگ تنہائی کے معنی نہین سمجھتے - تنہائی کے معنے یہ نہین ہین کہ آدمی ہمراہ نہون بلکہ اُس کے معنی یہ کہ دوست پاس نہون - اگر آدمی بہت سے ہون اور اُن مین محبت نہو تو وہ ایک مرقع تصاویر ہے اور اُن کا بولنا ایک باجے کی ٹن ٹن ہے - بڑا شہر بڑا جنگل ہوتا ہے اِس لئے کہ اُس مین دوست دور دور رہتے ہین تو وہ اُس مین ملتے جلتے بہت کم ہین - وہ شریک حال باہم ایسے نہین ہوسکتے جیسے کہ پاس پاس کے ہمسائے - اُس شخص کی تنہائی سب سے زیادہ مصیبت ناک ہے کہ جس کے سچے دوست نہون - سچے دوستون بغیر دنیا ایک ویران جنگل ہے - اِس دنیا کے تمام مخلوقات مین جو شخص تنہائی کو زیادہ پسند کرتا ہے - اُس کی طبیعت و سرشت ایسی ہے کہ وہ دوستی کے قابل نہین ہوتا وہ حیوان ہوتا ہے - انسانیت نہین رکھتا - اول سب سے بڑا پھل دوستی کا یہ ہے کہ اُس سے دل ہلکا ہوتا ہے جو باتین دل مین بھری ہوتی ہین وہ سب زبان پر آتی ہین - سب سے زیادہ سخت تکلیف آدمی کے جسم کو گلے کے گھٹنے اور بھچنے سے ہوتی ہے - بس ایسے ہی دل کا حال ہے کہ اگر دوست نہون تو بڑا گھٹتا اور بھچتا ہے - دل جب تک کہ منبسط نہین ہوتا کہ سچا دوست نہین ملتا آدمی اپنے سارے رنج و خوشی - امید و بیم - شک یقین - صلاح تدبیر - غرض جو دل مین بھرا ہوتا ہے

وہ دوست کے روبرو نہایت محبت سے بیان کرتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس دوستی کو بڑے بادشاہ اور فرمان روا اپنی جان و شان کو جوکھون مین ڈال کر خریدتے ہین - اس لئے کہ بادشاہ اور رعایا و ملازمین کے اقبال اور دولت مین زمین و آسمان کا بعد ہوتا ہے - دوست پیدا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ رعایا مین سے لوگون کو اول ادنی درجہ سے اعلے درجہ پر پہونچائین اور پھر اُن کو اپنا رفیق بنائین - اس کام کے کرنے مین اُن کو بہت تکلیفین اُٹھانی پڑتی ہین - بادشاہ عاقل شجاع - اہل دل - زبردست - اپنی ذات سے بڑی محبت کرنے والے یہہ سب جانتے ہین کہ بغیر دوستون کے دل کو چین اور آرام نہین ملتا - اگر وہ اُن کو نہ پیدا کرین تو اُن کے کام ادھورے پڑے رہین - دوستون سے دل کو تسلی و تشفی حاصل ہوتی ہے - وہ بھائی بندون سے حاصل نہین ہوتی - فیثا غورث کا قول ہے کہ جو شخص ایسا دوست نہین رکھتا کہ اُس کے آگے اپنے دل کی باتین کہے وہ مردم خوار ہے جو اپنے دل کو کھاتا ہے - جو شخص اپنے احباب کے روبرو اپنے رنج و خوشی کو بیان کرتا ہے - اس سے یہہ دو فائدہ مند متضاد اثر پیدا ہوتے ہین کہ خوشی اس کی دو چند ہوتی ہے اور رنج آدھا ہوتا ہے - کوئی شخص ایسا نہین ہوتا کہ وہ اپنی خوشی کو دوستون مین بیان کرے اور اُس سے اُس کی خوشی نہ بڑھ جائے اور غم کو بیان کرے وہ نہ بٹ کر گھٹ جائے - دوستی کا حال مقناطیس کا سا ہوتا ہے کہ وہ جسم پر مثبت اور منفی دونون اثر پیدا کرتا ہے اور دونو فائدہ مند ہوتے ہین جیسا کہ قانون قدرت ہے کہ اجسام کے باہمی اتحاد سے قوت پیدا ہوتی ہے ایسا ہی دلون کا حال ہے کہ اُن کے اتحاد سے قوت پیدا ہوتی ہے ع دو دل یک شود بشکند کوہ را -

دوستی کا دوسرا پھل بڑا اہم ہے کہ اُس سے فہم ہماری درست اور ٹھیک ہوتی ہے دوستی کا پہلا پھل یہہ لکھا تھا کہ اُس سے ایسی محبت پیدا ہوتی ہے جس سے غم کی طغیانی کی گھٹا ہٹ کر طبع کو صاف کر دیتی ہے - اس دوسرے پھل سے انتشار خیالات اور فہم کی تاریکی روز روشن بن جاتی ہے یہہ کچھ ضرور نہین کہ دوست سے صلاح و مشورہ ہی لیا جائے - بلکہ اُس کے سامنے فقط خیالات بیان کئے جائین تو اس اظہار سے تقریر صاف ہوتی ہے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مین آن کر خیالات کی صورت کیا ہوتی ہے - بیان کرنے سے پہلے اپنے خیالات کی ترتیب درست کرنی پڑتی ہے - اس سبب سے جو ایک گھنٹے کی گفتگو سے دانائی حاصل ہوتی ہے وہ ایک دن کے سوچنے سے نہین حاصل ہوتی - جو خیالات کہ ایک کوٹھڑی مین بند سے ہوئے تھے وہ کھل جاتے ہین - ان کی صورت منتظم ہو جاتی ہے اُس سے خیالات روشن ہو جاتے ہین اور اپنا حال کھل جاتا ہے - اور ذہانت کی باتین

اُس خرادپر اُترتی ہین جو اپنی بنائی ہوئی نہین ہوتی - دل و دماغ مین خیالات گھونٹ گھونٹ کر رکھنے سے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی پیکر یا بُت کے سامنے بیان کیے جائین - سوا اس کے دوستون سے صلاح و مشورہ لیا جاتا ہے جس کو وہ ایمانداری اور وفاداری کے ساتھ دیتے ہین - صاف روشنی ہمیشہ تیز ہوتی ہے - آدمی دوست کے صلاح و مشورہ سے روشنی پاتا ہے وہ زیادہ صاف ہوتی ہے - اپنی فہم کی روشنی مین اپنی محبت اور رسم و رواج کی آلایش ہوتی ہے اپنے اور دوست کے صلاح و مشورہ مین ایسا فرق ہوتا ہے جیسے کہ دوست اور خوشامدی کے صلاح و مشورہ مین کیونکہ آدمی کا کوئی خوشامدی اُس کے اپنے آپ سے زیادہ نہین ہوتا اس اپنے آپ کی خوشامد کا علاج دوستی کی آزادی سے زیادہ کوئی اچھا نہین ہوتا - اپنے دوستون سے جو صلاح و مشورے ہوتے ہین وہ دو قسم کے ہین - ایک اوضاع و اطوار و اخلاق کے باب مین دوسرے معاملات کے باب مین - اول صورت مین دوست کی پند و نصائح سے دل کی درستی اور اصلاح ہوتی ہے آدمی کا اپنے آپ سے محاسبہ لینا حقیقت مین بڑا علاج دل کی اصلاح کا ہے مگر وہ بڑا جان خراش اور دل تراش ہوتا ہے - اخلاق کی اچھی کتابون کا مطالعہ بھی بے جان ہے - اورون کی خطاؤن کو دیکھ کر اپنی اصلاح کرنی بھی کچھ مناسب حال نہین ہوتی - کیونکہ ہم اورون کی برائیون کو دیکھ کر ٹھیک طور پر اُن سے فائدہ نہین اُٹھاتے - آدمی کا قاعدہ ہے کہ وہ ایک ہی خطاؤن پر لعنت ملامت کرتا ہے - اور انھین سے بری کر دیتا ہے - یہ نہین ہوتا کہ وہ کچھ خطاؤن کے دیکھنے مین اندھا ہوتا ہے مگر اُس کے دل مین ایک اور بات ہوتی ہے کہ وہ اورون کے انصاف کرنے مین - اُن کی دردناک لغزش کو دیکھتا ہے - مگر یہ نہین دیکھتا کہ وہ کیونکر لغزش سے غمزدہ ہوئے اور اپنی ذات کے لیے انصاف کرنے مین - وہ یہ دیکھتا ہے کہ مین کیسا لغزش سے غمزدہ ہون مگر یہ نہین دیکھتا کہ کیون لغزش ہوئی - آدمی اپنے افعال مین سخت نادانیان و بیہودگیان اس سبب سے کرتا ہے کہ اُس کے دوست نہین ہوتے جو اُس کو اُن پر مطلع کرتے - اور اِسی سے دولت کا نقصان جدا ہوتا ہے اور شہرت و ناموری مین جدا فرق آتا ہے - اُن کا حال ایسے آدمیون کا سا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ آئینے مین اپنے تئین دیکھتے ہین - اور اپنی صورت و چہرہ کو بھول جاتے ہین - اب دوسری صورت معاملات مین صلاح و مشورہ کی یہ ہے کہ ایک آدمی اگر چاہے تو یون خیال کر سکتا ہے کہ دو آنکھ ایک آنکھ سے زیادہ نہین دیکھ سکتین - جواری ہمیشہ تماشائی سے زیادہ دیکھتا ہے - آدمی غصہ مین زیادہ دانشمند بہ نسبت اُس عاقل کے ہوتا ہے جو غصہ کے وقت چوبیس حرف الف ب ت کے پڑھا کرتا تھا - اور ایک تپنچہ ہاتھ سے ایسا ہی چھوٹ سکتا ہے جیسے کہ ٹیچاپ پر رکھنے سے اور بہت سی

اسی قسم کی بیوقوفی کی باتین خیال کرکے وہ یہہ سمجھ سکتا ہے کہ مین ہی سب کچھ ہون۔ مگر جب سب کچھ کام ہو چکتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دوست کی نیک صلاح ہی سے کام سنورتے اور درست ہوتے ہین۔ آدمی اگر بہت سے صلاح کارون سے مشورہ اپنے کامون کا ٹکڑے ٹکڑے کرکے لیگا یعنی ایک کام مین کسی سے مشورہ لیتا ہے اور دوسرے کام مین کسی دوسرے سے اور علی ہذا القیاس اگرچہ اس طرح صلاح و مشورہ لینا بالکل صلاح و مشورہ نہ لینے سے اچھا ہو مگر اس صورت مین دو خطرے ہین اول یہہ کہ ایسے آدمی کو کوئی نیک صلاح جس پر بھروسہ و اعتماد ہو نہین دیگا۔ دوم یہہ کہ وہ صلاح و مشورہ ایسا ہوگا کہ اُس مین کچھ بُرائی ہوگی کچھ بھلائی۔ اگر تم اپنے مرض کے علاج کے لئے اُس طبیب کو بُلاؤ جو اِس مرض کا علاج کرنا خوب جانتا ہو مگر تمہارے مزاج سے نا آشنا ہو تو وہ اِس مرض کو دور کر دیگا مگر آیندہ موت کو قریب کر دیگا۔ یہہ امر شاذ و نادر ہے کہ کوئی دوست ایسا ملے کہ جو تمہاری حالت سے خوب واقف نہ ہو اور تم کو کسی معاملہ مین ایسی صلاح و مشورہ دے جو اور معاملات مین مخل انداز نہو۔ بہت سے آدمیون سے صلاح و مشورہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے مرض کے علاج کے لئے بہت سے طبیبون کو بُلانا کہ وہ بجائے اچھا کرنے کے مرض کو اور بڑھا دینگے۔ علاوہ ان دو پھلون کے جو اوپر بیان ہوئے کہ ایک جہت سے دل کو ملائم اور دوسرا رائے کو خطا سے مصئون کرتا ہے آخر پھل یہہ ہے جو انار کی طرح بہت سے دانے رکھتا ہے یعنی دوست سارے کامون اور موقعون پر معین اور مددگار ہوتا ہے۔ متقدمین کا کیا عمدہ مختصر مقولہ ہے کہ دوست اپنی ذات ثانی ہوتی ہے بلکہ دوست اپنی ذات سے بھی بہتر ہوتا ہے۔ پس انسان دوستی سے اپنی اپنی زندگی کو اس طرح بڑھا سکتا ہے کہ اُس سے بہت سی اشغال اپنی ذات کی جو مختلف کام جانتے ہین پیدا کرے۔ آدمیون کے واسطے مرنے کا ایک وقت مقرر ہے وہ بہت دفعہ دل مین اپنے بہت سے ارمان لئے دنیا سے سدھار جاتے ہین جیسے بچون کی شادی اور بعض اور شوق کے کامون کی ناتمامی مگر اِن کامون کو اِن کے بعد دوست ایسا ہی پورا کردیتے ہین جیسے وہ خود کرتے۔ آدمی کے ایک جسم ہوتا ہے اور وہ ایک ہی جگہ مقید ہوتا ہے جہان وہ کام کر سکتا ہے مگر دوستون کے ہونے سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت جگہ کام کر رہا ہے۔ بہت سے کام آدمی خود اِس خوش اسلوبی کے ساتھ نہین کر سکتا جو اُس کے دوست کر دیتے ہین مثلاً اپنی لیاقت کا اظہار اور اپنی تعریف وہ خود کرنے سے شرماتا ہے مگر وہ دوستون کی معرفت بخوبی ہو سکتی ہے اور اِس قبیل کی بہت سی باتین ہین کہ جنکے کرنے سے خود آدمی کو شرم آتی ہے مگر وہ دوستون کی معرفت بخوبی سرانجام پاتی ہین۔ (باقی آیندہ)

محمد ذکاء اللہ

شیاطین کا صد سالہ اجلاس

(عزازیل یعنی شیطان متعینہ ہندوستان کی صد سالہ رپورٹ)

قبل اس کے کہ مین ہندوستان کے صد سالہ واقعات پر ریویو کرون مین اپنے معزز اور با اقتدار صدر انجمن اور سردار حضرت ابلیس علیہ اللعنۃ والپھٹکار کا شکریہ ادا کیے بغیر نہین رہ سکتا میرا خاندانی تعلق شیاطین کے اُس اونچے گھرانے سے ہے جن کی حکومت ہمیشہ سے ایشیا کی سرزمین پر چلی آتی ہے اور جو کارہاے نمایان میرے بزرگون سے وقتاً فوقتاً سلطنت ابلیسیہ کی خیر خواہی مین معرض ظہور مین آئی اُن کے مقابلے مین بہت کم خاندان ایسے ہون گے جو اپنی خدمات پر فخر کرسکین۔ انھین خاندانی حقوق کی وجہ سے باوجود میری کم لیاقتی اور فرومایگی کے ہندوستان جیسے بڑے اولوالعظیم الشان ملک کے اغوا کا کام میرے سپرد ہوا ہے زمانہ سابق مین میرے اجداد کو جن اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا وہ بہت زیادہ طاقتور اور مسلح تھین۔ ایشیا اور علی الخصوص اُس کا وسطی اور مغربی حصہ ہمیشہ سے نبیون ریفارمرون اور رشیون کا مولد اور منشا رہا ہے اور جو روحانی ہتھیار اُنھون نے بنی نوع انسان کے ہاتھ مین دیدیے ہین اُن کے زور سے اکثر میدانون مین نوع شیاطین کو اُن کا مقابلہ کرنا دشوار ثابت ہوا ہے حقیقت مین زمانہ سلف مین ایشیائی اقوام کو زیر کرنا ایک دشوار کام تھا اور نوع شیاطین مین مجھے اس بات کا فخر حاصل ہے کہ مین اُن باعظمت بزرگون کی اولاد مین ہون جنھون نے اُس حالت مین بھی نوع انسان کو ابدی راحت اور ابدی زندگی سے محروم کرنے مین بڑی کامیابیان حاصل کی ہین۔

لیکن اگر میرے لیے صرف یہی امر مایۂ ناز ہوتا تو ہرگز آج مین اس عزت کا مستحق نہ ہوتا کہ اس شاندار صد سالہ جلسے مین سب سے پہلے مجھے اپنی رپورٹ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ مین یہ عرض کرچکا ہون کہ ایشیا کی روحانی طاقت زمانہ سلف مین بہت بڑھی ہوئی تھی اور اُس سے ہندوستان مستثنیٰ نہین ہوسکتا۔ قوم آرین جو ہندوستان مین آباد ہونے والی مہذب قومون مین سب سے اول تھی کوئی ایسی گئی گذری قوم نہ تھی جس کو اپنے ڈھنگ پر لانے مین آسانی سے کامیابی ہوسکتی وہ لوگ علم روحانی کے بڑے محقق تھے اور اُن کے ہاتھ مین اس علم کی بیش بہا کتابون کی صورت مین چند ایسے ہتھیار تھے جن سے وہ ہمارا مقابلہ اکثر آسانی سے کرسکتے تھے۔ جس وقت مین نے ہندوستان کا چارج لیا میری عمر محض ناتجربہ کاری اور نوجوانی کی تھی یعنی ابھی صرف چار ہزار برس کا تھا

میرے معزز چچا حضرت خناس علیہ الرحمتہ کے بے وقت واقعہ ناگزیر پیش آنے اور میرے خاندان میں اُس وقت کسی زیادہ تجربہ کار شیطان کے موجود نہ ہونے سے میرا انتخاب اِس عہدے پر ضروری ہوا اِس لیے کہ حضرت ابلیس کو ہرگز منظور نہ تھا کہ ایشیائی صیغہ کی حکومت کسی دوسرے خاندان کو دیجائے گو میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ مجھ میں بچپن ہی سے غیر معمولی فطرت اور عیاری کے آثار پائے جاتے تھے اور انہیں وجوہات سے حضرت ابلیس کو یہہ اطمینان تھا کہ باوجود کم سنی کے میرا انتخاب سلطنت ابلیسیہ کے لیئے مضرت رسان نہیں ہو سکتا لیکن میرا ذاتی خیال یہہ ہے کہ میرا تقرر بجائے خود ایک بڑی بھاری رعایت تھی جو میرے بزرگوں کی کارکردگی کے صلے میں میرے ساتھ ملحوظ رکھی گئی اگو مجھے اپنی ناتجربہ کاری سے خود اندیشہ تھا مگر یہہ بھی حضرت ابلیس کا اقبال تھا کہ مجھ سے اپنے تقرر کے ابتدائی اسٹیج میں دو کار نمایاں بن آئے اول یہہ کہ میں نے وید کے ماننے والوں کے دل سے وہ زبردست اصول جو وید کی تعلیم کی جان ہیں محو کر دیئے یعنی خدائے واحد کی پرستش کا قریب قریب خاتمہ کر دیا اور عوام الناس کو وید کے مقدس علم سے باز رکھنے کے لیئے یہہ خیال پھیلا دیا کہ بجز برہمنوں کے اور کسی کو مذہبی رسوم وغیرہ کی انجام دہی میں امداد کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اور وید کو محققانہ طور پر پڑھکر اُس پر کاربند ہونا بالکل غیر ضروری ہے۔ اِس میں کچھ شبہہ نہیں کہ اِس معاملہ میں مجھے زیادہ تر کامیابی اِس وجہ سے ہوئی کہ سنسکرت جس میں مقدس وید تحریر ہیں عام زبان کبھی نہیں ہوئی لیکن اگر آپ نے میری پچھلی رپورٹوں پر غور کیا ہوگا تو آپ جانتے ہونگے کہ ایک طرف سنسکرت زبان کو مقدس قرار دیکر عوام الناس میں پھیلنے سے روکنا اور دوسری طرف مقدس وید کا کسی عام فہم زبان میں ترجمہ نہ ہونے دینا یہہ بھی ایسے امور نہ تھے جس کے بروئے کار لانے کے لیئے مجھے کوئی محنت نہ کرنی پڑی ہو۔ دوسرا اہم واقعہ بدھ مذہب کے پیروؤں اور برہمنوں کے بانیوں کے درمیان زبردست تفرقہ ڈالنا تھا گو میں نے بدھ مذہب کا کافی انتظام کر لیا تھا اور اُس کے اندر خدا کے وجود اور قدرت سے منکر ہونے کا مادہ ایسا پھیلا دیا تھا کہ وہ بھی آج نہ کل ایک دن محض ڈھکوسلا رہ جاتا لیکن برہمنوں کے متعلق جو کچھ میں کر چکا تھا وہ بہت زیادہ تھا اس لیئے میری خواہش یہی تھی کہ کسی طرح بدھ مذہب ہندوستان سے بالکل رخصت ہو جائے تو اچھا ہے پچھلی رپورٹوں میں اِسکے متعلق تفصیل وار واقعات درج ہیں لیکن تمہیداً اِس موقعہ پر اُن تمام واقعات پر ایک نظر ڈالنا شاید نامناسب نہوگا آپ جانتے ہیں کہ جب اول اول سوامی شنکر اچارج نے بدھ مذہب کی مخالفت کا بیڑا

اٹھایا تو مجھے کسی قدر مسرت ہوئی لیکن بعد مین مجھے معلوم ہوا کہ وہ اُس قسم کا آدمی نہ تھا جیسا مین چاہتا تھا
اُس کے اصول روحانیت کو بہت کچھ ترقی دینے والے ثابت ہوے اور مجھے اپنے مشن کی ناکامیابی کا سخت
اندیشہ ہوگیا تھا۔ اُس کا اپدیش ایک دفعہ سارے ہندوستان مین گونج اُٹھا اور ساری قوم اُس کی آواز
پر اُٹھ کھڑی ہوئی یہہ نہایت بُرا خوفناک زمانہ تھا اور میرے لئے اِس قدر نازک وقت تھا کہ مجھے کسی قدر اندیشہ
ہوگیا تھا کہ سلطنت ابلیسیہ کے اقتدار مین خلل آجانے کا ناگوار واقعہ شاید میرے ہی عہد حکومت مین ظہور پذیر
ہونے والا ہے لیکن ابلیس کا شکر ہے کہ یہہ فتنہ جلد فرو ہوگیا اور صرف چند ہی صدیون کے بعد شنکر اچارج
کی تعلیم کا اصلی اثر لوگون کے دلون سے محو ہوگیا اور ساتھ ہی ایک بڑا فائدہ یہہ ہوا کہ بدھ مذہب بلا میری
کوشش کے ہندوستان سے خودبخود رخصت ہوگیا گو اِس کے بعد کچھ دنون تک میرے دوست اور ہمتا
خنّاس علیہ اللعن نے جن کی سپرد ممالک چین ہے بدھ مذہب کے ممالک چین کو منتقل کردینے پر مجھے مورد الزام
بنایا تھا مگر بدھ مذہب کی چولین اُنھون نے جلد ڈھیلی کرلین اور اب اُس سے چندان خطرہ نہین ہے۔

اِس کے بعد کوئی ایسا اہم اور قابل ذکر معاملہ نہین پیش آیا۔ مین آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا اور
اِن صدیون کی رپورٹین بجز اِس امر کے اظہار کے کہ حکمرانون کی تعیش پسندی اور بیفکری اور باہمی عناد
اور عوام الناس کی جہالت اور خود غرضی وغیرہ مین کہان تک اضافہ ہوا اور کوئی دلچسپ واقعات صحیح نہین ہین۔

صدیان گذرتی گئین اور اصول شیطنت کی وہ قدیم پالیسی یعنی جہالت اور باہمی عناد کی
ترقی کی کوشش بدستور جاری رہی۔ اِس کے نتایج جو کچھ ظہور پذیر ہوے یعنی خون خچر اور باہمی جنگ
وجدل یہہ سب معمولی باتین تھین۔ بڑی بڑی سلطنتون کا خاتمہ کرکے نہایت چھوٹی چھوٹی ریاستون
کا ہندوستان مین قایم کردینا خاص طور پر قابل ذکر نہ ہوتا اگر اِس کے سبب سے ہندوستان کی
تاریخ کا ایک نیا باب نہ شروع ہوتا۔ سلطان شہاب الدین غوری سے راجہ جے چند کا مل جانا اور
اُس کو ہندوستان پر چڑھائی کرنے کی جرات دلانا اِس سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوا کہ شیطنت
کی زبردست پالیسی کامیاب ہوئی یعنی حب وطن اور محبت قوم کی زبردست قوتین ہندوستان
سے بالکل رخصت ہوگئین۔ یہہ بڑی کامیابی کی نشانی تھی اور بفضل ابلیس یہہ بات اب تک
موجود ہے۔

مسلمانون کی حکومت کا ابتدائی زمانہ جیسا کچھ تھا اچھا تھا۔ بڑی خوبی کی بات یہہ تھی
کہ مسلمان فرمان روائون مین بہت کم ایسے گذرے جنھون نے علوم اور فنون کے ترقی دینے
کی طرف توجہ کی ہو یا رعایا کے ساتھ بلا لحاظ ہندو و مسلمان کے بالکل منصفانہ اور غیر طرفدارانہ

برتاو کیا ہو جس سے دونون مین رابطہ اتحاد قایم ہو سکے۔ مین اسے اپنی بڑی خوش نصیبی کہتا ہون کہ ہندوستان مین اکثر مسلمانون کا اسلام قریب قریب یہہ رہ گیا تھا کہ بلا ذاتی تحقیق اور تحصیل کے چند نیم خواندہ ملاؤن کی تعلیم پر آنکھ بند کر کے چل دین ہر قسم کے رطب و یابس قصون کو مذہب مین داخل سمجھ کر قران و حدیث کی مانند ان پر یقین کرین۔ فروعی مسائل پر جھگڑین۔ اصول کی پروا تک نہ کرین۔ قبرون کی پرستش کرین اور سب سے زیادہ یہہ کہ ”کفار“ سے ضرور متنفر ہون بعض بادشاہون نے اتفاق کا تخم ہندوستان مین بونے کی کوشش کی تھی اور اکبر نے تو کسی قدر کامیابی بھی حاصل کر لی تھی جس سے اُس کی قوت بہت بڑھ گئی لیکن مین نے اکبر کو بھی سخت دھوکا دیا اور اُس کو مدعی نبوت بنا کر اُس کا اثر مسلمانون کے دل سے کم کر دیا۔ سلطنت مغلیہ کی بڑی کامیابی کا دور ختم تھا جب اورنگ زیب کے جوش مذہبی نے ایک خاص رنگ پکڑ لیا اور جب اُس کے جانشینون کے باہمی نزاع نے سلطنت کو جڑ سے ہلا دیا۔

ایک بڑی بات قابل گذارش یہہ ہے کہ مین نے مسلمانون کو ہمیشہ اسی دھوکے مین رکھا کہ انھین اُس ملک مین جہان وہ فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو کر صدیون سے قیام گزین ہین صرف غیر قوم کی طرح رہنا چاہیے اور حب وطن کے مادے پر ہمیشہ عرب مصر ایران اور ٹرکی کی ہمدردی غالب رکھی۔ اس سے بڑا فائدہ یہہ ہوا کہ جب مسلمانون کی سلطنت کی بنیاد کمزور ہو گئی تو پھر اُن کے تنزل مین کچھ دیر نہین لگی اور چونکہ کوئی مرکز ہمدردی کا باقی نہ رہا تھا تفرقے اور عناد کی بنیاد جلد قایم ہو گئی۔ عوام مین جہالت اور فرمانرواؤن مین عیاشی اور بے اعتنائی تو پیدا ہو ہی گئی تھی اب یہہ وقت ان اثرون سے کام لینے کا تھا محمد شاہ رنگیلے کا نادر شاہ کی آمد کی خبر کے پرچے کو شراب کے حوض مین یہہ کہہ کر ڈال دینا کہ ع این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ۔ گو بہ لحاظ سلطنت مغلیہ کی محدود وسعت کے بادی النظر مین زیادہ اہم نہ معلوم ہو لیکن درحقیقت ایک بڑا نتیجہ اُن تمام کوششون کا تھا جو حکمرانون کو غفلت اور عشرت پسندی کا سبق ازبر کرانے مین کی گئی تھین علم سے متنفر کرنے مین اور بالخصوص مسلمانون کو کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا گیا تھا اور جہالت اور تعصب کے دستبرد سے اُن کی ساری تمدنی قوت کا شیرازہ بکھر گیا تھا چھوٹی چھوٹی سلطنتین قایم ہو گئین اور وراثت کے باہمی نزاعون کا خوب زور ہو گیا۔ ادھر مرہٹون نے دنیا کو سر پر اٹھا رکھا تھا اُدھر نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملون نے ہندوستان کو پامال کر دیا تھا۔ غرضکہ یہہ بڑے لطف کا زمانہ تھا۔ (باقی آیندہ)

تربیت کی اہمیت اور علیگڈہ کالج

(کے متعلق ایک خط)

عزیز از جان من۔ میں نے تمہارا مضمون بعنوان "تربیت کی اہمیت اور علیگڈہ کالج" رسالہ یدبیضا میں دلچسپی مگر افسوس کے ساتھ پڑھا۔ دلی جذبات کا جوش کے ساتھ اظہار کرنا اکثر کے لئے ضروری ہے لیکن صحیح نتایج پر پہونچنے کے لئے ضروری نہیں اور اثر پذیر دل اکثر نہایت شریف دل ہوتا ہے لیکن بعض وقت کمزوریوں سے بچنے اور پختہ رائے قایم کرنے میں مدد نہیں دیتا۔

میں نہیں کہہ سکتا جس وقت تم نے یہ مضمون لکھا تھا (اور میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک خاص قلبی ہیجان کی حالت تھی) اُس وقت سے اب تک تمہارے اصلی خیالات میں کہاں تک تبدیلی واقع ہوئی ہے لیکن مجھے حیرت ہوگی اگر میں سنوں گا کہ تم اب تک اس رائے پر قایم ہو کہ طلبار کالج کی صواب کو بزرگان قوم کی رائے پر صریح تفوق حاصل ہے۔ اگر ہنوز تمہاری یہی رائے ہے تو مجھے یقین کرنا پڑیگا کہ پانچ سال کی زندگی کا تجربہ کالج کی دیواروں کے باہر تمہاری بصیرت میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں کر سکا یا بُرا نہ مانو تو یہ کہوں کہ مثل معمولی انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے تمہارا رجحان طبع بھی اُسی نیرنگی کی طرف ہے جس کی مدد سے وہ لوگ پیچیدہ معاملات میں بھی بلا غور و تامل رائے قایم کر لیتے اور ظاہر کر دیتے ہیں اور پھر اس طرح پر قایم کی ہوئی رائے کو بزرگوں کے سالہا سال کے تجربے کے بعد قایم کی ہوئی رایوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک پہلو اُس آزادی کا ہے جو انگریزی تعلیم سے حاصل ہوتی ہے۔

پیارے بھائی۔ میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ میں مغربی تعلیم و تہذیب کا ہرگز مخالف نہیں ہوں مگر یہ اعتقاد ضرور رکھتا ہوں کہ ہم کو مغربی تہذیب کی عمارت لامحالہ اپنی ہسٹری اور اپنے ٹریڈیشن کی بنیاد پر قائم کرنی پڑیگی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہزاروں برس کی قایم کردہ تمدنی بنیاد بالکل اکھاڑ ڈالی جائے اور دفعتہ جدید تمدن کی عمارت آناً فاناً کھڑی کر لی جائے جیسا کہ بعض کم مین مغربی تہذیب کے دلدادہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر سب لوگ یہی سمجھ بیٹھیں گے تو نہ جدید عمارت تیار ہو سکے گی نہ کہنہ عمارت کی خاطر خواہ مرمت اور درستی ہو سکے گی۔ اس صورت میں جو محاسن پرانی تہذیب کے ہم سے ترک ہو جائیں گے اور جو معائب جدید تہذیب کے ہم میں پیدا ہو جائیں گے اُن کا خیال ہر مصلح قوم کے لئے ایک جان فرسا خیال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا کی تاریخ کا ایک کھلا ہوا راز ہے

کہ جو قوم زوال کی حالت مین ہوتی ہے وہ جب کسی ترقی کرنے والی قوم کے احاطہ اثر کے اندر آتی ہے تو بلند تر تہذیب کے زیادہ خطرناک اور مضر پہلوؤن کو زیادہ آسانی سے قبول کرلیتی ہے اور اگر مجھے یہہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہہ خط بہت زیادہ طویل ہوجائے گا تو مین تم کو ایک ایک کرکے وہ برائیان شمار کرا دیتا جو ہم لوگون نے مغربی تہذیب کے اچھے پہلو سے اعراض کرکے لی ہین اسکو کسی دوسرے موقعہ کے لئے چھوڑتا ہون - اس موقعہ پر صرف تمھاری توجہ کو اُس ملک کے پولٹیکل نظام کی طرف منعطف کرتا ہون جس کی حرص کرنا اس وقت ہمارا انتہائی مقصود ہے - اگر تم نے پالیٹکس پر غور کیا ہوگا تو تمھین معلوم ہوگا کہ انگلستان اور نیز دیگر ممالک کے آئینی اور جمہوری کانسٹیٹیوشن کی بنیاد صرف اُس اعتبار اور بھروسے پر ہے جو عوام کو اپنے قایم مقامون پر لامحالہ کرنا پڑتا ہے - ہمارے ہان ابھی عوام کے قایم مقامون کے انتخاب کے اصول باقاعدہ مدوّن نہین ہوے ہین - نہ قایم مقام ہی کامل بھروسے کے لایق ہین نہ عوام ہی مین کامل اعتدال اور سلامت روی کی صلاحیت ہے وجہ کیا کہ ابھی ہم مین یہہ مادہ اچھی طرح نہین پیدا ہوا ہے کہ ذاتی اور نفسانی اغراض پر ملکی اور قومی اغراض کو ترجیح دے سکین اس لئے وہی لوگ جو بلحاظ ثقاہت تجربہ اثر اور دیگر امور کے خود ممتاز ہو جاتے ہین بلا قاعدہ انتخاب کے عوام کے قایم مقام تصور کئے جاتے ہین - اگر یہی لوگ کامل بھروسے کے لائق نہ تصور کئے جائین تو پھر کوئی مرکز انتظامی قایم نہین ہوسکتا - ہمارے پُرانے اصول تمدن مین جو بزرگون کی تعظیم اُن کا لحاظ اُن کا ادب بہترین اخلاق کا نمونہ تصور کیا گیا ہے وہ ہماری موجودہ حالت کے موافق انگلستان کے انتخابی اصول کا جواب ہے اور جب تک انتخابی قابلیت اور صلاحیت ہم مین بخوبی پیدا نہ ہوجائے (جس کے لئے ابھی ایک زمانہ درکار ہے) اُس وقت تک یہی اصول ہمارے آڑے آئین گے - اسی اصول کے موافق مین اُس زمانے کو پُر آشوب اور خطرناک زمانہ کہون گا - جب ہر کچا پکا شخص اپنی ذاتی راے کے موافق ملکی اور قومی انتظامون کے چلانے پر اصرار کرنے اور اُس ذمہ داری کو اپنے سر لینے کی کوشش کرے جو آئینی سلطنتون مین قایم مقامون کی بیجا رہی گا اور غیر آئینی سلطنتون مین اولی الامر یا ممتاز لوگون کا حق ہے - تم آزادی آزادی تو چلاتے ہو مگر آنکھ کھول کر اُس ملک کے طرز عمل کو نہین دیکھتے جس کے نقش قدم پر چلنا تمھاری مین مراد ہے - وہان سیاسی کا فیصلہ ذاتی مخالفت کو بالکل سرد کردیتا ہے اور عوام کے قایم مقامون کا تصفیہ ذاتی خصوصیتون کے نقش کو مٹا دیتا ہے - کیا ہندوستان مین بھی یہی حالت ہے ؟ اب غور کرو کہ اُن ممالک مین بھی جہان آئینی طرز حکومت کے

یہ سہولتیں موجود ہین تعلیمی انسٹیٹیوشن ہمیشہ جمہوری کشاکش سے بالکل الگ تھلگ رکھے جاتے ہین وہان یونیورسٹی کے معاملات سے طلبا کا تو کیا ذکر جمہور اور سلطنت دونون یکسان بیدخل ہین یعنی اس شعبے کے صرف وہی لوگ تنہا ذمہ دار اور خودمختار حاکم ہین جو اس خاص کام کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہین کیا طلبا کو وہان شکایتین نہ پیدا ہوتی ہون گی؟ آخر وہ بھی تو آدمیون کے بچے ہین اور کن آدمیون کے جن کی گھٹی مین آزادی پڑی ہوئی ہے - مگر بات کیا ہے کہ وہ متمدن قوم اور آزادی اور پابندی کی حدود کو پہچانتی ہے اور ہم لوگ آزادی کے جا و بیجا استعمال کے خطرون کے سمجھنے سے قاصر ہین - وہان یہ حد معین ہے کہ جب تک آدمی ذمہ داری اور جوابدہی کے ساتھ دنیا مین داخل نہ ہو جب تک اسے اپنی گرہ سے کچھ ضایع ہونے کا اندیشہ نہ ہو غرض جب تک انتظام کے قایم رکھنے مین اُس کی غرض مشترک نہ ہو اُس وقت تک اُس کو لازم ہے کہ زیادہ اہمیت رکھنے والون کے حقوق پر مداخلت کرنے سے قطعی باز رہے - غرض وہان طلبا کے نہ کوئی حقوق ہین نہ اُن کی کوئی آواز ہے جس قوم کے حقوق اس قدر وسیع ہون اُس کے طلبا کی تو یہ حالت اور ہم طلبا کی رائے کو بزرگان قوم کی رائے پر ترجیح دین - اور اُن کی ادنیٰ سی شکایتون پر نظام تعلیم کے تغیر و تبدل کو منحصر کر دین یہ کس قدر خطرناک بات ہوگی - جس قوم کی جمہوری لیاقت اس قدر مبتذل ہو کہ اُس کے اکثر افراد ایک دوسرے کو پھاڑے کھاتے ہون - ملک و ملت کی محبت سے نابلد ہون - ملکر کام نہ کر سکین - تجارت اور حرفت کو کمینہ پن کا ذریعہ اور ملازمت کو شرافت کا تمغہ تصور کرین - ایثار ملے القوم کے خیال سے نا آشنا ہون طلب حقوق کا سلیقہ نہ رکھتے ہون تعلیم کو خلاف احکام مذہبی جانتے ہون اُس قوم کے خام و نیم تعلیم یافتہ بچون کے سر مین اس سودے کا سما جانا کہ سلطنتون کا زوال اور قیام یا انتظامون کا بناؤ اور بگاڑ ہمارے گوشہ چشم کے اشارے پر منحصر ہے کس قدر بڑی قومی مصیبت ہے - سب جانتے ہین کہ خیرہ سری انتظام کے منافی ہے لیکن شاید جس گروہ کی خیرہ سری سب سے زیادہ قابل معافی وہ طلبا کا گروہ ہے - ذمہ دار رعایا کی خیرہ سری ایک حد تک قابل معافی ہے اس لئے کہ وہ کچھ رکھتے ہین اور کچھ کھو سکتے ہین اور یہ ایسا خیال ہے جو اُن کو اعتدال پر لانے کے لئے ریگولیٹر کا کام دیتا ہے - دنیا ایک فطرتی نظام کی پابند ہے اور اُس کا عام رجحان بند و بست اور تنظیم کی طرف ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا مین کوئی سلطنت قایم نہ رہ سکتی - اس قدرتی رجحان سے چھوٹی چھوٹی پیچیدگیان دب کر رہ جاتی ہین اور زیادہ برے نتایج نہین پیدا کرتین لیکن تعلیم گاہون کا نظام فطرتی نہین بلکہ مصنوعی اور اعتباری ہے اور اگر وہان خیرہ سری نے کوئی فتنہ اٹھا دیا

تو ممکن ہے کہ ساری عمارت دھم سے آپڑے۔

اگر مجھے غلط خبر نہین ملی (اور خدا کرے غلط ہی ہو) تو مجھے اندیشہ ہے کہ خیرہ سری کی اسپرٹ کالج مین پیدا ہوگئی ہے سنا گیا ہے کہ کسی لڑکے نے کسی معزز ٹرسٹی کو لکھ بھیجا کہ "اگر تم جلد معاملات کی اصلاح نہ کروگے تو سزا پاؤگے" !!! - اللہ اکبر! - وہ نونہالان قوم جن کی تہذیب اخلاق کے لئے اس عظیم الشان کالج کی بنیاد ڈالی گئی آج اپنے بزرگون کا یہ درجہ کرتے ہین - اگر فی الواقع ایسی حالت عام طور سے پیدا ہوگئی ہے تو ہمکو نہایت افسوسناک نتائج کے لئے طیار رہنا چاہئے اور مین کہتا ہون اگر ایک دفعہ ہمارے نواب صاحب نے پھر اسی پھوسٹری پالیسی کو کام فرماکر یہ پہلو اختیار کیا کہ "میری تو کوئی سنتا ہی نہین مین استعفا دیے دیتا ہون" تو پھر قوم کا تھل بیڑا کہین نہین لگنے کا - مین کہتا ہون کہ یا تو کالج کی زمام اختیارات کو طلبا ہی کے ہاتھ مین دیکر ہم لوگ میٹھی نیند سو رہین یا اگر کام کرنا چاہتے ہین تو پوری مستعدی سے کرین اور تمام نرم وگرم بھگتین - یہان تک تو منتظمان کالج کے متعلق ہوا اب باہر والون کو یہ لازم ہے کہ اندرونی معاملات کو کلیتاً کالج کے اولی الامر کے سپرد کردین اور کیا اخبارون کے ایڈیٹر اور کیا مضمون نگار دور سے بیٹھے بیٹھے عقلی گدے لگانے اور طلبا کی ہر ناچیز شکایت کو اخباری دنیا مین مشتہر کرنے سے محترز رہین - رہے کالج کے بیرونی معاملات یا زیادہ اہم اصلاحات وغیرہ ان پر آزادی سے رائے زنی کرنے کا ملک کو ہر وقت اختیار ہے اور اونتظمان کالج کو اس پر توجہ کرنا بہر نہج ضروری - لیکن اگر ہم نے اپنا وہی پرانا چرخا جاری رکھا اور آئے دن اخبارون مین یہ مضامین لکھتے رہے کہ آج کالج کے ڈائننگ ہال مین یہ کھانا کھلایا گیا اور کل فلان پروفیسر نے کرکٹ فیلڈ مین ایک طالب علم کو یون چپت رسید کی تو یقیناً ہمکو ایک نہ ایک دن سرسید کی عمر بھر کی کمائی سے ہاتھ دھونا پڑیگا -

عزیزم یہ خط بہت طویل ہوگیا اور گو مین نے ابتداءً اسے بغرض طبع نہین لکھا تھا تاہم موجودہ صورت ایسی ہوگئی کہ اگر شایع ہوجاتا تو اچھا ہوتا - اگر تمھارے خلاف مرضی نہ ہو تو اسے ایڈیٹر صاحب ید بیضا کے پاس بھیجدینا تاکہ وہ بشرط پسند اسے اپنے معزز رسالے مین جگہ دیدین - مین نہین کہہ سکتا کہ یہ خط کالج کے معاملات کی موجودہ صورت پر کہان تک حاوی ہے لیکن کالج کی محبت مجبور کرتی ہے کہ جو کچھ میری سمجھ مین آتا ہے اسے اور لوگ بھی سن لین شاید کوئی مفید بات نکلے -

عبد الستار خان

رئیس بھرہیو ضلع رائے بریلی

بہشتی نوآبادی

مضمون مندرجہ عنوان اخبار زمیندار کرم آباد پنجاب کے یکم اپریل کے نمبر میں شایع ہوا ہے تاریخ شیوع سے ناظرین اس غرض و غایت کا اندازہ کر سکتے ہیں جو اس عجیب غریب مضمون میں رکھی گئی ہے۔ چونکہ اخبار زمیندار نے دوسرے اخبارات و رسائل کو اس دلچسپ اور مفید مضمون کے شایع کرنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ درخواست کی ہے لہذا ہم بھی اس رعایت سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ ایڈیٹر

بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار زمیندار کرم آباد پنجاب انڈیا۔

صاحب من!

کیلیفورنیا کی انڈین اسٹوڈنس اسوسی ایشن (انجمن طلبا ہندوستانی) واقعہ برکلی کیلیفورنیا امریکہ، کے سکرٹری مسٹر بی کرجی کی مہربانی اور عنایت سے مجھے آپ کے قابل قدر اخبار کے دیکھنے اور اس کے مقاصد اور خوبیوں کے اندازہ کرنے کا موقع ملا۔ مسٹر کرجی نے مجھے یہہ بھی بتلایا کہ تمام ہندوستان میں صرف آپ ہی کا اخبار وہاں کے بیس کروڑ زمینداروں کا قومی آرگن ہے اور وہاں کی زراعتی دنیا میں یہی ایک آواز ہے جو زراعت پیشہ اقوام تک پہونچ سکتی ہے۔ اس لئے میں نے ایک اہم اور زمینداروں کی مفید مطلب تجویز میں آپ سے مدد مانگنے کی جراءت کی ہے۔

آپ کو علم الافلاک کے مطالعہ سے یہہ تو پہلے ہی سے معلوم ہوگا کہ ہمارے کرۂ زمین کی طرح ہمارے آفتاب کے گرد چھ اور سیارے گردش کرتے ہیں۔ اور آپ کو یہہ بھی معلوم ہوگا کہ ہماری زمین اور باقی چھ سیاروں کا مخرج آفتاب ہی ہے۔ یعنی تمام سیاروں کا مادہ وہی ہے جو ہماری زمین کا ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف یہہ کہ کسی میں ہوا مطلق نہیں۔ کسی میں ہے مگر کم ہے۔ کسی میں پانی نہیں کسی میں ہے مگر کم ہے۔

نئی تحقیقات کے حالات بھی آپ نے اخبارات میں پڑھ لئے ہوں گے کہ سیارہ مریخ ایک ایسا کرہ ہے جو بہ استثنا نہایت جزوی اور خفیف اختلافات کے ہماری زمین کی آب و ہوا کے مطابق ہے اس کرہ میں ہماری زمین کی طرح مٹی کے میدان ہیں پتھر کے پہاڑ ہیں۔ دریا ہیں جنگل ہیں اور ریگستان ہیں اور ہماری زمین کی طرح اس کے دونوں قطب برف سے ڈھپے ہوے ہیں۔ وہاں درخت ہیں۔ پودے ہیں اور ہر ایک قسم کے نباتاتی قوا اپنا کام نہایت خوبی سے کر رہے ہیں۔

وہان ہماری زمین کی طرح مویشی بھی ہین درندے بھی ہین چرندے بھی ہین اور یہ کرہ بہمہ وجوہ انسانی آبادی کے قابل ہے مگر انسان جیسی ہستی وہان نظر نہین پڑتی۔

اہل ہندوستان مین سے آپ کو میرے اس بیان سے تعجب نہ ہوگا کہ مریخ کے متعلق ایسے مفصل حالات ایسی دلیری کے ساتھ مین کس طرح بتلا سکتا ہون کیونکہ مسٹر مکرجی نے مجھے آپ کا اخبار مورخہ ۱۶۔ مئی ۱۹۰۵ء دکھایا ہے جس مین مریخ کے متعلق اس قسم کے حالات پہلے ہی سے درج ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ اس وجہ سے آپ میرے اس بیان کو مبالغہ آمیز نہ سمجھین گے بلکہ اُن لوگون کے تعجب اور حیرت کے دور کرنے مین مجھے مدد دین گے جو مجھے ہندوستان مین دیوانہ سمجھین گے جیسا کہ کولمبس کو اہل ہسپانیہ و انگلستان نے دیوانہ سمجھا تھا جبکہ اُس نے نئی دنیا (امریکہ) کی موجودگی کی خبر دی تھی۔

۱۸۷۵ء مین فرانس کے ایک مشہور عالم علم الافلاک موسیو کینتول فلیماران نامی نے ایک اعلیٰ درجہ کی دوربین کے ذریعہ سے دریافت کیا تھا کہ کرۂ مریخ کی آب و ہوا اور دیگر کیفیات ہماری زمین کی آب و ہوا اور کیفیات کے قریب قریب ہین۔ مگر عالم موصوف باوجود جد و جہد کے ان وسائل کے دریافت کرنے سے قاصر رہا جن سے ہم مریخ تک پہونچ سکین۔ عرصہ تیس سال تک مین خود ان وسائل کی تلاش مین حیران و سرگردان رہا لیکن خدا کا شکر ہے کہ آخر ۳۰۔ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مجھے اپنی محنت اور تلاش مین کامیابی نصیب ہوئی۔ مگر مین نے اس کامیابی کو آج تک مخفی رکھا کہ لوگ مجھے پاگل نہ بنا دین۔

یہ بات تو عام طور پر معلوم ہے کہ کرۂ زمین سے چار پانچ میل اوپر کی ہوا ایسی لطیف ہے کہ انسان اس مین تنفس نہین کر سکتا اور کسی قدر اوپر جا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑتا ہے۔ ایسی ہوا مین نائٹروجن مطلق نہین۔ سب سے پہلے مین نے ایک غبارہ بنایا اور اس مین زمین کی ہوا اس قدر بھر لی جو میرے اور میرے ہمراہیون کے ایک سال کے تنفس کے لئے کافی ہوا اور اس کی ساخت مین اس قسم کے سامان رکھے کہ اس کے گرد تین تین چار چار میل تک نائٹروجن کا کافی ذخیرہ قایم رہے اس سامان کے بہم پہونچانے کے بعد مین نے برقی ذریعہ سے اس غبارہ کو اوپر چڑھانا شروع کر کے مریخ پر چڑھائی کی۔ دس دن اور دس رات کی پرواز کے بعد مین یاوری طالع سے مریخ مین پہونچ گیا یہان پہونچکر قریب تھا کہ مین خوشی سے شادی مرگ ہو جاتا لیکن جب مین غبارہ سے باہر نکلا تو ایک مہیب اور خونخوار درندہ مجھ پر لپکا اور اس کے حملے نے میری تمام خوشی کو

زائل کر دیا مگر مین نے ہوش قایم رکھے اور بندوق کے ایک فیر سے اُس کا کام تمام کر دیا۔

اِس سفر مین ایک میرا دوست پروفیسر جیمس میک موہن اور دو میرے ملازم ہمراہ تھے ہم نے اِس جدید کرہ کی سیر شروع کی اور تین ماہ تک یہان کے میدانون جنگلون اور پہاڑیون مین پھرتے رہے۔ اِس سیر کے حالات مین نے ایک پمفلٹ مین شایع کئے ہین جو اِس خط کے ہمراہ بھیجتا ہون مگر مختصراً بیان کرنا باعث دلچسپی ہوگا کہ یہان کی آب وہوا بہ نسبت زمین کی آب وہوا کے کسقدر سرد ہے اور یہان کا پانی بہ نسبت زمین کے پانی کے بہت شیرین اور ہماری زمین کی گائے بھینس کے دودھ کی طرح لذیذ اور مقوی بھی ہے۔ یہان کے جنگلون مین ایک درخت مین نے دیکھا جسکا نام مین نے بٹر ٹری (مکھن کا درخت) رکھا اسکا پھل ہماری زمین کے تربوز جتنا ہوتا ہے اور اِس کے اندر مکھن بھرا ہوا ہوتا ہے۔ مین اِس پھل کے مکھن اور گائے کے مکھن مین مطلق تمیز نہ کر سکا یہان اِس درخت کے جنگلون کے جنگل کھڑے ہین۔ ایک اور درخت یہان پایا گیا جسکا نام مین نے ہنی ٹری (شہد کا درخت) رکھا ہے اور یہ درخت بھی یہان کثرت سے موجود ہین۔ اسکے پھل مین شہد بھرا ہوا ہوتا ہے۔ سردی کی وجہ سے یہان کے پھل ٹوٹ کر بھی مدتون صحیح وسالم پڑے رہتے ہین۔ سڑتے گلتے نہین۔ یہان کی زمین مین قوت پیداوار اِس قدر ہے کہ ایک جگہ ہم نے کچھ پھل کھا کر بیج اور چھلکے وہین پھینک دیے۔ مگر جب تیسرے دن اُس جگہ سے پھر گذرے تو دیکھا کہ وہ بیج اُگ کر ایک ایک فٹ کے پودے بنے ہوئے تھے۔ یہان کی آب وہوا کا یہ حال ہے کہ میری عمر ۵۵ سال کی ہے لیکن یہان پہونچنے سے ایک ماہ کے اندر اندر مین اپنے مین وہ قوت اور طاقت محسوس کرنے لگا کہ گویا مین ۲۵ یا ۳۰ سال کا نوجوان ہون جس سے مین نتیجہ نکال سکتا ہون کہ یہان انسان کی عمر تین تین سو اور چار چار سو سال تک پہونچ سکتی ہے اور اغلب ہے کہ ہزار سال تک بھی پہونچ سکے۔ مقدس نوشتون مین آدم۔ ادریس۔ نوح اور دوسرے پیغمبرون کی عمرین طویل طویل لکھی ہین جس کو مین پہلے ایک مقدس گپ خیال کیا کرتا تھا مگر یہان آکر مجھے ان نوشتون کی صحت مین ذرا شک نہین رہا۔ یہان دن ۲۴½ گھنٹہ کا اور رات تقریباً ۲۵ گھنٹہ کی ہوتی ہے اور یہان کا سال بہ نسبت ہماری زمین کے سال کے دُگنا ہے۔

مین خیال کرتا ہون کہ خدا نے اِس کرہ کو آج تک انسانی آبادی سے اِس لئے خالی رکھا کہ جب زمین پر انسان کی آبادی زیادہ ہو جائے اور قسم قسم کی بیماریان پھیل جائین یا حکام کی سختیان بڑھ جائین تو یہ جگہ مقر اور ملجا و ماوا ہو ہمین خدا کی اِس حکمت کا دل کا مشکور ہونا چاہیئے۔

مین یکم مارچ سنہ گذشتہ کو اس سفر سے واپس آیا ہون اور اب میرا مطلب یہہ ہے کہ اس کرہ کو آباد کیا جاے۔ مین نے اس عرصہ مین آمد و رفت کے آسان وسائل تلاش کرلئے ہین اور زمین سے مریخ تک سفر کرکے تین دن اور تین رات مین ختم ہونا ممکن ہوگیا ہے مین ایک عرصہ تک سوچتا رہا کہ اس بہشتی کرہ مین ایسے لوگ آباد کئے جائین جو نہایت معصوم اور سادہ مزاج ہون گو مین خود انگریزی الاصل اور امریکن نژاد ہون اور مرحوم جنرل واشنگٹن کا پوتا ہون مگر خدا نے میری طبیعت اور فطرت نرالی رکھی ہے۔ مجھے انگریزون سے اس لئے نفرت ہے کہ وہ خود پسند ہین۔ جب انھون نے امریکہ مین نوآبادی قایم کی اور اپنے بھائیون کو یہان آباد ہونے کے لئے بھیجا تو محنت تو ہم نے کی مصیبت ہم نے اٹھائی۔ یہان کے وحشی اور جنگلی حیوانون اور انسانون کا مقابلہ ہم نے کیا مگر ہماری محنتون اور مصیبتون کا پھل انھون نے خود کھانا شروع کردیا۔ نہ ہم لوگون کو حکومت کے عہدے دیے جاتے تھے اور نہ ہماری آواز سنی جاتی تھی۔ آخرش امریکہ نے میرے جد امجد جنرل واشنگٹن کی سرکردگی مین ان کا گران بار جوا کندھون سے اتار دیا اور جمہوری حکومت قایم کی۔ انگریزون کی آبادی کے خلاف صرف یہی وجہ نہین بلکہ ان کی دولت و اقبال اور ملک گیری اور سلطنت روزافزون ترقی پر ہے پس ایسی قوم کا کرہ مریخ جیسی زمین مین جو ہماری زمین کی غلاظتون اور آلایشون سے ابھی تک مبرا اور پاک ہے لیجا کر آباد کرنا غیر ضروری ہوگا۔ مین اپنے ہم وطن اہل امریکہ کو بھی پسند نہین کرتا کیونکہ گو انگریزون جیسی نہین مگر قریب قریب ویسی ہی آرام طلبی عشرت پسندی اور فارغ البالی ان مین بھی موجود ہے جو میری رائے مین ناقابل قبول باتین ہین حالانکہ مجھے مریخ کی آبادی کے لئے ایک ایسی قوم کی ضرورت ہے جو ترقی کرسکے۔ معصوم ہو سادہ مزاج ہو محنتی ہو محتاج اور مستحق امداد ہو۔ مجھے اعلیٰ طبقہ کے ہندوستانیون پر اعتبار نہین اور گو ان مین یہہ باتین بہت کم ہین جو انگریزون اور امریکن لوگون مین پائی جاتی ہین مگر ان مین سب سے بڑا سخت عیب یہہ ہے کہ یہہ اپنی قوم کے خود دشمن ہین لیکن مسٹر گرجی مجھے بتلاتے ہین کہ ہندوستان کے زمیندار نہایت شریف فرمان بردار اور وفاکیش ہین اور گو ان مین بھی بہت سی اخلاقی برائیان موجود ہین مگر ان مین اصلاح پذیری کا مادہ موجود ہے۔ مین نے یہہ بھی سنا ہے اور اخبارات مین پڑھا ہے کہ پنجاب مین بوجہ گنجان آبادی کے ہزارون زمیندار فارغ اور بیکار بیٹھ کر بھوکے مر رہے ہین اور زمین کی تلاش مین ہین۔ مجھے یہہ بھی معلوم ہوا۔

کہ پنجاب میں نو آبادیوں کے اکثر زمیندار اور آباد کار گورنمنٹ کے ماتحت ملازموں کی سختیوں سے تنگ آکر قسمت آزمائی کے لئے ممالک غیر میں جانا چاہتے ہیں اور چین آسٹریلیا۔ مالٹا اور افریقہ وغیرہ میں مزدوری کرنے جاتے ہیں۔ اس لئے میں نے بذریعہ خط ہذا آپ کو تکلیف دی ہے کہ آپ براہ مہربانی اپنے قابل قدر اخبار میں اس اشتہار کو درج فرمادیں۔ آپ ہرگز یہہ نہ سمجھیں کہ میں ان لوگوں کو یہاں سے لیجاکر اُن کا سردار یا امیر یا بادشاہ بننا چاہتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں میں ان پر ہرگز حکمرانی نہیں کرونگا۔ بلکہ اُن کی طرح ایک معمولی محنتی مزدور اور اُن کی عام رائے کا پابند رہونگا۔ میں شادی شدہ نہیں ہوں کہ اپنی اولاد کے لئے حکومت کی بنیاد ڈالوں۔ میں حریص نہیں ہوں کہ اُن کی کمائی میں سے حصہ بٹاؤں۔ مجھے امریکہ کے ساتھ ایسی ہمدردی نہیں کہ اُن کے گلے کاٹ کر اپنے ہموطنوں کا پیٹ پالوں۔ بلکہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان کے آباد ہونے پر پنچایتی حکومت قایم کیجاے گی۔ مجھے یہہ ڈر نہیں کہ یہہ لوگ طاقت پکڑ کر مجھے نکال دینگے اس لئے میں ان کی تعلیم تہذیب اور تربیت کا مخالف نہ ہونگا۔ میرا اشتہار یہہ ہے۔

اشتہار

(۱) کرہ مریخ کی آب وہوا انسانی آبادی کے قابل ہے۔ اس کرہ کے مفصل حالات آنریبل ایڈیٹر اخبار زمیندار سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ اس کرہ کی آبادی کے لئے فی الحال پانچ لاکھ ہندوستانی زمینداروں کی ضرورت ہے۔

(۲) تمام درخواستیں بذریعہ ایڈیٹر اخبار زمیندار آنی چاہئیں۔

(۳) مریخ تک پہونچنے کا کرایہ فی کس پانچ روپیہ ہوگا اور رستہ کی خوراک ہمارے ذمہ ہوگی۔

(۴) مریخ میں پہونچکر بیس سال تک جنگلوں کے پھلوں پر گزارہ ہوسکتا ہے۔ اس عرصہ میں آلات کاشتکاری تیار کئے جائینگے۔ وہاں کے جنگلی بیلوں کی نسل کو سدھایا جائیگا اور زراعت کی باضابطہ کارروائی شروع کیجاے گی۔ اس بیس سال کے عرصہ میں کسی سے کسی قسم کا محصول نہ لیا جاے گا البتہ ہر ایک شخص کو تین گھنٹہ یومیہ کام کرنا ہوگا جس سے زراعت کے کام کی تیاری ہوسکے۔

(۵) زراعت کی باضابطہ کارروائی شروع ہونے پر ہر ایک شخص اُس زمین کا مالک اور مختار ہوگا۔ جس پر اس نے قبضہ کیا ہو۔ پیداوار کا صرف بیسواں حصہ بطور خراج زمین دینا ہوگا

نظم و نسق آبادی کے لیا جائے گا۔ نہروں کا آبیانہ بالکل معاف ہوگا البتہ اگر کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ تک نہر لیجانی ہو تو اس کی کھدائی وغیرہ کا خرچ زمینداروں کے ذمہ ہوگا۔

(۶) اس خراج کا خرچ ایک ایسی پنچایت یا کمیٹی کے سپرد ہوگا جس کے ممبر خود آبادکار منتخب کریں گے۔ ایک بڑے شہر میں بڑی کمیٹی ہوگی اور باقی قصبات اور دیہات میں اس کی شاخیں ہوں گی۔ تمام کاروبار اور تمام انتظام پنچایت کے متعلق ہوگا۔ اور تمام مقدمات ان پنچایتوں کے ذریعہ سے فیصل ہوں گے۔

(۷) انفصال مقدمات کے لئے نہ کوئی کورٹ فیس اسٹامپ یا طلبانہ لیا جائے گا نہ عرضی نویس رکھے جائیں گے۔ اور نہ وکیلوں کی ضرورت ہوگی۔

(۸) پنچایتیں اپنے قواعد آپ بنائیں گی۔

(۹) یہ اصول ہیں جن پر ابھی عمل درآمد رہے گا۔ باقی فروعی قوانین اور ہدایات حسب ضرورت خود پنچایتیں بنایا کریں گی۔

(۱۰) خفیف جرائم کی سزا خفیف ہوگی اور سنگین جرائم کی سزا عبور دریائے شور یا پھانسی کے بدلے یہ ہوگی کہ مجرم کو یورپ یا امریکہ کی زمین پر بھیجد یا جائے۔

اگر ہندوستان کے زمیندار اور آبادکار میرے اس انکشاف اور تحقیقات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو بذریعہ اخبار زمیندار مجھے اطلاع دیں۔

(دستخط) ایم۔ ایچ واشنگٹن صاحب سابق پروفیسر جیالوجی (علم الارض) و اسٹرانومی (علم الافلاک) برکلی واقعہ کیلیفورنیا امریکہ

(ماخوذ از اخبار زمیندار)

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

ناظرین! جو کچھ رسالہ پیسہ اخبار نے اس قلیل مدت میں کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار کاغذ اور چھپائی و لکھائی ترقی کی ہے وہ آپ لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ مگر باستثنائے چند معاونین کے دیگر کرمفرماؤں نے اس کی توسیع اشاعت میں اس وقت تک توجہ نہیں فرمائی۔ اگر ہمارے مہربان ایک ایک دو دو نئے خریدار بھی پیدا کر دیں تو ہم بہت جلد رسالے کے حجم اور حیثیت میں اضافہ کر سکیں گے۔ ہمارے ارادے اور ہمارے حوصلے کا بڑھانا آپ کی ذراسی توجہ پر منحصر ہے۔

ایڈیٹر

معمائے انجیل اور حل معما

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی سابق جج کی نظم "معمائے انجیل" جو معزز رسالہ دکن ریویو کے مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کے نمبر میں شایع ہوئی ہے حسن و لطافت کا ایک دلکش مرقع ہے۔ واقعی کس خوبی سے انھوں نے حافظ علیہ الرحمتہ کے چند اشعار پر تضمین کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ لایق ناظم نے موجودہ نظام تعلیم کے تمدنی اثرات کا خاکہ اس قابل داد شوخی کے ساتھ کھینچا ہے کہ گویا فلسفیانہ زندہ دلی کی جیتی جاگتی تصویر دکھا دی ہے، تمدن اور مذہب کے باہمی تعلقات کا اس خوبصورتی سے اظہار کرنا خان بہادر ہی کا کام تھا۔ لیکن چونکہ انکا مسلک وہ قدامت پسندی ہے جس کے توغل سے قومی ترقی میں پچھلے دنوں بہت کچھ رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی لہذا ہمارے محترم دوست مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب اختر بی۔ اے الہ آبادی نے اعتدال کے پہلو پر غائر نظر ڈال کر اس غلطی کے رفع کرنے کی کوشش کی ہے جس میں خان بہادر کی نظم کے معمولی پڑھنے والے کے پڑ جانے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اپنے رنگ میں جناب اختر کی نظم "حل معما" بھی بے مثل ہے اور ہمکو توی امید ہے کہ اس کی متین شوخی بھی کچھ کم مرغوب نہ ثابت ہوگی۔ ان دونوں نظموں کا پورا لطف بغیر ساتھ ساتھ شایع ہوئے نہیں آ سکتا۔ لیکن ہمکو اندیشہ ہے کہ بعض اصحاب اس کو مجادلہ کا ایک پہلو تصور کرینگے لہذا ہم کو صاف طور پر بتا دینا لازم ہے کہ خان بہادر کی نظم کا بحیثیت نظم جواب شایع کرنا ہمارا مقصود ہرگز نہیں بلکہ تعلیمی اور تمدنی تعلقات پر دو قابل قدر رایوں کا پبلک کے سامنے اس غرض سے لانا مقصود ہے تاکہ پبلک کو لطف کے ساتھ مستفید ہونے کا موقع ملے۔

ایڈیٹر

معمائے انجیل

خدا جانے کہا کس نے یہ اک دن سید احمد سے	کہ مشرق کو نظر آتا نہیں مغرب سے چھٹکارا
گئی دنیا تو ہم پھر دین کو کیوں اب لگا رکھیں	برا معلوم ہوتا ہے مسائل کا یہ پشتارا
نماز و روزہ و حج و زکوۃ اب بار ہے ہم پر	مزاحم ہیں مگر یہ مولوی ان کا نہیں چارا
وہ چھٹے دیکھئے ان کو حکیمانہ طریقوں سے	کہ بجھ کر راکھ ہی ہو جائے مذہب کا یہ انگارا

چلے مقراض تدبیر ایسے پیچیدہ طریقوں سے کہ جڑ کٹ جائے مذہب کی یہ گھر ہو نہ ہمارا سالم
عمل جاتا ہے بالکل حفظ الفاظ رہ جائیں انھیں بھی پست کر دے مغربی حکمت کا نقارا
بہت ممدوح ہو جائیں گے آپ تعلیم یورپ میں عجب کیا ہے کوئی لیڈی بھی لکھے آپ کو پیارا
قیامت کر گیا یہ لفظ لیڈی گوش سید میں لگے کہنے زہے دولت اگر حاصل شود مارا

اگر آن لیڈی لندن بدست آرد دل ما را
بہ چشم مست او بخشیم تسبیح و مصلا را

مصلے کو غرض تہ کر کے اٹھے حضرت سید جو طاقت آ گئی تھی دل میں اس طاقت سے للکارا
ادھر تحریر ادھر اسپیچ ادھر سازش ادھر بندش اسے جھڑکا اسے ڈانٹا اسے گانٹھا اسے مارا
نتائج پر نظر کب مرد عاشق تن کی ہوتی ہے وہ سمجھے میں نئی اک قوم کا بن جاؤں گا دارا
دوروزہ پالیسی نے اس طرح سے تقویت دیدی ادھر بجنے لگا فتح و ظفر کا پھر تو نقارا
ڈنر عہدے تبسم مشورے وعدے بنے گیسو وہ گیسو جن سے پھیلی بوئے مست عنبر سارا
حواس ظاہری کے دام سے بچنا ہوا مشکل کجا موہوم حوریں اور کجا پریوں کا نظارا
وہ ٹوٹے یہ گرے وہ پھسلے یہ چت اُن کو غش آیا نہ ایمان میں رہی طاقت نہ دل میں ضبط کا یارا
حریفان طرب آگیں نے چھیڑا ساز عشرت کو بجایا سب نے مضراب ہوس سے وا ردا دارا
بتوں کے عشق میں پڑ ہی چکے تھے عقل پر پتھر مسوں کا بے تکلف چڑھ گیا ہر قلب پر پارا
غرض ان دردمندوں بیکسوں کے دل کی کیا کہیے وہ حالت پیش آئی تھی کہ جس سے قوم ہو خارا
نہ حالی نے سکت پائی نہ مہدی نے مفر دیکھا چھٹا ہر دل سے آخر وعظ آزادی کا فوارا
زبان حال سے فریاد تھی یہ اہل تمکین کی کہ اے نظم جہان را حافظ و اے عرش ادارا

فغان کیں سحر فن دلکش مسان آفت ایمان
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

تعجب ہو گیا سب کو کہ ایسا مرد با تمکین بصیرت کھو کے اپنی یوں بنے دنیا کا ہرکارا
حباب آسا جو آسانی سے ٹوٹا گنبد مذہب تو کیا اقبال عزت کا ادھر بہنے لگا دھارا
مناسب کچھ مگر دیکھا جو بالآخر تو کیا دیکھا وہی اسٹیشن وہی پتھر وہی چونا وہی گارا
ادھر شیرازۂ قومی کو ہم میں توڑتے جاتے ادھر بازی حریفوں کے بھی ہاتھ آ گئی ہر یوبا
نتیجے ہم نے خود آنکھوں سے دیکھے روز روشن میں فلک نے سرکشوں کو خاک ناکامی پہ دے مارا

کہین تحقیر مذہب کی کوئی تعظیم کرتا ہے — بجھا کر نور دل کو کب ہے چمکا بخت کا تارا
بہت ہے غفلت و ترک عمل دنیا مین یہ مانا — عقیدہ اصل ہے لیکن نہ ہونا چاہئے پیارا
مدار خیر خواہی ترک مذہب پر نہین ہرگز — ہر اک نے دل سے انگلش کی ہے لالٹی کا دم مارا
نہ تھا یہ مطلب سارہ کہ اسمعیل کافر ہو — حریفانہ نہو انداز مطلب تھا یہی سارا
جب اپنی ہسٹری ہم بھول جائین گے تو کیا ہوگا — خدارا اک نظر اس سین کا کرتے تو نظارا
تعجب تھا کہ ایسے مرد معقول و مہذب نے — غلط کاری یہ کیون کی نقد ہمت کس طرح ہارا
صلوٰۃ بے وضو سے ہو رہی ہے اس طرف سنجیدہ — ادھر قرآن بے رغبت ہے دل مذہب کا بیپارا
مشینین چل رہی ہین اور کسی کی کچھ نہین چلتی — ادھر ہین بے چھلے کندے اودھر ہے بیف و شش آرا
تعجب تھا کہ آخر کیون ہوئین یہ چالتین پیدا — نہ تھا یہ مطلب سید کہ اس رخ پر چلے دھارا
خود اپنی قوم کی تحقیر کرنا اس کے کیا معنی — یہ کس جادو نے بچون کو کیا خود بین و خود آرا
کہین اطفال نادان ہین کہین پیران نابالغ — یہ غوطے کھاتے ہین نفرے مین آتا ہے وہ بیچارا
یہ اخلاقی بہا و صافی بنائین ہوتی کیون ایسی — یہ نفس مطمئنہ پر ہوا کیون غالب امارا
یہ کس کل کے بنین گے جو بھلا کر اپنی ملت کو — مگر ہان اپنے پہلو مین بٹھا لے کوئی بیچارا
ہمارے حکمران توجہ مین سرگرم طاعت ہون — تو ہم بندے پھرین کیون دشت بیدینی مین آوارا
عمل مطلوب ہے بیشک مگر نور اپنا کیون کھوئین — زمانے کو ہے گردش ہم ہین ثابت ہے سیارا
ہو الاول ہو الآخر یہ شہید روح پرور ہے — پھرو آزاد ہو کر یہ ہے یالو کا شکر پارا
بٹھایا کیون نہین جاتا یہ نقش جان فزا دل پر — کہ روحانی ترقی مین ہو لڑکا عرش کا تارا
بشیر و حضرت مہدی کو ہے دن رات فکر اس کی — مگر ہین یہ تو دو موجین ادھر غفلت کے ہے دھارا
ہین یہ پیچیدہ بحثین پیش کرنے کو تھا آمادہ — کہ لاتے ہین جناب حضرت حافظ نے للکارا

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

حل معما

ابھی کچھ دن ہوئے حالت یہ تھی اسلام والون کی — کہ گویا پا چکے علم و عمل مدتون سے چھٹکارا
ادھر مغرب کا طوطی بولتا تھا علم و حکمت مین — تعصب کی ادھر ہوتی تھین اور غفلت کا نقارا

جہالت ہی نہیں تھی جہل مرکب کا تسلط تھا
عوام الناس کیسے عالموں میں بھی بہت ایسے
نہ کامل علم باطن میں نہ ماہر علم ظاہر سے
نہ استدلال کی حاجت نہ برہان کی ضرورت تھی
روایت اور درایت کیا غرض تحقیق سے کب تھی
سیر میں خرق عادت کے غلط بھر بھر کے لکھے تھے
وجیا دلشم سے جھگڑوں کا اٹھایا اس طرح طوفان
جب آئے بحث پر خلق عظیم اپنا دکھاتے تھے
وہابی سنی و شیعہ بہم ایسے جھگڑتے تھے
کسے لفظی نزاعوں سے یہ فرصت تھی جو سمجھاتا
نزاع باہمی میں ہیں تہیں مصروف تھیں ساری
وہ اسلامی اخوت تھی جو روح مذہب صادق
نظام مذہبی کا سلسلہ کچھ اس طرح بگڑا
عبادت میں خلوص آئے کہاں جب کہ یقین ہو
پرستش قبر کی شیوہ ہوا تھا اہل ایمان کا
یہ مذہب تھا جسے تعلیم ربانی سمجھتے تھے
وہ مذہب جس سے یورپ نے تمدن کا سبق سیکھا
وہ مذہب جس نے دی توحید کی تعلیم عالم کو
یہ چھوچھک نے اپنا رنگ بدلا تو مجالس میں
کسی کا بیٹھ جاتا تھا فقط گنڈوں کے بیچ
دخل تھا سنگ خاصان تو جہل اک عام مردوں میں
فقیر اور پیر تھے از بس کہ طالب ترص ہیں تھے
فلاکت اور جہالت ہر طرف تھی قوم میں پھیلی
زبان حال سے کہتا تھا ہر اہل دل دل میں

بزعم خویش ہر جاہل تھا چرخ علم کا تارا
بہائم پر کتابوں کا لدا ہو جیسے پشتارا
مگر دعوی کرا رہے ہیں تو فلسفہ سارا
فقط اک کفر کے فتوے پہ سطے تھا سلسلہ سارا
کہ مرنسخہ تھا ان کے واسطے قرآن کا سیپارا
بنایا ملت بیضا کو ہذیانوں کا پشتارا
ہمی جس کا مطلب لوح دل سے دھل گیا سارا
عصا پر ہاتھ لب پہ لاتذر علی الارض دیارا
کہ جیسے ایک نے ہو دوسرے کا باپ ہی مارا
زمانے کو اصول پاک حکم داور دارا
کسے تھا روکنے کا حوصلہ اغیار کے یارا
سیہ کاری جب تو شیرازہ تمدن کا کھلا سارا
کہ ہر پیر طریقت بن گیا جنت کا ہرکارا
کہ جنت کا اجارہ دار ہے درویش خود آرا
جہاں روضہ بنا دیکھا بجایا جا کے نقارا
یہ مسلک تھا جو تھا ہر ایک کو توحید سے پیارا
وہ مذہب جو کہ تھا تہذیب کا مہر جہاں آرا
بنا اک مسلک شرک خفی و دین کفر آرا
کہ گویا صاحب عمامہ تھا شیخ بھٹیارا
کوئی سعدی کہاتا سمجھکر تعویذ اورنارا
اگر جیا تھے رہزن لوٹنا بنیا تھا بنجارا
طواف خانۂ اہل دل تھا حج سے بھی پیارا
ادھر تھے پیر جی اس فکر میں فطان کہ آ بارا
زہے قسمت بہ ہند بے زحمتے حاصل شود ما را

اگر آں قرص نغدانی بدست آید کنون ما را
بہ سیمیں عارضش مالا امروز شم دین چھجی را

جو اہلِ دل تھے اُن کے دل میں اُبھرا جوش سے آخر
خیالِ نصرتِ اسلام نے اک جوش سا مارا

اُٹھا آلِ رسولِ پاک سے اک مردِ صاحبِ دل
جو طاقت صدق کی تھی دل میں اُس نے ظاہر کر دکھلایا

کیا بیدار ساری قوم کو اُس خوابِ غفلت سے
کہ جس سے جسمِ قومی میں نہ تھا جنبش کا بھی یارا

ہوئی احساس سے جنبش ہوئی تحریک جنبش سے
بالآخر ہو گیا قومی ترقی کا رواں دھارا

غریبوں دردمندوں بیکسوں کی دستگیری کو
بہت لوگوں نے اپنا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر مارا

بندھا شیرازہ جب قومی تمدن کا تو پھر کیا تھا
نظر آنے لگا ہر شخص کو اقبال کا تارا

ہوئے کوشانِ ترقی کے جو سب مل کر تو پھر دیکھا
کہ کشتی پا لے جانے کا ہم میں ہے ابھی یارا

بہم ملنے سے وہ قوت ہوئی پیدا کہ عالم میں
دوبارہ ڈوب کر طالع ہوا اسلام کا تارا

ہوا تحقیق اور تنقید کا وہ نور پھر طالع
کہ جس سے ہو گیا پُرنور یہ ظلمت کدہ سارا

اصولِ ملتِ بیضا ہوئے عالم پہ پھر ظاہر
اُفق سے پھر نمایاں ہو گیا مہرِ جہاں آرا

شکم کے تھے جو بندے پیرجی گھبرا کے بیچارے
پکارے جڑ کٹی مذہب کی گر یوں ہی چلا آرا

یہ کیوں منہ دینِ حق سے موڑ کر دنیا پہ مرتے ہو
کہیں طوفاں نہ بنجائے ترقی کا یہ فوارا

غرض یہ تھی کہ صید ایسا نہ ہو پرواز کر جائے
بڑی مشکل سے کیا حالتِ غفلت میں مارا تھا

مگر اب مکر اُن کا کھل چکا تھا اہلِ بینش پر
یہاں کس نے سنا گو پیرجی نے لاکھ سر مارا

نہیں سیلِ ترقی کی مگر رفتار ابھی اتنی
کہ جہلِ ناسزا کا منہدم ہو جائے گھر سارا

بہت دل ایسے ہیں جن پر رہا اُن کا اثر باقی
بہت لوگوں کو اُن کے ہاتھ سے مشکل ہے چھٹکارا

یہ حالت اہلِ بینش پر گذرتی ہے گراں لیکن
بجز فریاد کے اِس وقت کچھ بنتا نہیں چارا

فغان کین زاہدِ سالوس پُرمکر و دغا دین
چنان بُردند روحِ ما کہ ترکان خوانِ یغما را

مگر انصاف کی پوچھو تو موجودہ ترقی بھی
نہیں ہے اِس قدر کامل جسے کہیے جہاں آرا

ہوا گو صیقلِ زنگِ جہالت وعظ سیّد کا
اثر کا مادّی حکمت کے ہم پر چڑھ گیا پارا

خطا و سہو سے خالی نہیں کوئی بشر ہرگز
فرشتہ تو نہ تھا انسان تھا آخر وہ بیچارا

نہ سمجھا یہ کہ کس حد تک اصولِ حکمتِ ... ہر
مقابل علمِ روحانی کے ہو سکتے ہیں صف آرا

مگر تاہم وہ کورانہ طریقہ تو نہ تھا جس سے
اصولِ علم و حکمت اُٹھ گیا تھا قوم سے سارا

نظر اب عالمانِ مذہبی کی اور ہی کچھ ہے
فضائے اوجِ رفعت پر ہے اب غلطوں کا غبارا

بحمد اللہ کہ روح قوم یعنی مقتدا اون کو — نظر آنے لگا ہے قوم کی حالت کا نظارا
اثر آخر یہ کس کا ہے ذرا مجکو بتا دیجے — کہ آخر آپ نے دیکھا ہے پچھلا حال بھی سارا
بھلا کس درد کی ہوتے دوا یہ مولوی صاحب — نہ چونکاتا انھیں گر خواب سے نیچر کا ہرکارا
تمدن گر نہیں تو دین کے احکام ہیں مہمل — شریعت ضابطہ فطرت اصول داور دارا
غلو نقش روحانی بھی اک باطل پرستی ہے — نہیں اسلام رہبانیت عیسی کا ہرکارا
نہ سمجھو مصلحان قوم میں سے ہمکو دنیا میں — جو روحانی ترقی کو نہ سمجھے آنکھ کا تارا
مگر ممکن جبھی ہے یہ کہ اہل نور روحانی — بنیں یعنی برزخ کبری کہ جیسے صبح دہر آرا
نہ سمجھیں گے یہ جبتک اعتدال دین روشن کو — بلندی سے ہیں گے عرش کا جبتک کہ یہ تارا
تمدن اور مذہب کو نہ جبتک یہ ملائینگے — نہ پھیلے گی ہدایت مثل بوے عنبر سارا
اگر یوں پشت بر عالم رسول پاک ہو جاتے — نکلتا کس طرح اسلام کا مہر جہان آرا
مگر اکبر نہ واضح کر سکا مفہوم اصلی کو — فقط مجنوں پہ آمادہ ہوا ہی تھا وہ بیچارا
بڑھا تو تھا نہ آگے کچھ نہ کچھ کہنے کو تھا لیکن — جناب حضرت حافظ نے یوں ہنس کے للکارا

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

رباعی

اکبر سے کسی شخص نے پوچھا جا کر — سید کے تو منہ آتے ہیں حضرت اکثر
فرزند کو کیوں تم نے ولایت بھیجا — فرمایا کہ العلم حجاب الاکبر

غزل حضرت برق مرحوم سکندرآبادی

فکر جانوں کے پڑے ہیں شور افغاں سے مرے — کیا سبھی واقف ہیں راز سینۂ پنہاں سے مرے
خار چلتے پھرتے ہیں سارے بیابان سے مرے — ہوگیا یاروں کو سودا فکر درمان سے مرے
ضبط وحشت کا ارادہ بھی اگر ناصح کروں — چاک ہوجاے جگر پہلے گریبان سے مرے
رہبری کیسی بہت کھوئے گئے ایسے یہاں — خضر بچ کر ہی چلتا بیابان سے مرے
ہوں مشابہ زلف کے سر پر چڑھا جاتا ہے — تم کو نفرت کیوں ہوئی حال پریشان سے مرے

بیقراری کیون ہے دل تیرا ابھی لیتا ہو کچھ
ہاتھ کو فرصت تو ہو چاک گریبان سے مرے

مژدہ اے شوقِ شہادت وقت آپہونچا قریب
غیر کرتا ہے گلے اُس آفتِ جان سے مرے

ہے حیا تا دم بزم ہونٹون کو غالب پیچ تاب
تجھکو کیا لذت ملی ہے شورِ افغان سے مرے

چاک کر ڈالا ہے پرنہ دشمن دیکھ لے
نامہ بر تیرے اٹھا لا خط کے تو دامان سے مرے

مین نہ ہے ہاتھون کے صدقے داہ نے ٹوک مکن
بھر دیے ناسور سب تیرِ فگن کے پیکان سے مرے

تم سنبھلتے کس لئے غیرون کو اپنی بزم مین
ہین یہہ تدبیرین اٹھانے کی گریبان سے مرے

ناقۂ لیلا اگر آیا نہین مجنون تو پھر
کون سکانے لگا گیا چمن کر بیابان سے مرے

سوزِ الفت دیکھنا اے برق گرتک ہے جو شتاب
ایک شعلہ سا لپٹ جاتا ہے دامان سے مرے

حضرت خورشید سکندرآبادی

لاکھ تدبیر کی الفت کا نہ آزار گھٹا
جس قدر درد بڑھا آپ کا بیمار گھٹا

کیون نہ رلانے کو یہہ آئی ہے شبِ تار گھٹا
ابرِ غم اور بڑھا دے گی دھوان دھار گھٹا

داغ سے قطع نظر نور مین ہمتا نہ ہوا
ماہ جب اُس کے مقابل ہوا ہر بار گھٹا

پھنس گئے طائرِ دل دام مین گیسو کے اسکی
اب تو ظالم تو خمِ کاکلِ خمدار گھٹا

رفتہ رفتہ ترے بیمار نے صحت پائی
ضعف سے درد گھٹا موت سے آزار گھٹا

کون سے روزِ قیامت ترے قامت سے بڑھی
فتنۂ حشر نہ کس دن دمِ رفتار گھٹا

کانٹے کیا کیا نہین کھٹکے کوئی چھالا جو بڑھا
آبلے پھوٹ کے روئے اگر اک خار گھٹا

مین نے فرقت مین نہ پایا کسی پہلو آرام
تمکو دیکھا تو ذرا دردِ دلِ زار گھٹا

مول کچھ بھی نہ بڑھا مفت خریدار بڑھے
آپ کے حسن کا افسوس یہہ بازار گھٹا

بادہ خوارون کے بڑھے شوق جو ساقی نے کہا
مے پرستو ہوئی کعبہ سے نمودار گھٹا

لیکے کب نکلے مین ہم گوہرِ مضمون خورشید
آہ جس وقت مین نرخِ درِ شہوار گھٹا

جولیس قیصر

نمبر ۱

جولیس قیصر مین عالی ہمتی کا ایک یہہ مادّہ موجود تھا کہ وہ بمقابلہ اپنے اور ہمعصرون کے حسد اور کینے سے بہت زیادہ مبرا تھا - باوجود اختلاف رائے باہمی کے وہ سسرو کی دل سے تعریف اور عزت کرتا تھا - جب کلاڈیس کو اقتدار حاصل ہوا اور وہ سسرو کو نقصان پہونچانے کی تدبیرین کرنے لگا تو جولیس قیصر نے سسرو کو اپنی فوج مین لفٹنٹ کا عہدہ قبول کر لینے کی ترغیب دی اور محض اس لئے تا کہ کلاڈیس کے زمانہ اقتدار کے ختم ہو جانے تک اُس کو ایک حیلۂ شہر روما سے باہر چلے جانے اور اُس کے شر سے بچ جانے کا مل جاے - لیکن سسرو ایک لمحہ کے لئے اپنے عزیز وطن کو چھوڑنا نہین چاہتا تھا اور اُس کا یہہ بھی خیال تھا کہ کلاڈیس کا مقابلہ بخوبی کر سکے گا اِس لئے اُس نے عہدۂ لفٹنٹ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا - گو اُسے بعد مین پشیمانی اُٹھانی پڑی اِس لئے کہ کلاڈیس کو یہان تک غلبہ حاصل ہوا کہ جس عزیز وطن کو سسرو نے عزت کے ساتھ ایک معقول عہدے کو قبول کر کے چھوڑنا پسند نہ کیا تھا اُسی سے اُس کو جان بچا کر پوشیدہ طور پر بھاگنا پڑا -

جولیس قیصر کے دونون کم حوصلہ شرکا یعنی کریسس اور پامپی اپنے اپنے مقاصد پر جلد فائز ہو گئے - کریسس ایشیائی ممالک مین اور پامپی اُس عظیم الشان صوبے مین جس مین اسپین اور افریقہ دونون شامل تھے پروکانسل مقرر ہو گئے - کریسس روما سے جا کر ایک جنگ مین جو پارتھیش سے ہوئی کام آگیا - پامپی روما ہی مین رہا اور اپنے صوبے کا نائبون کے ذریعہ سے انتظام کرتا رہا - روما کو چھوڑنا اُس نے اپنے لئے مناسب نہ سمجھا کہ ممبران سینیٹ پر جو اثر اُس کا قائم ہو چکا ہے وہ جاتا نہ رہے - ممبران سینیٹ کا یہہ خیال تھا کہ جولیس قیصر کے مقابلے مین صرف پامپی ہی کو اپنا ملجا و ماوا تصور کرتے تھے اُسی سے یہہ لوگ امید کرتے تھے کہ وہ قیصر کے مظالم سے بچائے گا جس کو وہ بہت بڑا خود غرض سمجھتے تھے اور یہہ جانتے تھے کہ اپنے نیرنگ ماریس کے عہد کی خرابیون کو دوبارہ پیدا کرنا چاہتا ہے -

جولیس قیصر اُن لوگون مین تھا جو کسی عہدے پر مقرر کر دیے جائین تو اُس عہدے کی وقعت اور عزت کو ضرور بڑھا دین اُس نے خود اِس امر کا اندازہ کر لیا کہ صوبہ گال کے حاکم ہونے کی حیثیت سے اُسے اِس قدر نام آور ہونے اور باقاعدہ فوج طیار کرنے کا موقع ہے کہ کسی صوبے کے حاکم کو تمدن پذیر ملک پر فتح ہونے کے سبب سے حاصل کرنے کا موقع میسر نہین - صوبہ مذکور کا جنوبی حصہ جو پراونس کے نام

سے مشہور تھا اہل روما کی نو آبادیون سے بھرا ہوا تھا اور اطالیہ کی تہذیب کا اثر اُس مین موجود تھا اسکے اور شمال کی طرف آگے بڑھکر قوم ایڈوی جو چند چھوٹے چھوٹے فرقون پر حکومت کرتی تھی آباد تھی - یہہ لوگ اہل روما سے صلح رکھتے تھے اور جو تجارت اُن کی کوہستانی معدنیات کی وجہ سے اُن کے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اُس کی وجہ سے اُن مین بھی کسی حد تک تہذیب کا اثر ہو گیا تھا لیکن اُس سے آگے ایک وسیع ملک جنگلی کلٹ قوم سے آباد تھا جنکے مایۂ شہرت صرف وہ غارتگرانہ حملے تھے جو وہ وقتاً فوقتاً اپنے مہذب ہمسایون پر کیا کرتے تھے - جب قیصر روما مین عہدۂ کانسل پر ممتاز تھا اُس زمانے مین قوم ایڈوی کے حکمران نے جس کو اہل روما ڈیوشیٹیکس کے نام سے پکارتے تھے روما مین آکر سینیٹ کے روبرو ایک پُر جوش تقریر کی جس کا ترجمہ اہل سینیٹ کو سنایا گیا - اُس کا ماحصل یہہ تھا کہ جرمنی کی ایک زبردست قوم معہ اپنے سردار آریو وسٹس کے اہل سوان کی تحریص و ترغیب کے موافق دریاے رائن کے اس پار آ گئی ہے اور قوم ایڈوی کو اُن کا خوف اس قدر غالب ہے کہ اُنھون نے اپنی حکومت کو خیر باد کہہ کے اُن سے مل جانا اور اُن کے ساتھ ملکر ممالک محروسہ روستہ الکبریٰ پر دست درازی کرنا اختیار کر لیا ہے لیکن ڈیوشیٹیکس نے اُس عہد کو جو اس عظیم الشان سلطنت کے ساتھ مستحکم ہے توڑنا پسند نہین کیا اور اپنے ملک سے بھاگ کر یہان اس غرض سے آیا ہے کہ تمام حالات کا اظہار کر کے دشمن کے دفع کرنے پر سلطنت روما کو آمادہ کرے - سینیٹ کو جب یہہ حالات معلوم ہوے تو اُنھون نے امداد کا وعدہ کیا لیکن اس مین ابھی دیر تھی اس لئے کہ قیصر کا صوبۂ گال کا حاکم مقرر ہونا طے شدہ امر تھا اور اُس کو ابھی عہدۂ کانسل کا کچھ زمانہ ختم کرنا باقی تھا اور اُس کے بعد افواج کا مہیا کرنا سردارون کا مقرر کرنا اور سامان حرب فراہم کرنا یہہ سب ایسے امور تھے جو ذرا دیر طلب تھے - اس اثنا مین جولییس قیصر نے ڈیوشیٹیکس کو بڑی خاطر و مدارات سے رکھا اور اُس کے ساتھ نہایت ملاطفت کا برتاؤ کرتا رہا گو دونون ایک دوسرے کی زبان سے بالکل ناآشنا تھے -

اسی اثنا مین خبر آئی کہ حملہ کرنے والون کا ایک اور گروہ جس کا نام ہیوٹی ہے اور جو کوہستان آلپس کے وحشی اقوام مین سے ہے اپنے کوہستانی مسکن سے نہ صرف حملہ کرنے کی غرض سے آ رہا ہے بلکہ گاڑیون مین اپنے بال بچون کو بھرے ہوے صوبۂ گال مین مستقل طور پر قیام پذیر ہونے کی غرض سے اُترا چلا آتا ہے - یہہ یقینی بات تھی کہ یہہ لوگ روما کے ہمسایہ پابند معاہدہ اقوام کی کھیتی وغیرہ کو نقصان پہونچانے اور اُن پر جبراً قبضہ کر لینے مین کچھ دریغ نہ کرین گے - وہ برابر بڑھے چلے آتے تھے اور دریاے رون کو جینیوا کے پُل پر عبور کرنے کی ٹھان چکے تھے -

اس خبر کا آنا گویا جولیس قیصر کی حالت کا مدبرانہ حیثیت سے فوراً سپاہیانہ حیثیت مین تبدیل ہوجانے کا سگنل تھا اگرچہ وہ اس وقت تک کانسل اور ملکی مدبر تھا تو اس کے بعد سے وہ فطعاً پروکانسل اور جنرل ہوگیا - اُس نے بے تامل موقع پر پہونچنے کے لئے طیاری کر دی اور چونکہ لازمی طور پر ایک ایسی جماعت کی رفتار جو اپنے سازوسامان اور جملہ لوازم ضروری کے ساتھ کوہستانی قطعات مین سفر کر رہی ہو بمقابلہ ایک جنرل کے جو اپنے چند سرداروں اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ پختہ سڑکوں پر تیزی سے سفر کر رہا بہت سست ہوگی - اس بنا پر قیصر نے آٹھ دن کے قلیل عرصے مین قبل اسکے کہ حریف پہونچ سکے جینوا پہونچ کر پل توڑوا دیا اب دریائے روڈن کا عبور کرنا مشکل تھا اس لئے کہ اُس کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ تیرنے والوں یا معمولی ڈونگیوں کے چلانے والوں کی کچھ نہیں چل سکتی تھی -

وہ لوگ بھی قریب پہونچ چکے تھے اور جب انھین یہہ حال معلوم ہوا تو انھون نے قیصر کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمین دریا کو عبور کر لینے دو ہم پراونس والون سے کوئی تعرض نہ کرینگے بلکہ مغربی اقوام کلٹ سے لڑنے کا قصد رکھتے ہین - قیصر نے ایلچیون سے کہا کہ آج کے پندرھوین دن پھر آؤ اُس وقت جواب دیا جائے گا اور اس قلیل مدت مین اُس نے پندرہ میل کے فاصلے مین دریا کے کنارے کنارے جھیل سے لیکر وادی جورا تک خندق اور دیوار طیار کر کے حملہ کے روکنے کے لئے ایک گڈھی طیار کر لی اور پندرھوین دن یہہ جواب بھیجا کہ اہل روما نے آج تک کبھی ایسی بات کی اجازت نہ دی ہے نہ اب دینگے -

حریف نے حملہ کر کے زبردستی نکل جانے کی کوشش کی اول تو وہ خود لدے پھندے تھے اُس پر قیصر کی افواج کا مقابلہ آخرکار انھین ناکامیابی ہوئی اور وہ شمال کی طرف ہٹ گئے اور وہان ڈیوٹیکس کے بھائی ڈمنارکس سے اڈوین کے ممالک کے اندر ہوکر صوبہ گال مین پہونچ جانے کی اجازت حاصل کر لی -

قیصر کے پاس اُس وقت صرف ایک پلٹن تھی جس مین چھ ہزار آدمی تھے اور یہہ تعداد بمقابلہ باربیرین قوم کے زبردست گروہ کے کچھ بھی نہ تھی - جس وقت حریف شمال کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جولیس قیصر نے دریائے روڈن پر گڈھی کی حفاظت کے لئے اپنے سردار لیبنس کو چھوڑ کر شمال کی طرف یعنی سس آلپائن گال کی جانب جو اُس کے صوبے کی سرحد مین واقع تھا تیزی سے کوچ کیا اور وہان پہونچنے پر دو پلٹنین اور بھرتی کین اور تین پلٹنون کو اپنے مقام

کوچ کر کے نزدیک سے نزدیک راستے سے جو نہایت دشوار گزار تھا کاٹین الیس مین پہونچ جانے کا حکم دیا۔ اب جولیس قیصر کے پاس تین ہزار کی جمعیت ہو گئی اور وہ اُس ملک کے مخالف باشندون سے بچتا بچاتا سرعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُس کو امید تھی کہ حریف کو قبل دریاے ساؤن سے عبور کرنے کے جا لیگا مگر جب وہ پہونچا تو حریف کی جماعت کا زیادہ حصہ عبور کر چکا تھا اور صرف ایک چوتھائی آدمی عبور کرنے کو رہ گئے تھے۔ اُس نے دفعتاً ایک شیرانہ حملہ کیا اور تمام جماعت کو تہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی فوج ہی کے ذریعہ سے دریاے ساؤن پر پُل طیار کر کے ایک دن مین اپنی فوج کو دریا سے عبور کرا دیا اور بقیۃ السیف بار بیرینون پر حملہ آور ہوا۔

جولیس قیصر کی اِس بلا کی تیزی کو دیکھکر حریف کے حواس جاتے رہے اور اُنھون نے پھر پیغام صلح دینے کی کوشش کی۔ اِس موقعہ پر اُنھون نے ایک بوڑھے سردار کو بھیجا جس نے آکر اہل روما اور اہل گال کے باہمی سلوک کے بہتیرے قصے دُہرائے لیکن قیصر نے جواب دیا کہ میری قوم اور میری قوم کے دوستون پر جو زیادتیان کی گئی ہین مین اُن کا بدلہ لینے کے لئے مامور ہوا ہون اور صرف اِس شرط پر صلح کر سکتا ہون کہ تم لوگ صوبۂ گال کو خالی کر دو اور اُن نقصانات کا معاوضہ ادا کر دو جو تمھارے غارتگرانہ حملے کی وجہ سے عاید ہوئے ہین۔

سچ پوچھئے تو قوم ایڈوون اُن مراعات کی مستحق نہ تھی جو قیصر اُن کے ساتھ کر رہا تھا کیونکہ اُنھین لوگون نے ہلویشین اقوام کو آنے کی اجازت دیدی تھی اور گو وہ اِس وقت بظاہر قیصر کی افواج کے دوش بدوش جنگ مین شریک تھے مگر اُن کا حال یہہ تھا کہ معمولی سے معمولی مقابلہ مین فرار ہوجاتے تھے اور رومن افواج کے لئے سامان رسد مہیا کرنے کی بھی معقول کوشش نہین کرتے تھے۔ انجام جولیس قیصر کو ماننا پڑا کہ یہہ سارا فساد ڈمنارکس کا برپا کیا ہوا ہے (جو ڈیوٹیکس کا بھائی تھا) اور اُس نے اُسے حکومت سے معزول کرا دیا بلکہ اگر ڈیوٹیکس کی طرف سے بہت زیادہ سفارش نہ ہوتی تو اُسے قتل کرا دیتا۔

اس کے بعد شہر بائبرکٹی کے قریب جو ملک ایڈون کا دارالسلطنت تھا ایک جنگ عظیم ہوئی اور ہلویشین کا سارا زور اُس مین ٹوٹ گیا اور وہ اِس امر پر مجبور ہوئے کہ جولیس قیصر کی منظور کردہ شرائط پر صلح کر لین۔ جولیس قیصر نے اُن کے ساتھ نہایت ملاطفت کا برتاو کیا۔ اُس نے اون کو قتل کیا نہ غلام بنا کر بیچا بلکہ اُن کے کوہستانی وطن کو واپس چلے جانے کی اجازت دیدی اور اُن کو کھانے پینے کا بہت کچھ سامان بھی دیا تاکہ جبتک وہ اپنی فصل نہ تیار کر لین اُن کے پاس بسر اوقات کا سامان موجود رہے۔

(باقی آیندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱

ڈورا - بہر حال اُس نے آج صبح کو اپنا عزم فسخ کرنے کی اطلاع دیدی - صبح کے ناشتے کے بعد وہ مجھے اپنے کمرے مین لے گئی اور مین جھوٹ نہ کہون گی اُس وقت تو وہ بڑی عنایت سے پیش آئی کہنے لگی کہ تمھارے مرحوم والد نے تمھین میرے سپرد کیا ہے اور اُن کی آخری وصیت یہہ تھی کہ تمھاری مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کی جاے مین نہین چاہتی کہ اپنی خوشی کو تمھاری خوشی پر مقدم کرون اور چونکہ تم باہر جانا پسند نہین کرتی ہو تمھاری خاطر سے مین بھی اپنا ارادہ ملتوی کرتی ہون -

مین - بس یہی تمھاری مرضی بھی تھی - اور اس سے زیادہ تم کیا چاہتی ہو -

ڈورا - مسس مینگ ٹرڈی آج صبح کو لنڈن جانے والی تھی اور اُس کے روانہ ہوتے ہی مین نے کتاب اُٹھالی اور بٹّا مکس پر جا بیٹھی - مین مسٹر لاسیلس کے ساتھ تنہا مکان مین نہین رہنا چاہتی اور میری خواہش یہہ ہے کہ مجھے واپس جانا نہ پڑے -

مین - مگر تم بالکل تنہا کیون رہوگی آخر ملازم بھی تو ہین -

ڈورا - بس ایک مسس ہیچنگز ہی تو ہے اور کوئی بھی نہین - وہ جسے آپ نے اُس روز دیکھا ہوگا جب ابّا جان کا انتقال ہوا تھا -

مین - ہان اُس وقت تو ایک ہی عورت تھی لیکن رسم تعزیت والے دن ایک اور عورت کھانا کھلا رہی تھی -

ڈورا - جی وہ مسس ہیچنگز کی لڑکی تھی - کبھی کبھی اپنی مان کا ہاتھ بٹانے کو آجاتی ہے - مجھ سے پوچھیے تو مسس مینگ ٹرڈی نے جو کچھ رسم تعزیت ادا کی تھی وہ آپ ہی کے روبرو کی تھی اُس کے بعد سے تو اُس نے ماتمی لباس آج تک پہنا نہین - ملازمون کے بارے مین وہ کہتی ہے کہ جب باہر جانے کا قصد ہے تو ملازم رکھکر کیا ہون گے - مگر شاید اب ملازم رکھے جائین - بہت تکلیف ہے -

مین - شاید وہ لنڈن کو اسی غرض سے گئی ہون -

ڈورا - ڈاکٹر صاحب کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ رات کو مکان پر سوائے ہم لوگون کے اور کوئی کیون نہین رہتا -

مین - کیون مسس ہیچنگز نہین رہتی ؟

ڈورا - وہ نو بجے رات کو چلی جاتی ہے اور صبح کے ناشتے سے پہلے آجاتی ہے - بالاخانہ بالکل سنسان رہتا ہے اور وہاں بجز مسٹر لاسیلس کے اور کوئی نہیں جاتا - میری ہمت تو پڑتی نہیں کہ وہاں جاؤں بلکہ مین تو اپنے کمرے مین بھی جاتے ہوے ڈرتی ہوں -

مجھے یہہ بات کچھ اچھی نہ معلوم ہوئی کہ ڈورا مسٹر لاسیلس کے ساتھ تنہا اُس مکان مین رہے اکثر لوگ قیافے سے لوگوں کی بابت رائے قایم کرتے ہین اسی طرح مین نے ڈورا کے متعلق بھی پہلی نگاہ مین رائے قایم کر لی تھی اور مسٹر لاسیلس کے چال چلن کا بھی اُسی وقت اندازہ کر لیا تھا جب وہ سرٹیفکٹ پر دستخط کرانے ۲ - جولائی کو میرے مطب مین آیا تھا -

مین - مسس ہیننگ تڑی کب تک واپس آئین گی -

ڈورا - اُس نے وعدہ تو شام ہی تک کا کیا ہے لیکن فرض کیجئے کہ کوئی اتفاق پیش آگیا - ریل ہی نہ ملی اور وہ نہ آسکی تو کیا ہوگا - مسس بھیگز تو وہی نو بجے چل دے گی اور مین تنہا مسٹر لاسیلس کے ساتھ گھر مین رہ جاؤنگی - اِس خیال سے میری طبیعت کو سخت اُلجھن ہوتی ہے مجھ سے تو اِس طرح دم بھر بھی اُس مکان مین نہ ٹھیرا جائے گا مگر (رنجیدہ ہوکر) آخر وہاں نہ رہونگی تو جاؤنگی کہاں

مین جب اپنے گھر سے نکلا تھا تو یہہ قصد نہ تھا کہ پیاری ڈورا سے اظہار محبت کرونگا مجھے تو اُس سے ملنے کی بھی کچھ توی امید نہ تھی گو مجھے اِس کی ضرورت نہ تھی کہ اُس کے مزاج اور اطوار و عادات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اور توقف کرون کیونکہ جو کچھ رائے اُس کی نسبت مین اول ہی قایم کر چکا تھا اُس مین کوئی تغیر واقع ہونا ناممکن تھا مگر تاہم مجھے یہہ اندیشہ تھا کہ کہین اپنے دل کا حال کہکر اِس شعر کا مصداق نہ بنجاؤن ؎

کیا لا عرض مدعا کرکے ✣ بات بھی کھوئی التجا کرکے

لیکن جب اُس نے غمگین صورت بنا کر آخری فقرہ ادا کیا اور میری طرف مایوسانہ نگاہ سے دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور مین نے ذرا قریب آکر کہا کہ "تم میرے گھر کو اپنا گھر سمجھو مین تمھین سر آنکھوں پر بٹھاؤنگا"

اِس فقرے کے سنتے ہی بیچاری ڈورا کا چہرہ متغیر ہوگیا اور اب مجھے اپنی غلطی معلوم کرکے سخت پشیمانی ہوئی اور میرے دل مین یہہ خیال کانٹے کی طرح چبھنے لگا کہ ڈورا نے تو مجھے دوست سمجھکر اپنے دل کا راز مجھ سے کہدیا تھا مین نے اپنی حماقت سے اُس کو محض دوستی کی حد سے متجاوز سمجھکر ایسی جرأت کی جس سے پیاری ڈورا کے دل کو ضرور صدمہ ہوا ہوگا - ڈورا شرم سے پسینے پسینے ہوگئی اور گو اُس نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا مگر بعد مین اُس نے سر اٹھا کر کچھ ایسی گرم نگاہوں سے مجھے دیکھا جس سے صاف ثابت ہوتا تھا

کروہ میری اِس جرأت پر ضرور کبیدہ خاطر ہوگئی ہے۔ گویا اُس کی نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ مین تجکو ایسا نہین سمجھتی تھی۔ مین نے اپنی ندامت مٹانے کی غرض سے پھر اُسی مضمون کو چھیڑنا مناسب سمجھا اِس سے یہہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ درحقیقت جو کچھ مین نے کہا وہ محض ازراہ خلوص تھا اور اِس لئے قابل معافی تصوّر کیا جا سکتا ہے اِس خیال سے مین نے اِس طور پر سلسلہ کلام کو شروع کیا۔

مین۔ شاید مین نے اپنے حوصلے سے زیادہ جرأت کی۔

ڈورا (بات کاٹکر) آپ کی بات کچھ میری سمجھ مین نہ آئی۔ میرا خیال ہے کہ شروع ہی سے آپ کے متعلق مین نے غلط رائے قایم کی تھی۔

مین۔ خدا کے واسطے یہہ نہ کہو مین اپنے دل کا حال بیان ہی نہ کردون۔ پیاری ڈورا مجھے تم سے محبت ہے۔

ڈورا۔ (حقارت آمیز لہجے مین) آپ مجھے چاہتے ہین حالانکہ ابھی شاید مجھ سے دو چار دفعہ سے زیادہ ملنے کا اتفاق نہین ہوا۔ نہ کسی موقعہ پر دو چار گھنٹے بات چیت کرنے کا۔

مین۔ اگر مین تم سے ایک دفعہ ملتا تو بھی وہی بات تھی اور ہزار دفعہ ملتا تو بھی۔ جس روز میری نگاہ اول تمھاری دل فریب صورت پر پڑی تھی یعنی جس وقت تم اپنے والد مرحوم سے ملنے کی امید مین فراِرس والے مکان مین داخل ہوئی تھین اُسی وقت سے مجھے تم سے الفت ہوگئی تھی۔ مین اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہون مین جانتا ہون کہ تم کو میری الفت نہین ہے۔ مجھے لازم تھا کہ کچھ دنون اور صبر کرتا اور جب تمھاری طبیعت کا رجحان دیکھ لیتا تب تم سے اظہار محبت کرتا لیکن تمھاری بےچینی دیکھکر مجھ سے نہ رہا گیا میری والدہ لندن مین رہتی ہین مین اگر آج ہی تمکو وہان پہونچا دیتا تو وہ تم کو خوشی سے بیٹی کی برابر رکھتین یہان تک کہ تم اُن کی بہو بننا منظور کر لیتین۔

کچھ عرصے تک وہ عالم حیرت مین خاموش رہی۔ نہ مجھ سے آنکھ ملاتی تھی نہ کچھ بات کرتی تھی۔ اور چند لمحون بعد یہہ گفتگو شروع کی۔

ڈورا۔ (کسی قدر رُک رُک کر) ڈاکٹر صاحب۔ میری گستاخی معاف کیجئے گا۔

مین۔ مین خود معافی مانگتا ہون۔ پیاری ڈورا کیا میری درخواست کو منظور کرنا تمھارے امکان سے خارج ہے۔؟

ڈورا۔ (متنت سے) معاف کیجئے گا مین اِس بات کو منظور نہین کر سکتی۔ مین آپ کی عنایات کی شکر گزار ہون۔ ایسی عنایات جنکا اِس قدر سخت معاوضہ طلب کیا جاتا ہے۔ جب تک مین اپنی آیندہ قسمت کا

فیصلہ نہ کریں میں کسی بات کا خیال نہیں کر سکتی یہان تک کہ اپنی ذاتی خوشی کا بھی۔
میں۔ یہی تو میں کہتا ہون۔ تم مجھے اپنی خدمت کے لئے قبول کر کے اپنی آیندہ قسمت کا فیصلہ کر لو۔ میں دولتمند تو نہیں ہون مگر ایسا بھی نہیں ہون کہ صرف طبابت ہی کے پیشے پر میری گذران ہو۔ خیر اس کو جانے دیجئے۔ اگر تم رضامند ہو تو میں یہان سے چلا جانے کو طیار ہون۔ جہان تمھاری خوشی ہو وہین رہون گا اور تا زیست تمھاری خوشی کو ہر بات پر مقدم سمجھون گا۔
ڈورا۔ خطا معاف۔ اس قصے کو ختم کیجئے۔ میں آپ کی خواہش کو بجا نہیں لا سکتی۔ آپ خود دیکھتے ہیں کہ میں کس قدر مصیبت میں مبتلا ہون اور میں نہیں چاہتی کہ دوسرے کو بھی اپنی مصیبت میں شریک کرون۔
میں۔ وہ مصیبت کون سی ہے۔
ڈورا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے باوجود اپنا راز دل آپ سے کہہ دینے کے وہ تکلیف آپ کو نہیں بتائی جو میرے دل پر گذرتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اس پریشانی کی اصلی وجہ کیا ہے لیکن اس کو اپنے دل سے ہٹا نہیں سکتی۔ بعض وقت میں یہ سوچتی ہون کہ جو کچھ میرا وثوق ہے وہ استدلال اور حجت سے زیادہ پُر لطف ہے۔ ڈاکٹر صاحب میرا دل بولتا ہے کہ کوئی سخت مصیبت مجھ پر آنے والی ہے۔
میں۔ یہ خیال تمکو پیدا کہان سے ہوا۔
ڈورا۔ میں کہہ نہیں سکتی۔ مجھے تو ہوا کے چلنے میں بھی یہی آواز آتی معلوم ہوتی ہے کہ تو عنقریب کسی زبردست بلا کے دام میں گرفتار ہوا چاہتی ہے۔ اس خیال کا دل سے دور ہونا محال ہے میں کچھ ہی کرون اور کہیں جاؤن یہ خیال میرے دل سے کسی وقت دور نہیں ہوتا۔
میں۔ لیکن اگر تم ایک منٹ بھی غور کرو گی تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ تمھارا خیال کس قدر بے بنیاد ہے۔
ڈورا۔ اسے خوف نہیں کہنا چاہئے یہ تو اندیشہ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہونی مشکل ہے۔ آپ تو یہی کہیں گے کہ یہ میرے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہے لیکن جب وہ بات سامنے آجائے گی تو آپ کو خود معلوم ہو جائیگا اور آپ کہیں گے کہ اس وقت میرا کچھ بس نہ چلے گا۔

(باقی آیندہ)

روئداد جلسہ عام میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء

شرکائے جلسہ

(۱) کنور سری کرشن صاحب ممبر صدر نشین جلسہ (۲) حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر (۳) بابو گنگا پرشاد اسسٹنٹ سرجن ممبر

دفعہ ۱ - روئدادات جلسہ گذشتہ ملاحظہ ہوئیں۔

دفعہ ۲ - روئداد سب کمیٹی حفظان صحت منعقدہ ۳۰ - اپریل ۱۹۰۶ء و ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء منظور ہے۔

دفعہ ۳ - روئداد سب کمیٹی چنگی منعقدہ ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء - منظور ہے۔

دفعہ ۴ - روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۴ مئی و ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء منظور ہے۔

دفعہ ۵ - روئداد سب کمیٹی تعمیرات منعقدہ ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء - منظور ہے۔

دفعہ ۶ - کاغذات دربارہ دیے جانے اراضی نزول معروف مبارک گنج سات سال کے لئے بغرض سکونت جس کا رقبہ حسب ذیل ہے - نمبر ۱ - ۲ بسوہ ۱۸ - نمبر ۲ ۲ بسوہ ۱۲ - پیش ہوکر تجویز ہوا کہ آراضی مذکور کا پٹہ سات سال کا کر دیا جائے - بذریعہ نیلام کارروائی کی جاوے اور صاحب مجسٹریٹ بہادر کی منظوری حاصل کی جائے۔

دفعہ ۷ - کاغذات دربارہ انتظام روشنی بموجب گورنمنٹ آرڈر نمبر $\frac{2356}{11-119}$ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء رپورٹ سکرٹری صاحب مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء و رپورٹ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء موصولہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء پیش ہوئیں - میونسپل بورڈ کی مالی حالت خراب ہے رپورٹ سکرٹری کے مطابق بھی انتظام نہیں ہو سکتا ہے لیکن کھمبے اور چمنیاں مہیا کرنے کی سخت ضرورت ہے لہذا تجویز ہوا کہ ضلع غازی آباد سے بھی کھمبے اور چمنیاں آئندہ سے ... سال بعد سے ... استفادہ ... کے اگر ... ہو جاوے تو بیس کھمبے اور ... سال آئندہ سے یہ انتظام کیا جائے کہ ہر سال بیس کھمبے اور چمنیاں ... سال ... زیادہ ... جائے ... کھمبے ...

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دفعہ ۸ ۔ [illegible] جناب اسسٹنٹ سرجن صاحب [illegible]

سول اسپتال [illegible] سالانہ چندہ دصرف [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] بہادر کی رائے پر اس امر کو چھوڑتا ہے۔

دفعہ ۹ ۔ درخواست بابو گوردیال سنگھ سب اوورسیر [illegible]

[illegible] ماہوار [illegible] کی منظور شدہ تنخواہ [illegible] کر دی جائے۔ تجویز ہوا کہ [illegible]

مستقل کی رخصت [illegible] جولائی ۱۹۲۰ء تک باقی ہے لہٰذا بعد انقضائے رخصت [illegible]

مستقل پوری تنخواہ [illegible] دیے جانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔

دفعہ ۱۰ ۔ نوٹس گنداسنگھ کیول داس بیراگی شاعر [illegible] اجازت تعمیر [illegible]

جلسہ عام منعقدہ [illegible] اپریل ۱۹۱۹ء ۔ تجویز ہوا کہ حسب رپورٹ جناب [illegible] صاحب

بمشورہ کنور [illegible] کرشن صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب [illegible] عدالت [illegible] متعلق [illegible]

آگرہ و اودھ بورڈ کو اطمینان ہے کہ کوئی کارروائی بورڈ کے خلاف اس معاملہ میں [illegible] بحسب دفعہ

۱۵۲ ۔ ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۹۱۱ء کے نہیں ہو سکتی جس کی میعاد گذر گئی۔ سائل کو اطلاع دی جائے۔

دستخط محمد انصاری بی۔ اے سکرٹری   دستخط کنور سری کرشن میر صدر نشین جلسہ

کتب مصنفہ جناب شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی

سوانح عمری حضرت ملکہ معظمہ [illegible]
اس کتاب میں [illegible]
[illegible]
[illegible] قیمت [illegible] محصول ۵ر

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند۔ اس کتاب میں زیادہ تر وہ واقعات تاریخی ہیں جو ملکہ معظمہ کی فرمانروائی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انگریزوں کا ہندوستان پر بمقابلہ دیگر یورپین اقوام کے قابض ہونا اور دیگر ایسی [illegible] کے حالات بھی [illegible] سے عہد سلطنت ملکہ معظمہ کے واقعات پر پوری روشنی پڑتی ہے تمہید کے طور پر ابتدا میں بیان کئے گئے ہیں حجم ۵۰۰ صفحہ قیمت [illegible] محصول ۵ر

(نوٹ) اس کتاب کا پانچواں حصہ جس کا نام آئین قیصری ہے الگ بھی ہے اس میں سلطنت انگلشیہ [illegible] پر سلطنت تمام مسائل کے جو ہندوستان و انگلستان کے تعلقات کی وجہ سے معرض بحث میں آسکتے ہیں مدلل و مفصل بحث کی گئی ہے قیمت ایک روپیہ محصول ۲ر دستیاب ہوسکتا ہے اس کا حجم ۳۰۵ صفحہ ہے۔

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا سنہ ۱۸۰۱ء [illegible]
[illegible] کامل تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی [illegible] ۱۳۲ صفحہ قیمت [illegible] محصول [illegible]
(نوٹ) ان جلدوں کا حجم ۱۰۰۴۰ صفحہ قیمت [illegible] محصول ایک روپیہ ہے۔
(نوٹ) شائقین کتب مصنفہ مصنف موصوف [illegible]

اخبار مفید روزگار بمبئی

[illegible]

رجسٹرڈ نمبر [illegible]

ید بیضا

نمبر [illegible]	بابت ماہ جولائی ۱۹۰۷ء	جلد ۲

اڈیٹر حکیم سید محمد سعید خیر سکندرآبادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلند شہر

فہرست مضامین

[illegible] پریس

کتب مصنفہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی

سوانح عمری حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریا قیصرۂ ہند و پرنس کنسارٹ البرٹ نیک نہاد
اس کتاب میں بعد ولادت سے یوم وفات تک وہ حالات سوانح عمری ملکہ معظمہ کی زندگی کے لکھے ہیں جو انکی حکمرانی و فرمانروائی سے چنداں سروکار نہیں رکھتے یہ مضامین اس شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں کہ صرف انکی پیشانیوں کی فہرست ۱۶ صفحوں پر لکھی گئی ہے اور کل حالات ۸۰۰ صفحوں میں قیمت ۴ محصول ۵ ر

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند - اس کتاب میں زیادہ تر وہ واقعات درج ہیں جو ملکہ معظمہ کی فرمانروائی سے تعلق رکھتے ہیں - انگریزوں کا ہندوستان پر بمقابلہ دیگر یورپین اقوام کے قابض ہونا اور دیگر اس قسم کے حالات بھی جن سے عہد سلطنت ملکہ معظمہ کے واقعات پر پوری روشنی پڑتی ہے تمہید کے طور پر ابتدا میں بیان کر دیئے گئے ہیں حجم ۸۰۰ صفحہ قیمت للعہ محصول ۸ ر

(نوٹ) اس کتاب کا پانچواں حصہ جسکا نام آئین قیصری ہے اور جس میں آئین سلطنت انگلشیہ بعد انتقال پر معہ اُن تمام مسائل کے جو ہندوستان و انگلستان کے تعلقات کی وجہ سے معرض بحث میں آسکتے ہیں مدلل اور مفصل بحث کیگئی ہے بقیمت ایک روپیہ محصول ۲ ر دستیاب ہوسکتا ہے اسکا حجم ۲۵۰ صفحہ ہے۔

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا سنہ ۱۹۰۱ء منضمہ بالا کتب کے حصہ اول دوم و سوم سے کامل تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی مرتب ہوئی ہے حجم ۲۲۴ صفحہ قیمت للعہ محصول ۷ ر

(نوٹ) ان جملہ کتابوں کا حجم ۱۸۰۰ صفحہ قیمت ۱۲ اور محصول ایک روپیہ ہے۔
(نوٹ) شائقین کتب مندرجہ صدر کو دفتر "دیبیا" سکندر آباد ضلع بلند شہر سے طلب فرمانا چاہیے

اخبار مفید روزگار بمبئی

یہ ہفتہ وار پرچہ ہندوستان کے عظیم الشان شہر بمبئی سے نہایت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے [illegible] نہایت متانت سے بحث کی جاتی ہے گورنمنٹ کا ایک سچا جانثار [illegible] میں [illegible] پہنچانا اسکا فرض ہے [illegible] مراسلات میں [illegible] حضرات کے [illegible] خبریں اور تجارتی خبریں [illegible]

ید بیضا

دوستی

نمبر ۲

آدمی کے بعض رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو وہ جدا نہیں کرسکتا مگر ان سے باتیں موافق اپنے رشتے کے کرتا ہے جیسے کہ بیٹے سے باپ بن کر بیوی سے میاں بن کر۔ دشمن سے بعض شرائط کے ساتھ باتیں کرسکتا ہے مگر دوست سے جیسا موقع و محل ہو ویسی باتیں کرسکتا ہے۔ وہ کسی ذات خاص سے مخصوص نہیں ہوتی ہیں تھی ایٹر میں جو اپنے حصہ کا کام بغیر دوست کی شرکت کے پورا نہ ہوسکے تو بہتر ہے کہ اسے چھوڑ کر چلا جا

(۲) ہر نعمت میں ایک شیرینی لطافت دوستی پیدا کردیتی ہے وہی تنہائی بڑی ہولناک ہے۔ جس میں دوست نہوں بے ایمانی کی بڑی سزا یہی ہے کہ بے ایمانوں کو دوستوں کی نعمت سے وہ محروم کردیتی ہے۔ جو شخص دوستی اختیار کرتا ہے وہ نئی ضرورتوں کی بیڑیاں پاؤں میں ڈالتا ہے۔

(۳) اگر ساری دنیا قبضے میں ہو اور کوئی دوست نہو تو وہ ہیچ ہے۔ اگر ساری دنیا کے بدلے میں ایک دوست ہاتھ لگے تو ارزاں ہے۔ جیسا کہ مشتبہ دوست سے خوف ہوتا ہے ایسا دشمن سے نہیں ہوتا

(۴) جو شخص اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے اور دوستی سے بھاگتا ہے وہ سخت الزام کے قابل ہے جو شخص کہ دوستی رکھتا ہے مگر اس سے عام بھلائی کا خیال نہیں رکھتا وہ نکوکاری کے بڑے حصے سے محروم رہتا ہے۔

(۵) جب شکاری کے ہاتھ سے ہرن زخمی ہوکر اپنے گلہ میں جاتا ہے تو اور ہرن اس کو اپنے سینگوں سے مار کر بھگا دیتے ہیں گویا وہ بھی اصول حفاظت ذات پر عمل کرتے ہیں۔ غرض خواہ حیوان ہو یا انسان دونوں کو مصیبت کے وقت سچا دوست ملنا مشکل ہے۔

(۶) دنیا میں دوستی کا حال ایسا ہے جیسا کہ خزاں میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں جب تک درخت میں پتوں کی پرورش کا رس بھرا ہوتا ہے وہ لگے رہتے ہیں۔ جہاں وہ ختم ہوا اسے چھوڑ جاتے ہیں ایسے ہی جب تک آسودہ حالی کی بہار رہتی ہے دوستوں کی بھیڑ لگی ہوئی رہتی ہے جب مفلسی و محتاجگی کی آتی ہے تو سب چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کو مصیبت کے وقت کوئی سچا دوست مل جائے اور اس سے زیادہ وہ خوش نصیب ہے کہ جو دوستوں

کا محتاج ہی نہ ہو۔

(۷) دوستی چاند کے گرہن دیکھنے کے لیئے اور دشمنی پورا چاند دیکھنے کے لیئے آنکھیں بند کر لیتی ہے

بُرے آدمیوں کی دوستی صبح کے سایہ کی طرح گھٹتی ہے۔ بھلوں کی دوستی شام کے سایہ کی طرح بڑھتی ہے اور جب تک آفتاب حیات غروب ہوتا ہے قایم رہتی ہے۔

(۸) جو دوستی پاک اور مقدس ہوتی ہے موت سے پہلے اس میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ مرنے کے بعد وہ آلایش سے اور پاک و صاف ہو جاتی ہے۔ دوست کے عیب نظر سے چھپ جاتے ہیں اور خوبیاں اس کی جس کا چہرہ اب نظر نہیں آتا ہے قبر کی تاریکی میں روشن نظر آتی ہیں۔

(۹) دوستی دولت و حکومت ہے۔ دوستی زندگی کا ایک عنصر ہے۔ آگ پانی دنیا کو وہ آرام نہیں پہونچاتے جو دوستی پہونچاتی ہے۔ دوست کی خدمت کے لیے سب طرح کے کام کر جس سے تم خوش رہو۔

(۱۰) دنیا کے اندر دوستی زیادہ تر طلبۂ عیش و طرب اور بُرے کاموں کے واسطے ہوتی ہے۔ مگر جس دوستی کی نیکی پر بنا ہوتی ہے وہ مرنے پر ختم ہوتی ہے۔

(۱۱) نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔ ارسطو کا قول ہے دوست ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔

(۱۲) آدمی دوست کو اُس وقت بڑا خیال کرنے لگتا ہے جب اُس کی قدر و منزلت کو اپنی توقع سے زیادہ لوگوں میں دیکھتا ہے۔

(۱۳) جھوٹی دوستی کا حال اُس بیل کا سا ہوتا ہے کہ جس دیوار پر پھیلے اُسی کو کمزور کر دے یا گرا دے۔ سچی دوستی کا درخت ایسا نہیں ہے کہ وہ جلد نشو و نما پائے گو وہ قدر و منزلت کی زمین کی گہری کھدائی میں لگایا گیا ہے۔ پھر بھی وہ بہت سہج سہج محبت آمیز ملاقاتوں کے پانی دینے سے پورا ہوتا ہے۔

(۱۴) نیک آدمی اچھا دوست ہوتا ہے اُس کو جلد پسند کرو۔ اور دیر تک اُس کے ساتھ نباہ کرو۔ اُس وقت چھوڑو کہ اُس میں وہ نیکی جس کے سبب سے پسند کیا تھا نہ رہے۔

(۱۵) ایک دوستی کی بنیاد آزادی کی محبت اور ملک کی عظمت کے دو مضبوط پہاڑوں پر رکھی جاتی ہے۔ خدا پرستی۔ بہادری۔ مربیانہ محبت کے پلئے اُس پر بنائے جاتے ہیں۔ اور نیک دلی و فیاضی اخلاق کے اعتبار کی عمارت اُس پر بنی جاتی ہے اور یوں یہ عالیشان مکان ختم ہوتا ہے۔ ایک دوستی

کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے جس کو بجاری مار ہی اور ہوا و نفسانی کے ہوا کے جھکڑ ایسا بدل دیتے ہین کہ نشان بھی باقی نہین رہتا۔

(۱۶) خاطر آؤ بھگت سے دوستی نہین پیدا ہوتی۔ بلکہ وہ ایسی باتون سے پیدا ہوتی ہے جس سے محبت ثابت ہو۔ یہہ کام بڑی لیاقت کا ہے کہ ہم سچے طریقے سے کسی دوسرے آدمی کا دل تسخیر کرین۔ زور سے نہ کوئی دوست بنتا ہے نہ رہتا ہے وہ تو ایسا جانور ہے کہ سواے مہربانی اور نرمی کے کسی اور چیز سے نہ پکڑا جاے نہ ہلایا جاے۔

(۱۷) ایسی محبت کی باتین کرو کہ جس سے لوگون کے دلون مین گدگدیان ہونے لگین۔ اور یہہ ثابت ہو کہ سوا ان کی خوشی خاطر کے تم کچھ اپنی غرض نہین رکھتے۔ دل سے ان پر تم احسان کرو اور اپنے تئین پیش کش ان کا بنا لو۔

(۱۸) جو شخص دوست کے لئے کوئی کمینہ کام کرتا ہے تو وہ اس طلائی زنجیر کو توڑتا ہے جو ان کے دلون کو وابستہ رکھتی تھی۔

(۱۹) جو دوست تحفہ تحائف دیکر بنتے ہین وہ ان کے دینے تک دوست رہتے ہین۔ موقوف ہونے پر ان کی محبت نہین رہتی۔

(۲۰) سچی محبت کمیاب اور اس سے زیادہ سچا دوست نایاب۔ خوش اقبالی کے زمانے مین سچے دوست بُلانے سے آتے ہین۔ اور بد اقبالی مین بن بلاے۔

(۲۱) دوستون کے درمیان باتین بڑے فرق کی ہوتی ہین آزادی نصیحت۔ تعلیم۔ یہہ سب کچھ ان مین ہوتا ہے۔ جو دل مین ہوتا ہے وہی زبان پر کوئی بات پردے کے اندر نہین رکھی جاتی۔ جو دل مین جذبات اٹھتے ہین اور خیالات آتے ہین۔ جو کسی چیز یا کسی شخص کی نسبت راے ہوتی ہے۔ یہہ سب باتین ظاہر ہوتی ہین اور ایک دوست دوسرے کے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ دیتا ہے اور ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے۔ یہہ خوبیان بھلا کس مجمع مین ہوتی ہین خواہ ان مین کیسے ہی مختلف مضامین پر آزادی اور وسعت کے ساتھ مباحثہ ہو اور خواہ کوئی مضمون ہو۔ موسم بہار یا خزان یا وضع طرح تراش خراش۔

(۲۲) دوستی کے باب مین یہہ دانشمندانہ مقولے یاد رکھنے چاہئین۔ خیر خواہ بہت سے ہوتے ہین۔ مگر دوست چند ہوتے ہین۔ شیرین کلامی دوستون کو بڑھاتی ہے۔ اور خوش کلامی صاف سلامتیون کو زیادہ کرتی ہے۔ صلح ہزارون سے رکھو۔ مگر صلاح ہزار مین ایک سے لو۔ دوستون کے انتخاب کرنے

مین ان نصائح کو یاد رکھو جب کسی شخص کو دوست بناؤ تو اوس کا اول امتحان کر لو جلدی سے دوست نہ بنالو۔ کیونکہ بہت سے اپنی خود غرضی کے موقع پر غلط نما دوست بن جاتے ہین۔ اور رنج و تکلیف کی حالت مین دوست نہین رہتے۔ بعض دوست ایسے ہوتے ہین کہ دشمن ہوجاتے ہین اور لڑنے لگتے ہین اور عیبون کو ظاہر کرتے ہین۔ بعض دوست دسترخوان کے ہوتے ہین وہ مصیبت کے دن مین پوچھتے بھی نہین۔ تمھاری اقبالمندی مین وہ ایسے دوست ہوتے ہین کہ دانت کاٹی روٹی کھاتے ہین اور ایک قالب دوجان معلوم ہوتے ہین اور وہ تمھارے امین و مختار ایسے بن جاتے ہین کہ تمھارے نوکرون پر حکم چلاتے ہین لیکن جب تمھارے بُرے دن آتے ہین تو وہ علیحدہ ہوجاتے ہین اور پھر کبھی مُنہ بھی نہین دکھلاتے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جیسا تم اپنے تئین دشمنون سے بچاتے ہو ایسے ہی اپنے دوستون سے بھی ہوشیار رہو۔ وفادار دوست آدمی کے لئے ایک حصن حصین ہوتا ہے جسکو ایک دوست مل گیا اوس کو گویا ایک خزانہ مل گیا۔ سب سے اچھا مقولہ یہہ ہے کہ وفادار دوست دوا ہوتا ہے درد و رنج جو مرضون کی طرح تجھے لپٹے ہین اون کو وہ اچھا کردیتا ہے۔ نیک آدمیون کی دوستی نیک ہی آدمیون سے ہوتی ہے۔ پُرانے دوست کو نہ چھوڑو۔ نیا دوست اوسکی برابر نہین ہوسکتا نئے دوست کا حال نئی شراب کا سا ہوتا ہے کہ جب تک وہ پُرانی نہ ہو تو خوشی سے نہین پی جاسکتی دوستون کی یہہ خوب تمثیل ہے کہ جو شخص بیٹھے ہوے پرندون پر پتھر مارتا ہے وہ اون کو ڈراتا ہے ایسے ہی جو شخص دوستون پر تبرا کرتا ہے وہ دوستی کو توڑتا ہے اگر دوست پر تلوار کھینچو یا اوس کو بُرا کہو تو ایسی مایوسی نہین ہوتی کہ پھر منانے سے وہ مہربان نہ ہو۔ لیکن اگر دوست پر لعنت بھیجو یا اوس سے غرور کرو یا اوس کا راز افشا کردو یا فریب سے زخمی کرو تو ان باتون سے رشتہ دوستی بالکل منقطع ہوجاتا ہے۔ جو شخص دوست کا راز افشا کرتا ہے نہ اپنا اعتبار کھوتا ہے پھر کوئی اوس کا دوست نہین ہوتا۔ تم کو چاہئے کہ دوست سے محبت اور وفاداری کرو اگر تم اوس کا راز افشا کرتے ہو تو اوس کے پیچھے نہ چلو جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو غارت کرتا ہے اسی طرح تمنے اپنے دوست کی محبت کو تباہ کیا ہے۔ جیسے کسی آدمی کے ہاتھ سے نکل کر چڑیا اوڑجاتی ہے کہ وہ پھر ہاتھ نہین آتی ایسے ہی تم نے دوست کو ہاتھ سے کھویا ہے کہ وہ پھر ہاتھ نہین آئے گا۔ جیسے ہرن جال سے نکل کر دور بھاگ جاتا ہے ایسے ہی دوست تم سے دور چلا گیا ہے۔ جو دوست کے زخم لگاتا ہے وہ اچھا ہوسکتا ہے۔ اوس سے گالم گلوج کے بعد صلح ہوسکتی ہے مگر جب تو اوس کا راز افشا کرے تو کچھ نہین ہوسکتا۔

(باقی آیندہ)

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

شیاطین کا صدسالہ اجلاس

(عزازیل یعنی شیطان متعینہ ہندوستان کی صدسالہ رپورٹ)

نمبر ۲

آپ لوگ واقف ہین کہ بعض وقت عظیم الشان سلطنتون کے زوال پر جو چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین قایم ہو جاتی ہین وہ بھی بجاے خود ترقی کا مرکز بن جاتی ہین جیسا کہ رومتہ الکبریٰ کی سلطنت کے زوال کے موقعہ پر دیکھنے مین آیا لیکن ہندوستان مین اِس طرف سے کافی اطمینان تھا اِس لیئے کہ یہان اُس قوت کا وجود نہ تھا جو ایسی حالت مین ترقی کا سرچشمہ بن سکے یعنی حب قوم اور حب وطن کا قلع قمع کبھی کا ہو چکا تھا اور اب کوئی مرکز ترقی کا باقی نہین رہا تھا۔ جہالت و اُس کے لازمی نتایج نے کوئی ذریعہ ایسا باقی نہین چھوڑا تھا جس سے جمہور کو اپنی قومی بہبودی کا خیال پیدا ہو سکے۔ مذہبی تعصب اور ذاتی عناد نے اتحاد و انقیاد کا فیصلہ کر دیا تھا۔ سلاطین اور اعیان سلطنت خود غرضی اور نفس پروری مین ڈوبے ہوے تھے اور باہمی جنگ و فساد کے نتایج پر غور کرنے اور اپنے اور بیگانے مین تمیز کرنے سے بالکل قاصر تھے۔ اِس موقعہ پر یورپ کی چند اقوام نے جو بسبیل تجارت یہان موجود تھین اپنی قوتون کو رفتہ رفتہ بڑھانا شروع کیا اور اِن باہمی نزاعون نے اُن کو بہت امداد دی جب دو مدعیان سلطنت باہم لڑتے تھے تو عموماً ایک اہل فرانس سے استمداد کرتا تھا اور دوسرا اہل انگلستان کو اپنا پشت پناہ بنا لیتا تھا اور نتیجہ ہمیشہ یہہ ہوتا تھا کہ اِن مین سے کوئی بھی غالب آے کسی نہ کسی یوروپین اقوام کا بھلا ہوتا تھا۔ اِن گورے رنگ والون سے مجھے یہہ امداد تو ضرور ملی کہ وہ اہل ہندوستان کی کمزوریون سے واقف تھے اور رفتہ رفتہ اُن کی قوتون کو کم کرنے والی تدابیر کے عمل مین لانے مین کامیاب ہوتے جاتے تھے مگر بہت بڑا اندیشہ یہہ پیدا ہو گیا تھا کہ ابلیس ناخواستہ اِن مین سے کسی کا تسلط کامل نہ ہو جاے کیونکہ اِس حالت مین اُن کی طرف سے مجھے یہہ گمان غالب تھا کہ امن و امان قائم کر کے ایسے امور کی طرف متوجہ ہو جائین گے جو ترقی کی طرف لے جانے والے ہین۔ مجھے اُن کے پوست کندہ حالات معلوم ہوتے تھے اور مین سچ کہتا ہون کہ اُس بڑھتی ہوئی قوت کو جو اُنھین روز بروز حاصل ہوتی جاتی تھی دیکھ دیکھ کر میرا خون خشک ہوا جاتا تھا حالانکہ یہہ امر بجاے خود اِس قدر اندیشہ ناک نہ ہو کیونکہ سلطنت ابلیسیہ کے بعض لایق مدبرون نے یہہ بات کر دکھائی ہے کہ لایق سے لایق متمدن اقوام کی تہذیب اور ترقی کی بنیادین ایک

کمزوری پیدا کردی کہ انجام کار وہی اُن کے زوال کا باعث ہوتا ہم اِس بات سے تو کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ ایک جاہل اور متعصب قوم کے اغوا کا کام علم و دانش والی قوم کے اغوا سے کہین زیادہ آسان ہے یون سمجھیے کہ جاہل قومین براہ راست سلطنت ابلیسیہ کی زیر نگین ہوتی ہین بخلاف اِس کے لایق اور دانشور قومین اگر قابو مین آ بھی جاتی ہین تو محض باجگذارانہ حیثیت سے -

یہہ پیش بینیان بیکار نہین گئین - صدی زیر رپورٹ کے ساتھ ہی قوم انگلش کا اقتدار روز بروز ہندوستان مین بڑھتا گیا اور ایک ایک کرکے صوبہ جات اور ممالک اُن کے زیر نگین آتے گئے - میری کام کوششین اِس بارے مین کہ اُن کا تسلط اِس قدر کامل نہ ہونے پاے کہ وہ امن اور صلح کے ساتھ رعایا کی ترقی کی جانب کوشش کرین بیکار گئین اور شاید اِس امر سے جناب صدر انجمن صاحب بھی ناواقف نہین کیونکہ اِس پُر آشوب زمانے مین مین نے اکثر اُن کی گران بہا راے طلب کی اور اُسی پر کاربند رہا - شاید اِس موقعہ پر یہہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ باوجود ہماری تمام کوششون کے اکثر اوقات ہمارا وہ قدیم دشمن جسکو نوع انسان قادر مطلق اور حکیم برحق کہتی ہے ہمارے تمام تزویر اور دغل پر غالب آجاتا ہے اور ہم باوجود اِس قدر قوت کے اپنے آپ کو مجبور پاتے ہین - اہل انگلستان کا ہندوستان پر مسلط ہوکر امن و امان قائم کردینا گو نتیجہ ہندوستانیون ہی کے تنزل کا کیون نہ ہو میرے نزدیک منجملہ اُس غلبے کی ایک نشانیون کے ہے جو رحمانی قوتون کو شیطانی قوتون پر حاصل ہے - یہہ قوم یوروپین اقوام مین سب سے زیادہ علمی قوت اور سیاسی حکمت مین ممتاز ہے اور انھین چیزون کی کمی ہندوستان کے تنزل کے خاص اسباب مین سے شمار کی جاسکتی ہے - وہ بڑے بڑے اوصاف جنکو مین نے ہندوستان اور ہندوستانیون کے دلون سے بڑی بڑی کوششون سے نکالا تھا یعنی حب ملک اور حب قوم - اتحاد - اور علم کا عملی طور پر استعمال مین لانا اِس یوروپین قوم کے خاص جوہر ہین اور چونکہ نوع انسان مین ایک بہت بڑی قوت اثر پذیر ہونے کی موجود ہے لہذا مجھے یہہ خیال پیدا ہوگیا کہ کہین ساری پچھلی محنتین رایگان نہ ہوجائین -

لیکن نوع شیاطین کے اُس قدیم طریقے پر جو ہماری کامیابی کا اصلی راز ہے عمل کرکے مین اپنی تدبیر اور تزویر سے غافل نہین رہا - مین نے نوراً تعصب کی لاانتہا طاقت سے امداد لے کر اہل ہندوستان کے دل مین فرنگیون کے علم و فضل کی حقارت جاگزین کرادی اور مذہب کی آڑ مین وہ خودپسندی جو جاہلون کو بہت مرغوب ہوتی ہے کچھ اِس طرح دلون مین بٹھائی کہ ہر شخص اپنے منہ میان مٹھو بننے لگا اور اپنے مذہبی اور ملکی علوم کو (یہہ یاد رہے کہ اِن کا مین نے پیشتر ہی خاتمہ کردیا تھا) تمام عالم کی دانش و

نہ حکمت پر بلا کسی دلیل اور برہان اور بلا تحقیق و تدقیق کے ترجیح دینے پر اصرار کرنے لگا۔

ایک مدت تک یہ جادو چلتا رہا اور اہل ہند کو ایک ایسی قوم کی حکمت نظری اور عملی سے جو دنیا کی متمدن اقوام مین نہایت سربرآوردہ ہے مستفید ہونے کا موقعہ نہ ملا لیکن کچھ دنون بعد یہ اثر کمزور ہونے لگا اور سب سے پہلے ہنود نے حکمران قوم کی حکمت اور تہذیب سے مستفید ہونا شروع کر دیا اور اتحاد اور انقیاد کا مادہ اُن مین پیدا ہونے لگا۔ اس زمانے مین مجھے بڑا تردد پیدا ہو گیا تھا اور اکثر اہل ہنود اور خصوصاً بنگال و بمبئی و مدراس کے ہندوؤن مین میری تدبیرون کو سخت ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانون پر البتہ جو رنگ مین نے چڑھا دیا تھا وہ زیادہ پختہ ثابت ہوا۔ مذہب کا غلط مفہوم جو مین نے نیم خواندہ ملاؤن کے ذریعہ سے اُن کے دلون مین پیدا کر دیا تھا اُن کو ترقی کی راہ مین قدم رکھنے سے باز رکھنے کے لیے چلتا ہوا جادو ثابت ہوا خود اپنے علوم وہ مدت سے بھلا چکے تھے اور گو اُن مین بہت کم ایسے تھے جو مذہب اسلام کے اصلی معنون سے واقف ہون لیکن وہ اپنے کو پکا اور سچا مسلمان اسی وقت تک سمجھتے تھے جب تک وہ خیالی اور بے بنیاد وجوہ قایم کر کے علم و حکمت کو سیکھنے سے محترز رہین۔

بظاہر یہ امور کسی حد تک کامیابی پر منتج نظر آتے تھے مگر مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ طلسم ضرور ٹوٹے گا کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ ہندوستانی بالعموم ذہین اور طباع ہوتے ہین اور جس وقت وہ تحصیل علم کی طرف متوجہ ہو گئے پھر ترقی کرنا اُن کے نزدیک کوئی بات نہین اور اس ترقی کے ساتھ ایک مہذب حکمران قوم کی نظر مین اُن کی وقعت اور اعتبار کا بڑھ جانا بھی ضروریات سے تھا۔ اس خیال سے مین نے تعصب اور جہالت کی قوتون سے امداد لے کر ایک زبردست فتنہ کھڑا کر دیا اور ایک آتش فساد تمام ہندوستان مین مشتعل کر دی۔ وہ ہولناک واقعات جنھون نے ہندوستان کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل ہلا دیا میری بڑی کوششون کے نتائج تھے۔ ایسے برے معاملات دنیا مین اور بھی ہوئے ہین اور خونریزی و غارتگری سے قطع نظر اُن کے نتائج اکثر اقوام شیاطین کے اغراض و مقاصد کے خلاف ظاہر ہوئے ہین لیکن اُن مین اور ہندوستان کے اس فتنہ محشر مین جسے [illegible] کی بغاوت ہند کے نام سے موسوم کرتے ہین بڑا فرق یہ تھا کہ وہ ملکی اور قومی ہمدردی اور حکمرانون کے ناقابل برداشت مظالم کے احساس پر مبنی نہ تھے اور یہ صرف جہالت تعصب اور خیرہ سری کا ایک کرشمہ تھا جس مین نہ کوئی غرض مد نظر تھی نہ کوئی انتظام مقصود تھا۔ یہ مذہب کی آڑ مین شروع ہوا غارتگری کا جامہ پہن کر جاری رہا اور ابتری اور فساد پر ختم ہو گیا اس سے بڑا فائدہ

یہ ہوا کہ ہندوستانی باغیوں کی طرف سے جو زیادتیاں حکمران قوم کے افراد کے ساتھ ہوئیں اور جن سے بے قصور عورتیں اور معصوم بچے بھی محفوظ نہیں رہے اُنھوں نے کچھ دنوں کے لیے اس اندیشے کو مٹا دیا کہ حکمران قوم کی نظر میں اہل ہندوستان کے وقار اور عزت کا بڑھ جانا اُن کی ترقی کا موجب ہوگا یہ انتظام تو میں نے پیشتر ہی کر لیا تھا کہ حکمران قوم کے دلوں میں کسی قدر تنفر اور کشیدگی کا مادہ قایم رہے اور جہاں تک ممکن ہوا اس کے قایم رکھنے کی سخت کوشش کی گئی لیکن اس آتش فساد کے مشتعل ہو جانے کے بعد سے تو آج تک یہ بات اُس مدت سے بھی زیادہ مستحکم طور پر قایم ہے جس کی میں خواہش کر سکتا تھا۔ گو اس فتنہ و فساد میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک تھے مگر میں نے یہی کوشش کی کہ اس کا نزلہ زیادہ تر مسلمانوں پر گرے ہمیشہ سے مجھے اس قوم کے ساتھ سخت عداوت رہی اس لیے کہ ان کے مذہبی اصول روحانی اور تمدنی پہلوؤں میں اعتدال قایم کرنے والے ہیں جو ترقی اور تہذیب کے کبھی منافی نہیں ہو سکتے اور اسی وجہ سے اِن کو اصلی مذہب کے مرکز سے ہٹانے کی میں نے سخت کوشش کی تھی اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر پھر ایک سخت کوشش اُن کی تحقیر اور تذلیل کی کی گئی

اسی درمیان میں ایک سخت ناگوار واقعہ ظہور میں آیا یعنی مسلمانوں میں ایک ہمدرد اور بہی خواہ قوم ایسا پیدا ہو گیا جس کی تحریروں اور تقریروں کے تازیانے سے اس خفتہ قوم کی آنکھ سی کھل گئی میں نے بڑی کوشش کر کے مُلّے اور مینے سے اُس کے کفر و الحاد کے فتوے بھی نکلے اور اُس کی سخت مخالفت بھی کرائی مگر اُس کا اعتبار روز بروز بڑھتا گیا میں نے اُس کے عقائد اور خیالات میں ایک آدھ ایسی باتیں ڈال دیں جس سے اُس کی کوششوں کا اثر کم ہو جائے۔ مثلاً مذہب کے روحانی اصول سے قطع نظر کر کے اُس کو سائنس کا بالکل ماتحت کر دینا حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ صرف مادّی حکمت کسی قوم میں وہ قوت نہیں پیدا کر سکتی جو ترقی کا اصلی راز ہے۔

غرض کہ ایسی تدبیروں سے میں نے اُس کا اعتبار ساقط کرنے کی سخت کوشش کی لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ قوم اُس کی آواز پر بیدار ہو گئی اور اپنی گئی گذری حالت کا احساس کرنے لگی۔ ایک بڑی مشکل یہ پڑی کہ اُس کی مذہبی تصانیف نے گو وہ خود درجہ کمال سے گری ہوئی کیوں نہ ہو مسلمانوں میں ایسی ہل چل ڈال دی کہ نیم خواندہ ملّاؤں کے اقوال پر آنکھ بند کر کے چل دینے کے بجائے ہر شخص کو تحقیق اور تدقیق کا شوق پیدا ہو گیا۔ خود فرقۂ علما میں بیداری کے آثار نمایاں ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے صرف قال اللہ و قال الرسول پر مستعصم ہونے کے (جس کا اثر بڑی کوششوں سے محدود کر دیا گیا تھا) ایک ایسا طریقہ استدلال و برہان پر بھروسا کرنے کا پیدا ہو گیا جو بوجہ عقلی اور دماغی تعلق کے زیادہ پائدار اور موثر تھا۔ (باقی آیندہ)

رفتار زمانہ

برق کی رفتار کے کرشمے جو آج کل ہماری نگاہوں سے گذرتے ہیں انہیں دیکھ کر اس قدر تعجب ہوتا ہے اور کچھ ایسی حیرت گریبان گیر ہو جاتی ہے کہ ایک متفکر دماغ کو گھنٹوں اس عالم تحیر سے نجات نہیں مل سکتی۔ بات کرتے میں ہزاروں میل کی خبریں سنا دینا کچھ معمولی شعبدہ نہیں۔ منٹوں منٹوں میں لاکھوں میل طے کر جانا ایک ایسا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ سر بگریبان ہوئے بغیر چارہ نظر نہیں آتا اور بیشک یہہ خیال کر لینا کسی طرح نادرست نہیں ہو سکتا کہ سرعتیں اس پر ختم ہو گئیں اور روانیاں اسی کے دم قدم کے ساتھ زندہ ہیں۔ لیکن میرے دوستو ایک اور چیز بھی ہے اس کی رفتار اس سے بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہے اس کی چال میں کچھ اس بلا کی سبک خرامی ہے کہ آنکھوں آنکھوں میں گذر جائے اور کچھ خبر نہ ہو۔

خیال کرو پلک جھپنے کی بھی کوئی حقیقت ہے آنکھ بند کرنا اور پھر فوراً ہی کھول دینا کیا یہہ بھی کسی شمار میں داخل ہے مگر افوہ یہہ قلیل المقدار وقت یہہ نہایت ہی قلیل وقفہ اس برق وش کے منزلوں نکل جانے کو کافی ہے جسے ہم زمانہ کہتے ہیں - اس کی سرعتوں کو نہ برق پہونچ سکتی ہے نہ نور اس کی جولانیاں ہی اس کی نظیر ہیں۔ یہہ وہ اشہب خوش خرام ہے جس پر ہم سوار ہیں مگر اس کی باگوں تک ہمارے ہاتھ نہیں پہونچ سکتے۔ یہہ چلا جاتا ہے اور اوڑا ہوا چلا جاتا ہے اور ساتھ ہی اپنے شہسوار کو بھی اوڑائے لئے چلا جاتا ہے۔

اہا وہ کس بلا کے شہسوار ہیں ان کی پٹڑی کا جاد تو دیکھو کس آن بان اور بانکپن کے ساتھ جمے ہوے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس تیز رفتاری میں کسی عضو کو جنبش ہو جائے۔ ممکن ہے رکاب سے قدم علیحدہ ہو کیا مجال جو تیور پر بل آ جائیں یا چتون میلی ہو یا ٹاپوں سے اوڑتا ہوا غبار انہیں مکدر کردے نہیں نہیں وہ سواری کے پکے وہ ارادوں کے پورے وہ اولوالعزم بہادر اسی طرح ہمتوں کے ٹونی فل زیب بدن کئے۔ ترقیوں کے تمغے سینے پر لٹکائے۔ جفاکشی اور سرفروشی کی تلواریں ڈاب میں ڈالے استقلال کے نیزے ہاتھوں میں لئے خس و خاشاک کو ہٹاتے سد راہ پہاڑوں کو چیرتے گوہر مقصود کا نشانہ اوڑاتے ہوے اپنے رو میں اسی طرف چلے جاتے ہیں جس طرف خوش خرام زمانہ انہیں لئے جا رہا ہے۔

زمانہ کی رفتار کا ساتھ دینا کچھ حقیقتاً مشکل ہے مگر جن کے دل میں جوش ہے جن میں شجاعت کے ولولے ہیں جن میں روز ایک نئی روح پھونک دی جاتی ہے جن کی امنگیں دبائے سے نہیں دب سکتیں

وہ اُس کا ساتھ دیتے ہیں اور ایسا ساتھ دیتے ہیں کہ اُس بری وش کو بھی اِس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - مبارک ہیں وہ نفوس اور بڑی صاحب اقبال ہے وہ قوم جس نے ایسے ایسے سورما ن دنیا کے پلیٹ فارم پر کھڑے کرکے زندہ مثالیں قایم کردیں اور ترقیون کی جیتی جاگتی تصویرون کو ہمارے سامنے پیش کردیا مگر ہمین کیا ہم اُن کی طرف کبھی توجہ سے نہین دیکھین گے ہم کبھی اُن سے کوئی مفید سبق حاصل نہ کرین گے ہمارے دلون مین کبھی جان نہ آئے گی ہماری آرزوئین مٹ چکی ہین اور بالکل مٹ چکی ہین ہمارے دل مردہ ہو چکے ہین ہم بظاہر زندہ ہین لیکن باطن مین مُردون سے بھی بدتر ہین - کاش ہم مین جان ہوتی کاش ہم مین حس ہوتی تاکہ ہم نہ صرف اُن بہادر سورماؤن کو دیکھ سکتے اور اُن کی قدر کرسکتے جنھین قبرا تواریخ نے ہمارے روبرو بقائے دوام کے لباس مین پیش کیا ہے بلکہ اپنی قوم کے بہادر شہسوارون کو بھی دیکھ کر انھین پہچانتے اور دوسری قومون کو پہچنواتے کہ دیکھو ہمارے ہان کے شہسوار بھی اِس آن بان سے زمانے کے سمند برق خرام پر سرپٹ اڑیان جمائے ہوئے ہین - کیا ہم دعویٰ کرسکتے ہین کہ ہم نے توجہ کی آنکھ کبھی ایسے لائق تقلید نمونون کی طرف ڈالی ہے جو ہماری قوم نے ہمارے روبرو رکھے ہین اور کیا ہم نے اُن کے حق سے ادا ہونے کی کوئی کوشش کی ہے - ہماری اِس سہل انگاری کی سزا ہمکو نہ صرف اُن مقدس اور قابل تقلید نمونون کے مٹ جاتے ہین بلکہ خود ہمارے مٹنے مین مل رہی ہے - چونکہ ہم اُن لوگون کی صحبت سے محروم ہین - اِس عارضی صحبت سے نہین جو دنیا کی چندروزہ زندگی مین حاصل ہوتی ہے بلکہ اُس لازوال صحبت سے جو سوانح عمریون اور کارنامون کے ذریعے سے میسر ہوتی ہے - لہٰذا ہمکو وقت کی قدر کرنے اور اُس کی برق خاطف کی سی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے کا حوصلہ نہین پیدا ہوتا - ہم لمحے اور گھنٹے ہفتے اور مہینے سال اور قرن اِس طرح گزار دیتے ہین گویا زندگی کا ماحصل یہی ہے کہ زمانے کی رفتار کو بیٹھے بیٹھے تعجب اور حسرت کے ساتھ دیکھا کرین - شاعر کہتا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی ❊ گردون نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

پس - اے میرے بھائیو اٹھو اور کمر ہمت چست باندھو - وقت کی رفتار کبھی بند نہ ہوگی اور جس قدر ہم اُس کی طرف سے بے اعتنائی کرین گے اُسی قدر ہمکو پشیمانی اور افسوس کے انجام کا منتظر رہنا پڑیگا ؎

من نمے گویم زیان کن یا بفکر سود باش ❊ اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

سید محمد محسن - وفا - سیتاپوری

اسلام

نمبر ۱

مضمون مندرجہ عنوان اُس انگریزی لیکچر کا ترجمہ ہے جو مسس اینی بسنٹ صاحبہ نے بمقام مدراس دیا تھا۔ ہمارے کرمفرما جناب مولوی محمد معشوق حسین خان صاحب بی۔ اے نے اُس کو اُردو کا جامہ پہنا کر اُردو دان پبلک کے افادہ کی غرض سے عنایت فرمایا ہے کسی خاص مذہب کے موافق یا مخالف مناظرہ اور مجادلہ ہمارے رسالے مین کبھی شایع نہین ہوتا۔ لیکن سیرت بزرگان دین و بانیان مذاہب علی الخصوص جبکہ وہ غیر مذہب کے اعتقاد رکھنے والون کی زبان سے بیان ہون ضرور اس قابل ہین کہ پبلک کو اُن سے مستفید کیا جائے۔

اس زمانے مین جبکہ ہند۔و مسلمان کے باہمی اتحاد کی کوشش کی اس قدر سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے اس قسم کے مضامین جو بغیر مجادلہ و مقابلہ کے کسی مذہب کے بانی کی خوبیان ظاہر کرکے اُن غلط فہمیون کو دور کرین جو اُس مذہب کے متعلق عام طور پر پھیلی ہوئی ہین اور جن کی وجہ سے ایک اہل مذہب دوسرے اہل مذہب کو مغائرت اور ذلت کی نظر سے دیکھنے پر مجبور رہتا ہے ضرور اتحاد و اتفاق کے بڑھانے والے ثابت ہون گے۔ ہمکو اس خاص غرض کے اظہار کی ضرورت محض اس وجہ سے محسوس ہوئی ہے کہ ہم چند حضرات کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائین کہ جس طرح ہمارے عنایت فرمانے یہ مضمون اسلام کے متعلق ہمکو عطا فرمایا ہے اسی طرح دیگر اصحاب جو دیگر مذاہب کے متعلق کامل واقفیت رکھتے ہون ایسے ہی دلچسپ پیرایے مین اُن مذاہب کے متعلق بھی مضامین عنایت فرمایا کرین تاکہ بغیر اندیشۂ رد و قدح کے مختلف مذاہب کے لوگون مین ایک دوسرے کے مذہبی حالات سے واقف ہو کر ہمدردی خیالات پیدا ہو سکے۔ یہ ایسی بے بہا قومی خدمت ہے جس کا معاوضہ صرف وہ دلی خوشی ہے جو ہر محب وطن کو قومی اتحاد اور اتفاق کی ترقی کو دیکھکر پیدا ہوتی ہے - اڈیٹر

مذہب مین چار چیزین ایسی ہوتی ہین جن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۱) اُس کا بانی جس کی زندگی - انداز و روش کا اثر اس مذہب پر پایا جائے گا (۲) ظاہری عقاید مذہب جو عامہ خلایق کی رہنمائی کے لئے ہوتے ہین (۳) فلسفہ جس کی ضرورت علما اور تہذیب یافتہ گروہ کو محسوس ہوتی ہے

(۴) اسرار باطنی جن سے روح انسانی کا وہ شوق ظاہر ہوتا ہے جو اُس میں اپنے سرچشمے سے وصل حاصل کرنے کے لئے پایا جاتا ہے۔

ان چار باتوں کو مد نظر رکھکر اب میرے ساتھ شام و عرب کی طرف چلو۔ اُس وقت جبکہ چھٹی صدی عیسوی نے بحالیابالی و ایام سے سر نکالا ہے۔ میرے ساتھ آؤ اور دیکھو کہ عرب کی جو ایک خوبصورت جزیرہ نما ہے۔ اور شام کی جس پر حضرت مسیح کے مبارک قدم پڑے تھے۔ اب کیا حالت ہو رہی ہے۔ ہر طرف مذہبی لڑائیوں کا طوفان بپا ہے جس نے قبائل کے قبائل کو متفرق اور لوگوں کو منتشر کر دیا ہے۔ جھگڑے جن میں ہزاروں کا خون ہوا ہے۔ خونخوار لڑائیاں جو پشتہا پشت تک متواتر چلی جاتی ہیں۔ اور تنفر و مباینت جس نے آدمی کو آدمی سے خاندان کو خاندان سے اور قبیلہ کو قبیلے سے جدا کر دیا ہے اس زمین کو اپنا وطن بنائے ہوئے ہیں عرب کی حالت پیش نظر کرو جہاں بت پرستی کے ساتھ نہایت درجہ شقاوت قلب اور بے رحمی برتی جاتی ہے انسان کو پتھر کی مورتوں کے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ جہاں کہ بتوں کی پرستش کرنے والے ایک جاندار انسان کو بے جان کرنے میں دریغ کرنا تو کجا خوشیاں مناتے ہیں۔ جہاں پر انسانی محبت کی جگہہ شہوت نفسانی کا غلبہ ہے اور جہاں اپنے عزیزوں اور خاندانوں میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے کی بجائے شہوت پرستی کو عروج ہے۔ جہاں ذرا ذرا باتوں پر تلواریں کھینچ جاتی ہیں اور جہاں عزیز عزیز کو اور ہمسایہ ہمسایہ کو تہ تیغ کرنے میں ذرا بھی تکلیف نہیں کرتے اور زندگی ایسی خراب و ناپاک ہے کہ الفاظ میں گنجائش نہیں جو پورے طور پر اسے بیان کیا جا سکے۔

شہوت نفسانی کے اس کھولتے ہوئے جہنم میں جہاں غضب غصہ قتل و غارت بے رحمی اور ظلم و تعدی کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے اُس نے اپنی بھولی بھولی آنکھیں اس عالم میں ۲۹ - اگست سنہ ۵ء[لہ] کو شہر مکہ اور قبیلہ قریش میں کھولیں۔ اُس کی پیدائش کے چند ہی ہفتے پہلے باپ عالم جاودانی کو سدھار چکا تھا۔ خود اِس کے باپ کو جبکہ وہ عین عنفوان شباب میں تھا انسانی قربانی کے لئے ایک بُت کی نذر کر دیا گیا تھا اور جس کی جان ستر کے ایک پجارن کے کہنے سے کہ اس نوجوان کو سلامت رکھا جائے بچی تھی۔

لہ آپکی پیدائش کی تاریخ بعض مورخین نے ۱۰ نومبر سنہ ۵۶۹ء قرار دی ہے۔ گبن جسٹینین کی وفات کے چار سال بعد اور ابی سینیا کی شکست سے دو ماہ بعد آپ کی پیدائش بیان کرتا ہے۔ ابو الفدا۔ الکین کے اقوال کے بموجب یہ سن سکندری تھا اور سنہ ۱۳۱۶ بخت نصری۔ اس حساب سے سنہ ۵۶۹ء زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مترجم

غرضکہ ماں جیسے بیوہ ہوئے صرف چند ہفتے ہی ہونے آتے ہیں۔ اُس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور چند سال بعد وہ خود بھی اپنے شوہر کے پاس دوسرے عالم میں سدھارتی ہے۔ یہ بچہ اپنے دادا کے ہاں پالا پوسا جاتا ہے۔ اس کی طبیعت میں خاموشی اور سکوت ہے۔ پیارا پیارا۔ نیک اور بڑے صبر و استقلال کا بچہ معلوم ہوتا ہے۔ جس سے سب بہت ہی محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس حالت میں چند سال اور گذرتے ہیں کہ دادا بھی گذر جاتا ہے اور چچا ابو طالب اس دُرِّ یتیم کو جو ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ تین مرتبہ یتیم ہو چکا ہے اپنے گھر لے جاتا ہے۔ اور وہاں یہ پل کر جوان ہوتا ہے۔ پھر یہ تجارت کے سلسلے میں شام کا سفر اختیار کرتا ہے اور جو کچھ سامنے گذرتا جاتا ہے اُسے نہایت غور و خوض کے ساتھ دیکھتا جاتا ہے۔ بیس اور چار چوبیس برس اُس کی عمر کے ہونے آتے ہیں اور وہ شام ہی میں اپنی ہم قبیلہ ایک بی بی کی خاطر جو اُس سے عمر میں کہیں بڑی تھیں اور جن کا نام خدیجہ تھا سفر کرتا رہتا ہے۔ اور جب وہ واپس آتا ہے تو وہ بی بی اُس کو بڑا قدر و فادار۔ محتاط۔ جز رس۔ پاک نفس اور اعتبار کے قابل پاتی ہیں کہ اُس کے ساتھ شادی کر لیتی ہیں اور اب وہ دونوں محمدؐ جو ابھی نبی نہیں ہوئے تھے اور خدیجہؓ جنھیں ابھی سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ ایک نوجوان اور دوسری کسی قدر کبیر سن۔ اس محبت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں کہ دنیا میں نظیر ملنا محال ہے۔ حتیٰ کہ چھبیس برس نہایت الفت و محبت کے ساتھ گزار کر وہ بی بی جبکہ اُن کے شوہر کی عمر پچاس برس کی ہوتی ہے۔ عالم جاودانی کا سفر کرتی ہیں۔

شادی کے بعد پندرہ برس غور و فکر کا زمانہ رہتا ہے جس میں ظاہری اطمینان اور بے انتہا انجان پایا جاتا ہے۔ مکے کے گلی کوچوں میں سے جب آپ کا گذر ہوتا تو بچے دوڑ کر گھٹنوں سے لپٹ جاتے۔ آپ ہمیشہ بچوں سے محبت کی باتیں اور پیار و الفت کرتے۔ آپ وعدہ کے ایسے پکے تھے کہ کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ وعدہ کرنے کے بعد آپ نے اُسے ایفا نہ کیا ہو۔ آپ ہمیشہ غریبوں اور مصیبت زدوں کے پاس جاتے اور اُنھیں نصیحت اور ہمدردی فرماتے۔ لوگ آپ کو "الامین" کہتے یعنی یہ نام آپ کو آپ کے ہمسایوں نے دیا تھا جس کے معنی ہیں وہ آدمی جس پر اعتبار کرنا چاہئے اس سے زیادہ بزرگ نام اور کون حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جبکہ ظاہری حالت میں آپ لوگوں کے اس طرح کام آتے۔ اُن سے مہربانی کا برتاو فرماتے اور اُن کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اُس وقت بھلا اندر دل کی حالت کیسی ہوگی؟۔ آہ۔ کون اُس اندرونی تکلیف اور بے چینی کا اندازہ کر سکتا ہے جو آپ کو قرب و جوار کے میدانوں میں کھینچ لے جاتی تھی جہاں آپ خود اپنی روح کے ساتھ بحث و مباحثہ کی کشمکش میں مصروف رہتے تھے۔ اُس حالت کا صرف وہی لوگ اندازہ کر سکتے ہیں جن کا قلب مورد الہام ربّانی ہو۔ آپ دور جنگلوں میں تشریف لے جاتے۔ مہینوں اسی طرح جاتے رہتے

یہان تک کہ پندرہ برس اسی حالت مین گذر گئے۔ پہاڑون کی کھوئون مین تنہا دنیاوی جھگڑون سے علیحدہ آپ بیٹھے رہتے۔ ہر وقت غور و فکر و دعا کرتے رہتے۔ کبھی خود ہی شک پیدا ہوتا اور خود ہی اپنے دل سے سوالات کرنے لگتے۔ اور ایک حیرت کے عالم مین تھے کہ یہ کون پیام ہے جسکی آواز میرے کانون مین آ رہی ہے۔ "اقرأ باسم ربک" وہ کون ہے جسکے نام لینے کے لئے کہا جاتا ہے ؟ پڑھنے کو کہا جاتا ہے تو کیا پڑھا جائے ؟ شبہ اور اندرونی تکلیفات سے بیقرار ہوکر۔ اپنی قوت کی طرف سے خود ہی مایوس ہوکر۔ آپ جنھین کوئی چیز پڑھائی نہین گئی۔ کبھی کوئی تربیت نہین دی گئی کس طرح بھلا اُس اندرونی آواز کا جو پکارتی ہے اعتبار کرین۔ کیا یہ خود نفس کا غرور۔ انانیت۔ خواہشات کشورستانی و حکمرانی تو نہین ہین جو اس طرح آواز دیتے ہین۔ اور خدا کی آواز کا دھوکا ہی دھوکا نہ ہو جو اپنے نبی کو اپنا کلام پڑھنے کے لئے اس طرح حکم کرتی ہے اس طرح سے پندرہ سال گذر جاتے ہین۔ ایسے سال جو سرتاسر ایسے خلجان اور روحانی بے چینی سے بھرے ہوے ہین کہ بہت کم لوگ اندازہ کر سکتے ہین۔ ایک رات جبکہ آپ اسی بے چینی کی حالت مین زمین پر پڑے ہوے ہین ایک نور آسمان سے طالع ہوتا ہے اور ایک شاندار صورت سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ "اٹھ تو خدا کا رسول ہے جا اور اُس کے نام کا اعلان کر" "مین کیا اعلان کرون" وہ فرشتہ بتاتا ہے کہ کیا اعلان کرنا چاہئے پھر وہ بتاتا ہے کہ عالم کس طرح پیدا ہوا اور آدمی کس طرح خلق ہوا۔ وہ خدا کی وحدانیت والا یک کا راز بتاتا ہے اور اُس شئے کی تعلیم کرتا ہے جس کے انجام دینے کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ آپ جو بے انتہا خاموش اور چپ طبیعت کے تھے۔ اور ایک قوم کی قوم آپ کے گرد و پیش تھی۔ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جائین اور خدائے لایزال و قادر مطلق کے نام کا ڈنکا بجائین۔ یہان سے گھبرائے ہوے آپ تشریف لے جاتے ہین اور مکان مین پہونچ کر زمین پر گر پڑتے ہین۔ اور حضرت خدیجہ سے استفسار فرماتے ہین "مین کیا کرون ؟ اور مین کون ہون ؟ مین کون ہون" وہ وفادار بی بی نہایت اطمینان بخش لہجہ مین فرماتی ہین " نہین۔ تم صادق ہو اور امین ہو۔ تم نے کبھی وعدہ خلافی نہین کی۔ لوگ تمھارے چال چلن سے واقف ہین۔ خدا کسی ایماندار کو دھوکا نہین دیتا۔ اُس آواز پر چلو اور حکم کو بجا لاؤ" اور بیوی کی آواز جو خود سب سے پہلے ایمان لائین انسان کے دل کو جو اس بڑے کام کی عظمت و جبروت کے سامنے ہمت ہارے دیتا ہے بڑھاتی ہے۔ اور آپ ہمہ تن آمادہ ہوکر کھڑے ہو جاتے ہین۔ صرف محمد ہی نہین بلکہ محمد الرسول اللہ کی حیثیت سے جو عرب کو ایک منتظم حکومت۔ ایک عظیم الشان طاقت بنا دین گے اور جن کے متبعین علم و فضل کی مشعل کو یورپ تک لیجائین گے اور وہان جہان وہ کب کی بجھ چکی تھی دوبارہ روشن کرین گے۔ وہ بڑی بڑی سلطنتین قایم کرین گے۔ اُن کے قلوب بانی اسلام کی محبت و اطاعت مین ایسے ڈوبے ہون گے کہ دوسرے مذہب مین اُس کی نظیر

تلاش کرنا محال ہے۔ کیونکہ یہہ تم لوگون کو یاد رکھنا چاہیئے۔ تم لوگون کو جو رسول عرب کے پیرو نہین ہو بنی نوع انسان کے تمام مذاہب مین سے کوئی ایک بھی ایسا مذہب نہین جس کے پیرو رسول عرب کے مذہب کے پیروؤن کے مقابلے مین زیادہ خلوص کے ساتھ اپنے مذہب پر ایمان رکھتے ہون یا زیادہ جوش کے ساتھ اُس پر عمل کرتے ہون اور اگر جیسے مین کا قول ہے آدمی کے طرز عمل مین اُس کے ایمان کا ثبوت ملتا ہے تو اُن کے پیروؤن کو دیکھو اور یہہ دیکھو کہ کس طرح اب تک رسول عرب کا فرمان اُن کے اعمال زندگی پر حکومت کرتا ہے۔ کبھی کسی مسلمان کو سب کے سامنے نماز مین کھڑے ہوئے شرم نہین آتی خواہ کتنی ہی ہنسی کرنے والے اور اُس کے پیغمبر سے نفرت کرنے والے اُس کے گرد جمع ہون۔ تم اُس سے زیادہ بہادری جرأت و تہور کی نظیر کہان سے لاسکتے ہو جس کا ثبوت افریقہ کے درویشون نے دیا ہے جبکہ توپون پر توپین چل رہی تھین اور ایک جوش کے عالم مین وہ اُن آتش فشان حربون پر لوٹے پڑتے تھے گو کہ غنیم تک پہونچتے پہونچتے صفین کی صفین خالی ہوتی چلی جاتی تھین۔ مگر وہ اپنے نبی اور مذہب اسلام کی محبت مین موت کے مُنہ مین اس ذوق و شوق سے جاتے تھے جیسے کوئی اپنے شادی کے جلسے مین بڑے اشتیاق سے جاتا ہو۔

ایسے مذہب کا آیندہ ایک زمانہ ضرور آنے والا ہے اور ایسا مذہب ضرور ایک دن اس سے زیادہ بلند مقام پر نظر آئے گا۔ جہان آج کل نظر آتا ہے۔

ہم اپنے پیغمبر کے حالات کی طرف پھر رجوع کرتے ہین جبکہ ابھی اُن پر صرف ایک شخص ایمان لایا ہے یعنی اُن کی بی بی اس کے بعد جو ایمان لائے وہ انکے نہایت قریب کے عزیز ہین۔ اس بات سے آدمی کی کچھ حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہہ لہ آسان ہے کہ آدمیون کے ایک ایسے مجمع مین سے جو تمھین نہ جانتے ہون اور جو تمھاری صرف تیار کی ہوئی تقریرین اور کئی کئی مرتبے کے پوچھے ہوئے سوالات کے جواب سنتے ہون بہت سے لوگ مرید ہوجائین لیکن اپنی بیوی کی نظرون مین اپنی بیٹی کی نظرون مین اپنے داماد اور قریب کے رشتہ دارون کی نظرون مین پیغمبر تسلیم کیا جانا بیشک ایک بات ہے۔ اسکے معنی پیغمبر برحق کے ہین اور یہہ ایک ایسی نعمت ہے جو خود حضرت مسیح تک کو نصیب نہین ہوئی۔ غرضکہ ایسے ایسے لوگ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والون مین سے تھے مگر ابو طالب جنھون نے تمام عمر آپ کی پرورش کی تھی۔ اس پر راضی نہ ہوسے کہ ایسے شخص کو جو

لہ۔ سید امیر علی کی اسپرٹ اسلام صفحات ۸۷، ۸۸

بچہ سا ان کے گھٹنوں میں لپٹا کرتا تھا پیغمبر خدا تسلیم کریں - ایک مرتبہ جب ان کو دعوت اسلام دی گئی تو یہ جواب دیا "میرے بھائی کے بیٹے میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن خدائے بزرگ و برتر کی سوگند جب تک میری جان میں جان ہے کسی کی مجال نہیں کہ تجھے کوئی صدمہ پہونچائے" پھر علی کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ تمھارا کیا مذہب ہے - علیؓ نے جواب دیا "میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور اسی کے ساتھ رہوں گا" ابوطالب نے کہا "میرے بچے نہایت مناسب ہے وہ تمھیں کبھی کسی ایسے کام کی طرف نہ بلائے گا جو اچھا نہ ہو - اس لئے اس کی پیروی کرنے کے لئے تم مختار ہو" غرضکہ تین سال تک برابر نہایت خاموشی اور مستعدی کے ساتھ آپ کوشش کئے گئے اور صرف تیس آدمیوں نے آپکو پیغمبر خدا تسلیم کیا - اس کے بعد وہ زمانہ آیا جبکہ پہلے مرتبہ آپ نے کھڑے ہو کر علانیہ وعظ فرمایا - لوگوں کو سمجھایا کہ خدا کی ذات کو واحد جانو - انسان کی قربانی سے پرہیز کرو - شہوات نفسانی سے بچو - شراب نہ پیو - اور ناپاک زندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ - یہ پُرجوش الفاظ جو آپ کی زبان سے نکلتے ہیں سنکر اور لوگوں پر اثر ہوتا ہے اور وہ ایمان لے آتے ہیں - لیکن دوسروں کے اس طرح ایمان لانے سے قتل اور غارت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے - ایسے خوفناک مظالم شروع ہو جاتے ہیں کہ انسان برداشت نہیں کر سکتا - لوگ آپ پر ایمان لانے والوں کو قتل کرتے ہیں - ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں - برچھیوں سے چھیدتے ہیں - عرب کے سلگتے ہوے بالو پر چت لٹا کر سینوں پر بھاری بھاری پتھر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول سے انکار کرو - لیکن یہ لا الہ الا اللہ - محمد الرسول اللہ کہتے ہیں اور دم نکل جاتا ہے دیکھو ایک شخص ہے جس کا مخالف ٹکڑے ٹکڑے کر کرکے گوشت کاٹتے چلے جاتے ہیں اور ہنس ہنس کر کہتے جاتے ہیں "کیا تم یہ پسند کرو گے کہ محمدؐ تمھاری جگہہ یہاں اور تم گھر پر آرام سے ہوتے" وہ شخص مرتے مرتے جواب دیتا ہے "خدا میرا شاہد ہے میں اپنی بیوی بچوں اور مال اسباب کے ساتھ گھر پر رہنا کبھی پسند نہیں کر سکتا اگر محمدؐ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھا ہوا ہو" ایسی محبت تھی جو آپ نے ان لوگوں کے دل میں پیدا کر دی تھی جو آپ کے واسطے جان دیتے تھے -

آخرکار ان مظالم سے تنگ آکر آپ کے پیرؤوں نے بھاگ بھاگ کر دوسروں کے ملکوں میں پناہ لینی شروع کی - تھوڑی دیر کے لئے ذرا کان دھر کر سنو کہ کن الفاظ میں وہ لوگ جنھیں آپ نے چاہ ضلالت سے نکالا تھا اپنے پیغمبر کا ذکر کرتے ہیں اور کس طرح ان احسانات کو بیان کرتے ہیں جو آپ نے ان کے ساتھ کئے تھے - کیونکہ مرید اپنے پیر کی تعلیم کی سب سے بڑھ کر شہادت ہوتا ہے - اس کے ساتھ ہی ساتھ تمھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص نے کس طرح اپنے تابعین پر اثر ڈالا تھا -　　(باقی آیندہ)

اسپیچ جلسہ ابتدائی رفاہ عام کلب سکندرآباد

جناب صدر انجمن صاحب و دیگر معززین۔

آپ نے مجھ ناچیز کو حکم فرمایا ہے کہ رفاہ عام کلب سکندرآباد کے اغراض و مقاصد کو بیان کرون مین وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ آپنے اِس انتخاب مین سہواً یا قصداً اِس خیال کو نظر انداز فرمایا ہے کہ اِس کام کے لئے کسی لایق شخص کو تجویز کرین۔ لیکن مجھ پر اِس حکم کی تعمیل واجب ہے۔

اس تعمیل مین میرا خیال ہے کہ جہان تک ممکن ہو اختصار مد نظر رکھا جائے کیونکہ وقت تھوڑا ہے اور جو کچھ مین عرض کرون گا وہ میری کم مائگی کی وجہ سے دلچسپی سے خالی ہوگا۔ پچھلا جلسہ قبل نماز مغرب منعقد ہوا تھا اور چونکہ آپ صاحبون کی تشریف آوری کے لئے زیادہ انتظار کرنا پڑا اس لئے قبل اِس کے کہ اغراض جلسہ حاصل ہون نماز مغرب کا وقت آگیا اور موذن نے بلا لحاظ اِس امر کے کہ آپ کی تشریف آوری مین کسی معقول وجہ سے دیر ہوئی اُس زبردست حکم کا اعلان کردیا جس کے بموجب ہمکو اپنا جلسہ فوراً برخاست کردینا لازم آیا۔

اگر بڑی باتون کو چھوٹی باتون سے تشبیہ دینا جایز ہو تو مجھے اتنا کہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ موذن کی اُس پرجلال آواز مین جو آپ کو مسجد کی طرف بلاتی ہے اور اِس آواز مین جس نے آپ کو یہان تک تشریف لانے کی تکلیف دی ہے ایک قسم کی مناسبت ہے کیونکہ دونون صورتون مین آپ کو اپنے ذاتی کامون کو ترک کرکے ان آوازون کی طرف دوڑنا پڑتا ہے۔ لیکن یہہ مناسبت صرف مناسبت ہی مشابہت نہین ہے اِس لئے کہ جب آپ خدا کے نام پر پکارے جاتے ہین تو اُس کی تعمیل کے لئے آپ کسی شکریہ کے مستحق نہین ہوتے مگر یہان تکلیف فرمانے کے عوض مین تہذیب مقتضی ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کیا جائے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ شاید مین فضول گوئی کے تصور کا مرتکب متصور ہون لیکن ضرورت مجبور کرتی ہے کہ مین آج کی تقریر اُن مبادی اصول سے شروع کرون جن کی تشریح ایسی مجالس مین جہان کلب و علمی مجلس کے مفہوم سے لوگ بخوبی آشنا ہون فضول متصور ہوسکتی ہے۔ انسان قدرت الہی کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ اُس کو دیگر حیوانات کی طرح جسم تو دیا ہی گیا ہے لیکن بعض قوتین ایسی بھی دی گئی ہین جو اُس کو دیگر حیوانات کے مقابلہ مین ممیز و ممتاز کرتی ہین۔ اِس بڑے امتیاز کی وجہ سے جو فرائض اُس کے ذمہ عائد ہوتے ہین وہ دو قسم کے ہین۔ ذاتی اور تمدنی۔ گو اِن دونون کے درمیان کوئی ایسا امتیازی اصول قایم نہین ہوسکتا جو ایک کو دوسرے سے بالکل جدا کردے جیہ

دونون باہم اس طرح مربوط ہین جیسے دریا اور اُس کی موجین تاہم اکثر اوقات یہہ ممکن ہے کہ ہم ایک پہلو کی طرف اس قدر جھک جائین کہ دوسرا پہلو بالکل نظر انداز ہو جائے - مذہبی پیشواؤن اور سوشل ریفارمرون کا نصب العین ہمیشہ یہی رہا ہے کہ ان دونون فرائض کو ضرورت کے موافق باہم مربوط کرکے ایک ایسا دستور العمل قایم کردین جس پر چلنے سے زندگی کا ابتدائی اور ضروری اصول یعنی اعمال قایم رہے اور افراد اپنے ذاتی فرائض کو اس طریقے سے ادا کرتے رہین کہ تمدنی ترقی کے دوش بدوش چل سکین - مین مذہبی علوم سے بالکل نابلد ہون اور مجھے کوئی حق روحانی ترقی کے متعلق رائے ظاہر کرنے کا نہین ہے لیکن معمولی واقفیت کے اعتبار سے اس قدر کہنے کی جرأت کرسکتا ہون کہ یہی بیانہ روی تمام روحانی ترقی کی بنیاد ہے -

اس تقریر کا ماحصل یہہ ہے کہ انسان کو اپنی ذاتی اور نوعی حیثیت قایم رکھنے کے لئے مختلف فرائض ادا کرنے ضروری ہین اور مین اس وقت اس امر پر زور دینا چاہتا ہون کہ ان فرائض کے ادا کرنے کی اہلیت پیدا ہونے کی پہلی اور ضروری شرط "علم" ہے - میرے ذہن مین اس وقت "علم" کے وہ سیدھے اور سادے معنی ہین جو ایک مبتدی کو بتائے جاتے ہین یعنی "العلمُ دانستن" - اب غور کیجئے کہ ذاتی فرائض کے ادا کرنے کی غرض سے کس قدر وافر سامان حصول "علم" کے فطرت الٰہی نے مہیا کردیے ہین - جب ہمکو بھوک لگتی ہے تو ہمین "علم" ہوتا ہے کہ اس وقت جسم کے اندر غذا پہونچانا ہم پر فرض ہے - غرضکہ جسم انسانی کے اندر وہ قوتین ادراک کی موجود ہین جن سے ہر وقت جسمانی کیفیات کا پتہ چلتا رہتا ہے اور ہمکو اپنے فرائض کے ادا کرنے کے لئے جو علم ضروری ہے وہ حاصل ہوتا رہتا ہے جسکے بموجب طبیعت جلب منفعت اور دفع مضرت کے ذرایع عمل مین لاتی رہتی ہے وہ عصباتی نظام کا تار برقی ہر گذرنے والی کیفیت کی بے کم و کاست اطلاع برابر پہونچاتا رہتا ہے - ادھر ایک کانٹا چبھا ادھر خبر ہوگئی - ادھر گرمی یا سردی کی کیفیت غالب ہوئی ادھر فوراً احساس پیدا ہوا غرضکہ جسم بھی ایک چھوٹی سی دنیا ہے - غالب ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال ✤ ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

یہہ سامان تو اُس علم اور ادراک کے حصول کے لئے ہے جو ذاتی اور جسمانی ضروریات کی بہم رسانی یا دوسرے الفاظ مین یون سمجھئے کہ ذاتی فرائض کے ادا کرنیکے لئے ضروری ہے اور اس حد تک انسان دیگر حیوانات کی مانند صرف قیام زندگی کے نوامیس کا تابع ہے - لیکن بحیثیت ذی عقل ہونے کے جو فرائض نوعی ضروریات کی بہم رسانی کے اُس پر عاید ہوتے ہین اُن کے متعلق علم حاصل کرنے کے فطرتی آلے بہت نہ ہی

موجود نہیں ہیں بلکہ جو مادے اور قوتیں ہمکو عطا ہوئی ہیں اُن کے ذریعہ سے ہم ایسے آلے ایجاد کرنے پر قادر ہیں جنکو زندہ اور متمدن قومیں ایجاد کرکے استعمال کرتی رہتی ہیں لیکن مُردہ قومیں استعمال نہیں کر سکتیں یا استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کر سکتیں۔ اگر جسمانی احساس بالکل جاتا رہے یعنی اگر بھوک پیاس۔ گرمی۔ سردی۔ تکلیف اور راحت محسوس نہ ہو تو ایسی حالت کو جسمانی موت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر قومی احساس بالکل معدوم ہو جائے تو اُس حالت کو تمدنی موت کہنا بیجا نہ ہوگا۔ جس طرح جسمانی زندگی کے لئے آلات علم اور احساس کیفیات جسمانی کا موجود رہنا شرط اولی ہے اُسی طرح تمدنی زندگی کے لئے اخبارات و رسائل بمنزلہ شرط اولی کے ہیں اس صورت میں اخبارات اور رسائل پر ہمکو اپنا تھوڑا سا وقت اور روپیہ صرف کرنا ضروری ہے۔

اس موقع پر آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اس خطرے کی طرف اشارہ کروں جو اس راہ میں واقع ہوا کرتا ہے اور جس کی افسوسناک مثالیں ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ اکثر جب ہم کسی طبیب کے پاس کسی جسمانی تکلیف کی شکایت لیکر جاتے ہیں تو طبیب یہہ تشخیص کرتا ہے کہ ضروریات کی بہم رسانی میں ہم نے اعتدال سے تجاوز کیا تھا جسکا نتیجہ ہم اس وقت بھگت رہے ہیں بہت سے امراض کھانے پینے کی بے اعتدالیوں سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ قریب قریب تمام امراض کا اصل سبب بے اعتدالی ہی ہوتا ہے۔ غور کیجیے کہ جسمانی ضروریات کے صحیح "علم" کے لئے قدرت نے ہمارے جسم کے اندر کافی سامان مہیا کر دیا ہے تاہم بے اعتدالی وقوع میں آ ہی جاتی ہے۔ جبکہ قدرتی آلات ہمکو اعتدال پر قایم رکھنے میں بعض وقت ناکامیاب ہوتے ہیں تو مصنوعی اور اختراعی آلات یعنی اخبارات و رسائل جو تمدنی ضروریات کے "علم" کے لئے انسان خود پیدا کرتا ہے کس قدر زیادہ ناکامیاب ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگ آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش لوگ گورنمنٹ عالیہ کی بلند نظری اور علو حوصلگی اور درگزر کو کمزوری اور خوف اور لاچاری سے تعبیر کرکے اپنی وسعت سے زیادہ پانوں پھیلاتے ہیں اور اپنی بے اعتدالیوں سے قومی زندگی کے ذرائع کو قومی موت کے وسائل میں مبدل کر رہے ہیں ہم کو ان خطروں سے بچنے کی ہر وقت کوشش کرنی چاہئے اور اخبارات و رسائل کے انتخاب میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہئے تاکہ یہہ برباد کن مادہ ہمارے تمدنی جسم کے اندر سرایت نہ کرنے پائے۔ یہہ ابدی حقیقت ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "اعتدال زندگی کی بنیاد ہے اور بے اعتدالی بربادی کا پیش خیمہ ہے"

بعض اصحاب اخبارات و رسائل پر روپیہ صرف کرنا فضول ہی نہیں بلکہ باعث مضرت تصور

کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس مین روپیہ صرف کرنا دراصل ضایع کرنا ہے۔ یہہ خیال تمدنی احساس کے باطل ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ مین پوچھتا ہون کہ کیا آپ نے آج تک کسی کی جایداد کو محض اخبارات و رسائل وغیرہ کا شوق بڑھ جانے کی وجہ سے نیلام پر چڑھتے ہوئے دیکھا ہے ؟ آپ کا جواب نفی مین ہوگا مگر مین اسی پر اکتفا نہین کرتا بلکہ یہان تک کہنے کی جرات کرتا ہون کہ اپنی حالت اور پوزیشن کا سچا احساس جو دنیا کے حالات سے باخبر رہنے سے پیدا ہوتا ہے وہ اکثر اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ جھوٹی شیخی۔ فضول رسوم۔ ناپایدار عیش و عشرت سے کنارہ کشی کی جاے۔ کسی صاحب علم کو جو دراصل وہ پایہ علم کا رکھتا ہو جو اُسے دکھاوے کی باتون سے مستغنی کر دے آپ نے کبھی ایسی لغویات کا مرتکب نہ دیکھا ہوگا۔ اس صورت مین صرف یہی بات پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتی کہ اخبارات و رسائل پر ہمکو کچھ روپیہ اور وقت صرف کرنا بنظر اخلاقی فوائد کے ضروری ہے بلکہ صریح مالی نفع بھی بہت کچھ اس مین شامل ہے۔ ایک برجستہ مثال مجھے یاد آتی ہے ابھی چند روز ہوے ایک جاہل اور مفلس شخص ایک لمبی چوڑی فہرست لیکر میرے پاس آیا جس کی پیشانی پر مختصر عبارت مین چندے کی درخواست تھی اور نیچے عمائد شہر کے نام درج تھے۔ دور سے دیکھ کر مین نے یہہ تصور کیا کہ شاید دعوت کی فہرست ہوگی لیکن جب اُس نے اُسے میرے ہاتھ مین دیدیا تو معلوم ہوا کہ چندے کی فہرست ہے اور کس کام کے لئے لڑکے کا ختنہ کرانے کے لئے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ یہہ شخص نان شبینہ کو تو محتاج ہے لیکن اپنے لڑکے کی ختنے مین معقول رقم صرف کرنے کو ایسی عزت سمجھتا ہے جس کے لئے ننگ سوال تک اُسے گوارا ہے۔ یہہ کون سے مذہب کی تعلیم ہے اور یہہ کونسا تمدن سکھاتا ہے۔ کیا ایک صاحب علم آدمی گو وہ کتنا ہی غریب کیون نہ ہو ایسا کر سکتا ہے۔ آپ لوگون کو شاید جانسن کا قصہ معلوم ہوگا۔ اُس کے پاس جوتا نہایت شکستہ تھا ایک ملاقاتی جو ملنے کو آیا تھا جوتے کی یہہ حالت دیکھ کر اپنا نیا جوتہ چھوڑ گیا۔ جانسن کو اُس وقت تو معلوم نہ ہوا جب وہ چلا گیا تو دیکھا اور سمجھ گیا کہ اس غرض سے چھوڑا گیا ہے۔ فوراً طیش مین آکر جوتا کھڑکی کے پیچھے پھینک دیا اور آپ ہی آپ بڑبڑانے لگا کہ ”حرام زادہ مجکو کوئی سائل سمجھتا ہے مین کبھی اُس کا جوتہ نہین لونگا گو میرے پانون میرے پورانے جوتے سے مجروح ہی کیون نہ ہو جائین“ یہہ ہے علم کی استغنا جس کی مثالین ہمارے اسلاف مین بھی بکثرت موجود ہین لیکن افسوس ہے کہ ہماری تمدنی حالت اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ ہم اُسی مذہب کو جس نے ہمارے بزرگون مین وہ غیرت اور حمیت پیدا کر دی تھی آج ان بے غیرتون کا حیلہ بناتے ہین کہ ختنے کے بھلانے سے دست سوال پھیلانا جایز

سمجھتے ہین -

مین اصل مقصود سے شاید دور چلا گیا مجھے یہ کہنا تھا کہ رسائل و اخبارات کا مطالعہ تمدنی زندگی کے لئے ضروری ہے اور اُس پر روپیہ اور وقت خرچ کرنا باعث فلاح - لیکن اگر مین آپ کو ایسی ترکیب بتاؤن کہ خرچ کم اور فائدہ زیادہ ہو تو یقین ہے کہ آپ اُس کو ضرور مان لین گے اور وہ ترکیب یہ ہے آپ مشترکہ چندے سے کتب و رسائل و اخبارات مہیا کرین یعنی اِس غرض کے لئے ایک کلب قائم کرین - یا اگر کلب قائم ہو چکا ہے تو اُس کی امداد اور معاونت کرین -

یہ ہین اغراض و مقاصد اُس کلب کے جس کی امداد کے لئے آپ کو اِس وقت تکلیف دی گئی ہے اور جس کے قیام سے امید ہے کہ وہ فوائد رفتہ رفتہ بخوبی حاصل ہو جائین گے جنکا اوپر ذکر کیا گیا - گو ابھی اِس کی مالی حالت اِس قابل نہین ہے کہ پورے طور پر مفید ہو سکے خاصکر ایک لائبریری کا قایم کرنا ایک ایسا زبردست اور بڑے خرچ کا کام ہے جس کی اُس وقت تک ہرگز امید نہین ہو سکتی جب تک کہ آپ سب صاحبون کی پوری توجہ اِس طرف مبذول نہ ہو - معمولی رسائل و اخبارات کا منگایا جانا نسبتاً آسان تھا اور وہ شروع کر دیا گیا ہے - دنیا مین ہر کام کی ابتدا تھوڑے ہی سے ہوا کرتی ہے اور گو موجودہ حالت مین کلب سے محدود فوائد حاصل ہوتے ہین لیکن آپ لوگون کی کوشش اور توجہ اِس کو عروج کے زینے پر پہونچا دے تو کوئی تعجب نہین ہے -

عبدالغفار - اختر الہ آبادی

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ناظرین! جو کچھ رسالہ ید بیضا نے اِس قلیل مدت مین کیا باعتبار مضامین او کیا باعتبار کاغذ او چھپائی و لکھائی ترقی کی ہے وہ آپ لوگون سے پوشیدہ نہین - مگر باستثنا چند معاونین کے دیگر معزز لوگون نے اِس کی توسیع اشاعت مین اِس وقت تک توجہ نہین فرمائی - اگر ہمارے مہربان ایک ایک دو دو نئے خریدار بھی پیدا کر دین تو ہم بہت جلد رسالے کے حجم اور حیثیت مین اضافہ کر سکین گے ہمارے ارادے اور ہمارے حوصلے کو بڑھانا آپکی ذرا سی توجہ پر منحصر ہے - اڈیٹر

التماس ضروری

جن صاحبون نے رسالہ ہذا کی خریداری ماہ ستمبر ۱۹۱۰ء سے یعنی جس وقت سے رسالہ ہذا کی اشاعت شروع ہوئی ہے منظور فرمائی ہو اُن کی خدمت مین بادب گزارش کی جاتی ہے کہ اگر خریداری جاری رکھنا منظور ہو تو ۱۵ - ستمبر ۱۹۱۱ء تک نیا سالانہ چندہ خواہ خط مشعر خریداری موصول ہو جانا چاہئیے ورنہ ستمبر ۱۹۱۱ء کا رسالہ حسب معمول بذریعہ قیمت طلب پارسل ارسال خدمت عالی کیا جائے گا جو صاحبان ۱۵ ستمبر ۱۹۱۱ء کے اندر چندہ و رسال فرمائین گے اُن سے بجائے معمولی چندہ کے صرف ... اور ... سالانہ چندہ لیا جائیگا - اڈیٹر

تنقید

خواب ہستی

کیا مذہب روحانی فلسفہ ہے ؟ کیا یہہ سچ ہے کہ اُس تعلیم کا نام روحانی فلسفہ ہی جو بالعموم انسان کے خیالات کو محدود بناتی ہے جو ہم کو مجبور کرتی ہے کہ چند بعید از فہم باتون پر اعتقاد رکھین چند مقررہ رسوم کو بلا لحاظ صداقت قلبیہ کے ادا کرتے ہین اور چند مقررہ عقائد کے خلاف چلنے والون کو بلا لحاظ اُن کی ذاتی خوبیون کے مردود و مطرود تصور کرین ؟ کیا دینی تعلیم روحانی ترقی کی بنیاد ہو سکتی ہے جس نے اکثر نوع انسان کے طبقے کو دوسرے طبقے کے مقابل کھڑا کر کے دنیا کو بڑے سے بڑے خونخوار منظر دکھائے ہین ! یہہ جان فرسا خیالات ہین جو ایک مغربی تعلیم اور تہذیب کے دلدادہ کے دل و دماغ مین چکر لگاتے رہتے ہین اور جن کو وہ اکثر نشانہ ملامت ہونے کے خوف سے عام طور پر ظاہر نہین کرتا اور دل ہی دل مین پرورش کرتا رہتا ہے کسی جگہ سے جواب شافی نہ ملنے کی وجہ سے یہہ خیال برابر ترقی کرتا رہتا ہے یہان تک کہ ایک بڑھتی ہوئی ظلمت اُس کے دل و دماغ کو احاطہ کر لیتی ہے اُس کی باطنی آنکھین نور کو تلاش کرتی ہین اور نہین پاتین جس سے ایک ایسی ناگوار حالت پیدا ہوتی ہے جسکا نقشہ حضرت حافظ علیہ الرحمتہ یون کھینچتے ہین ؎

شب تاریک وبیم موج وگردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکبارانِ ساحلہا

اِس طوفان خیز بے پایان سمندر سے کشتی پار لے جانی کس طرح ممکن ہے ؟ - کیا مغربی تعلیم خود اِس کشتی کی ناخدائی کر سکتی ہے ؟ کیا استدلال اور منطق کی روشنی اِس طوفان مین رہنمائی کر سکتی ہے ؟ اِس معاملے مین بہت کچھ شبہ کی گنجایش ہے کیونکہ تجربہ کہہ رہا ہے کہ مغربی تعلیم کی مادیت اکثر اوقات قوی سے قوی روحانیت پر غلبہ پانے مین کامیاب ہوئی ہے۔

"روحانی ترقی" یہہ الفاظ مغربی حکمت مین جس طور پر سمجھے جاتے ہین اُس سے معمولی طبیعت والا صرف یہہ نتیجہ نکالتا ہے نیکی کی طرف نہ صرف اُس کے مطلق حسن کی وجہ سے بلکہ اُس کی تمدنی ضرورت کی وجہ سے رغبت کرنی چاہئے - گویا نیکی کی بھی قیمت دنیا کی دیگر اجناس کی طرح سکّون مین لگائی جا سکتی ہے - اِس تعلیم کا اثر زندہ اور ترقی کرنے والی قومون پر کچھ ہی کیون نہ ہو لیکن ہماری غریب قوم پر جس کی

روحانی حس باطل ہو گئی ہے۔ جس میں پاک روحانیت کا جوہر یعنی بلندی کی جانب فطرتاً رجوع ہونے کا مادّہ قریب قریب معدوم ہو گیا ہے جو کچھ اثر اس تعلیم کا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اس حالت میں وہ کونسی شے ہے جو روحانیت کو ہم میں زندہ اور قایم رکھ سکتی ہے ؟ وہ سچی اور پکی مذہبی تعلیم ہے۔ وہ تعلیم جو تعصب اور جاہلانہ اختلافات سے اور لے ہو اور جو اس تعلق کا حس پیدا کرے جو اس پاک مقدس اور قادر توانا کی ذات سے اس تیرہ خاکدان کے رہنے والوں کو حاصل ہے جس پر ہماری زندگانی اور قوت کا دارمدار ہے جس پر بھروسہ کئے بغیر ہم کو ایک دم بھر دنیا میں ٹھکانا نہیں مل سکتا۔ یہ ہے وہ تعلیم جو انسانی روح کو بالیدگی بخشتی ہے اور اس کے قلب میں وہ توانائی پیدا کرتی ہے جس کی مدد سے وہ سخت سے سخت امتحان میں نہیں ہچکچاتا اور زندگی کے حوادث کو خندہ پیشانی سے جھیلتا ہے۔ انسان اگر اپنی حالت پر غور کرے تو دیکھیگا کہ وہ سرتاپا احتیاج ہے۔ فرعونیت اور انانیت صرف اپنی حالت کا صحیح اندازہ نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان کا کالبد کثیف خود ان کمزوریوں کا ایک مجموعہ ہے جو ہر وقت اس کی حالت سقیم کی یاددہانی کرتی رہتی ہیں لیکن باوجود ان بیچارگیوں کے وہ کونسی شے ہے جو اس کو ترقی اور صعود کی طرف بڑھائے لئے جاتی ہے یہ اس عالی جوہر کا ایک شمہ اور اس بے پایاں نور کی ایک شعاع ہے جو عالم کو روشن کئے ہوئے ہے یہ اسی کی تو برکت ہے کہ انسان باوجود پستی میں مقیم ہونے کے بلندی کے رہنے والوں پر بعض وقت چشمک زنی کرنے کی جرات کرتا ہے۔ اگر وہ اپنی تمام کمزوریوں اور احتیاجوں کے ساتھ اس عالم میں تنہا اپنے اپنے بنی نوع کے بھروسے پر رہنے کے لئے مجبور ہو جاے تو یقیناً اس کے لئے اس سے زیادہ کوئی نازک اور افسوسناک حالت نہیں ہو سکتی۔ اصلی مذہب وہ ہے جو ہمیں ایک قادر توانا اور رحیم و کریم ذات کے وجود کا یقین دلا کر ہماری روح کو اس میں اس طرح مدغم کر دے کہ ہم اپنی زندگی کو بالکل اسی سے اور اسی تک سمجھیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو روح کو تسکین دیتی ہے نہیں نہیں جو روح کو زندگی بخشتی ہے۔ یہ وہ اعتقاد ہے جو انسان کے دل کو نور سے معمور کر دیتا ہے۔

مغربی تعلیم سے نہیں بلکہ ہم لایق مصنف کے ہمزبان ہو کر یہ کہیں گے کہ مغربی تعلیم کے ناقص سمجھانے سے جو شبہات دل میں جاگزین ہو جاتے ہیں وہ صرف مذہبی خیال کو کمزور نہیں کرتے بلکہ تمام اخلاقی اساس کو متزلزل کر دیتے ہیں اور سوشل اور اخلاقی ناولسٹ کا فرض ہے کہ ان حالات کی سچی تصویر کھینچکر سامنے رکھدے اور ہماری غلطیوں کو ظاہر کر کے ایک مرغوب پیرایہ میں روحانیت کو ترقی دینے کی کوشش کرے۔ لیکن اب تک جو رنگ ہمارے ناول نویسی کا رہا ہے وہ چند مستثنیات

کے سوا اس بلند معیار سے بیچا گرا ہوا ہے۔ ہمارے ناولون کا سبجکٹ بالعموم ایک نوجوان مرد اور ایک دوشیزہ لڑکی کے قابل نفرین خیالات اور رکیک جذبات کا ظاہر کرنا اور ان ہلکی خواہشون کو آشنا ہوتا ہے جو زوال پذیر اقوام مین بکثرت پیدا ہوتی ہین۔ ایسے وقت مین اگر کوئی خدا کا بندہ کسی بلند خیال اور عمدہ نتیجے کو مد نظر رکھکر ناول نویسی کے صفحات کو مزین کرنے کی کوشش کرے وہ درحقیقت ملک اور قوم کے اعلیٰ ترین شکریے کا مستحق ہے۔

ہمارے محترم مرزا الٰہی سعید ایم۔ اے نے ایک ایسی کوشش کی ہے جس کے لئے ہم انھین اُس حالت مین بھی دل سے مبارکباد دیتے اگر انھین اس قدر کامیابی بھی نہ حاصل ہوتی جیسی کہ ہوئی۔ کیونکہ یہہ کوشش اس قدر مستحسن ہے کہ اس کی مثال قایم کرنا ہی بہت بڑی ملکی اور قومی خدمت ہے۔

مَن جاءَ بالحسنۃ فلہٗ عشرُ امثالہا۔

ناول کے ہیرو عثمان کی مذہبی کمزوری وہی ہے جس سے تمام انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب آشنا ہین اور جس طور پر لایق مصنف نے اُن خیالات کی تردید کی ہے وہ گو فلسفہ اور منطق والون کے لئے زیادہ تسکین دہ نہ ہو لیکن موثر ضرور ہے۔ تاہم بعض لوگ یہہ خیال کرسکتے ہین اور ہمارے پاس اُن کا کچھ جواب نہین ہے کہ جب مصنف کا اصلی مدعا تعلیم یافتہ لوگون کو راہ راست پر لانا تھا تو وہی پیرایہ بیان کیون نہ اختیار کیا گیا کہ اُن کی تسکین کا باعث ہوتا۔ لایق مصنف نے دیباچے مین کسی حد تک اس سوال کو حل کیا ہے اور قریب قریب وہ راے ظاہر کی ہے جس کا مطلب اس ہندی ضرب المثل مین مضمر ہے جسکا ترجمہ یہہ ہے کہ "اپنے ہی مرنے سے سرگ نظر آسکتا ہے"۔ لایق مصنف کے نزدیک شاید کوئی استدلال اُس روحانی حالت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہین جس کی انسانی روح کو فطرتاً احتیاج ہے۔ جو دنیا کے معاملات کے ذاتی تجربہ سے پیدا ہوتی ہے اور جس کی ہدایت انسان کو خود خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہوتی رہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لایق مصنف کے نزدیک یہہ ہدایت نہ صرف نیک رستون پر چلنے والون کو ہوتی ہے بلکہ بد طریقون پر عمل کرنے والے بھی اُس کامل محبت سے بہرہ اندوز ہوسکتے ہین جو جناب باری کو اپنے بیکس اور لاچار بندون کے ساتھ ہے۔ اس خیال کے دل مین جاگزین ہونے سے ہمکو مندرجہ ذیل اعتراضات کے جواب خود بخود مل جاتے ہین:۔

کیا انسان ایک معمولی ایکٹرس اور ایک معمولی یا غیر معمولی طوائف سے محبت کرکے اور اُس کی سوسائٹی مین رہ کر اس قدر وسیع جذبات کے قابل رہ سکتا ہے جیسا کہ عثمان ہی ناول مین ظاہر کیا گیا ہے؟

۲- کیا اُس آزادی کے ساتھ جو عثمان کی طبیعت مین سرایت کر گئی تھی اُسکی طبیعت اس قدر غیور رہ سکتی تھی جیسی کہ شمیم کے معاملے مین ثابت ہوئی اور جس نے اُسے شمیم کے خطرناک پھندے سے چھڑا دیا؟

لیکن ان سب سوالات سے بڑھکر وہ سوال ہے جس کی نسبت خود مصنف نے دیباچے مین اشارہ کیا ہے یعنی حسن افروز کے کیرکٹر کا ماورا الفہم ہونا۔ حسن افروز ایک طوائف کے گھر پیدا ہوئی۔ اُسی سوسائٹی مین اُس نے تربیت پائی لیکن عین اُس وقت جبکہ اُس خاص پیشے مین دلچسپی پیدا ہونے کے قوی ترین اسباب یعنی حسن اور شہرت روز افزون ترقی پر تھے اُس نے بغیر کسی قوی تحریک کے تمام دلچسپیون کو خیرباد کہنے پر اپنے آپ کو بالکل مستعد ثابت کیا اور بظاہر کوئی کشمکش متضاد جذبات اور متناقض خیالات کی اُس کے سینے کے اندر واقع ہوتی ہوئی معلوم نہین ہوئی۔ گویا سوال نکاح خود اپنی قوت سے اُس کے تمام جذبات پر غالب آجانے کے لئے کافی تھا کیونکہ بظاہر نہ عثمان مین کوئی ایسی خوبی معلوم ہوتی ہے جو بالعموم مستورات کو دل سے مرغوب ہو نہ حسن افروز کا کوئی خاص درجہ تک شغف عثمان کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ عجیب غریب عورت عثمان کے لئے گویا فرشتہ رحمت ہے جس نے ایسے گھر جنم لیا جہان عثمان کی کمزوریون نے اُسے پہونچا کر چھوڑا۔ ناظرین معاف فرمائین اگر مین یہ عرض کرنے کی جرات کرون کہ اکثر اوقات طوائفون کے سوانح نگار اُسی سریع الاعتقادی سے متاثر ہو جاتے ہین جو خود طوائفون کا خاصہ ہے۔ جس طرح اُن کی ہیروئن ہر قبر مین ایک ولی امیدوار ہر دل مین ایک زندہ شہید دیکھتی ہے اُسی طرح یہ لوگ بھی ہر پیشہ واز کے اندر ایک رحمت کا فرشتہ پوشیدہ پاتے ہین۔

ناول کی زبان بالعموم شوخ اور پسندیدہ ہے لیکن قطع نظر بعض لفظی کمزوریون کے جو بجائے خود ناقابل التفات ہین ابتدائی ابواب مین جو مذاق عثمان اور اُس کے ہم عمرون کا مختلف موقعون پر ہے وہ کسی قدر پھیکا اور تصنع آمیز ہے عثمان کے جس قدر دوستون کے نام ناول مین لئے گئے ہین اُن مین بجز مدبر اور ایڈیٹر کے کسی کے کیرکٹر پر روشنی نہین ڈالی گئی لیکن باوجود کوشش کے کسی قدر اندھیرے مین ہے اور ایڈیٹر پر روشنی کی کثرت کی وجہ سے نگاہ نہین ٹھیرتی۔ خود عثمان اگر اپنی خاص کمزوریون کی وجہ سے نہ پہچانا جاتا تو ایک مجہول الاسم ہوتا۔ حسن افروز کی نسبت ہمارا کچھ کہنا ہی بیجا ہے اس لئے کہ اُس کو تو لایق مصنف نے خود ہی معما قرار دیا ہے۔ شمیم البتہ اس اسٹیج پر کچھ سب سے زیادہ چمکتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن اُس کا ایکٹ کچھ ایسا اپنا تا سطور پر ہو جاتا ہے

کہ اُس کا پارٹ جس قدر موثر ہے اُتنا دلچسپ نہین ہے پلیٹ سادہ ہے جو بعض مشرقی طبایع کو ناپسند ہوگا اور بعض مغربی ناول خوانون کو حد سے زیادہ سادہ معلوم ہوتا ہوگا لیکن سوشل ناولون مین زیادہ پیچیدہ پلاٹ ہمیشہ سخت ناموزون ہوتے ہین - اظہار جذبات مین ماشاءاللہ لایق مصنف نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے - اور صرف یہی ایک بات نہ صرف ناول کے تمام نقائص کا جواب ہے بلکہ اِس کو معمولی ناولون کے پایۂ سے کہین زیادہ بلند کردیتی ہے - جس قدر ژرف نگاہی سے لایق مصنف نے روزانہ واقعات زندگی پر نظر ڈالکر اہم نتایج مستنبط کئے ہین اور جس طرح معمولی جذبات سے فلسفیانہ نکات پیدا کئے ہین وہ اُنھین کا حصہ ہے اور ہم بلا اندیشہ تردید کہہ سکتے ہین کہ جس طریقہ پر ناول نویسی کی لایق مصنف نے بنیاد ڈالی ہے اُس کے تتبع سے اُردو زبان کو بیحد فائدہ ہوگا لیکن حقیقت یہہ ہے کہ اِس طرز کی پیروی بھی آسان نہین ہے اِس لئے کہ ہر دل اور ہر دماغ اس قابل نہین ہوتا کہ معمولی واقعات سے باریک اور اہم نتایج استنباط کر سکے اور پھر اُس کا مناسب اظہار بھی کردے - یہہ مادّہ بھی خداداد ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اڈیٹر

غزل جناب فنا سیتاپوری

تو سہی جو ہدفِ آہ جگر ہو کے رہے
اے فلک کس لئے تو حدِ نظر ہو کے رہے

میرا پہلو نہ سہی غیر کے سر ہو کے رہے
یا اِدھر ہو کے رہے یا وہ اُدھر ہو کے رہے

یہہ اثر بے اثری کا ہے کہ وہ کہتے ہین
ہم تو جب جانین دعاؤن مین اثر ہو کے رہے

زیست ہے کیا جو حسینون مین نہین کٹتی ہے
جبھی اچھا ہے جو اچھون مین بسر ہو کے رہے

آہ بے کار کلیجہ سے جو نکلی تو کیا
تب نکلنے کا مزا ہے کہ اثر ہو کے رہے

جی کا جنجال ہے کیون آپ کو آفت مین پھنسے
کیا پڑی ہے جو تری زلف کے سر ہو کے رہے

مجھ سے فرماتے ہین پروانہ کی حالت دیکھو
ایسا عاشق ہو کہ جو سینہ سپر ہو کے رہے

جان لے لیتی ہے اُس کاوشِ مژگان کی کھٹک
یہہ وہ ہے خلش کہ جو دردِ جگر ہو کے رہے

سینے سے دل مین گیا دل سے جگر مین آیا
او ستمگار ترے تیر مین پر ہو کے رہے

تم نے در پردہ ہمین قتل کیا محفل مین
یہہ خبر ہو کے رہے ہان یہہ خبر ہو کے رہے

اے فنا مجھ کو غزل کہنے کی فرصت ہے کہان
اب تو وہ سر ہے کہ جو غیر کے سر ہو کے رہے

جولیس قیصر

نمبر ۱۱

اس نمایان کامیابی کے بعد قیصر کو قوم جرمن کی طرف متوجہ ہونا پڑا - اُن کے مغرور سردار آریووسٹس کا قول تھا کہ "کیا اہل روما ہی بڑے فتح کرنے والے ہین ہم فتح کرنا نہین جانتے - اُن کو مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی حد سے قدم باہر نہ نکالین تو ہم بھی اپنے صوبون کے اندر رہتے ہوئے پر قانع ہو سکتے ہین" اس کے علاوہ جرمن کا ایک اور بڑا جرگہ اپنے بھائی بندون کے شریک حال ہونے کے لئے آندھی کی طرح بڑھا چلا آتا تھا اور جولیس قیصر نے یہی مناسب تصور کیا کہ جنگ اسی جرگے کے منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے ہو جانی چاہیے اس خیال سے وہ نہایت سرعت کے ساتھ روانہ ہوا لیکن جب وہ بسانکن پہونچا تو اُسے معلوم ہوا کہ فوج بیدل ہو رہی ہے اور آگے بڑھنے سے جی چراتی ہے - نوجوان شرفا جو اُس کے ساتھ جنگ مین شریک ہونے کی غرض سے آئے تھے کچھ تو صوبہ گال کے دشوار گزار مقامات کے طے کرنے کی تکالیف سے تنگ آ رہے تھے اور کچھ اقوام گال کی زبانی اقوام جرمن کی خونخواری اور قوت کے قصے سُن سُن کر مرعوب ہو رہے تھے اکثر تو رخصت طلب کر رہے تھے اور بعض مستقل مزاج اور دلیر لوگ جو لڑنے مرنے پر طیار تھے وصیت نامون کی تکمیل کر رہے تھے کیونکہ اپنے آپ کو مُردہ تصور کر چکے تھے -

جولیس قیصر کو خفیہ طور پر بھی افسرون اور سپاہیون سے مباحثہ کرنا پڑا اور علانیہ طور پر بھی اُس نے ایک اڈریس دیا جس مین اُن کے بزدلانہ خیالات پر انھین ملامت کی اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے دسوین پلٹن کی بہادری پر اس قدر اعتماد اور اپنی قسمت پر اس قدر بھروسا ہے کہ اگر کل فوج مقابلے سے انکار کر دے تو بھی مین صرف دسوین پلٹن کو لیکر مقابلہ کرونگا اور یقیناً فتحیاب ہون گا - اُس قوت بیانیہ کا جادو بڑا پُر اثر تھا اور اس اڈریس نے سارے بزدلانہ خیالات کے دھوئین کے ساتھ باد صرصر کا کام کیا اور تمام فوج مین ایک تازہ روح پیدا ہو گئی - اب جولیس قیصر بسرعت تمام کوچ کر کے اُس مقام پر پہونچ گیا جہان آریووسٹس پڑا ہوا تھا - دونون فوجین بالمقابل خیمہ زن ہوئین اور دونون سردارون مین ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر باہم کچھ مشورہ ہوا -

تدابیر صلح مین ناکامیابی ہوئی اور جرمن نے دو چار دن اسی طرح گھُما دیئے - جولیس قیصر سمجھ گیا کہ یہ تاخیر محض اس وجہ سے ہے کہ جرمن اقوام کو کمک پہونچنے کی امید ہے اور اُس نے اُن کے خیمون پر حملہ آور ہو کر انھین میدان مین نکل کر لڑنے پر مجبور کیا - ایک زبردست مقابلے کے لیے رومن عقاب کے

پنجے زیادہ زبردست ثابت ہوئے اور حریف تاب مقاومت نہ لاکر بے سروسامانی کے ساتھ پسپا ہوکر دریائے رائن کی طرف ہٹ گیا۔ جولیس قیصر نے شیرانہ تعاقب کرکے دشمن کو تہ تیغ کرنا شروع کیا ایسا رَن پڑا کہ تمام دریائے رائن کا کنارہ لاشون سے پٹ گیا۔ خود آریو وسٹس بال بال بچا اور یاوری قسمت سے ایک کشتی کے ذریعہ سے دریائے رائن کو عبور کر گیا۔

اس فتح نے دریائے ساؤن تک شمالی خطّون کو روما کے قدمون مین ڈال دیا اور جولیس قیصر نے بہ فتح و ظفر مراجعت کرکے موسم سرما کے لئے سس آلپائن گال کو اپنا جائے قیام بنایا لیکن ۵۷ قبل مسیح کے موسم بہار مین اُسے اور مصائب کا سامنا کرنا تھا اس لئے کہ اقوام بلجاب نے جو مغربی ترائی مین سکونت گزین تھی جولیس قیصر کے خلاف اتفاق کر لیا تھا اور ایک فوج جرار طیار کرلی تھی۔ جولیس قیصر کو طیار ہوتے کتنی دیر لگتی تھی۔ خبر معلوم ہوتے ہی اُس نے انھین دریائے سامبر کے سواحل پر جا لیا اور ایک محاربۂ عظیم کے بعد ایسی شکست فاش دی کہ حریف کے بعض دلاور فرقون کو بالکل نیست و نابود کر دیا اور اُن کے مضبوط قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ایک موسم سرما تو اُس نے سس آلپائن گال مین گزارا اور تازہ دم ہوکر آرموریکا کی اقوام گال کی گوشمالی کے لئے جہاز طیار کئے اور بحیرۂ میڈیٹرینین سے جہازرانون کو بلاکر نوکر رکھا۔

۵۶ قبل مسیح مین اس متمرد اور طاقتور قوم کا بھی قلع قمع ہوگیا اور صوبۂ گال کے کھونٹ کھونٹ مین رومی پھریرا لہرانے لگا اب صرف سرحد پر کے چند معاملات اُس کی توجہ اور مصروفیت کے لئے باقی رہ گئے۔ یہہ ہے مختصر بیان جولیس قیصر کے "محاربات گال" کا جس کی پوری تصریح خود اُسی کی کتاب مین موجود ہے۔ اُس مین اُس نے اپنی تدابیر اور مصالح جنگ و صلح۔ اپنے سپاہیون کی بہادری اور حریفون کی ہوشیاری اور جرأت کی تعریف غرض ساری باتین درج کی ہین لیکن اُس کے دیکھنے سے یہہ پتہ چلتا ہے کہ اہل روما کی معمولی عادت کے موافق وہ بھی دیگر اقوام اور خصوصًا باربیرین گال کے متعلق کامل منصفانہ رائے قائم کرنے سے معذور تھا اُسکو باوجود اس طبعی ذکاوت کے جو اُس کا خاصہ تھا ان مین کوئی ایسی خوبی جو قابل دلچسپی ہو نظر نہ آئی بجز اُن کے جو جنگ اور ملک گیری کے معاملات سے تعلق رکھتے ہین اور جن کے مقابلے مین عمومًا اہل روما اور خصوصًا جولیس قیصر کی شجاعت اور دلیری یاد قابل تعریف ثابت ہوتی ہے۔ تاہم یہہ کتاب تواریخ مین باعتبار طرز اظہار خیالات اور خصوصیات علم تاریخ کے نہایت بلند پایہ رکھتی ہے۔

جب جنگ کا زمانہ نہین ہوتا تھا تو وہ ہمیشہ صوبۂ گال کے اُس حصے مین قیام پزیر رہتا تھا جو کوہ

آلپس سے جنوبی سمت کو اطالیہ سے ملا ہوا واقع ہے۔ شہر لکا اُس کا قیام گاہ رہتا تھا اور یہاں بیٹھکر وہ روما کے معاملات پر اپنا اثر ڈالتا رہتا تھا گو بحیثیت ایک جنرل ہونے کے وہ شہر روما مین داخل نہین ہو سکتا تھا۔ ممبران سینیٹ کی جماعت اُس سے ملنے اور مشورہ کرنے کے لیئے آیا کرتی تھی اور ہر جنگ کی فتح کے موقعہ پر سینیٹ کی طرف سے اُس کو مبارکباد اور شکریے کے پیغام برابر پہونچتے رہتے تھے۔

علم مجلس یون تو گویا اُس کے گھر کا تھا کیونکہ خاندانی وجاہت کے ساتھ اس کا وجود اکثر لازم ملزوم سا ہو جاتا ہے مگر جولیس قیصر ذاتی طور پر بھی نہایت خلیق تھا اور ذرا ذرا سی باتون مین اس قدر خوش مزاجی اور خوش خلقی کا برتاو کرتا تھا کہ لوگون کے دلون مین اُس کی جگہہ ہو جاتی تھی۔ مشہور ہے کہ ایک دعوت مین اُس کے سامنے تیل مین بھُنا ہوا ساگ رکھا گیا اور اُس نے نہایت خندہ پیشانی سے کھا لیا۔ اُس کے بعض سردارون نے کھانے کا مضحکہ اوڑانا چاہا تو اُس نے کہا کہ "اگر تم کو کھانا پسند نہ تھا تو نہ کھاتے لیکن کھانے کے بعد اُس کا مذاق اُڑانا شرافت سے بعید ہے"

ایک موقعہ پر وہ سفر مین تھا اور طوفان نے جنگل مین گھیر لیا۔ ایک جھونپڑی کے سوا کہین پناہ نہ ملی رات کا وقت تھا اور طوفان سر پر تھا مگر جولیس قیصر نے اپنے ملازمون تک کو جھونپڑی کے اندر جگہہ دی اور خود برآمدے مین پڑ رہا۔

جاڑے کا موسم تھا اور جولیس قیصر حسب معمول سس آلپائن گال مین مقیم تھا کہ ٹیوٹنس نے سرحد بلجیم پر پھر حملہ کیا اور ۵۵ قبل مسیح کا ابتدائی زمانہ اُن کے نکالنے مین صرف ہوا لیکن قیصر کو اُس جزیرے تک پہونچنے اور اُسکو روما کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے لانے کا بہت شوق تھا جہاں سے قوم آرماریکن کے بعض معاونین قیصر کے مقابلے کے لیئے آئے تھے۔ یہہ جزیرہ صوبہ گال کے سواحل کے پرے سمندر پار واقع تھا اور اُس کے سواحل کے ٹیلے بلجیم کے سرحدی مقامات سے دُھندلے دُھندلے نظر آتے تھے۔ صوبہ گال مین یہہ جزیرہ البا تھیول (یعنی کہرے اور برف کے ملک کے نام سے مشہور تھا جس کی نسبت ٹیریا کے سوداگر عجیب غریب قصون کا پردہ ڈالنے کے عادی تھے جس کو قیصر اُٹھانا چاہتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس جزیرے کے باشندے اہل گال سے ملتے جلتے تھے جن سے وہ پانچ برس تک جنگ و صلح کی حالتون مین آشنا ہو چکا تھا۔ اُس کے دل مین یہہ اُمنگ تھی کہ اہل گال کو یہہ بات کر دکھائے کہ اہل روما کے دسترس سے کوئی جگہہ بچ نہین سکتی بلکہ دراصل اُسے یہہ دکھانا تھا کہ میری فاتحانہ ہمت و استقلال کے سامنے کسی دشوار گذار ملک اور کٹھی ...

قوم کی کوئی حقیقت نہین ہے۔

اِس خیال سے اُس نے ایک دستۂ فوج لیکر آبنائے ڈوور کو عبور کیا لیکن جب سواحل برطانیہ پر پہونچا تو ٹیلون اور پہاڑیون کو اہل برطانیہ کی کثیر جماعت سے بھرا ہوا پایا جنھون نے دلیرانہ کوشش کی کہ اُس کو اپنے جزیرے کی زمین پر قدم نہ رکھنے دین یہان تک کہ قیصر کی افواج کو جہاز پر سے اُترنا مشکل ہو گیا اِس موقعہ پر رومی فوج کے علمدار نے بڑی دلیری سے کام لیا وہ بلا پس و پیش جہاز پر سے کود کر حریف کی جماعت کے اندر گھس گیا اور اب رومی افواج کو مجبوراً اُس کے ساتھ ہی اُترنا پڑا کیونکہ یہ ذلت کون گوارا کرتا کہ رومی عقاب کو دشمن کے ہاتھ مین دیکھے۔

قیصر نے اپنی افواج کو اُتار تو لیا لیکن حالت کچھ اچھی نہ تھی اِس لئے کہ دشمن کا چارون طرف سے نرغہ تھا۔ اور اُس کی فوج بہت مختصر تھی لیکن اِس موقعہ پر اُسے صرف ملک کو دیکھنا اور موقعون کی جانچ کرنا منظور تھا اور وہ بغیر کسی جنگ کے واپس چلا گیا۔ اگلے سال ڈیڑھ ہزار رومی اور چار ہزار گالک افواج سے اُس نے پھر برطانیہ پر حملہ کیا اور لڑتا بھڑتا دریائے ٹمیس تک پہونچ گیا۔ برٹش افواج کے سپہ سالار کیسیوالن نے بڑے معرکے کا مقابلہ کیا مگر اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اہل روما نے دریائے ٹمیس مین ایک پایاب موقعہ ڈھونڈھ نکالا اور اُس سے عبور کرکے اُس عظیم الشان احاطے پر حملہ آور ہوئے جو اہل برطانیہ نے اپنے بال بچون کی حفاظت کے لئے درختون کے تنون سے طیار کیا تھا۔ اب کیسیوالن کو بھی بجز اطاعت کے چارہ نہ رہا اور اپنے ہمسائے اہل گال کی مانند اُس نے بھی چند بڑے بڑے سردارون کو بطور ضمانت صلح کے قیصر کی سپرد کیا گویا قیصر کے قبضے مین اُس ملک کے لوگ آگئے جس کو لوگ جادو کا ملک تصور کرتے تھے وہان کی صناعی کے نمونے کے طور پر جولیس قیصر ایک نقرئی طشت بھی لایا جس کے اندر سیپ کا جڑاو کام کیا ہوا تھا۔

جب وہ صوبۂ گال کو واپس آیا تو وہان پھر وہی ہنگامہ دیکھا۔ اہل بلجیم نے شور و فساد برپا کر رکھا تھا اور کوئنٹس سسرو (یہ مارکس سسرو معروف کا بھائی تھا) کی حالت بہت نازک تھی کیونکہ وہ اپنی ایک پلٹن کے ساتھ محصور تھا اور وحشیون کی زبردست افواج چارون طرف پڑی ہوئی تھین۔ قیصر کے آتے ہی محاصرہ اُٹھ گیا اور اُس نے باغیون کو یہ سزا دی کہ اُس خطہ کو بالکل ویران کر دیا۔ اسی اثنا مین عین کوچ کے نازک موقعہ پر جولیس قیصر کو پامپی کا خط ملا جس مین اُس کی اکلوتی بیٹی جولیا کے انتقال کی خبر درج تھی۔ اُس نے خط دیکھا اور اپنے مقرب سردارون کی طرف جو اُس وقت موجود تھے ڈال دیا لیکن نہ زبان سے ایک حرف نکلا نہ پیشانی پر شکن آئی نہ غم کا کوئی

اور اظہار ہوا گویا اُس نے پتھر کا کلیجہ کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ اپنے ارادوں اور حوصلوں میں اس غمناک واقعہ کو حارج نہ ہونے دیگا چنانچہ اُس نے ایسا ہی کر دکھایا اور دیکھنے والے عش عش کرتے رہ گئے۔

سنہ ۵۲ قبل مسیح میں اہل گال نے سب سے بڑی کوشش اپنی آزادی حاصل کرنے کی کی۔ اُس وقت وہ ایک آزاد مین سردار کی ماتحتی میں جس کو جولیس قیصر نے اپنی کتاب میں ورسنگٹارکس کے نام سے موسوم کیا ہے مقابلے کو اُٹھے۔ اُن کے سردار کی لیاقت اور شجاعت ضرور قابل داد تھی اور جو کچھ وہ اپنی غیر منتظم اور غیر مستقل فوج کی امداد سے دنیا کے سب سے زبردست جنرل اور سب سے بڑی باقاعدہ فوج کے مقابلے میں کر سکتا تھا اُس میں اُس نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔

یہہ محاربہ اس قدر عظیم الشان ہوا کہ جولیس قیصر کو فوراً اطالیہ سے یلغار کرکے ملک آورنی تک پہونچنے کے لیئے چھ فٹ گہری برف پر سے گزرنا پڑا۔ باوجود اس پھرتی کے اور باوجود قتل و غارت کے جو حریف کو مرعوب کرنے کے لیئے برابر عمل میں آتا رہا قیصر کو اس جنگ میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور ایک موقعہ پر جب پراونشیا کی سرحد پر رَن پڑا تو قیصر ایسا بیطرح گھر گیا کہ اُس کے ہاتھ سے تلوار تک چھن گئی اور اگر اُس کے جانباز سردار نہ پہونچ جاتے تو اُس کے قتل ہو جانے میں کوئی کسر باقی نہ رہتی۔ تاہم حریف نے اُس تلوار کو بطور نشان کامیابی کے اپنے قومی مندر کے دروازے پر آویزاں کر دیا۔ انجام کار جولیس قیصر کو غلبہ حاصل ہوا اور وہ بہادر گال جس نے اس دلیری سے اُس کا مقابلہ کیا تھا مقام الیسیا میں اپنے خیمے میں جس کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی محصور ہو گیا اور چونکہ اقوام گال میں کامل استقلال نہ تھا لہذا باہر سے اُسے کچھ مدد نہ ملی اور اُس کو اپنی قوم کے بچانے کیلئے قیصر کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

قیصر اُس وقت ایک کرسی پر متمکن تھا اور اُس کے سردار چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے جبکہ وہ شریف وکلٹ (یعنی ورسنگٹارکس) ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار آیا قیصر کے گرد چکر لگا کر دلیل ہوا اور پھر دفعتہً باگ روک کر قیصر کے سامنے اُتر پڑا اور ہتھیار رکھ کر اپنے فاتح کے روبرو مودب کھڑا ہو گیا قیصر نے بجز اس کے کچھ نہ کہا کہ اسے آئندہ ٹرائمف کے موقعہ کے لئے نظر بند رکھنا چاہیئے۔

اس ٹرائمف کو ابھی بہت دن باقی تھے۔ ابھی جولیس قیصر کو دو برس تک اور اُن وحشی اقوام کے قلع قمع کے لیئے وہاں رہنا تھا کیونکہ صوبہ گال کا ابھی اس قدر معقول انتظام نہیں ہوا تھا جیسا وہ چاہتا تھا یعنی اُن کی گروہ بندی کا ابھی انسداد نہیں ہوا تھا جس سے بغاوت کا اندیشہ کم ہو جاتا۔ اس کا انتظام جولیس قیصر نہایت خوش اسلوبی سے کر رہا تھا

وہ سختی ضرور کرتا تھا مگر بلا معقول وجہ کے نہین کرتا تھا اور رحم اور عنایت بھی ایسے ہی موقعہ پر کرتا جبکہ اُس کا اثر اچھا ہو۔ اُس کے دس برس کے پروکانسلی کے زمانے مین روما کو ایک مستقل صوبہ پر مستقل حکومت حاصل ہوگئی حالانکہ اس سے پہلے صوبہ گال فتنہ وفسادات کا مامن اور فوجی کارنامون کا میدان سمجھا جاتا تھا۔

لیکن اُس کی دلی خواہش یہہ تھی کہ خاص روما کے اندر اپنی قوت اور قدرت کا اظہار کرے اور وہان بیٹھکر سب پر حکومت کرے جب سے کریسس ایشیا کی جنگ مین کام آگیا تھا سوا قیصر اور پامپی کے اہل روما کی نگاہ مین اور کوئی شخص طاقتور نہین رہا تھا۔ جولیا کی موت سے وہ رشتۂ تعلق قطع ہوگیا تھا جو جولیس اور پامپی کے درمیان قائم تھا اور اب پامپی جولیس قیصر کو نگاہِ حسد سے دیکھتا تھا اور اُس سے الگ تھلگ رہتا تھا۔

جولیس قیصر اگرچہ خاص روما مین نہ تھا لیکن اطالیہ مین ضرور تھا اور اہل روما وہان بھی موجود تھے جن مین وہ رہتا تھا اور جن کے سامنے وہ اُس تزک واحتشام کے ساتھ نکلتا تھا جسکا بحیثیت ایک جنرل کے وہ مستحق تھا۔ جس شہر مین اُس کا گزر ہوتا وہان کے لوگ اُسکا نہایت خوشی سے خیر مقدم کرتے تھے دروازون کو درختون کی پتیون سے سجاتے تھے قربانیان کرتے تھے اور بازارمین جلسے کرتے تھے۔ آئندہ سال کے لئے عہدۂ کانسل پر گویا اُسکا مستقل استحقاق قایم ہوچکا تھا اور اب اس عہدے کے حصول کے لئے اُسے اس امر کی بھی ضرورت نہ تھی کہ روما مین جاکر اپنے ٹرائمف کے حق کو ضائع کرکے کوشش کرے جیسے اسپین سے واپس ہونے کے وقت ضرورت تھی۔

پامپی بہ اتفاق جملہ قدامت پسند اہل روما کے یہہ چاہتا تھا کہ صوبہ گال مین جدید پروکانسل مقرر کرکے قیصر کی فوج کو چھین لینے کا ڈھب نکالین لیکن دو ٹرائیبون مارکس انٹونیس (عرف مارک انٹونی) اور کونٹس کیشیس قیصر کے حقوق کی حفاظت کرتے تھے۔ پامپی کے پاس بھی اسپین اور افریقہ کے پروکانسل ہونے کی وجہ سے خاصی فوج تھی اور سینٹ کا یہہ اندیشہ بجا تھا کہ ایسا نہ ہو یہہ دونون ایک دوسرے سے گتھ جائین۔ بعض کا خیال یہہ تھا کہ سلطنت جمہوری کا فائدہ پامپی پر بھروسا کرنے مین ہے اور بعض کہتے تھے کہ نہین قیصر پر۔ ایک پارٹی کا یہہ قول تھا کہ اگر شمالی صوبہ مین قیصر کو مع افواج کے رکھنا منظور ہے تو یہہ قرین مصلحت نہین ہے کہ پامپی اُس کے مقابل مین دوسری طرف ایک فوج کا سردار ہو کر رہے۔ دوسرا فریق یہہ کہتا تھا کہ جولیس قیصر سے افواج کی حکومت صرف اس شرط پر لی جاسکتی ہے کہ پامپی مع اپنی تمام افواج کے اپنے صوبے کو بھیجدیا جاے

(باقی آیندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱

ناظرین! کیا آپ کو کبھی بھوتون کا قصہ سُننے کا اتفاق ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے تو آپ کو یاد ہوگا کہ سُنتے سُنتے آپ پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی ہوگی محویت کے عالم مین آپ کو نادانستہ طور پر پیچھے مُڑ کر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا اس خیال سے کہ کہین سچ مچ کوئی بھوت کھڑا ہی نہ ہو ایسے قصے کا اثر کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ گو انسان بھوتون کے وجود سے مُنکر ہی کیون نہ ہو ایک دفعہ تو اُس کی استدلالی قوت وہم سے مغلوب ہو ہی جاتی ہے اور وہ خوف زدہ اور متوحش سا نظر آنے لگتا ہے یہی حال اُس وقت میرا تھا گو مجھے یقین تھا کہ ڈورا کا اندیشہ محض وہم پر مبنی ہے مین نے ایک منٹ کے لئے بھی اُس کی اصلیت پر یقین نہین کیا لیکن اُس کے بیان کو غور سے سُننے اور خود اُس کے وثوق کو دیکھنے سے مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میرے دل مین بے اختیار یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نتیجے کے استنباط کے لئے ضروری اسباب جو فطرتاً ضرور موجود ہوتے ہیں نظر انداز ہو جاتے ہیں بالکل اسی طرح پر جیسے کسی فضول خرچ کے قرض کی رقوم کی تفصیل ذہن مین محفوظ نہین رہتی گو یہ ظاہر ہے کہ کل رقم قرضے کی وقتاً فوقتاً مختلف قلیل رقمون ہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اسی بنا پر میرے دل مین یہ خیال گزرا کہ ڈورا کو جو اندیشہ لاحق ہے اُس کے ضرور کوئی نہ کوئی وجوہ ہون گے گو وہ اُن کو ظاہر نہین کر سکتی۔ تاہم مین نے اس خیال سے کہ ڈورا پر یہ ظاہر نہ ہو کہ مین اُس کے اندیشے کو وقعت سے دیکھتا ہون یہ سوال کیا کہ "وہ کونسا معاملہ ہے جس کی نسبت تم نے کہا کہ میرا بس نہ چلے گا"

ڈورا۔ آہ ڈاکٹر صاحب یہ سوال مجھ سے نہ کیجئے۔ اب اسکا ذکر ہی جانے دیجئے۔ آج کے دن تو مجھے تعطیل منا لینے دیجئے۔

مین۔ مگر یہ آج کی تعطیل تو کچھ زیادہ اچھی طرح نہ گزری۔

یہ کہتا ہوا مین ڈورا کے ہمراہ آگے بڑھا اور ہم لوگ پہاڑی کی چوٹی پر پہونچ گئے۔ دور تک نگاہ جاتی تھی ادہا ئین طرف ہرے ہرے کھیت اور داہنی طرف خوشنما مکانات ایک دل فریب نظارہ پیش کرتے تھے۔ ڈورا نے کسی قدر متانت سے جواب دیا۔

ڈورا۔ مین نے کوشش تو بہت کی کہ گھڑی دو گھڑی خندہ پیشانی سے آپ کے ساتھ گفتگو کرون تا

دنیوی تفکرات کو بھلا دوں لیکن بار بار یہی باتیں میرے دماغ میں پھرنے لگتی ہیں اور کسی اور بات کا خیال ہی نہیں آتا۔

میں - یہ اندیشہ اور تفکر تو تمھیں بہت دنوں سے لاحق ہے لیکن تم نے اب تک اس کا اظہار نہیں کیا تھا آج یہ کیا بات ہے۔ کہ میں مسس مینگ ٹری کی غیبت میں کوئی نئی بات تو پیدا نہیں ہوئی۔

ڈورا - میری زندگی کے ہر واقعہ سے میرے اندیشے کو تقویت ہوتی ہے - میرے پاس خاص وجوہ کچھ نہیں ہیں اور جو کچھ ہیں انھیں بیان کروں گی تو آپ ہنسیں گے اور انھیں طفلانہ خیالات پر محمول کریں گے آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مکان پر کوئی نہیں آتا جب میرے باہر جانے سے پیشتر لوگ ملنے کے لئے آتے تھے تو مسس مینگ ٹری کوئی نہ کوئی حیلہ نہ ملنے کا پیدا کر لیا کرتی تھی اور کبھی باندیوں کو نہیں جاتی تھی کل ایک شخص مسٹر لاسیلس سے ملنے آیا تھا میں اس وقت ملاقات کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی جب مسس مینگ ٹری اس کو بلا اطلاع اندر لے آئی - وہ ایک خوش پوشاک آدمی تھا اور خوش حال کاشتکار معلوم ہوتا تھا اس کا نام کارٹرائٹ تھا۔ وہ مسٹر لاسیلس کے پاس چلا گیا اور اس کو مسٹر رابرٹس کہکر پکارا اس پر مسس مینگ ٹری متوحش سی معلوم ہونے لگی اور مجھے کمرے سے اٹھانے لگی -

میں - اگر اتنی ہی بات تھی تو اس میں تو کوئی اندیشے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

ڈورا - یہ میں جانتی تھی کہ آپ ایسا ہی سمجھیں گے - میں ان چھوٹے چھوٹے واقعات کی تفصیل نہیں بیان کر سکتی جن سے شبہ پیدا ہوتا ہے - ابھی دیکھئے کہ جب وہ شخص چلا گیا تو مسٹر لاسیلس نے اس بات کو بڑی کوشش کے ساتھ ظاہر کیا کہ وہ بھولے سے یہاں چلا آیا تھا وہ اس مکان کو کوئی اور ہی مکان سمجھا تھا - لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ مسس مینگ ٹری نے جو باہر جانے کا قصد ملتوی کیا اور دفعتاً ایک روز کے لئے لنڈن چلی گئی - وہ اسی آنے والے کی بدولت -

میں - یہ تو تمھاری زیادتی ہے - بھلا اس بیچارے کے آنے میں جس کا تم نے ذکر کیا کون سا شبہ کا موقع ہے - البتہ مجھے ایک بات کا پتہ چلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمھیں مسٹر لاسیلس کی طرف سے زیادہ بدگمانی ہے -

ڈورا - ڈاکٹر صاحب مسٹر لاسیلس تو میری تمام مصیبتوں کا بانی ہے - ہائے مجھے اب گھر واپس جانا پڑے گا مگر - وہ میرا گھر کاہے کو ہے - خیر مجھے واپس جانا ہے - اس کے بالمواجہ کھانے پر بیٹھنا پڑے گا اور تنہا مکان میں اس کے ساتھ رہنا پڑے گا -

میں - مگر تمھارے لئے کیا وہی ایک جگہ ہے - اگر تم اپنے گھر جانا نہ چاہو تو غریب خانہ حاضر ہے اور

ہوتے ہوتے تم لندن پہونچ کر والدہ کے ساتھ آرام کرسکوگی۔
میری اس تقریر کا اثر اُلٹا ہوا کیونکہ ڈورا اور بھی زیادہ اپنے مکان کو واپس جانے کے لئے مستعد ہوگئی اور اس نے اس طرح جواب دیا۔
ڈورا۔ میں آپ سے عرض کر چکی ہوں کہ یہہ بات ناممکن ہے۔ اچھا اب میں رخصت ہوتی ہوں میں آپ کو کبھی نہیں بھولوں گی آپ کی عنایتیں ہمیشہ یاد رہیں گی گو آیندہ ملنے کا اتفاق نہ بھی ہو۔
میں (خوش مزاجی کی کوشش کرکے) مس بج وسن میں رہ کر یہہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نہ ملیں۔
ڈورا۔ خیر دیکھا جائے گا۔
ہم نے ہاتھ ملایا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ڈورا نے اس وقت میرے ہاتھ کو کسی قدر دبایا ضرور۔ پیاری ڈورا رخصت ہو کر میدان کی طرف بڑھی اور میں اسی جگہہ اس کو تکتا رہا اور اس کا جھاڑیوں اور پھولوں اور بیلوں پر سے گزرنا اور گھاس کو روندتے ہوے جانا کچھ ایسا عجیب دلربایانہ انداز رکھتا تھا کہ میری نظر ایک لمحے کو بھی اس کی طرف سے ہٹ نہ سکی جب تک کہ وہ بوٹا سا قد نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوگیا۔ میرا جی بے اختیار چاہتا تھا کہ اس کے قدم بقدم روانہ ہوجاؤں اور ایک بار اور اس سے التجا کروں کہ للہ میری التماس قبول کر لیجئے لیکن وہ رعب جو مجھ پر اس کی فیصل گفتگو سے پڑ چکا تھا ایسا نہ تھا جس سے مجھ میں یہہ جرأت باقی رہتی۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہہ تھی کہ اس کی رفتار سے بھی وہی استقلال پایا جاتا تھا جو اس کی گفتگو سے ظاہر ہوچکا تھا اور یہہ سب سے زیادہ تعجب کی بات تھی کہ یہہ طرز رفتار ایسے مریض کی نہیں ہوسکتی تھی جیسا میں نے ڈورا کو تشخیص کیا تھا وہ تو خاصی تندرست اور چاق وچست نظر آتی تھی۔

باب ۷

مسٹر ڈونلڈسن

میں مکان کو واپس تو چلا آیا مگر پھر مجھے چین نہ پڑا اور بے اختیار جی چاہا کہ چل کر کسی طرح پتہ چلانا چاہیے کہ مسس ہیننگ ٹری واپس آئی یا نہیں۔ یہہ سوچکر میں نو بجے رات کو گھر سے نکل کھڑا ہوا اور جب پیاری ڈورا کے مکان کے قریب پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مسس ہیننگ ایک بقچہ سا بغل میں شال کے نیچے دبائے تیزی چلی آرہی ہے۔ مجھے معاً یہہ خیال گزرا کہ اس پیاری

ڈورا کمبخت لاسیلس کے ساتھ تنہا مکان میں ہوگی۔ گو میرے دل میں صاف طور پر ایسے خیالات کے کوئی معقول اسباب موجود نہ تھے تاہم میں یہ ضرور سمجھتا تھا کہ ڈورا کے نازک دل پر ایسی حالت میں سخت بے چینی ہوگی اور سچ پوچھئے تو مجھے بھی کچھ کم بے چینی نہ تھی۔

میں ٹہلتا ہوا سبزہ زار کی طرف نکل گیا اور اپنے خیالات کی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ ابھی رات کے دس بج گئے اور میں سڑک کے موڑ کے قریب ہی پہونچا ہوں گا کہ کچھ گھڑگھڑاہٹ کی آواز ہوئی اور ایک گاڑی میرے پاس سے ہوکر نکلتی ہوئی اُس طرف کو چلی گئی جدھر سے میں آیا تھا۔ میں ذرا پیچھے لوٹا اور میں نے دیکھا کہ مسس ہننگ ٹری اپنے مکان کے سامنے گاڑی پر سے اوتری۔ اُس کے چہرے پر ایک ہلکا سا نقاب تھا لیکن چونکہ چاندنی تیز تھی اس وجہ سے وہ اچھی طرح شناخت میں آتی تھی۔ مگر یہ راستہ نہ کسی اسٹیشن پر سے آنے کا تھا نہ لنڈن سے آنے کا بشرطیکہ وہ کسی گانوں کو ہوکر نہ آئی ہو۔

بہرحال اُس کے آجانے سے مطمئن ہوکر میں اپنے مکان کو واپس چلا آیا اور وہاں پہونچکر ایک سگار پیتا ہوا تنہا بیٹھ کر سوچنے لگا کہ ڈورا کا اندیشہ جلد دور ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ اُس کا دماغ خودبخود اصلاح پر آجائے گا۔ پھر اپنے معاملہ کی کامیابی پر جو میرے نزدیک دنیا کے تمام معاملات سے زیادہ اہم تھا غور کرنے لگا اور اس کے متعلق بھی بالکل مایوس ہونے کی مجھے کوئی وجہ نظر نہ آئی۔

اس کے دو روز بعد پنجشنبہ ۵۔ اگست کو میں شام کو سیر کر رہا تھا کہ ڈاکٹر اسمتھ کی گاڑی مجھے ملی۔ یہ شخص شہر کے مشہور طبیبوں میں تھا۔ لیکن مجھے تعجب ہوا کہ اُس پر ڈاکٹر اسمتھ نہ تھا بلکہ ایک اور شخص تھا جس کا نام ڈونلڈسن تھا۔ وہ گاڑی میں تکیہ لگائے ہوے اور ایک ہاتھ آگے بڑھائے ہوے لیٹا تھا اور اس قدر اکڑا ہوا بیٹھا تھا کہ گویا کہیں کا نواب ہی تو ہے۔ رنگت صاف تھی اور اُس پر گھونگروالے بال خوشنما ضرور معلوم ہوتے تھے لیکن ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال اس قدر کم تھے کہ اُس کا سارا حسن بگڑ جاتا اگر اُس کے چہرے پر ایک خاص قسم کا رعب نہ ہوتا۔ اور اُس کی نگاہوں سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ اگرچہ وہ عمر میں مجھ سے چھوٹا تھا لیکن اپنے کو اس قدر لئے رہتا تھا کہ میں اُس کے سامنے چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔

میں نے اُس کا نام لیکر پکارا تو اُس نے نہایت نخوت کے ساتھ آہستہ سے گردن پھیری جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دنیا میں کونسا ایسا شخص ہو سکتا ہے جو اس طرح گستاخانہ اُس کا نام لیکر پکارتا ہے لیکن مجھے پہچان کر وہ مسکرایا اور گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ پھر نہایت متانت اور آہستگی سے گاڑی پر سے اوتر پڑا۔

(باقی آیندہ)

غزلیات

حضرت برق مرحوم سکندرآبادی

ذیل کی زمین میں دو غزل تھا۔ مگر افسوس کہ بیاض سے چند ورق گم ہوگئے صرف چند شعر باقی رہ گئے تھے وہ اسی غزل میں شامل کر دیے گئے جیسا کہ مقطع سے ظاہر ہوتا ہے۔ اڈیٹر

سینہ صد چاک جگر دل کو تڑپتا دیکھا
حال لوگوں کا جو سنتے تھے سو اپنا دیکھا

مژدہ اے شوق شہادت کہ وہ آیا قاتل
شاد اے دل کہ ترے درد کا چارا دیکھا

ساتھ آتا ہے تری یاد کے دشمن کا خیال
ہائے دل میں بھی کبھی تجھکو نہ تنہا دیکھا

صدقے اس حال زبوں اپنے کے ہمیں جس کے باعث
اُن سے بے رحم کو سرگرم مداوا دیکھا

نامہ بر چپ کہ کچھ اُس بزم کا مت پوچھو حال
مجکو بکواس کہ بیچ کہ وہاں کیا کیا دیکھا

بل بے آسودگیاں ذوق شہادت تیری
دل سا مضطر تہ خنجر نہ تڑپتا دیکھا

محو آئینہ کیا تمکو پری وش کہہ کر
ہم نے کیا تمھیں شیشے میں اُتارا دیکھا

اے دل اُس زلف سے جا کر نہ اُلجھ کہتے تھے
رفتہ رفتہ نہ تجھے ہو گیا سودا دیکھا

بھر جو اسی میں خدا جانے ہوئی کیا تقصیر
کہ شب وصل نے پھر منہ نہ ہمارا دیکھا

مہرباں نامۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
خیر یہ بھی مری قسمت کا لکھا تھا دیکھا

دی نجات آ کے اجل نے شب غم ہجر جاں کو
اس بُرے وقت میں اس کو ہی مسیحا دیکھا

کھینچا آغوش میں لاچار پکڑ کر ان کو
کیا کریں کام سوا اس کہ نہ بنتا دیکھا

نہ کسی زلف کا سودا نہ کسی رُخ کا خیال
رات دن ناصح بیہودہ کو بکتا دیکھا

ہائے شوخی کہے رکھ کر دل بیتاب پہ ہاتھ
کیا ہے دل آج بہت شاد تمہارا دیکھا

جب سنایا انھیں مجنوں کا فسانہ ہم نے
اُنھیں سرگرم طرفداری لیلا دیکھا

خال ہو کیوں نہ ترے عارض پر شوخ کے
شمع کے نیچے جہاں دیکھا اندھیرا دیکھا

ہائے کب سے دل گم گشتہ کی تھی جستجو تلاش
آج اُس کوچے میں دیکھا تو تڑپتا دیکھا

کیا کہوں آن بنی ہے مرے جی پر کیسی
دوش پر اُس کے جو دشمن کا جنازا دیکھا

کب سے ہنگامۂ محشر کی سنا کرتے تھے
آج یہ بھی ترے کوچے میں تماشا دیکھا

تو لگا سینے سے میرے نہ گلے سے خنجر | مہربانی تری دیکھی ترا غصہ دیکھا
صاف تھے اس ظلم کے آنکھیں مری تو دیکھیں فقط | اس گنہ پر کہ مجھے کس لئے روتا دیکھا
پھیرا خنجر مری گردن پہ مگر تھم تھم کر | ہم نے جلدی میں بہت کام بگڑتا دیکھا
پوچھتے ہیں وہ جہان کو تہ و بالا کر کے | برق تم نے بھی کہو میرا سراپا دیکھا
عاشقانہ غزل اک اور سنا دو اے برق | ہم نے جیسا کہ تمہیں گرم سنا تھا دیکھا

حضرت ظہیر دہلوی۔ ظلہ العالی خط میں فرماتے ہیں کہ "رسالہ ید بیضا میں قاضی نجم الدین صاحب برق مرحوم کے اوصاف میری نظر سے گزرے۔ گویا ایک تیر کلیجے پر لگا۔ مرحوم مغفور معززین مشاہیر دہلی سے تھے۔ آپ کے اشعار بچہ بچہ کی زبان پر ازبر تھے۔ آپ کی غزلیں بہت گائی جاتی تھیں۔ مجھے اکثر اشعار یاد تھے اب بھول گیا۔ ایک مقطع یاد ہے گزارش کرتا ہوں

اے برق تیز دستی قاتل کو دیکھنا[1] | دامن کو سیتے سیتے گریبان کھل گیا

اور ایک مطلع بھی یاد ہے۔

آج ارمان مرے دیدۂ تر کا نکلا | کہ ہر اک اشک لئے لخت جگر کا نکلا

یہ غزل پوری بیاض سے نقل کر کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

آج ارمان مرے دیدۂ تر کا نکلا | کہ ہر اک اشک لئے لخت جگر کا نکلا
وہ بغل میں بھی رہا تو بھی نہ پایا آرام | دل سے کھٹکا نہ شب وصل سحر کا نکلا
رخ گلگون کا تصور یہ بندھا ہے دل میں | اشک جو نکلا سو دستہ گل تر کا نکلا
ہم سمجھتے تھے کہ جنت میں لگے گا پایا دل | بارے کچھ اس میں تو نقشہ ترے گھر کا نکلا
اے فلک تجھکو بھی سوزش کا دکھا دیں مزا | ایک نالہ بھی جو اس تفتہ جگر کا نکلا
خط پہ خط بھیجے اسے لیک یہ حسرت ہی رہی | کوئی قاصد نہ کبھی آن ادھر کا نکلا
برق کی عمر یونہی کسب کمالات میں بسر | کوئی پرسان نہ یہاں اہل ہنر کا نکلا

حضرت ظہیر دہلوی

خدا کی شان ان کا ہو گیا دل | ہمارا ناز پرور لاڈلا دل

[1] یہ غزل بھی بیاض میں موجود ہے۔ انشاءاللہ آیندہ رسالے میں شائع کی جائے گی۔ ایڈیٹر

سیہ کاری سے اب تو باز آ دل — خدا شرمائے تجھ کو بے حیا دل
وہ دل ہی کیا نہ ہو جو مبتلا دل — خدا دل دے تو دے درد آشنا دل
خدا کے واسطے دل سے ملا دل — ارے بے رحم ہے دل کی دوا دل
سزائیں پا چکا ہے بار ہا دل — ابھی بے رحم سے پھر جا ملا دل
تمھیں شوخی سے کچھ مضطر نہیں ہو — سوا ہے تم سے میرا چلبلا دل
فرشتہ تو نہیں بندہ بشر ہے — کسی پر آ گیا گر آ گیا دل
تمھاری آنکھ سے پہلے پھرا ہے — ہٹیلا تم سے بڑھکر ہے مرا دل
لڑی کس دشمنِ دل سے لڑی آنکھ — چلا دل پاس سے ہے ہے چلا دل
یہ شوخی دیکھنا دل لے کے بولے — کہ تو نے کس توقع پر دیا دل
بھری محفل رہی تکتی کی تکتی — چرا کر لے گیا دزدِ حنا دل
خدایے درد سے پالا نہ ڈالے — ارے کافر ہے پتھر کا ترا دل
دکھاؤ تو ذرا دستِ حنائی — یہ ہے دزدِ حنا مٹھی میں یا دل
تمھیں دل توڑنا اک کھیل ٹھیرا — کہاں سے لاؤں میں ہر دم نیا دل
مزا دل کا نہیں بے دل لگی کے — برائے نام گر دل ہے تو کیا دل
تمھارے کام کا گر یہ نہیں ہے — مجھی کو پھیر دو اٹھا مرا دل
دو چار آکر ہو اسکی نظر سے — بڑا بے باک ہے یہ منچلا دل
سمجھ لو سوچ لو دل لے کے تم بھی — کوئی دیتا نہیں ہے مدعا دل
تمھاری چاہ نے یہ گل کھلائے — ملایا خاک میں پھولا پھلا دل
کسی کی زلف سے کیوں جا کے الجھا — ہوا دیوانہ کیوں اچھا بھلا دل
الٰہی کون آیا چور ایسا — ابھی پہلو سے کس نے لے لیا دل
کبھی راحت نہ پائی دل کے ہاتوں — ہمیشہ درد میں بن کر رہا دل
کسی کو دیدیا تم کون ناصح — مرا دل تھا مرا دل تھا مرا دل
ظہیر امید یہ ہمکو نہیں ہے — سفر میں دے گیا ہم کو دغا دل

حضرت خورشید سکندرآبادی

یہ کب انداز نا ہے ادا اس کو نہیں کہتے — کبھی برسوں میں آ نکلے وفا اس کو نہیں کہتے

ہمیشہ خود غرض تم چاہنے والوں کو کہتے ہو
ہوئے تم بھی کسی کے آشنا اس کو نہیں کہتے

جھکا رکھا ہے گو سر کو نگاہ شوخ ہے ہرسو
حجاب اس کو نہیں کہتے حیا اس کو نہیں کہتے

سراپا میں تو ہوں تقصیر یہ تو کہہ چکے سو بار
کوئی بخشش ہے تم نے بھی خطا اس کو نہیں کہتے

کیا ہاں ذکر بزم غیر کا ہم نے گلہ کیا ہے
مقام شکر ہے ہم پر ملا اس کو نہیں کہتے

جفائیں بے خطا مجھ پر پھر اس پر واہ رے انصاف
کہو تم ہی کہ ظلم ناروا اس کو نہیں کہتے

مزا جب تھا رہتے عمر بھر تم خواب شیریں کو
کبھی چونکا دیا آہ رسا اس کو نہیں کہتے

بس اتنا ہو کہ دل کو پیس ڈے انداز خوباں کا
بلا سے جان ہو جانا ادا اس کو نہیں کہتے

فدا ہم جان سے تم پر ہیں تم غیر پہ قربان
مری جان کہنے والے سن کے کیا اس کو نہیں کہتے

پڑی ہی جس پہ نظر ان کی پکڑ کر رہ گیا دل کو
کہو کیا ہے اگر تیر قضا اس کو نہیں کہتے

ہمارے دعوی مہر و وفا پہ طعن کرتے ہو
تمہیں بھی حسن پر کچھ ناز تھا اس کو نہیں کہتے

ادھر مجھکو لگا رکھا ادھر دشمن کو جا تھپکا
فریب اس کو نہیں کہتے دغا اس کو نہیں کہتے

زباں مجھ پہ ہی کھلتی ہے عدو سے تم بھی ڈرتے ہو
مجھے کہہ بیٹھتے ہو کیا کیا فدا اس کو نہیں کہتے

بہت تو میرا دیوانہ یہ کہنا اس پری رو کا
محبت ہے سراسر بددعا اس کو نہیں کہتے

شکایت اُن کی بے مہری کی ہے ہم کو فقط خورشید
ہوئی جو کچھ ہوئی ہم پر جفا اس کو نہیں کہتے

جناب وفا حیدرآبادی

ایماے کشتۂ خوں جو ہوا چشم یار کا
اک اک نگہ نے کام کیا چار چار کا

تم سے پری جمال کو تسخیر کر لیا
دیوانے دل نے کام کیا ہوشیار کا

آشوب روزگار ہے وہ رہزن طریق
دیر و حرم میں غلغلہ ہے گیرودار کا

منصور کہہ کے کلمۂ حق جاں بحق ہوئے
مشہور روزگار ہے افسانہ دار کا

چن چن کے ذی ہنر کو ملاتا ہے خاک میں
غافل ہے آسمان ترے دل کے غبار کا

اچھا ہے تیرے دل میں رہے ورنہ بعد مرگ
خاکا بہت اڑے گا ہمارے غبار کا

حاجت نہیں ہے شمع کی بالین گور پر
ہر داغ دل چراغ ہے اپنے مزار کا

تم نازنیں ہو نام خدا پھول پان ہو
گردن سے بار اٹھیگا نہ پھولوں کے ہار کا

کہتے ہیں وہ بگڑ کے مرے عرض حال پر
اچھا نہیں سوال ترا بار بار کا

وعدہ وفا نہ ہو نہ سہی یاس ہی سہی
ممنون ہے وفا ترے قول و قرار کا

روئداد اجلاس خاص میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۹ جون [illegible]

در حلقہ [illegible]

شریک جلسہ

[illegible] صاحب وائس چیرمین و [illegible] صاحب [illegible]

دفعہ ۱ — [illegible] متعلق انتظام [illegible] پیش ہوا [illegible] کے حسب [illegible] ہوا کہ میونسپل بورڈ [illegible] معلوم ہو [illegible] عمل میں لائے جا سکتے ہیں لہٰذا اس وقت تک کہ [illegible] جائے [illegible] اس [illegible] ملتوی کیا جائے جب [illegible] کو آسانی سے [illegible] معلوم ہوگا تب بورڈ اس پر غور کرے گا

دفعہ ۲ — مسودہ قواعد دفعہ ۲۳ آمدہ [illegible] صاحب چیرمین بہادر معہ قواعد دفعہ ۳۴ مروجہ میونسپلٹی [illegible] قواعد [illegible] چیرمین صاحب [illegible] پیش ہو کر تجویز ہوا کہ (۱) [illegible] دفعہ ۳۴ مروجہ میونسپلٹی [illegible] ترمیمات مذکورہ حسب نقشہ منسلکہ نمبر [illegible] کی گئی یا [illegible] قواعد [illegible] کوئی ترمیم [illegible] نہیں ہوئی بدستور رہیں گے — (۲) مسودہ قواعد آمدہ [illegible] مندرجہ نقشہ نمبر [illegible] منسلکہ [illegible] منظور کئے گئے — تجویز ہوا کہ [illegible] کو [illegible] ایک جا [illegible] قواعد [illegible] کر دیے جائیں

دفعہ ۳ — [illegible] صاحب [illegible] معہ [illegible] نمبر ۱۱ [illegible] پانچ [illegible] صاحب کی [illegible] میونسپلٹی [illegible] ذیل میں حسب ذیل شرح [illegible] منظور [illegible] میونسپلٹی [illegible] صاحب چیرمین بہادر کی [illegible] کیا جائے

[illegible]

[illegible]

دفعہ [illegible] میونسپل بورڈ سکندرآباد بابت سال [illegible]
[illegible] بہ منظوری خدمت گورنمنٹ عالیہ ارسال ہو۔

دستخط منشی عبد الغفار بی اے سکرٹری — دستخط کنور گرودر کرشن داس چیرمین

روئداد جلسہ عام میونسپل بورڈ سکندرآباد منعقدہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۰۷ء

(شرکاے جلسہ)

(۱) کنور گرودر کرشن صاحب داس چیرمین۔ (۲) کنور سری کرشن صاحب ممبر (۳) منشی [illegible] صاحب ممبر۔ (۴) حکیم محمد فضل عالم صاحب ممبر۔ (۵) لالہ گنگا سہائے صاحب ممبر

دفعہ ۱۔ روئداد جلسہ ماہ گذشتہ منظور ہے۔

دفعہ ۲۔ روئداد سب کمیٹی تعمیرات منعقدہ ۱۵ جون سنہ ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۳۔ روئداد سب کمیٹی مال منعقدہ ۱۱ جون سنہ ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۴۔ روئداد سب کمیٹی حفظان صحت منعقدہ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۰۷ء و ۱۱ جون سنہ ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۵۔ روئداد سب کمیٹی چنگی منعقدہ ۱۱ جون سنہ ۱۹۰۷ء منظور ہے۔

دفعہ ۶۔ چٹھی عام صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم ممالک متحدہ سنہ ۱۹۰۷ء [illegible] گورنمنٹ عالیہ نمبر ۳۳ مورخہ ۴ مئی سنہ ۱۹۰۷ء مد تعلیم ملاحظہ ہوا ہیڈ مدرسان مدارس قصبہ ہذا کے پاس بطور گشت بغرض عملدرآمد بھیجا جاے۔

دستخط
منشی عبد الغفار بی اے سکرٹری

دستخط
کنور گرودر کرشن داس چیرمین

تاثر

[illegible]

دی آئرن فاونڈری اینڈ جنرل ورکشاپ [illegible]

یعنی

انجن اور مشینوں کے ذریعے سے کام کرنے والا کارخانہ

[illegible]

یعنی [illegible] ایک [illegible] نہایت [illegible] ہے

چونکہ [illegible] کارخانہ [illegible]

[illegible] ضلع [illegible] انجن [illegible]

ہم [illegible] مشین [illegible]

نہایت خوش [illegible] کے ساتھ [illegible] ہر طرح سے مکمل ہو سکے

یہ صنعت بھی ہو گا [illegible] کی [illegible] مشینوں کی درستی اور

مرمت بھی بخوبی کر سکتے ہیں۔

ہم نے اپنے [illegible] مکمل سامان کر لیا ہے جس سے ہر قسم کا [illegible] تیار کر سکتے ہیں [illegible] کارخانے کا تیار شدہ

[illegible] مکمل [illegible] ہے [illegible] صنعت [illegible] نہیں ہو سکتی۔

[illegible] کارخانے اور مشین کے [illegible] انتظام بھی [illegible] ضروری

کام بھی [illegible] کارخانے [illegible] کیا کرتے ہیں۔

ہم [illegible] اپنے ضلع کے [illegible] اور دیگر اصحاب [illegible] کی طرف توجہ دلاتے ہیں

[illegible] کارخانے [illegible] حاصل ہو سکتے ہیں [illegible] کارخانے [illegible]

[illegible] ہو سکے گا

جملہ خط و کتابت بنام [illegible] کنور [illegible] کرشن صاحب [illegible] سکندرآباد ضلع بلند شہر [illegible]

[illegible]

مشتہر کارخانہ

[illegible]

[illegible] سکندرآباد ضلع بلند شہر

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۸۵

بیضا

جلد ۲ | بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ء | نمبر ۸

اڈیٹر حکیم سید محمد سعید خضر سکندرابادی — مقام اشاعت سکندرآباد ضلع بلند شہر

فہرست مضامین

مطبع [illegible] بلند شہر میں چھپا

کتب مصنفہ خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی

سوانح عمری حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریا قیصرہ ہند و پرنس کانسورٹ [illegible]
اس کتاب میں [illegible] سے یہ [illegible] حالات [illegible]
ان کی جشن شاہی [illegible]
ان کی بشارتوں کی فہرست [illegible] حالات۔ [illegible] صفحے ہیں قیمت [illegible] محصول [illegible]

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند۔ اس کتاب میں نہایت عمدہ واقعات تحریر ہیں جو ملکہ معظمہ کی زمانہ سلطنت سے تعلق رکھتے ہیں۔ انگریزوں کا ہندوستان پر بمقابلہ دیگر یورپین اقوام کے [illegible] ہوا اور دیگر اسی قسم کے حالات بھی جن سے عہد سلطنت ملکہ معظمہ کے واقعات پر پوری روشنی پڑتی ہے تمہید کے طور پر ابتدا میں بیان کیے گئے ہیں حجم [illegible] صفحہ قیمت [illegible] محصول [illegible]

(نوٹ) اس کتاب کا پانچواں حصہ جس کا نام آئین قیصری ہے اور جس میں آئین سلطنت انگلشیہ ہند انتظامات پر مطلق تمام مسائل کے جو ہندوستان و انگلستان کے تعلقات کی وجہ سے معرض بحث میں آسکتے ہیں مدلل و مفصل بحث کی گئی ہے بقیمت ایک روپیہ محصول ۲ دستیاب ہو سکتا ہے اس کا حجم ۵۰ صفحہ ہے۔

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا سنہ ۱۹۰۱ء منجملہ کتب بالا کے نمبر اول دوم و سوم سے کامل تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی مرتب ہوئی ہے حجم ۱۳۴۴ صفحہ قیمت [illegible] محصول [illegible]

(نوٹ) ان جملہ کتابوں کا حجم [illegible] صفحہ قیمت [illegible] اور محصول ایک روپیہ ہے۔

(نوٹ) شائقین کتب مصنفہ مصنف کو دفتر [illegible] [illegible]

اخبار مفید روزگار بمبئی

یہ ہفتہ وار پرچہ ہندوستان کے عظیم الشان شہر بمبئی سے نہایت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے [illegible] نہایت متانت سے بحث کی جاتی ہے گورنمنٹ عالیہ کا سچا جاں نثار اور [illegible] پیرایہ میں کام [illegible] ملک کے [illegible] حضرت کے [illegible] میں چیدہ چیدہ خبریں اور تجارتی خبریں بھی [illegible] اسلامی واقعات کی خبریں [illegible] ہندوستان کے اخبارات سے سبقت لے گیا ہے [illegible]

ید بیضا

دوستی

نمبر ۳

آدمی اکثر ایسے آدمیون سے رشتہ اتحاد جوڑ لیتے ہین جن کا حال اُنکو نہین معلوم ہوتا۔ خوب ایک برس تک اُن ہین باتین چیتین ہوتی رہتی ہین تو اُن کے وہ عیب کھُلتے ہین کہ جن کا دلی دوستی کے وقت سان و گمان بھی نہ تھا۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہین کہ ایک خاص عمر تک اُن ہین خصائل نیک و پسندیدہ ہوتی ہین۔ پھر وہ بگڑ کر بد خصلت ہو جاتے ہین۔ بس جو شخص ایسے آدمیون کا دوست ہوتا ہے کہ وہ کبھی فرشتہ کبھی شیطان بن جاتے ہین تو اُس کو بڑی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے مگر بڑی دانشمندی یہہ ہے کہ اپنی خصائل کی خوبی اور نیکی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

(۲۳) جب دو آدمیون ہین میلان طبع اِس طرف ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی خوشی اور بہبودی کو زیادہ کرے تو اُسے دوستی کہتے ہین۔ اگرچہ ہم نے بہت سے دانشمندون کے قول اِس باب مین نقل کئے ہین۔ مگر ہم دنیا مین دیکھتے ہین کہ اُن پر عمل شاذ و نادر ہی ہوتا ہے ہر شخص اِن خوبیون اور نیک صفات کی جو دوست مین ہونی چاہئین ایک لمبی فہرست بنانے کو تیار ہے۔ مگر چاہئے کہ اُن مین سے کوئی صفت اپنے مین پیدا کرے سو نہین کرتا۔ دوستی کے دو بڑے اصول یہہ ہین کہ محبت و قدر و منزلت جب تک یہہ دونون باتین جمع نہون کامل دوستی نہین ہو سکتی۔ جس آدمی کی ہم قدر و منزلت نہین کرتے اُس کی دوستی سے ہم کو شرم آتی ہے جس شخص کی قابلیت اور لیاقت سے خوب واقف ہین اور اُس کی قدر و منزلت کرتے ہین لیکن ہم اُس کی دوستی کا دم نہین بھر سکتے جب تک اُس کے ساتھ ہم کو نیک نیتی سے محبت کا میلان نہو۔ حسد خواہ کسی بھیس مین چھپا ہوا ہو اُس کو دوستی نکال دیتی ہے جس شخص کو دوست کے زیادہ خوش ہونے سے خوشی نہ ہو اُس کی جان لینا چاہئے کہ وہ دوستی کو جانتا ہی نہین۔ جو دوستی چُپ چاپ ہوتی ہے وہ زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے اِس لئے کہ دانا دوست اُس دوست سے بہتر ہوتا ہے کہ اظہار محبت مین گرم جوش و پُر خروش ہو۔ دوستی کے لئے یہہ ضرور نہین کہ جن مین وہ ہو اُن کا میلان طبع ایک ہی چیزون کی طرف ہو اور اُن مین مماثلت بہت

ہو۔ دو مختلف مزاج کے آدمیون مین بھی اتحاد ہوتا ہے اور اُس مین زیادہ لطف یہہ ہوتا ہے کہ آدمی دوست مین وہ خوبیان اور صفتین دیکھتا ہے جو اپنے مین نہین اِس لئے وہ خود جن صفات سے محروم تھا اُن پر بھی علم اُسی دوست کی بدولت حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ دوست بھی آدمی خود دوسرا ہوتا ہے۔ بہت ہی زیادہ مشکل بات جو دوستی مین پیش آتی ہے وہ یہہ ہے کہ دوست کو اُس کی خطاؤن اور غلطیون پر اِس خوش اسلوبی سے مطلع کرے کہ وہ یہہ سمجھے کہ دوست نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے ہی فائدے کے لئے کہا کوئی خود اُس کی غرض نہین ہے۔ جب دوست کو کسی بُرے کام پر لعنت ملامت کرو تو انصاف اور سچ کے ساتھ اور وہ بھی بار بار نہو۔ جس دوست پر ملامت کرتے ہین اُس کے خوش کرنے مین اِس سبب سے مایوسی ہوتی ہے کہ جس بُرائی کے لئے اُس پر ملامت کی جاتی ہے وہ اُس سے خود آگاہ نہین ہوتا جس دل مین یہہ قابلیت نہین ہے کہ وہ دوستی کے سبب سے ترقی اور انسانیت قبول کرے۔ وہ زیادہ تر دوستون کی ملامت کا تحمل نہین ہو سکتا اُس سے کیا تو اُس کا دل بجھ جاتا ہے یا دوست کی قدر و منزلت کم ہو جاتی ہے۔

دوستی کا بڑا کام یہہ ہے کہ دوست مین ہمت و جرات پیدا کرے اُس کو زندہ دل بنادے۔ جن دلون کو اُس سے سہارے مل جاتے ہین وہ زیادہ کام کرتے ہین برخلاف اِس کے جو دوستون کے سہارے سے محروم ہو جاتے ہین وہ پست اور سست ہو جاتے ہین۔

(۲۴) دوستی اور رشتہ داری مین یہہ فرق ہوتا ہے کہ دوستی آدمی خود اپنے انتخاب و اختیار سے پیدا کرتا ہے اور رشتہ داری قدرتی ہوتی ہے اُس مین خود اُس کو دخل نہین ہوتا اِس لئے اگر آدمی دوستی کے حق نہ ادا کرے تو وہ رشتہ دارون کے حق نہ ادا کرنے سے زیادہ الزام کے قابل ہوتا ہے اگر کسی دوست کی خطا کے سبب سے کوئی شخص ترک دوستی کردے تو اُس سے یہہ معلوم ہوگا کہ دوست کے انتخاب کرنے کی قابلیت اُس مین نہین ہے۔ دوست جو بمنزلہ خزانہ کے ہے اگر وہ جاتا ہے اور اُسکا اظہار کوئی نہ کرے تو یہہ بھی بڑے استقلال اور مضبوطی کا کام ہے۔

(۲۵) اکثر یہہ دیکھنے مین آتا ہے کہ آدمی مستقل دوستی اُن سے کرتے ہین جو اپنے سے اعلیٰ درجہ کی لیاقت نہین رکھتے بلکہ وہ اپنے سے کچھ کم ہوتے ہین۔ وہ کبھی چھوٹی چھوٹی باتون مین خوشامد کرکے دوستون کا دل بھی خوش کر دیا کرتے ہین۔ اور اُن کو خود اپنے سے کم دیکھ کر اپنی بھی آپ خوشامد کر لیا کرتے ہین۔

(۲۶) جیسے زندگی مین دوستون کی ملاقات سے مسرت ہوتی تھی ایسے ہی اُن کی یاد سے بعد مرگ

خوشی ہوتی ہے گو آنکھون مین آنسو ہی کیون نہ بھرے ہوے ہون۔

(۲۷) یہ سارا عالم جو ہمکو نظر آتا ہے اُس پر غور کرین تو معلوم ہوگا کہ عالم جسمانی عالم روحانی عالم اخلاقی کے اجزا مین باہم مطابقت اور اعمال مین آپس مین مشابہت و مماثلت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے عالم کا مدبر ایک ہی ہے اور اُسی کے سارے قوانین بنائے ہوے جاری ہین کہ جسکے سبب سے وحدت ارادی سب جگہہ ایک طرح کی موجود ہے۔ اجسام کی ترکیب اور کشش اور حرکات دیکھنے سے حکما کو یقین ہے کہ نظام شمسی مین اجرام فلکی مین گو باہم بُعد عظیم ہے مگر اُس مین کشش ہے جتنے اجرام سماوی آفتاب کے گرد پھرتے ہین۔ وہ ایک اصول مستمرہ و قانون دائمی کے موافق باہم اور آفتاب کی طرف کشش کرتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے اور اپنے ہمراہیون کو چھوڑ کر بھاگ نہین جاتی۔ اب اس عالم جسمانی سے عالم اخلاق کی طرف ذہن دوڑائیے تو یہہ معلوم ہوگا کہ انسانون کے دلون مین بھی کشش ایک اصول مستمرہ و قانون دوامی کے موافق عمل کرتی ہے جن سے اُن کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور اُس کے نام گروہ و فرقے مجلسین محفلین اور بہت سے اسی طرح کے نام رکھے جاتے ہین۔ جیسے اجرام مین بُعد کے تناسب کشش ہوتی ہین یعنی جو قریب ہین اُن مین زیادہ کشش ہوتی ہے اور جو بعید ہین اُن مین کم۔ ایسے ہی آدمیون کے دلون کا حال ہے جتنی اُن مین قربت زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی اُن مین کشش زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے اجرام و اجسام مین۔ گو وہ کیسے ہی دور دراز فاصلے پر ہو۔ اُن مین بھی ضرور کشش ہوتی ہے گو معلوم نہو ایسے ہی انسان کے دلون مین جو یون بعید باہم رکھتے ہین کشش ہوتی ہے مگر اُن کے ساتھ کشش قریبون کی کشش کے سبب سے نہین معلوم ہوتی۔ اگر یہہ اقربا نہون تو وہ معلوم ہونے لگے اگر ایک شخص کے رشتہ دار نہون تو وہ دوستون ہمسایون کے ساتھ کشش کریگا۔ اگر یہہ دوست بھی نہ ہون گے تو اپنے اہل وطن و ملک کے ساتھ۔ جب کسی غیر ملک مین ایک ملک کے آدمی ملتے ہین تو بہت جلد دوست ہوجاتے ہین۔ خدا ے تعالی اجرام فلکی مین ایک۔ اور ایسا بھی رکھا ہے جو اُن کو آپس مین ملنے نہین دیتا اور ایک دوسرے سے دور رکھتا ہے پس یہی قاعدہ اجتماع انسانی مین ہے کہ نفس کی بعض خواہشات و جذبات ایسی ہین کہ آدمی کو ایک دوسرے کے ساتھ وہ فیاضی نہین کرنے دیتے جو انسان کی جبلت مین داخل ہے۔ جب یہہ روکین دور ہوجاتی ہین تو وہ فیاضیان ہونے لگتی ہین جیسے کہ اجرام کے درمیان کشش ثقل کا سبب کوئی نہین بتلا سکتا اسی طرح یہہ جو انسانون کے دلون مین کشش ہے اُس کا باعث کوئی نہین بتلا سکتا۔ خدا نے یہہ دونون راز کسی انسان پر

کھولے نہیں - جیسے کہ یہ کشش اجسام ہزارون مظاہر قدرت کے ظہور کا باعث ہوتی ہین - ایسے ہی یہہ انسانون کے دلون کی کشش ہزارون باتین اجتماع انسان کی ظاہر کرتی ہین اور وہی تمام اخلاق کا باعث ہوتی ہین اسی کے سبب سے انسانون مین محبت ہوتی ہے جس سے انتظام گیتی برقرار رہتا ہے. ساری دنیا کی بہبودی اِن دلون کی کشش پر موقوف ہے -

(۲۸) سچی دوستی کے لئے کن کن باتون کی ضرورت ہے .

ایتھنز مین سقراط اپنا ایک چھوٹا سا مکان بنواتا تھا - ایک شخص نے اُس سے کہا کہ آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا مکان کیون بنواتا ہے اپنی شان کے لایق مکان تعمیر کرنا چاہیئے - سقراط نے اس کا یہہ جواب دیا کہ مین اس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھون گا - اگر وہ سچے اور اصلی دوستون سے معمور ہوگا - اِس سے اُس عالی منش روشن ضمیر حکیم کی راے ظاہر ہوتی ہے کہ اُس کو بھی سچے اور اصلی دوستون کے ملنے کی ایسی توقع بھی نہ تھی کہ وہ تنگ مکان اُن سے بھر جانا اور اُن کے دل اُس سے سچی محبت استقلال کے ساتھ رکھتے یون تو اُس کے پاس ایسے آدمیون کی بھیڑ لگی رہتی تھی کہ جو اُس سے ملنے کو اپنا فخر جانتے تھے یا اُس سے کچھ سیکھنا چاہتے تھے یا اپنے اخلاق کی وجہ سے اُس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے -

سچی دوستی کے لئے اتنی باتین ضروری ہین اور اتنے اتفاقات کا باہم ہونا لازم ہے کہ بڑا حصہ آدمیون کا ایسا ہے کہ کوئی سچا دوست اُن کا نہین ہو سکتا - آدمی کو چاہیئے کہ وہ ایسے ہی دوستون پر اکتفا کرے جن سے اپنا کام نکل جاوے اور ملنے سے دل خوش ہو جائے - آدمی اپنی خود غرضی اور ہواے نفسانی مین ایسا مبتلا ہے کہ اُس کے گرد گروہا گروہ آدمی ایسے ہین کہ وہ آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی و احسان کرنا نہین چاہتے بلکہ اپنے مطلب و مقصد پر نگاہ رکھتے ہین - سواے اِس خود غرضی کے انسانون کے طبایع مین ایسا اختلاف ہے کہ وہ دلون مین سے دوستی کو خارج کرتا رہتا ہے - بعض آدمی اپنی فیاضی اور احسان کرنے مین بڑے گرم جوش ہوتے ہین مگر اُن مین استقلال نہین ہوتا - اِس لئے وہ پرانے دوستون کو بغیر دشمن ہونے کے چھوڑ دیتے ہین اور نئے دوستون پر مہربانی کرنے لگتے ہین - (باقی آیندہ)

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

شیاطین کا صدسالہ اجلاس

(عزازیل یعنی شیطان متعینہ ہندوستان کی صدسالہ رپورٹ)

سب سے بڑی بات جو اُس کی چیخ پکار سے پیدا ہوئی وہ یہی مذہبی اور اخلاقی بیداری تھی جس پر تمام عالم کے انتظام کا دارومدار ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک خواہش اپنی حالت کے سنبھلنے کی جو پیچھے احساس کا نتیجہ ہے پیدا ہو گئی جس سے قوم شیاطین کے مقاصد میں بہت کچھ رکاوٹ پیدا ہو جانے کا احتمال ہو گیا۔

لیکن اِس عرصے میں مجھے کافی تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور میں ایسے بہت سے انقلاب دیکھ اور سُن چکا تھا۔ ہندوستان کی بیداری کی تو اب تک کچھ حقیقت نہیں ہے جب یورپین اقوام سترھوین صدی عیسوی میں دفعتہً بیدار ہو گئی تھیں تو میرے عنایت فرما مسٹر ڈیول علیہ اللعن (متعینہ ممالک یورپ) کو سخت دشواریاں پیش آئی تھیں اور اُن کے استقلال کی مثال میری آنکھوں کے سامنے بھی کیونکہ اُن کا ہمیشہ یہ قول رہا کہ ہر نیکی میں سے تھوڑی سی کوشش سے بدی پیدا ہو سکتی ہے۔ اُنھوں نے جو کچھ کہا تھا وہ کسی حد تک کر دکھایا اور گو وہ اب تک پورے طور پر کامیاب نہیں ہوے ہیں تاہم اُن کی کوشش برابر جاری ہے۔ روحانیات کے متعلق یورپ میں جو خیالات اُنھوں نے پھیلا دیے ہیں۔ تہذیب کی ترقی کے ساتھ جو تعیش اور نفس پرستی کے لوازم اُنھوں نے لگا دیے ہیں۔ مادیات کا بیحد شغف جو اُنھوں نے پیدا کر دیا ہے یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے اُن کی غائر نظر کا پتہ چلتا ہے۔ جن سے یہ امید ہوتی ہے کہ مہذب اقوام بھی کسی نہ کسی حد تک ہمارے قابو میں آسکتی ہیں اور اسی خیال نے مجھے بھی مایوس نہیں ہونے دیا اور میں نے فوراً ایک ایسی کوشش شروع کی کہ جس سے مجھے کامیابی کی بہت کچھ امید بندھ گئی۔ صدی زیر رپورٹ کے آخری تین عشر اسی لگاتار کوشش میں گزرے ہیں کہ اہل ہندوستان باوجود تحصیل علوم جدیدہ کے اُس کی برکات سے محروم رہ جائیں۔ چنانچہ چند ناقابل الذکر اور معمولی اسباب کو کام میں لا کر میں نے ایک ایسی بات پیدا کر دی ہے جس سے خاطر خواہ نتائج عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ ہندوستان میں مختلف فرقوں کے وجود اور اُن کے اغراض کے باہمی تخالف نے میرے اس کام میں بہت مدد دی ہے۔ لیکن چونکہ ابھی نتائج واقعی مترتب نہیں ہوے ہیں لہذا اُن کا تفصیلی بیان صدی آیندہ کی رپورٹ پر چھوڑ کر اس وقت صرف اُن امور کا ذکر

کرتا ہون جو معرض ظہور مین آچکے ہین۔

اصول شیطنت کے اس مسلمہ مسئلے کا مین بڑا قائل ہون کہ جب کوئی فرد یا قوم کسی خاص نیکی کی طرف راغب ہو تو بجاے اس کے کہ اُس نیکی کی طرف سے اُس کا دل ہٹانے کی کوشش کی جاے زیادہ آسان اور موثر طریقہ یہ ہے کہ اُسی نیکی مین ایک خفیف اور نامعلوم آمیزش بدی کی کرکے اس تبدیل شدہ نیکی کی طرف جو بہ باطن بدی ہے اُس کو آہستہ آہستہ مائل کیا جاے اور یہ عمل کچھ ایسا تدریجی ہونا چاہیے کہ معمول کو کوئی شبہ اور وہم دامنگیر نہ ہو تاکہ وہ پوشیدہ گڑھون سے ناواقف رہے اور اُس شاہراہ کو جو اُس نے اختیار کی ہے صاف اور بے خطر راستہ تصور کرکے اُس پر بلا تامل دوڑتا ہوا چلا جاے اور انجام کار انھین گڑھون مین گر کر تباہ ہو جاے۔ گو اس قسم کے مسائل پر نظری پہلو سے بحث کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے اس لیے کہ آپ لوگ ان نکات سے بخوبی واقف ہین لیکن اس طرف توجہ دلانے سے میری تمہیدی غرض حاصل ہوتی ہے اور جس مطلب کو مین بیان کرنا چاہتا ہون وہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ مین نے اوپر ذکر کیا ہے ہندوستان کی دو بڑی قومون مین سے ہندو پہلے ہی سے ترقی اور تہذیب کی کوشش مین مصروف تھے اور اب مسلمان بھی اس شاہراہ پر چل نکلے۔ مقصود بجاے خود احسن تھا مگر مین نے اُن کی سہل انگاری اور اخلاقی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اُن کی نظر مین مغربی تہذیب کے صرف اُن حصون کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی جن مین اُن کے نفس کو بظاہر تسکین ہو جاے لیکن مقصود اصلی حاصل نہ ہونے پاے۔ مثلاً بل اور اسپنسر کی آزادی تو ہو لیکن اُن کی سی تحقیق اور کاوش جس نے اُن کے خیالات کو بلا پابندی مذہب کے مرتفع بنا دیا ہے خاک نہ ہو۔ غرور اور شیخی تو ضرور ہو لیکن اخلاقی جرأت کی روشنی جس کی بدولت افراد اور اقوام تقلیدی رسوم اور بیجا تعصب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکل سکتے ہین دل پر ذرا بھی شعاع نہ ڈالنے پاے۔ آزاد حکومت کی ہوس بے انتہا ہو لیکن وہ قوت تمدنہ اور متحارہ بالکل پیدا نہ ہو جو آزادی حکومت کی اول شرط ہے۔ شان و شوکت سے بسر کرنا اختیار کیا جاے لیکن دولت حاصل کرنے کے ذرائع کی راہ مین وہی رکاوٹین بدستور موجود رہین جو اگلے وقتون سے چلی آتی ہین (ناظرین آپ سمجھے یہ اشارہ تجارت کو ذلیل سمجھنے کی طرف ہے) یورپین اقوام کے سب اطوار و عادات کی نقل اُتاری جاے مگر اُن کی علم دوستی اور ضبط اوقات اور محنت و جفاکشی کی عادتون کی طرف بالکل نظر نہ کی جاے۔

ان امور کے علاوہ باہمی تفرقے اور عناد اگر اس سے پیشتر باہم افراد تک محدود تھے تو اب

میری ناچیز کوشش سے وہ بین الاقوام ہو گئے ہیں۔ ہندو مسلمان کو اور مسلمان ہندو کو کھائے جاتا ہے اور جس قدر کوششیں ان کے باہمی اتفاق کی کی جاتی ہیں وہ بے سود ہوتی ہیں جس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ میں نے حب وطن اور ایثار علی القوم کے مادّے کو محدود بنا رکھا ہے اور خود غرضی کا جن جس طرح پہلے افراد پر سوار تھا اب مختلف فرقوں کی گردن پر سوار ہے۔ اُن میں یہ احساس پیدا نہیں ہونے دیا گیا کہ مختلف فرقوں کے فوائد کی حد کہاں تک ہے اور عام قومی فوائد کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے جیسے تمدن کی ابتدائی حالت میں افراد ذاتی فوائد کے مقابلہ میں جماعت کے فوائد کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ ایک بڑی سہولیت ہندوستان میں یہ حاصل ہے کہ دولت کی یہاں بہت کمی ہے اور اُس کے حصول کے ذرائع سے ناواقفیت بہت زیادہ۔ لہٰذا ان لوگوں کی پرورش کا ذریعہ سرکاری ملازمت ہے جو تحصیل علوم کی وجہ سے ملک کے لئے کارآمد ہو سکتے تھے۔ یہ بظاہر ایک معمولی اور ناقابل الذکر بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے چند بڑے فوائد حاصل ہوئے اول یہ کہ ملازمت کے صیغوں میں ہندو مسلمان کے مقابلے کی وجہ سے باہمی رنجش برابر بڑھتی رہی دوم یہ کہ دونوں قوموں کے لایق لوگوں کو ملک اور قوم کی خدمت کا موقعہ نہ رہا۔ اس آخری فقرے سے مجھے ایک اور بات یاد آئی وہ یہ کہ میں نے اکثر ملک اور قوم کی خدمت کرنے والوں کے دل میں اکثر ایسی ہوسیں پیدا کر دی ہیں جو اُن کی موجودہ حالت کے مناسب نہیں ہیں۔ وہ لوگ قوم کو ترقی دینا اُسکی خدمت نہیں تصور کرتے بلکہ گورنمنٹ پر جا و بیجا اعتراض کرنے کو قومی خدمت جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے قومی خدمت میں شرکت کے لئے یہ ضروری امر ٹھہر گیا ہے کہ پالٹکس کے اکھاڑے میں لنگر باندھ کر کود ے۔ اگر کوئی شخص کسی اور طریقہ سے قومی خدمت کا بیڑا اٹھائے تو اُسے نہ کوئی پوچھتا ہے نہ اُس کی خدمت سے مستفید ہوتا ہے۔ اِدھر میں نے ہنود کے دماغوں میں یہ خیال جاگزین کر دیا ہے کہ آزادی کی طلب میں کسی درجہ اعتدال کا پابند ہونا اخلاقی کمزوری ہے اُدھر مسلمانوں کو یہ جھانسہ دے رکھا ہے کہ تمھارا فرض دم دلاسے اور خوشامد درآمد سے کام نکالنا ہے اس سے تمھیں کیا مطلب کہ قوم تباہ ہو یا ملک برباد ہو ہندوستان تمھارا ملک تو ہے ہی نہیں تم تو عرب اور ٹرکی اور مصر اور ایران سے تعلق قرابتی رکھتے ہو۔ غرض میں نے دونوں کو دھوکا دیا۔ اِدھر اہل کانگریس کو یہ سکھایا کہ جامے سے باہر ہو جانا ہی اخلاقی جرٴت ہے۔ اُدھر سر سید احمد خان کی روک تھام کو طرح طرح کے معنی پہنا کر اچھا خاصا آلہ باہمی تفرقے اور عناد کا مہیا کر لیا ہے۔ اور اب بفضل ابلیس ان دونوں اقوام میں خوب مزے کی کٹا چھنی رہا کرتی ہے

حکمران قوم کو بھی اِن سے وہ ہمدردی نہین ہے جو ترقی کرنے والی قوم کے ساتھ ایک مہذب قوم کو ہونی چاہیے اور کیونکر ہوتی جب ہر راہ چلتا بغیر کافی تحقیق کے گورنمنٹ کی نیت پر حملہ کرے اگر یہ لوگ سابق کی طرح آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہتے تو البتہ اندیشہ تھا کہ حکمران قوم کو بھی اُن کے ساتھ وہ ہمدردی پیدا ہو جاتی جو ایک متمدن قوم کو دوسری ترقی کرنے والی قوم کے ساتھ ہو جانی لابدی ہے اِن حالات سے مجھے دوگونہ کامیابی کی امید ہے اول یہہ کہ ہندوستان نے یوروپین تہذیب اور تمدن کا ابھی پہلا ہی سبق پڑھا تھا اور اِس اتحادی قوت کو جو اُس تمدن کی جان ہے اپنے آپ مین پیدا ابھی نہین کر سکے تھے کہ اُن کے خیالات ادعاے جمہوری حکومت اور آئینی طرز سلطنت کی طرف (جو یوروپین اقوام کو بھی مدت ہاے دراز کی کوشش کے بعد حاصل ہوے ہین) منہمک ہو گئے ہین اور وہ دیگر ذرائع ترقی یعنی صنعت و تجارت کی طرف سے بالکل بے پروا ہین اور اِس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ نہ دولت حاصل ہوگی نہ حکومت۔ دوسرا فائدہ یہہ ہے کہ حاکم محکوم کی باہمی کشیدگی سے اِس قدر برہمی ضرور پیدا ہوگئی ہے کہ جو بات سینکڑون برس کی محنت مین حاصل ہو چکی ہے وہ ممکن ہے کہ ایک آن مین مٹ جاے اور اگر مٹ بھی نہ جاے تو کم از کم ترقی کی رفتار سست ہو جانے مین تو کوئی شبہہ نہین ہے۔ پولیٹکل شورشون سے مسلمان علیحدہ ہین اور مجھے یہہ اندیشہ گزرتا ہے کہ کہین یہہ خاموشی اِن کی اعتدال پسندی کی وجہ سے نہ ہو۔ لیکن بالفعل تو کوئی وجہ زیادہ اندیشے کی معلوم نہین ہوتی کیونکہ کم از کم اس وقت تو اِس علیحدگی سے باہمی کشیدگی اور خوشامد کی عادت مین تو ترقی ہو ہی رہی ہے۔

سردست حالت موجودہ یہہ ہے جو مین نے بیان کی اور چونکہ مین نے ظاہر کر دیا ہے کہ اِس وقت جو بعض سوشل اور مارل حالات نقش پزیر ہوے ہین اُن پر آیندہ صدی کی رپورٹ مین مفصل طور پر بحث کرون گا لہذا اب مین معزز صدر انجمن صاحب سے اجازت چاہتا ہون اور آپ سب صاحبون کا اِس امر کا شکریہ ادا کرکے کہ آپ لوگون نے نہایت صبر اور تحمل کے ساتھ میری طول طویل تقریر کو سنا ہے اپنی رپورٹ ختم کرتا ہون۔

*

عزازیل

حضرات ناظرین! مندرجہ بالا مضمون مجھے عجیب طریقے سے دستیاب ہوا یعنی عالم رویا مین عزازیل علیہ اللعنۃ تشریف لاے اور مجھ پر کچھ اپنے منتر پھونکنا چاہتے تھے کہ مین نے ”لا حول“ کا ڈنڈا سنبھالا اور اُس کو دیکھتے ہی وہ ایسے نوک دُم فرار ہوے کہ گھبراہٹ مین یہہ

لما لکھایا میرے پلنگ پر چھوڑ گئے۔ مین نہین کہہ سکتا کہ وہ اس کو جلسے مین پڑھ چکے تھے
ہین دینے کو نے سدھار ہے تھے یا ابھی جلسہ منعقد نہین ہو چکا تھا اور یہہ مضمون طیار کرکے
لو لئے جا رہے تھے۔ بظاہر یہی آخری بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ مضمون کے
ے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نظر ثانی سے زینت نہین پائی ہے۔ بہرحال چونکہ یہہ اتفاقیہ مجھی
ں لیا ہے لہذا مین مناسب سمجھتا ہون کہ اپنے دوستون پر ظاہر کردون کہ ہمارے دشمن ہماری
تباہی کی فکرون سے غافل نہین ہین پھر ہم اُن کے داؤگھات سے کیون غافل رہین۔

آخر۔ الہ آبادی

اس مین کچھ شبہہ نہین کہ بعض رغبتین بغیر کوشش کے قدرتاً حاصل ہوتی ہین لیکن اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ تمام معاملات حصول راحت کے بغیر توجہ اور غور کے طے ہو جایا کرین اور صرف فطرتی خواہشین اور قدرتی ضرورتین ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہون۔ اگر ایسا ہوتا تو ان معاملات مین کبھی غلطی ہی کاہے کو ہوتی۔ ہر شخص خواہ کتنا ہی بے پروا اور نفس پرست کیون نہ ہوتا بالکل اُسی طرح اخلاقی محور پر حرکت کرتا جیسے اجرام فلکی جو باریتعالی کے مقرر کردہ رستون پر ہمیشہ بلا کسی غلطی اور بھول چوک کے حرکت کرتے رہتے ہین۔ لیکن ہم آنکھون سے دیکھتے ہین کہ انسان کے لئے غلطی کرنا لابد ہے اس لئے ہمکو لازم ہے کہ ان غلطیون کو لکھ لین اُن کے اسباب پر غور کرین اُن کی حقیقت کو دریافت کرین اور اُن کے دفعیہ کی تدبیرین معلوم کرکے عمل مین لائین اور جب ان طریقون سے ہم اپنی رہبری کے لئے قواعد و ضوابط طیار کر لین گے تب ہی ہم فلسفی کہلائین گے اور جب ان قواعد پر عمل کرنے کی راسخ عادت ڈالین گے تو ہم حکیم کہلانے کے مستحق ہو جائین گے۔

ڈیوڈ ہیوم

غزل حضرت برق مرحوم سکندر آبادی

مستی ز چشم ساقی خود وام کردہ ایم / صد ہوش وقف گردش یک جام کردہ ایم
ہموارہ کردہ ایم چو آئینہ خویش را / در عین کفر دعوی اسلام کردہ ایم
دل خون شد و کلیجہ ز زخم خدنگ او / پیکان بجاش ماند دلش نام کردہ ایم
آزاد از کشاکش طول امل شدیم / تا دل اسیر زلف سیہ فام کردہ ایم
مقصود ما سکونت میخانہ است و بس / زان رو قناعتے بہ تہ جام کردہ ایم
راہے کہ قیس طے نمودہ بعمر خود / ما را نگر کہ قطع بیک گام کردہ ایم
ذکر تو صبح شنید و بناز گفت / این کار را حوالۂ دشنام کردہ ایم
مشکل کہ شام ہجر شود صبح ہمنشین / صبح وصال نیست کہ ما شام کردہ ایم
وا حسرتا کہ پر شد پیمانۂ حیات / از شیشہ مے ہنوز نہ در کام کردہ ایم

مستانہ ایم از خم اندوہ ہجر برق
این قطرہ ز ان مے است کہ در جام کردہ ایم

اُٹھتی جوانی

ہر ادا مستانہ سر سے پانون تک چھائی ہوئی
اُف! تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

حضرت داغ دہلوی نے یہہ دلچسپ مطلع جوش شباب یا اُٹھتی جوانی کے لئے ایسا برجستہ اور بے ساختہ ارشاد کیا ہے کہ اس کے پڑھنے اور تمام مضمون پر اک غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی کے ہر انداز دلربایانہ کا ایک دلکش مرقع اِن دو مصرعون مین کھینچکر دکھا دیا ہے۔ اور اِس طرح اِس طول وطویل مضمون کا صرف دو مگر حاوی جملون مین ایسا مختصر نقشہ اُتارا ہے کہ شاہد سراپا ناز وانداز کی اُبھرتی جوانی کا دلپذیر سمان بالکل آنکھون مین پھر جاتا ہے۔ ہائے۔ کیا فرما گئے ہین کہ بھرپور شباب ہو اور شباب بھی محض نہ ہو بلکہ ادا و ناز سے معمور ہو اور ادائین بھی سیدی سادی نہون مستانہ ہون۔ سبحان اللہ۔ گویا پوری غزل کا لطف اِن دو پھڑکتے ہوے مصرعون مین بھرا ہوا ہے۔ اور۔ اُف۔ کے لفظ نے دیکھنے والے کے وفورِ اشتیاق کا خاتمہ اور تعریف کی انتہا کردی۔ جب ایک پتلے کے اندر دستِ قدرت اتنی دلفریبیان جمع کردے کیا اُس کی نگہ ناز سے کوئی متقی یا پاکباز بچ سکتا ہے ہرگز نہین۔ ہاے! زندگی ہو۔ عالم شباب ہو۔ اور شوق بھرے پہلو مین کوئی ایسا حسین ومہ جبین شعر مندرجہ عنوان کا مصداق سر سے پاتک مستانہ اداؤن سے پُر ہو تو کیا کہنا ہم سے محروم القسمت تو کبھی حوران خلد برین کی آرزو نکرین ہاے داغ کا یہہ شعر بھی اِس موقع پر طبیعت کے کانٹے مین تولنے کے قابل ہے ؎

انسان خوبرو ہو تو حورون سے کم نہین ؂ یہہ اِس چمن کے پھول ہین وہ اُس چمن کے پھول

اک ہجران نصیب دور از حبیب عاشقِ سنم پرست کو کسی اُبھرنے والے جوبن کی یاد مین داغ کا یہہ شعر نظر پڑ جاے تو وہ اپنے معشوق کی یاد مین محو تصور ہو جاے گا اور ممکن نہین کہ کسیکی یاد دل مین چٹکیان نہ لینے لگے یا دونون ہاتھون سے دل تھام نہ بیٹھ جاے۔ یہہ ظاہر ہے کہ گلشن جوانی کی بہارین بالا بالا نہین جاتین جہان باغبان قدرت نے نخل حسن مین پھول لگاے گلچین (عشاق) دامن پھیلا کر آموجود ہوے اور حسن کی اچھوتی بہار کو بوے گل کی طرح لے اڑے۔ ایک نرگس شہلا کا بیمار ہے تو دوسرا گل رخسار پر نثار۔ کوئی گلاب کی پنّی کے سے ہونٹون کا شیدائی ہے تو کوئی زلف سنبل کا سودائی۔ کوئی کسی پری جمال کے حسن گلو سوز کا دیوانہ ہے تو کوئی کسی شعر و

کی غنچہ دہنی کا پروانہ - یہہ جوانی کیا ہے - اک خواب غفلت ہے - اِس غفلت مین ہمارا خیال ہمکو اک باغ دلکشا مین لیجاتا ہے - یہان اک بارہ دری ہے اِس کے کمرے مین اک پلنگڑی بچھی ہے - اسپر کوئی بت طناز سراپا ناز اک ادائے مستانہ کے ساتھ جوانی کی میٹھی نیند سو رہا ہے - اِس کے حسن عالمتاب کا یہہ حال ہے کہ نگاہ نہین ٹھیر سکتی - پھول سے مصفا رخسارون پر زلف کی لٹ آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئینے مین بال آ گئے ہے وہ چشم فتان ہے غیرت گل + وہ زلف پیچان ہے رشک سنبل عذارین ہے شباہت گل + بدن مین عالم ہے یاسمین کا + ہم حیرت مین ڈوبی ہوئی نگاہون سے دیکھ دیکھ کر اُس کی نازکی پر عش عش کر رہے ہین کہ پھولون کی سیج پر سونے سے اُس رشک گل کے نازک جسم پر بدھیان پڑی ہوئی ہین - لمبے لمبے گیسو نیند کی غفلت سے پریشان ہو کر لپٹ گئے ہین - یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صندل کی نازک شاخ پر کالے بل کھا رہے ہین - ہمارا شوق ہماری تمنا ئین ہماری حسرتین گدگدیان کر کے کہتی ہین شعر نیند اُس کی ہے دماغ اُسکا ہے راتین اُسکی ہین جسکے شانون پر تری زلفین پریشان ہو گئین - اے للچائی ہوئی نظر دیکھ اور بغور دیکھ یہہ گورے گورے گلے مین سیاہ ریشم کا لچھا پڑا ہے یا دامن سحر پر تاریک رات کا سنجاف - اُف اُف حسن کے آبشار سے سرخ و سفید رنگت شہاب کی طرح نکل رہی ہے - رُخ زیبا سے زلف سرکی یا گھنگھور گھٹا سے بدر کامل نکلا - اِس کسمپرسی اور تنہائی کے وقت ہمارے پر ارمان دل مین جوش کے ولولے اُٹھتے تھوڑے ہین ہم اپنی خوش نصیبی پر فخر کر کے دیدار نصیب دل سے کہتے ہین کہ دولت دیدار کے لوٹنے کی آج ساری حسرتین نکال لے - کوئی تمنا اُٹھا نہ رکھ - مگر کسی کی نزاکت ہمارے مشتاق خیالون کو یہہ کہکر روک دیتی ہے شعر ایسے نازک سے نکلے کوئی ارمان کس طرح خار جسکے واسطے پھولون کا بستر ہو گیا + دل کی بے چینی اُبھارتی ہے کہ نہین نہین وصل کے پھول ضرور دامن مراد مین بھر لو - کبھی دل کہتا ہے کہ اُسکا دیدار بھی وصل سے کچھ کم نہین - مبادا اِس فتنہ خوابیدہ کو جگا کر کہین دولت دیدار بھی نہ جاتی رہے - مگر ارمان بھرا دل نہین مانتا اور اشتیاق بھرے ہاتھون سے نازک کلائیون کو جو اُبھرے ہوئے جوبن کو للچائی ہوئی نظرون سے چھپائے ہوئے تھین آہستہ سے سرکا کر کہتا ہے کہ اے حسن کی جیتی جاگتی تصویر کسی عاشق کے مقدر کی طرح سوئے والی ذرا چشم نرگسین کھولکر دیکھ اک نو گرفتار کتنی دیر سے تیری دلکش آواز سننے اور دو دو باتین کرنے کا مشتاق ہے - کیا ایک مرنے والے کی آرزو پوری ہو سکتی ہے -

(شاہد) اِس اجنبی آواز سے کسی قدر جھجک کر اندر پرستون کی مدہوش کرنے والی جادو بھری

آنکھیں ملتا ہوا کسی قدر کسمسا کر اُٹھ بیٹھتا ہے اور انگڑائی لینے کے لئے مہندی لگے ہاتھ اُٹھانا ہی چاہتا تھا کہ کچھ خیال کر وہی ہاتھ جو نہایت مستعدی کے ساتھ خمار توڑنے کے لئے بشکل کمان حلقہ کئے تھے زانو پر رکھ لیتا ہے مشعر انگڑائی بھی رہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ + دیکھا جو مجکو چھوڑ دیے مسکرا کے ہاتھ - از خود رفتگی کے ساتھ اپنے نوخیز جوبن کو اُس ہلکی ہلکی ساری سے چھپا کر سانچے مین ڈھلے ہوئے ہاتھ اوپر رکھ لیتا ہے - مگر ہائے اُن کا ابھار کچھ ایسا دلکش ہے کہ نگاہ شوق کو اپنی طرف کھینچ ہی لیتا ہے ؎

کھینچ کے محرم جوبنا ہے اور بھی اُبھرا جوبن	کہین چھپتے ہین چھپانے سے اُبھرنے والے

(شاہد) (متحیر ہو کر لب رنگین سے بیباختگی کے ساتھ) تو کون - یہان کسی اجنبی کا کیا کام؟

(ہم) مین ہمہ تن یاس باختہ حواس حرمان نصیب - عاشق جانباز ہون - مگر تمھارے نظارۂ جمال سے دل قابو سے باہر ہے - اگر اطمینان ہو اپنا ایسا پُر درد فسانہ سناؤن کہ ان متوالی آنکھون کی نیند اوڑ جائے - للہ پہلے تم یہہ تو بتاؤ کہ کون ہو - کیا نام ہے اور یہہ نئی شرمیلی دلہن کے شکن پڑے ہوئے دوپٹہ کے گھونگٹ کی طرح سمٹ جانا کس سے سیکھا ہے -

(شاہد) مین ہون ایک حور کی اُٹھتی جوانی جنکا جوبن ابد الآباد تک اسی طرح برقرار رہیگا - میرا مسکن خلد برین اور میری منزل زاہدون کا دل ہے - یہہ دونون چیزین عالم خیال مین تیرے پیش نظر ہین اگر تو اپنے لوح دل سے دنیا کی تمام خواہشات کے حرف مٹائے اور شب بیداری کر کے ریاضت کے پھول چنے تو اس خداداد حسن سے دامن مراد بھرے -

(ہم) اگر یہہ ممکن نہو -

(شاہد) تو تو ہمین نہین پا سکتا -

یہہ ارمان شکن الفاظ ہمارے لئے تازیانۂ غفلت ہو گئے اور اُنھون نے بیخودی کے میدان سے ہمکو ہوشیاری کے جہان مین پہونچا دیا - ہمارے سامنے وہی خیال بدستور موجود تھا -

ہرا دا مستانہ سر سے پاؤن تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پہ آئی ہوئی

برکت شیرخان - ادیب عشق آبادی

اسلام

نمبر ۲

اُس سفارت کا مُکھیا جو پناہ لینے کی خاطر بھاگ کر گئی تھی کہتا ہے "اے بادشاہ ہم لوگ جہالت اور توحش کے غار میں پڑے تھے۔ ہم بتوں کی پرستش میں مصروف تھے۔ نہایت ناپاک زندگی بسر کرتے تھے۔ مُردے کھاتے اور گالیاں بکا کرتے تھے۔ ہم مین کسی قسم کی انسانیت نہ تھی اور اور نہ ہم اُس کا لحاظ کرتے تھے۔ مہمان نوازی کے اصول اور ہمسایوں کے حقوق سے بالکل ناآشنا تھے ہم میں سوائے اس کے کوئی قانون نہیں تھا کہ زبردست کو زیردست پر غلبہ حاصل ہے حتی کہ خدا نے ہم مین سے ایک آدمی کھڑا کیا۔ جس کے حسب نسب سچائی۔ دیانتداری اور پاکیزگی سے ہم خوب واقف ہین اور اُس نے ہمین خدا کی وحدانیت کی طرف بُلایا اور سکھایا کہ خدا کی ذات مین کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے۔ اُس نے ہمین بتوں کے پوجنے سے روکا۔ اور سچ بولنے امانتوں کو ادا کرنے رحم وکرم سے پیش آنے اور پڑوسیوں کے حقوق پہچاننے کی تعلیم دی۔ اُس نے ہمین عورتوں کا فضیتا کرنے اور یتیموں کا مال و اسباب کھا جانے سے منع کیا۔ اُس نے ہمین ہدایت کی کہ عیبوں کو دور کرین اور بُرائیوں سے بچے رہین۔ نمازین پڑھا کرین۔ خیرات دین۔ اور روزے رکھا کرین[۱]"

یہہ ہے پیروؤں کی شہادت اپنے پیغمبر کے متعلق اور یہہ ہے اُن لوگوں کا بیان جو اپنی جانین اُس پر نثار کرتے تھے۔ اور اب جبکہ مریدوں کی ایک تعداد آپ کے گرد جمع ہو گئی تو آپ کی کیا حالت تھی؟ ایک دن جبکہ آپ ایک دولتمند آدمی سے باتین کر رہے تھے جسے مذہب اسلام پر لانے کی آپ کی خواہش تھی (کیونکہ دولتمند و صاحب قوت آدمیوں کے ایمان لانے سے اُن لوگوں کی جو آپ کے پیرو تھے زندگی ہو جاتی تھی) ایک اندھا آیا اور زور سے چلا کر آپ سے کہا "یارسول اللہ مجھے نجات کی راہ بتلائیے"۔ مگر آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ اُس وقت آپ شرفا و ذی ثروت لوگوں سے باتین کر رہے تھے اِس نابینا فقیر کو نہیں چاہیے تھا کہ مداخلت کرتا۔ مگر اُس اندھے فقیر نے یہہ نہ جانکر کہ آپ کس کام مین مشغول ہین پھر چلا کر کہا "یارسول اللہ مجھے رستہ بتلائیے"۔ آپ اِس پر چین بہ جبین ہوے اور مُنہ پھیر لیا۔ دوسرے دن ایک پیام آیا جو ہمیشہ ہمیشہ القرآن مین درج رہے گا۔ اِس پیام کو آپ نے اِس کتاب مین شامل کر دیا تاکہ سب لوگ یاد رکھین "عَبَسَ وَتَوَلّٰی۔ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی"

---

[۱] (محمدؐ اتنی بات پر چین بجبین ہوے اور مُنہ موڑ بیٹھے کہ (ایک) نابینا اُن کے پاس آیا۔ اور (اے پیغمبر)

وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰیٓ - اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی - اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی - فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی - وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی - وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی - فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَھّٰی[1] - اس کے بعد جب کبھی رسول خدا اس نابینا[2] کو دیکھتے اس کا ادب کرتے اور یہہ فرماتے "اس شخص کا آنا مجھے مرغوب ہے جس کی خاطر میرے مالک نے مجھے تنبیہ فرمائی" اور آپ نے دو مرتبہ اُسے مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

اتنا بڑا آدمی تھا وہ پیغمبر عرب جو اسی قدر آزادی کے ساتھ اپنے آپ کو بھی ملامت کرتا تھا جس قدر آزادی کے ساتھ اپنے پیرؤں کو نصیحتیں اور تنبیہیں کرتا۔ ان صفات کا آدمی تھا وہ شخص جس کا نام محمد الرسول اللہ تھا۔

لیکن آپ کے خلاف جبر و تعدی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک آپ کے تمام مریدین جاہر جس سے ممکن ہوتا ہے چلے جاتے ہیں اور اب کوئی نہین باقی رہتا ہے۔ سوائے ایک کے اور رسول کے جو کسی طرح یہہ راضی نہین ہوتے۔ اور آپ کے شریف چچا ابو طالب کے جو آپ کے شریک ہی نہین ہوے ہین آپ حضرت کے پاس تشریف لاتے ہین اور کہتے ہین "اے بھائی کے جائے اس کام سے درگزر اور اس کوشش کو جس مین کامیابی کی کوئی امید نہین ترک کردے" آپ نے جواب دیا۔ "نہین میرے چچا اگر وہ سورج کو میرے داہنے پر رکھ دین اور چاند کو بائین ہاتھ پر اور مجبور کرین کہ مین اپنے کام سے باز آؤن تو بھی یہہ نہ ہوگا اور مین کبھی باز نہ آؤن گا۔ یہان تک کہ خدا اپنی مرضی کو ظاہر فرمائے یا مین اسی کوشش مین مرجاؤن" اور پھر چونکہ آپ کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور چونکہ آپ کے چچا جنھون نے آپ کی پرورش کی تھی اور جن سے آپ کو بے انتہا محبت تھی اپنا رُخ پھیرے لیتے ہین آپ کا جی بھر آتا ہے اور چہرہ مبارک پر اپنی تکلیف چھپانے کے لئے دامن ڈال لیتے ہین اور مُنہ پھیر کر جانے لگتے ہین کہ چچا کی آواز سنائی دیتی ہے "ٹھیر ٹھیر۔ جو تیرے جی مین آئے کہہ۔ خدا کی قسم مین تجھے کبھی نہین چھوڑون گا نہین کبھی نہین"[*]

(بقیہ صفحہ ۱۳) تم کیا جانو عجب نہین (کہ تمھاری تعلیم سے) وہ سنور جاتا یا وہ نصیحت کی باتین) سنتا اور اس کو نصیحت سود مند ہوتی تو جو شخص (دین کی طرف سے) بے پروائی کرتا ہے اس کی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو حالانکہ (اگر) وہ ٹھیک نہ ہو تو تم پر کچھ الزام نہین۔ اور جو (خدا سے) ڈر کر تمھارے پاس دوڑتا ہوا آئے۔ تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو۔ (از ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی)

[2] ام مکتوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ مترجم

[*] اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۱۱

لیکن اب چچا کا انتقال ہو جاتا ہے - یہ سال "ماتم کا سال" ہے کیونکہ اس سے بھی ہزار درجہ بڑھ کر غمناک یہہ حادثہ وقوع مین آتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ - آپکی بیوی آپ کی پیاری بیوی کا بھی انتقال ہو جاتا ہے اور اب آپ بیس اور چھبیس برس کے بعد کی مدت کے بعد جو ہمدرد بیوی کے ساتھ نہایت ہنسی خوشی سے کاٹی تھی یکہ و تنہا رہ جاتے ہین -

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ آپ چھ سوداگرون کو جو مکہ تجارت کی خاطر آئے تھے مسلمان کرنے کی کوشش کرتے ہین اور ایک بیعت کی روایت جو چھئون نے آپ کے ہاتھ پر کی تھی ہم تک سلسلہ بہ سلسلہ آئی ہے - یہہ بیعت عکابہ کے پہاڑ پر کی گئی تھی اور بیعۃ العکابہ کے نام سے مشہور ہے - اس کی ہدایات یہہ تھین کہ "ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین گے - ہم چوری نہ کرین گے زنا نہ کرین گے - اپنے بچون کو مار نہ ڈالین گے - اور سب و شتم اور لوگون کو برا کہنے سے باز رہین گے ہر چیز جو حق ہوگی اس مین ہم پیغمبر خدا کی اطاعت کرین گے اور ہر طرح اُن کے شریک رنج و راحت رہین گے"۔[۱]

آخر کار ایک بزرگ وفادار صحابی ابوبکرؓ دوسرے علیؓ پیغمبر کے ساتھ رہ گئے اور آپ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا آپ کے دشمنون نے ایک چھوٹے مکان مین سب کو آکر گھیر لیا اور مخالفون نے اس بات کی کوشش کی کہ آپ تک پہونچ جائین - ایسی حالت مین آپ ایک کھڑکی کے رستے نکل گئے یہہ سنہ ۶۲۲ء ہے اور لوگ اسے سنہ ہجرت کہتے ہین یعنی وہ سال جس مین آپ نے مکہ سے ہجرت فرمائی ہے - اسی سال سے مسلمانون کا سنہ شروع ہوتا ہے - بہر حال فراریون کا تعاقب کیا جاتا ہے اور پیغمبر کے سر کی قیمت لگائی جاتی ہے - ایسے نازک وقت مین ابوبکر کانپ کر فرماتے ہین "ہم صرف دو ہین" محمد جواب دیتے ہین "نہین ہم تین ہین خدا بھی ہمارے ساتھ ہے"

اب آپ مدینہ کو ہجرت فرماتے ہین - وہ لوگ اب آپ کا خیر مقدم کرتے ہین - یہان پر جوق جوق لوگ ایمان لاتے جاتے اور آپ کے گرد جمع ہوتے جاتے ہین اور آپ وہان کے حاکم بنا دیے جاتے ہین - لیکن دیکھو دشمن مکہ سے یہان بھی آپ کا پیچھا کرتے ہین - اُن کی جماعت جم غفیر ہے جس مین سب وہ لوگ شریک ہین جنھون نے آپ کے پیرؤون پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے تھے - آپ کی جماعت بہت قلیل ہے اور دشمن کی تعداد زبردست - اب لڑائی شروع ہوتی ہے جسے جنگ بدر کہتے ہین -

---

۱؎ اسپرٹ آف اسلام صفحات ۱۱۹ و ۱۲۰   ۲؎ اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۲۵

اور رسول خدا دعا فرماتے ہین کہ "اے باری تعالی اگر یہہ چھوٹی سی جماعت تباہ ہوجاے گی تو کوئی بھی باقی نہ بچے گا جو تیری پرستش کرے۔" ہر دو جانب سے ایک ہولناک کشمکش ہوتی ہے اور آندھی اور ریگ کا طوفان بھی آکر مسلمانون کا طرفدار ہوجاتا ہے۔ بالآخر آپ کو فتح حاصل ہوتی ہے کیونکہ خدا کی طاقتین آپ کا ساتھ دیتی ہین اور تمام آدمیون کو معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ خدا کے نبی برحق ہین۔ محمد کا یہہ پہلا حملہ ہے جو ایک حملے کی مدافعت مین کیا گیا ہے۔ آپ ہمیشہ سے رحم دل اور الفت و ہمدردی کرنے والے تھے۔ حتی کہ دشمن آپ کو "زنانہ" کہتے تھے مگر اب اپنے تعلقات محض آپ کی ذات تک محدود نہین رہے کہ اُن لوگون کو معاف کردیا جایا کرے جو آپ کے ساتھ برائی کرتے تھے۔ اب آپ ا۔ ریاست کے حاکم ہین ایک فوج کے سپہ سالار ہین اور مسلمانون کے جو آپ پر ایمان اور اعتبار رکھتے ہین بہت سے فرائض ہین۔ اب وہ دن آرہے ہین جبکہ ایک جرم جسے آپ پہلے اپنی ذات تک محدود سمجھ کر معاف کردیا کرتے تھے اب بحیثیت ایک حکمران کے اُس کی سزا دینی پڑے گی اور محمد الرسول اللہ اب ایک کمزور اور اپنے جذبات سے مغلوب شخص نہین کہے جائین گے۔ مگر ختم بدر کے بعد صرف دو آدمی قتل کئے گئے اور عرب کے رسم و رواج کے خلاف قیدی رسول خدا کے حکم سے آزاد کردیے گئے۔ اور اُن کے ساتھ بے انتہا مہربانی سے برتاو کیا گیا یہان تک کہ مسلمانون نے اُنھین روٹیان دین اور خود لینے واسطے کھجورین رکھین

لیکن اب وہ زمانہ آتا ہے جس مین لڑائیان اور زیادہ ہوتی ہین تکلیف و دقتین بڑھ جاتی ہین خود مسلمانون مین جھگڑے شروع ہوجاتے ہین اور دشمن چارون طرف سے گھرے چلے آتے ہین لیکن اس تمام پریشانیون کے زمانے کا ایک سین ایسا پیارا ہے کہ وہان تھوڑی دیر کے لئے مجھے ٹھیرنا چاہیے۔ ایک لڑائی ہوئی جس مین مسلمانون کو فتح حاصل ہوچکی ہے اور مال غنیمت تقسیم کیا جاچکا ہے جنھون نے آپ کا ساتھ سب سے زیادہ دیا ہے اُنھین اس مال مین سے حصہ نہین ملا ہے جس سے اُن کے دلون مین غصہ اور لب پر شکایت ہے اُن سے آپ مخاطب ہوکر فرماتے ہین "مجھے وہ باتین معلوم ہوئین جو تم آپس مین کررہے ہو۔ جب مین تم مین آیا تھا تم تاریکی کی حالت مین ڈانواڈول پھر رہے تھے۔ خدا نے پھر تم کو سیدھا راستہ بتایا تم تکالیف مین تھے خدا نے تمھارے دل اتفاق و برادرانہ محبت سے بھر دیے۔ مجھ سے کہو کہ کیا یہہ تمھاری حالت تھی کا" اُنھون نے جواب دیا "بیشک جیسی تو کہتا ہے ہماری ویسی ہی حالت تھی رحمت اور شفقت خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ہے۔" پیغمبر نے فرمایا "نہین خدا کی قسم تمھین یہہ جواب دینا تھا او

تمھارا جواب حق بجانب ہوتا اِس لئے کہ مین خود اِس کی تصدیق کرتا کہ تو ہمارے پاس اُس وقت آیا جبکہ تیرے لوگون نے تجھے جھوٹا کہہ کر نکال دیا تھا۔ اُس وقت ہم تجھ پر ایمان لائے۔ تو ایک بے یار و مددگار مفرور کی مانند ہمارے پاس آیا تھا اور ہم نے تیری مدد کی۔ تو ایک غریب آدمی تھا جسے لوگون نے خارج کر دیا تھا۔ ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو بے چین تھا۔ ہم نے تجھے چین دیا۔ اے انصار اِس زندگی کی اشیاء کے لئے کیون اپنے دل میلے کرتے ہو کیا تمھارے لئے یہہ بات تشفی بخش نہین ہے کہ دوسرے کو اونٹ اور گلے ملتے ہین اور تم مجھے اپنے ہمراہ لیکر گھر جاتے ہو؟ خدا کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے مین تمھارا ساتھ کبھی نہ چھوڑون گا۔ اگر تمام عالم کے آدمی ایک رستے پر جائین اور انصار دوسرے پر تو سچ کہتا ہون مین انصار کے ساتھ جاؤن گا خدا اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور اُنھین اُن کے بچون اور بچون کے بچون کو برکت عطا فرمائے۔" وہ لوگ رونے لگے وہ لوگ جو کہ میدان جنگ کے سخت لڑنے والے تھے یہان تک کہ مورخ کہتا ہے کہ "آنسو نکل نکل کر اُن کی ڈاڑھیون پر بہنے لگے" اور وہ کہنے لگے "یا رسول اللہ ہم اپنے حصے سے پورے طور پر راضی ہین"

اے میرے ہندو بھائیو۔ جنھین اُس عظیم الشان پیغمبر عرب کے کچھ حالات معلوم ہین۔ کیا تمھارے دلون کو اُس کی باتین لبھانے والی نہین معلوم ہوتین۔ کیا تمھین اُس کی اِس قوت کا احساس نہین ہوتا جس نے آدمیون کو سخت سے سخت مصیبت کا مقابلہ کرنے اور موت کے مُنہ مین کود پڑنے پر آمادہ کر دیا تھا۔ وہی دل لبھانے والی قوت ہے جس نے اُس کی محبت کو اب صدیون کے بعد بھی لوگون کے دلون مین جاگزین کر رکھا ہے اور باوجود اِس سب کچھ کے اُس کو اپنی خطاؤن پر خود اِس قدر اصرار تھا کہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "مین صرف ایک بندہ بشر ہون" اس محبت نے کبھی ایسا نہ ہونے دیا کہ وہ اپنے تئین خدا کہلاتا۔

اسی طرح دس برس گذر گئے اور اب وہ زمانہ آیا کہ آپ رحلت فرماتے ہین۔ جب نماز ہو چکی تو لوگون نے مسجد سے آپ کو اُٹھایا۔ آپ مین اِس قدر طاقت نہ تھی کہ خود کھڑے ہو سکتے۔ ایک طرف علیؓ اور دوسری طرف فضلؓ آپ کو سہارا دیتے رہے اور آپ نے نحیف آواز مین اِس طرح لوگون کو مخاطب فرمایا "مسلمانو۔ اگر مین نے تمھین کبھی کوئی تکلیف پہونچائی ہو تو اِس وقت مین عوض دینے کے لئے موجود ہون۔ اگر مجھ پر کسی کا قرضہ ہو تو جو کچھ میرے پاس ہے تم سب لے لو" ایک شخص کھڑا ہوتا ہے کہ ہان مجھے تین درہم چاہئین۔ وہ قرضہ ادا کر دیا جاتا ہے۔ اُس کے بعد پھر کوئی قرضہ باقی نہین رہتا۔ یہہ اخیر مرتبہ تھا جو آپ مسجد مین تشریف لائے اور اب اصلی گھر کی طرف آپ کا بلاوا

سوتا ہے کیونکہ آپ کا کام ختم ہوچکا ہے۔ آپ پڑے ہوے دعا فرماتے ہیں اور آواز ڈوبی جاتی ہے غرضکہ ۸۔ جون ۶۳۲ء کو خدا کا رسول اس جسم خاکی کو خیرباد کہہ کر عالم علوی کی طرف سدھارتا ہے تاکہ وہاں سے دیکھے کہ اس کے مذہب کی جس کی اس نے بنیاد ڈالی اور حفاظت کی تھی کیا حالت ہوتی ہے۔

کتنی شریف زندگی اور ایک عجیب و غریب زندگی تھی۔ بیشک وہ خدا کا رسول تھا یا جو اس کے اس قدر سادہ وضع کفایت شعار اور متواضع تھا کہ خود اپنے جبہ پر پیوند لگاتا اور اپنے جوتے خود گانٹھا کرتا تھا۔ اور اس حالت میں جب ہزاروں اس کو پیغمبر کہہ کر سر تسلیم خم کرتے تھے وہ ہر شخص سے نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا کرتا۔ انسؓ آپ کے نوکر کہتے ہیں کہ "دس برس تک میں رسول خدا کی خدمت میں رہا مگر کبھی مجھے اُف تک نہیں فرمایا"۔

وہ بڑے اعتراضات آپ پر کئے جاتے ہیں کہ اخیر عمر میں آپ نے نو بیویاں کیں۔ یہ سچ ہے مگر کیا تمہاری مراد یہ ہے کہ ایک شخص جس نے جبکہ وہ جوش جوانی اور عنفوان شباب میں تھا جس کی عمر جبکہ صرف چوبیس سال کی تھی اس نے ایک ایسی عورت سے اس وقت شادی کی جو عمر میں کہیں زیادہ تھی اور بیس اور چھبیس برس تک اس کے ساتھ نہایت وفاداری کے ساتھ نباہ کیا۔ اس شخص نے اپنی پچاس برس کی عمر میں جبکہ جذبات نفسانی مردہ ہونے لگتے ہیں اس لئے شادیاں کی ہوں گی کہ اپنی خواہشات و شہوات نفسانی کو بجھائے؟ آدمی کی زندگی کا کبھی اس طرح محاکمہ نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر تم ذرا اُن عورتوں کی طرف نگاہ کرو جن کے ساتھ آپ نے اپنی شادیاں کی تھیں تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یا تو ہر اک سے محض اپنی قوم کی خاطر تعلق پیدا کیا گیا ہے یا اس سے مسلمانوں کے لئے خود کوئی نفع مترتب ہوا ہے یا یہ کہ خود اس عورت کو کسی والی وارث کی سخت ضرورت پڑی ہے۔

لیکن لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے لڑائی۔ اخراج۔ اور کفار کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل و غارت کرنے کے وعظ فرمائے یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے اور بڑے بڑے مسلم فقیہوں کا اجماع ہے کہ جہاں دو قسم کے حکم ہوں جن میں سے ایک قطعی ہو (جیسے کفار کو قتل کرو جبکہ وہ تم پر حملہ آور ہوں) تو اس صورت میں ہر قطعی حکم کے ساتھ شرط اور حد لگانا لازم ہوگا۔ اس مسئلہ کے متعلق خود قرآن میں بار بار مذکور ہے اور نیز رسول کے طرز عمل سے اسکا ثبوت ملتا ہے۔ (باقی آئندہ)

---

[۱] اسپرٹ آف اسلام

نورجہان کا مقبرہ اور اِک سیاح

وہ مہ جان جنھین فرش گل پہ نیند نہ آئے
لحد مین اُن سے یہہ پوچھے کہ تم یہان کیون ہو

آج سے کوئی چھ مہینے پہلے جبکہ کسی قدر جھکتی گرمیان تھین ایک مشرقی سیاح آوارہ گرد رمتا بھمتا قریب ڈیڑھ بجے دن کے دریاے راوی کے آہنی پُل پر جا پہونچا جسکے دونون طرف فوجی ضرورتون کے لئے چھوٹے چھوٹے مورچے بھی بنے ہوے ہین۔ گرمی کی شدت اور پیادہ روی کی حدت سے کسی قدر ہانپتا پسینون مین شرابور شوق بھری متجسس نگاہون سے اِدھر اُدھر دیکھتا آگے بڑھا۔ پُل کے نیچے اُترا ہوا دریا اپنی دھیمی رفتار سے بہ رہا تھا۔ اُس کی کمزوری یہان تک بڑھی ہوئی تھی کہ ہر پہلی نظر مین دیکھنے والا یہہ سمجھ سکتا تھا کہ یہہ ہلکی لہرین نہین ہین بلکہ ناتوان دریا کی پسلیان نکل آئی ہین اور وہ لیٹے سیدھے سانس رُک رُک کرلے رہا ہے۔ دار پار گھنا جنگل ہے اور لاہور سے بادامی باغ کے جانے والے کی نظر اِس پُل پر سے پہلے جس چیز پر پڑتی ہے وہ اُدھر کے درختون مین کچھ روشن کچھ بیٹھے شکستہ ریختہ بُرج ہین جو ہزار سوے دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر سونے والون کے عبرت انگیز مزار ہین۔ دونون طرف ٹیلیگراف کے لمبے لمبے مسلسل کھمبے اِس آہنی آسمان پر بھی قایم ہین اور مضطرب رہگیر جب کبھی اپنا دہنا بایان ہاتھ اِدھر اُدھر رکھ کر نیچے دیکھتا ہوا چلتا ہے تو اُس کے دلی جذبات بجلی کے تار کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہوا کے جھونکون مین جا ملتے ہین۔ یا یون کہنا تیر ہوائی نہ ہوگا کہ گویا تار کے ذریعہ سے اُس پار والون کو خبر پہونچائی جا رہی ہے کہ آپ کا ایک مشتاق ایسے چلتے دوپہر مین قدم مارتا ہوا اِس حد فاصل تک پہونچ گیا ہے۔ پار ہوتے ہی دہنی طرف چار اُجلے اُجلے فنا نما برج جس مقبرے کے ہین وہ شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی خوابگاہ ہے جس کے آس پاس مگر کچھ فصل سے اور بھی چند خاک کے ڈھیر زمانے کے ہاتھون سے مٹے ہوے نظر آتے ہین۔ اِن مین جو زیب بستر ہین اُنھین چھوڑیئے کیونکہ رونے والا اگر ہر مزار پر روئے تو آنکھین ہی پھوٹ جائین۔

صاحب عالم بہادر یا شہنشاہ ہندوستان کے شاندار آرام گاہ سے بھی قطع نظر کیجئے جہان پہلے ہی سطوت شاہانہ برس رہی ہے ہان وہ سب سے دور سب سے الگ سب سے کنارے آنے جانے والون کی نگاہون سے اوجھل۔ چند کھجور اور تاڑ کے درختون سے گھرا ہوا

جو اک تہل ستون نما پست سا گنبد ہے بس یہی گور غریباں سخت عبرت ناک منظر ہے۔ کن کے لئے؟ اُن کے لئے نہیں جو قلب سلیم نہیں رکھتے اُن کے لئے نہیں جو تکلفات ظاہری سے آراستہ ہیں اور دلوں میں خاک اوڑ رہی ہے۔ اُن کے لئے نہیں جن کے چہرے پر بڑی بڑی آنکھیں ہیں مگر سجھائی نہیں دیتا بلکہ اُن کے لئے جو نشیب و فراز زمانہ سے خبردار ہیں جو انقلاب کی رفتار سے اچھی طرح تہ و بالا ہو چکے ہیں۔ جو گھوڑے کے سوار کو پیدل دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہیں اور جنھیں دوسرے کی انگلی کی پھانس اپنے جگر میں کھٹکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ہائے! آپ جانتے ہیں یہاں کون سو رہا ہے؟ یہ وہ گوہر گرانمایہ ہے جو سلطنت مغلیہ کے شباب کے وقت مرزا غیاث دیوان بیوتات کے صُلب سے وجود میں آیا۔ بادشاہ وقت کی نظر چڑھا اور پھر ایسا بڑھا چڑھا کہ تاج سلطانی میں جا ٹکا۔ برسوں حکومت کے وسیع رفیع مناظر پر اپنی شعاعیں ڈالیں۔ سیاہ سفید پر تصرف کیا آخر کمال کو زوال ہوا اور اس طرح زمانہ کی نگاہوں سے گرا کہ اب خاک چھانیئے تو کہیں نشان نہیں۔

چار دن کا ہے تماشا دیکھ لے	دیکھتی آنکھوں سے دنیا دیکھ لے
ملتے جُلتے سے ہیں کچھ عیب و ہنر	پھول ہی کے ساتھ کانٹا دیکھ لے
ایک ہی مخلوق ہیں شاہ و گدا	خاک میں دونوں کو یکجا دیکھ لے

واقعی یہ حسرت ناک عبرت انگیز سینری جبکہ وضع ہونے کے وقت بھی شاید کچھ اس سے کم عالم نہ ہوگا نہایت ہی تعجب افزا اور دل شکن ہے۔ کیونکہ بنانے والے نے اس میں اپنی دلی رنجش کے بیسیوں ثبوت دیے ہیں جو کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا تو یہ وجہ ہوئی کہ جہانگیر کی یہ چاہیتی بیگم اُس کے بعد اجل سے ہم آغوش ہوئی اس لئے اس کے مزار کو کوئی خاص شان نہیں دی گئی یا اُس وقت گورنمنٹ آف انڈیا کو ایسی عاقلہ با دلہ منتظمہ شیر دل عورت کی یادگار قائم کرنے میں کوئی خاص تنافر تھا۔ بہر نہج یہ مختصر سے بھراؤ کی عمارت جبکے چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے پیل پائے ہیں دور سے ایک پرانی وضع کا دیول معلوم ہوتی ہے اور پاس پہونچ کر صرف دالان در دالان اور ستون در ستون رہ جاتے ہیں۔ باہر کی طرف ایک نہایت ہی پست اور کوتاہ غلام گردش بھی ہے جسے ٹوٹی ہوئی اکھڑی محرابوں کا دور کہہ سکتے ہیں۔ کہیں کہیں دیوار یا کھون پر قدیمی سرخ مسالحے کے نشانات اور اصلی پھول پتیاں بھی اب تک باقی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ عمارت نئی بنائی گئی تھی جب بھی اس میں کوئی خاص اہتمام نہیں ملحوظ تھا۔ گو فی الحال

لارڈ کرزن کی توجہ یا کسی اور آثار الصنادید کے حامی نے اس کا اوپر کا رخ یا چھت کا کچھ حصہ نصف دیواروں تک نا صاف چونے سے کسی قدر چھوپ بھی دیا ہے اور جگہہ جگہہ در و دیوار کے زخم تازہ مندمل بھی دکھائی دیتے ہین لیکن پھر بھی فرش سے لیکر دو دو گز اونچائی تک جو حالت ہے وہ اب بھی کسی طرح نہین دیکھی جا سکتی - درندون کے مسکن کی بو - ابابیل کے گھونسلے - جنگلی کبوترون کی بیٹھ - کوڑا کرکٹ - بکریون کی مینگنیان - کنکر - پتھر خاک بلا سب پٹے پڑے ہین اور پھر اِک دفعہ نہایت زور سے کہا جاتا ہے کہ اسکے دیکھنے سے ہرگز ہرگز یہہ یقین نہین آسکتا کہ یہان کسی زبردست سلطنت کا چراغ بجھا پڑا ہے - چنانچہ پیش نظر حالت دیکھتے ہی اہل دل سیّاح کے آنسو جاری ہو جاتے ہین اور اُسے دفعتہً اس امر کا خیال آجاتا ہے کہ وہ کون ہے ؟ کہان کا قصد تھا ؟ اور اس وقت کہان تک پہونچ گیا ہے ؟ - کیا اس شاہی بارگاہ تک پہونچتے پہونچتے اِسے بہادر راجپوتون کا کوئی بھی دستہ طلائے پر نہین ملا ؟ کیا افغان سپہ سالارون مین سے ایک بھی اس وقت تک بالا دوی کے لیے مامور نہین ہوا ؟ کیا عجمی یہان دربانون مین سے کوئی متنفس اس کا سدّ راہ نہین ہوا ؟ - ہائین شدہ شدہ یہہ اس درجہ قریب پہنچ گیا کہ سراپردۂ عصمت اس کے سامنے ہے - یہان تو بڑے بڑے والیان ملک پہرے پر ہوا کرتے تھے - صدہا چوبدار - بیسیون نقیب اور خواجہ سرا حاضر باشی کی خدمت ادا کرتے تھے اوہو ! اس وقت تک کوئی ہتھیار بند قلماقنی بھی باہر نہین آئی ؟ مین ! زرین کمر خواجون کو آج کیا ہوا جو ایک بھی اس وقت تک خواب نوشین سے نہین چونکے - اف ! کیسی سلطنت ؟ کس کا تخت ؟ اور کہان کا تاج - کیسی فوج ؟ اور کہان کا تزک و احتشام ؟ یہان تو ہوا کے خاک ریز بگولون کی نوبت ہے - جنگل بیابان کی سائین سائین نے کا کام کر رہی ہے - ٹڈے کے پتنے دف و نقارہ بجاتے ہین - سوکھے اور دھوپ سے جلے بھنے درخت پہرے پر ہین - عبرت بھرے سنّاٹے علم آہ بلند کیے ہین اور وہ نرم فرشون - ایرانی قالینون - پھولون کی سیجون پر سونے والی نازنین - مہ جبین ملکہ منون مٹی کے نیچے اپنے ہی ہاتھ کا تکیہ لگائے - لمبے بالون کی نقاب ڈالے تلخکامی کا ساغر پیئے مدہوش ہے - نہ مونس نہ ہمدم نہ پرستار نہ حاضر باش - اللہ اکبر ! جہان کا فوری شمع مین ڈھلے ہوے بال کی جیرانہ دماغ پریشان کر دیتی تھی وہین اب سڑے ہوے پتے - گلے ہوے پھل - چوپایون کے بول و براز کا سخت ناگوار تعفن اپنا کوئی اثر نہین رکھتا - آہ ! اس وقت تو خیر دن ہے دوپہر ڈھل چکی ہے اور مہربان سورج اس اندھیری کوٹھری مین بھی کہین کہین سے

تھوڑی بہت روشنی پہونچا ساہے مگر رات کو جب اندھیرا گھپ ہوتا ہوگا جب یہاں کیا عالم ہوگا معاذ اللہ! نہ مشعل نہ چراغ - نہ شمع نہ فانوس - اُلّو بولتے ہون گے - گیدڑ چلاتے ہون گے - چمگادڑون کا ٹکرانا - ابابیلون کی بیتواری - مچھر اور جھینگون کی جھنجھناہٹ یہ سامان ہون گے اور یہ کنج تنہائی؟ اللہ اللہ!

پردہ داری میکند برقصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت مے زند بر گنبد افراسیات

مندرجہ بالا شعر کے الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہی بے اختیار ناظر کی آنکھ سے زار و قطار لڑیاں بہنے لگین اور وہ رومال سے آنسو پونچھتا ہوا دل تھامے آہستہ آہستہ گنبد کے اندر داخل ہوتا ہے - فاعتبروا یا اولوالابصار - یہان بجائے ایک کے معمولی وضع کی برابر دو قبرین دکھائی دیتی ہین - جن پر نہ کتبہ نہ تعویذ - نہ پھول نہ پھول کی پنکھڑی - ہائے! اگر معمولی بلکہ فقراکے مزار کی طرح میلے - چکٹ تیل مین ڈوبے ہوے کچھ دیوے بھی یہان ہوتے تو بھی یہ خیال کر لیا جاتا کہ خیر کبھی نہ کبھی چھٹے چھ ماہے تو کوئی اللہ کا بندہ یہان چراغ جلاتا ہوگا مگر نہین وہ مشہور و معروف شعر خود اسی صاحب قبر کا ہو یا کسی اور کا یہان بالکل صادق آگیا -

برمزار ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ یابی نے صدائے بلبلے

اَلعظمت للّٰہ! یہ بھی تو نہین معلوم ہوسکتا کہ اِن دونون مین سے کونسی قبر نور جہان بیگم کی ہے - کونسی نورجہان؟ جہانگیر کی جان - جہانگیر کی روح روان - سلطانہ ہند -

آہ جہانگیر! نہین نہین شہزادہ سلیم! کچھ تمھین خبر ہے کہ تمھاری بیگم اِس وقت کس حال مین ہے اوہ! تم تو اک شاندار پائین باغ مین آرام کر رہے ہو تمھین کیا خبر کہ جسکو تم زندگی مین آنکھون پر بٹھائے تھے جو دربار مین بیٹھنے کے وقت بھی پس پردہ تمھاری پیٹھ پر ہاتھ رکھے رہتی تھی - وہی آج مرنے کے بعد آبادی سے میلون دور جنگل بیابان مین منون مٹی کے نیچے دبی پڑی ہے - ٹھیرو! ٹھیرو! تھمو تھمو! یہ گنبد کی اندرونی دیوارون پر جا بجا کوئلے سے کیا لکھا ہے؟ اوہو! یہ تو پُر تاثر دلون سے نکلے ہوے الفاظ ہین - غنیمت ہے کہ کبھی کبھی کوئی وارفتہ مزاج جگر پاش پاش ادھر بھی آنکلتا ہے جبھی تو بے ثباتی دنیا کا خاکا عبرتناک الفاظ مین کھینچا گیا ہے - دیکھیے وہ ایک طرف لکھا ہے "کیا کوئی بتا سکتا ہے اِن دونون قبرون مین سے نور جہان کی قبر کونسی ہے"؟ اور وہ

اُدھر وہ شعر ؎

اے برادر چو عاقبت خاک است		خاک شو پیش ازان کہ خاک شوی

اور یہ تیسرا ریمارک۔

جاگنا ہو جاگ لے افلاک کے سایہ کے تلے		حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

یہ الفاظ ظاہراً گو بہت ہی سیدھے سادے ہیں مگر یہ اثر ان میں ضرور ہے کہ گنبد کی دیوار سے اُٹھ کر پڑھنے والے کے دل میں نقش ہو گئے اور وہ ایکی دفعہ اس درجہ متاثر ہوا کہ روتے روتے زمین پر گر پڑا قریب تھا کہ غش آجائے جو دفعتاً اس کے دل میں سے خود بخود یہ آواز پیدا ہوئی کہ "اے شخص! تو ایک نورجہان کے لئے اس قدر افسوس کرتا ہے یہ دار فانی ہے جہان ایسی ایسی سینکڑون نورجہان پیدا ہوئیں اور خاک میں مل گئیں۔ اگر کچھ بھی ہمدردی ہے تو اس ٹسوے بہانے سے کیا ہوتا ہے۔ اُٹھ۔ دونون قبرون پر فاتحہ پڑھ اور دعائے مغفرت کرتا ہوا اپنا راستہ لے" اس روحانی ہدایت نے بجلی کا اثر پیدا کیا۔ رقیق القلب سیاح شعلۂ آہ کی طرح پھر اُٹھا دونون قبرون کے بلاگردان ہوا فاتحہ پڑھا دعا مانگی اور اسی طرح آنسوؤن کے موتی نچھاور کرتا ہوا دبے پانون باہر نکل آیا۔ مصحفی۔

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزارون اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

وفا۔ سیتاپوری

اے انسان! خدائے تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کر جس نے تجھے شعور دیا تاکہ تو اپنی تمام ضروریات بہم پہونچا سکے لیکر شکرگزاری کا حیلہ پکڑ کے تو کاہل الوجود نہ بن جا اور تن آسانی کا نام توکل نہ رکھ۔ کیا کبھی تیری یہ خواہش ہو سکتی ہے کہ وحشی انسانون یا کم درجہ کے حیوانات کی مانند اپنی خوراک کچے پھلون اور گھاس پھوس سے حاصل کرے؟ کھلے ہوئے آسمان کو اپنا مامن تصور کرے؟ اور پتھرون اور لاٹھیون کو درندون سے محفوظ رہنے کا آلہ بنائے؟ کیا تو اپنی پچھلی وحشیانہ حالت پر واپس آنا دل سے پسند کر سکتا ہے؟ اور اُن بیشمار نعمتون سے جو محنت اور کوشش سے حاصل ہو چکی ہیں مستفید ہونا عبث خیال کر سکتا ہے؟ اگر تیری یہ خواہش ہو سکتی ہے تو شوق سے اُنھین وحشیانہ طریقون کو اختیار کرے اسی باطل پستی میں پڑ جا اور اسی جہالت کے دریا میں غرق ہو کر اُن جانورون سے بھی پست حالت میں پہونچ جا جن کی حالت پر تو اس قدر رشک کرتا ہے۔ اور جن کے قدم بقدم چلنا تیری عین خوشی ہے لیکن یاد رکھ کہ وہ جانور بھی دم بھر محنت و مشقت سے فرصت نہین پاتے۔

ڈیوڈ سیوم

مذہب

یہہ ایک گران بہا مقولہ ہے کہ انسانی لوازم مین سب سے زیادہ اہم شے مذہب ہے۔ لفظ انسان مین صرف افراد ہی داخل نہین بلکہ اقوام بھی داخل ہین۔ مذہب سے مراد ظاہری عقائد نہین ہین یعنی وہ عقائد جن کا صرف زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگون کا اصلی مذہب وہ نہین ہوتا جس کا وہ زبان سے اقرار کرتے ہین اور فی الحقیقت ظاہری عقائد کو مذہب تصور کرنا غلطی ہے کیونکہ ہم روزمرہ دیکھتے ہین کہ ایک ہی قسم کے ظاہری عقائد کے ماننے والون مین اعلیٰ سے اعلیٰ پایہ اور ذلیل سے ذلیل درجے کے لوگ موجود ہوتے ہین۔ مین ظاہری عقائد[1] کو ہرگز مذہب نہین تصور کرتا۔ ظاہری عقائد تو محض اقوال ہی اقوال ہین جن کا زیادہ سے زیادہ عمق صرف استدلالی[2] قوت تک ہوتا ہے اور بس اصلی مذہب وہ ہے جس کا اثر انسان کے قلب پر ہو۔ وہ اثر جس کی توجیہ انسان دوسرون کے روبرو کیا خود اپنے روبرو نہ کر سکے۔ اصلی مذہب وہ ہے جو انسان کے دل پر نقش ہو یعنی وہ دلی تعلق جس کی رو سے انسان اپنی ذات کو اس پر اسرار عالم اور اوس کے جملہ متعلقات کے ساتھ وابستہ سمجھتا ہو جس کی رو سے انسان اپنے آپ کو پابند فرائض تصور کرتا ہو۔ اصلی مذہب یہہ ہے اور یہی وہ شے ہے جو انسانی لوازم مین سب سے زیادہ اہم ہے اور جس پر انسان کے تمام افعال کا انحصار ہے۔ اسی دلی تعلق کا نام مذہب ہے خواہ وہ کسی اعتقاد کے ماننے کی صورت مین ہو یا اوس کے مخالف ہو۔ خواہ وہ عقیدت ہو خواہ سوء عقیدت ہو۔ مختصر یہہ کہ جو خیال انسان کے دل مین اپنی ذات کے اور عالم غیب کے تعلقات یا عدم تعلقات کی نسبت جاگزین ہو وہی اوس کا مذہب ہے۔ مذہب کی اس تعریف کے بموجب اگر آپ مجھے بتا دین کہ فلان شخص یہہ مذہب رکھتا ہے تو مین آپ کو بتا دونگا کہ وہ شخص کیسا ہے اور کس قسم کے افعال اوس سے صادر ہو سکتے ہین۔

لہذا ہمارا فرض ہے کہ جب ہم کسی شخص یا قوم کے متعلق تحقیقات کرین تو اول اوس کے مذہب کا پتہ چلا لین یعنی یہہ تحقیق کر لین کہ اوس کا مذہب کیا ہے۔ آیا وہ بت پرستی ہے یعنی

---

[1] مولانا روم فرماتے ہین ؎ ما برون را ننگریم و قال را + ما درون را بنگریم و حال را۔

[2] ایضاً ؎ پائے استدلالیان چوبین بود + پائے چوبین سخت بے تمکین بود

بیشمار خداؤن کا ماننا اور اسرار زندگی کا مادّی صورت مین اظہار کرنا اور صرف جسمانی قوتون کو تسلیم کرنا یا وہ عیسائیت ہے یعنی وہ مذہب جو ایمان بالغیب کی تعلیم دیتا ہے اور ذات باری کو نہ صرف مولد بلکہ اصل موجودات اور موجود حقیقی تصور کرنا سکھاتا ہے جس نے بت پرستی کی جسمانی قوت کو بجائے افضل ترین قوت یعنی تقدس کی قوت کا اقتدار قایم کر دیا ہے۔ جس نے یہہ تعلیم دی ہے کہ ہماری زندگی کے ناچیز لمحے صرف گزر جانے والے نہین ہین بلکہ اُن مین جو افعال ہم سے سرزد ہون گے اُن کے نتایج ہمکو ابدالآباد تک بھگتنے پڑین گے۔ یا وہ دہریت ہے یعنی عالم غیب کی طرف سو عقیدت اور اِس امر کی تحقیق کی خواہش کہ بجز پیش پا افتادہ باتون کے اس زندگی مین کچھ اسرار بھی ہین یا اِن اسرار کے وجود کا تسلیم کرنا محض توہم اور خبط ہے یا ان تمام امور کے متعلق شک و شبہ یا قطعی انکار۔ غرضکہ اِس سوال کا جواب دینا کہ کسی شخص یا قوم کا مذہب کیا ہے گویا اُس کے کیفیت کنندہ حالات بیان کر دینا ہے۔ ہر قوم کے خیالات اُس کے افعال کے اصل الاصول ہین اور اس کے عقائد اُس کے خیالات کے اصلی محرک ہین۔ حقیقت یہہ ہے کہ وہ مضمر روحانی قوت جو کسی قوم کے افراد کے گوشہ خاطر مین جاگزین ہے وہی اُس کے ظاہری افعال کی بیخ و بنیاد ہے۔ اسی بنا پر مین کہتا ہون کہ انسانی لوازم مین مذہب سب سے زیادہ اہم شے ہے۔ کارلائل

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشہ چشمے بہ ما کنند

ناظرین! جو کچھ رسالہ ید بیضا نے اس قلیل مدت مین کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار عمدہ چھپائی و لکھائی ترقی کی ہے وہ آپ لوگون سے پوشیدہ نہین۔ مگر باستثنا چند معاونین کے دیگر کرمفرمائون نے اس کی توسیع اشاعت مین اس وقت تک توجہ نہین فرمائی۔ اگر ہمارے مہربان ایک ایک دو دو نئے خریدار بھی پیدا کر دین تو ہم بہت جلد رسالے کے حجم اور حیثیت مین اضافہ کر سکین گے ہمارے ارادے اور ہمارے حوصلے کو بڑھانا آپکی ذرا سی توجہ پر منحصر ہے۔ ایڈیٹر

التماس ضروری

جن صاحبان نے رسالہ ہذا کی خریداری ماہ ستمبر ۱۹۰۸ء سے یعنی جس وقت سے رسالہ ہذا کی اشاعت شروع ہوئی ہے منظور فرمائی ہے اُنکی خدمت مین باادب گزارش کیجاتی ہے کہ اگر خریداری جاری رکھنا منظور ہو تو وہ ستمبر ۱۹۰۹ء تک [illegible] سالانہ چندہ خواہ بذریعہ خط [illegible] وصول ہونا چاہیے ورنہ ستمبر ۱۹۰۹ء کا رسالہ حسب معمول بذریعہ ویلیو پے ایبل خدمت عالی مین ارسال کیا جائیگا جو صاحب ستمبر ۱۹۰۹ء کے اندر چندہ ارسال فرمائینگے اُن سے بجائے معمولی چندہ [illegible] کے [illegible] سالانہ چندہ لیا جائیگا

موسم سرما میں ہمیشہ ہی طغیانی پر ہوتی تھی۔ اُس پر ایک پُل بندھا ہوا تھا اور اُس پُل پر سے قیصر کا بسر کردگی اپنی فوج کے مسلح گزرنا گویا اپنی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنا تھا۔ اور یہہ بات ایسی نہ تھی کہ قیصر سے پوشیدہ ہو۔

قیصر نے کچھ حصہ اپنی فوج کا صبح کو بھیج دیا اور خود شام تک راونہ میں رہا اور ایک جلسے میں بھی شریک ہوا اور جلسے کے اختتام پر چند دوستوں کی دعوت بھی کی اور جب روانہ ہوا تو غروب آفتاب کا وقت قریب تھا جس سے دیکھنے والے صرف یہہ سمجھیں کہ وہ کہیں دور نہیں گیا ہے اور ابھی واپس آجائے گا۔ لیکن درحقیقت وہ اور ہی قصد سے چلا تھا۔ آبادی سے باہر نکلتے ہی اُسے ایک گاڑی جس میں خچروں کی جوڑی جُتی ہوئی تھی تیار ملی اور وہ اُس پر سوار ہو کر اپنی فوج سے جا ملنے کے قصد سے روانہ ہوا لیکن اتفاق سے وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔ اُس وقت جنگل میں بالکل اندھیرا تھا اُس کے ہمراہیوں نے ساری مشعلیں روشن کر لیں اور ان مشعلوں کی روشنی میں بڑی مشکل سے آخر اُس راستے کا نشان ملا جس طرف سے اُس کی فوجیں گئی تھیں اور وہ تیزی سے چل کر اپنی افواج سے جا ملا۔ دوسرے دن صبح کو اُس نے وہ کام کیا جو اِس وقت تک بطور ضرب المثل کے مشہور ہے یعنی مسلح ہو کر روبیکان کو عبور کرنے کے یہہ معنی مشہور ہیں کہ کوئی ایسا فعل کرنا جس کی تلافی نہ ہو سکے اور جولیس قیصر نے ایک مسلح فوج کی سرکردگی میں روبیکان کو عبور کر کے گویا سینٹ کے باضابطہ حکم کی خلاف ورزی کی اور اُسی وقت سے قانوناً باغی ہو گیا۔

جولیس قیصر نے اپنی کتاب "کمنٹریز" میں روبیکان کے عبور کرنے کی بابت کچھ نہیں لکھا ہے لیکن بعض مورخ اِس واقعہ سے اِس قدر متاثر ہوئے ہیں کہ اُنھوں نے اِس کے متعلق مزے مزے کے قصے گھڑ لئے ہیں۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ جب جولیس قیصر دریائے روبیکان کے پُل پر پہونچا تو قبل اِس کے کہ وہ اُس پر قدم رکھے دیر تک کھڑا سوچتا رہا اور اُس کے بعد اپنے سرداروں سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ "ابھی واپس چلنے کا موقعہ باقی ہے اگر ہم نے اِس پُل کو عبور کر لیا تو پھر سوائے شمشیر کے اور کوئی چیز ہمارے معاملات کا تصفیہ نہ کر سکے گی"۔ اُسی وقت ایک خوبصورت لڑکا بانسری بجاتا ہوا آیا اور اِس قدر لطف کے ساتھ اُس نے بانسری بجائی کہ تمام سپاہی اور شاگرد پیشہ اُس کے گرد مبہوت ہو کر جمع ہو گئے۔ جب مجمع کثیر ہو گیا تو اُس نے ایک بگل نکالا اور نہایت پُر جوش اور روح افزا آواز سے اُسے بجا کر دریا میں کود پڑا اور اُسے عبور کر کے نظروں سے غائب ہو گیا جولیس قیصر نے جو اِس تماشے کو دور سے دیکھ رہا تھا ایک نعرہ لگایا کہ "اے میرے بہادر سپاہیو

اُس طرف کو قدم بڑھاؤ جہان دیوتا ہمکو رہنمائی کر رہے ہین اور ہمارے دشمن ہم کو بڑھنے کے لیے مجبور کر رہے ہین۔ بس اب فیصلہ ہو چکا جو ہو سو ہوگا

علے الصباح جولیس قیصر نے آریمنیم پہونچ کر اُس پر قبضہ کر لیا اور وہین انٹونی اور دیگر مفرور ٹرائبیونون سے ملاقات ہوئی۔ قیصر نے یہان توقف کر کے اپنی بقیہ فوج کے جمع ہونے کا انتظار کیا جس کی تعداد قریب سات ہزار کے تھی اور بعد جمع ہو جانے فوج کے آگے بڑھا۔ سینٹ اور کانسل اِس فتنہ عظیم کو حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے تھے اور جب اُن کو برابر خبرین ملین کہ جولیس قیصر بے دھڑک بڑھتا چلا آتا ہے تو وہ سرکاری خزانے اور نیز اپنی ذاتی جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر جنوب کی جانب فرار ہو گئے اور جنوبی خطہ مین پناہ گزین ہو کر وہان سے سلطنت جمہوری کے خیر خواہون کو پیام بھیجا کہ آؤ اور سلطنت کی مدد کرو۔ قیصر برابر آگے بڑھتا رہا اور ہر قدم پر اُسکو معاون و مددگار ملتے گئے۔ اُس نے یہہ اعلان کر دیا تھا کہ مین سُلا کی طرح انتقام لینے کے لئے نہین آ رہا ہون بلکہ بحیثیت ایک باشندہ روما کے اپنے حقوق کے حاصل کرنے کے لیے آ رہا ہون۔ اِس اعلان کی سچائی کے ثبوت مین وہ قتل و غارت سے بالکل باز رہا۔ تمام ملک اطالیہ کو اُن لوگون پر سخت غصہ آیا جنھون نے اُن کی جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار ہو کر اپنے فرائض سے چشم پوشی کی تھی اور اُن کو دشمن کے ہاتھ مین چھوڑ کر اپنی جان لے کر بھاگ گئے تھے اور برابر جنوب کی طرف ہٹتے جاتے تھے۔ دریاے روبیکان کے عبور کرنے کے ساٹھ روز کے اندر جولیس قیصر نے اہل سینٹ اور کانسلون کا اطالیہ کی حدود تک یعنی برنڈوسیم تک تعاقب کیا اور وہان پر بھی کانسل کارنیلیس سپیو کا (جس کی لڑکی کارنیلیا کے ساتھ پامپی نے شادی کر لی تھی) پانون نہ جما اور وہ معہ افواج کے جہاز پر سوار ہو کر یونان کو چلا گیا اور پامپی بھی چند روز بعد اُس سے وہین جا ملا چنانچہ جولیس قیصر بقول اپنے ایک لفٹننٹ کے اِس وقت اطالیہ کا مالک تھا۔

کیٹو جو اِس وقت جزیرہ سسلی کا حاکم تھا کانسلون کے حکم کے بموجب اپنے صوبے کو چھوڑ کر اُن سے جا ملا۔ سسرو سرکاری خدمات سے کنارہ کش ہو کر موضع فارمیائی مین رہا کرتا تھا۔ جولیس قیصر اُس کے پاس پہونچ کر اُس سے ملا اور اُس کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی لیکن سسرو اپنے اصول پر اِس قدر ثابت قدم نکلا کہ اُس نے صاف کہدیا کہ اگر مین کبھی روما مین آ کر رہونگا تو میرا مقصود تمھاری مخالفت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ قیصر مایوس ہو گیا اور دو چار دل خوش کن باتین کر کے اُس کے پاس سے اُٹھ گیا۔

اب جولیس قیصر نے روما مین پہونچ کر سینیٹ کا جلسہ منعقد کیا۔ کانسل تو موجود ہی نہ تھے اس لئے اُن کی عدم موجودگی مین قیصر کے دونون ہواخواہ ٹرائبون کرسی صدارت پر متمکن کئے گئے۔ تمام لوگ جو اُس کے سخت مخالف تھے پہلے سے کھسک گئے تھے۔ باقی ماندہ لوگون مین اکثر تو اُس کی خوش خلقی کی وجہ سے مطیع ہو گئے تھے اور بعض پامپی کے فریق کی طرفداری سے اس وجہ سے دست بردار ہو گئے تھے کہ وہ انھین مصیبت مین چھوڑ کر چل دیا تھا۔ قیصر نے خزانے پر قبضہ کر لیا جسے اہل سینیٹ غیر محفوظ حالت مین چھوڑ کر چل دیے تھے اور افواج کے مجتمع کرنے کی طیاریان کین۔ سب کچھ ہوا مگر اب کون تھا جو قیصر کی مخالفت کرتا یا اُس سے آنکھ بھی ملاتا۔ اس اثنا مین پامپی یونان مین رہ کر باربیرین لوگون کی ایک فوج روما پر چڑھ کر آنے اور جولیس قیصر اور اُس کے ہواخواہون سے انتقام لینے کے لئے طیار کر رہا تھا۔

لیکن قبل اس کے کہ پامپی چڑھ کر آئے جولیس قیصر اسپین کی جانب بڑھ کر اُس کی افواج پر حملہ آور ہوا اور مقام ایلرڈا مین پامپی کے دو ماتحت سردارون سے معرکہ کی جنگ ہوئی جس مین قیصر کو نمایان کامیابی حاصل ہوئی اور حریف نے کچھ تو مغلوب ہو کر اور کچھ رسد کی کمی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ اس فتح کی اس قدر خوشی منائی گئی کہ یہ دن بطور ایک سالانہ تیوہار کے شمار کیا جانے لگا۔ اسپین کی اطاعت حاصل کرنے کے بعد وہ واپس آیا ہی تھا کہ شہر مارسیلز جو مدت سے پامپی کی طرفداری کی وجہ سے محصور تھا اُس کے قدمون پر آپڑا۔ اور اس واقعہ کے بعد ہی اس کو اہل روما نے ڈکٹیٹر منتخب کر لیا اور اب اُس کو شہر روما کے اندر مسلح فوج لیکر داخل ہونے کا اور فورم مین آنے کا پورا حق حاصل ہو گیا۔

جولیس قیصر کی جبلّی شرافت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانے مین اُس نے مخالف کُشی کا ہنگامہ نہین برپا کیا اور اطاعت گزار دشمنون سے لطف و مدارا کا برتاو رکھا۔ نہ جلاوطنیون کا بازار گرم ہوا نہ قتل و غارت کا خوفناک طریقہ عمل مین لایا گیا بلکہ بہ خلاف اس کے جب ملک افریقہ سے جو پامپی کے زیر اثر تھا غلے کی آمد رک گئی تو جولیس قیصر نے اپنی گرہ سے خرچ کر کے دیگر ممالک سے غلہ منگایا اور شہر مین تقسیم کر دیا اور صوبہ سس آلپائن گال کے رہنے والون کو اہل روما کے حقوق عطا کئے۔ لیکن پامپی اور اُس کے ہواخواہ اہل سینیٹ کا اقتدار تھسلی وغیرہ مین بدستور تھا اور ممالک شام اور ایشیائے کوچک کی چھوٹی چھوٹی سلطنتون کے مالک جو مشرقی جنگون کے زمانے سے پامپی کے گرویدہ ہو گئے تھے اُس کی امداد کے لئے طیار ہو رہے تھے اور پامپی اُن کی افواج کو رومن طریقہ جنگ کی تعلیم دیتا تھا۔ (باقی آیندہ)

نیرنگِ زمانہ

نمبر ۱۲

گاڑی سے اُتر کر اُس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور ایسے خود دارانہ طریقے سے گویا وہ اپنے سے بہت کم رتبے کے آدمی سے گفتگو کر رہا ہو مجھسے مخاطب ہوا - درحقیقت اُس کا بلند چھ فیٹ کا قد اُس کی اس قدر شان نہ بڑھاتا اگر وہ اُس اکڑ کے ساتھ میرے سامنے نہ کھڑا ہوتا جو اُس کی عادت مین داخل تھی -

ڈونلڈسن - اِیَن ایورسٹ - تم یہان کہان؟

مین - مین نے عرض کیا نا کہ مین یہان پریکٹس کرتا ہون -

ڈونلڈسن - ہان کہا ہوگا - مجھے تو یاد نہین - خیر - خوشی ہوئی کہ تم نے پریکٹس تو شروع کی - تم کو خود معلوم ہے کہ اکثر لوگون کی رائے تھی کہ تم سے کبھی جم کر پریکٹس نہ ہوسکے گی - ڈاکٹر اسمتھ سوئٹزرلینڈ گئے ہوے ہین اور اپنی زحمت میرے گلے ڈال گئے ہین - میان غضب خدا کا اس قدر بڑھی ہوئی پریکٹس ہے اُس شخص کی کہ مجھے تو دم بھر کی مہلت نہین ملتی ہر کس و ناکس جسے دیکھئے چلا آتا ہے -

مین - اگر تھوڑا سا وقت ملے تو غریب خانہ قریب ہے - یہی لنڈن روڈ کے موڑ پر -

ڈونلڈسن - مشفق من - ایک لمحہ کی فرصت نہین - پرسون سے آیا ہون - بس یہ حال ہے کہ گویا زنجیرون مین جکڑ دیا گیا ہون آزادی قطعی چھن گئی ہے - تمھین آجانا - ڈاکٹر اسمتھ کا مکان تو تم جانتے ہی ہوگے - کل سات بجے شام کو آجاؤ کھانا وہین کھا لینا -

مین نے کہا بہت اچھا اور ڈونلڈسن نے کوچوان کو گاڑی قریب لانے کے لئے اشارہ کیا اور بیٹھ کر روانہ ہوگیا -

ناظرین - اگر آپ کے دل کے کسی گوشے مین ہمدردی کی جگہ ہوگی تو آپ سمجھ سکتے ہین کہ مین کیون مکان کو واپس جانا پسند نہ کرتا تھا - میرا مکان کچھ ایسی جگہ واقع تھا کہ اگر دروازے سے چند قدم بھی آگے بڑھون تو کامنس کا سبزہ زار میرے پانون تلے ہوگا - وہان مین صرف ایک تنگ سڑک بٹتی تھی مین کوہ الزابتھ کی طرف خراماں خراماں جاتے جاتے ونگشن ہوٹل تک پہونچ گیا - وہان پہونچکر مین داہنی طرف مڑ گیا اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کھڑا ہو کر اُس مکان کی دیوارون کو حسرت سے تکنے لگا جس کے اندر بسنے والون مین سے ایک کی طرف میرا دل بے اختیار کھنچا چلا جاتا تھا اور جس کی

پیاری صورت اپنی بیشمار دلچسپیون اور دل فریبیون کے ساتھ چشم تصور مین پھر رہی تھی۔ ایک عرصہ گزر گیا آخر مین نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اس آوارہ گردی کی کچھ انتہا بھی ہے۔ دیر بہت ہو چکی تھی اول تو گھر ہی سے رات گئے نکلا تھا اور جب واپس مین کامنس تک پہونچا ہون تو گیارہ بجے۔ مگر میرا جی کسی طرح گھر جانے کو نہ چاہتا تھا۔ نیند کے خیال سے وحشت ہوتی تھی آخرکار بجاے مکان کو واپس جانے کے مین ریسٹ ہال والی سڑک کی طرف چند قدم بڑھ گیا اُس شب کو گرمی بھی معمول سے زیادہ تھی مین ایک تالاب کے کنارے ایک درخت کی جڑ سے لگ کر بیٹھ گیا۔ چاندنی کھیت کر رہی تھی لیکن جہان مین بیٹھا تھا وہان گنجان درختون کا سایہ تھا۔ بالکل سناٹا تھا اور ہوا کی سنسناہٹ اور مینڈکون کی غڑپ سے غوطہ لگانے کی آواز کے سوا کسی شے کا گزر تخیل تک بذریعہ قوت سامعہ کے نہ ہوتا تھا۔ کوئی پندرہ منٹ اس سناٹے کا مزا لیتے ہوئے گزرے ہون گے کہ قریب کی پختہ سڑک پر سے گھوڑون کی ٹاپون کی آواز میرے کانون تک پہونچی اور ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ ایک سفید گاڑی جو جنازے کی گاڑی سے بالکل مشابہ تھی آتی ہوئی نظر پڑی۔ چونکہ کلیسا کا صحن نزدیک تھا مجھے معًا یہہ خیال پیدا ہوا کہ کسی مسافر عدم کی اول منزل ہے۔ گاڑی اُس مقام کے مقابل مین آکر کھڑی ہوئی جہان مین بیٹھا ہوا تھا۔ اور اب جو مین نے غور کیا تو وہ عجیب قسم کی گاڑی تھی تنگ اس قدر کہ معمولی مکان کے دروازے سے بلاتکلف گزر جاے اور دونون طرف صرف ایک ایک سیٹ اور اُس کا سمہ زرین سفید رنگا ہوا تھا۔ کوچوان نے بھدّے پن سے اُتر کر دروازہ کھولا اور مجھے یہہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُس مین سے ایک عورت اُتری جو اِس سنسان رات مین بھی ایک دبیز نقاب سے چہرہ چھپاے ہوے تھی لیکن مین نے باوجود اُس نقاب کے اُسے فورًا پہچان لیا۔ وہ مسس میننگ ٹری تھی۔ قبل اس کے کہ مجھے یہہ سوچنے کا موقعہ ملے کہ وہ اپنے مکان سے تقریبًا نصف میل کے فاصلہ پر کیون اُتری وہ اندر کی طرف جھکی اور کسی دوسرے شخص کو گاڑی سے اُتارنے لگی وہ بھی عورت تھی اور اُس نے بھی نقاب سے اپنا چہرہ پوشیدہ کر رکھا تھا۔ یہہ ایک بلند بالا اور نازک لڑکی تھی جس کی نسبت میرا گمان ہوا کہ ہو نہ ہو یہہ تو ڈورا ہے۔ کوچوان کو جی کھول کر انعام دیا گیا جیسا کہ اُس کے بار بار سلام کرنے سے معلوم ہوتا تھا اور وہ جس راہ سے آیا تھا اُسی طرف گاڑی لیکر چلتا ہوا۔

لڑکی نے مسس میننگ ٹری کا بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا اور دونون ہمراہ روانہ ہوگئین مین حیرت مین تھا کہ ڈورا کو سہارے سے چلنے کی ضرورت کیون پیش آئی۔ لیکن مین بدستور اپنی

اپنی جگہ پر رہا یہان تک وہ لوگ کچھ فاصلہ طے کر گئین اور اب مین اُن کے پیچھے روانہ ہوا۔ مین اپنے دل ہی دل مین جھنجھلا رہا تھا کہ ڈورا کی شناخت مین مجھے اس قدر دقت کیون واقع ہو رہی ہے کیونکہ مین اپنے دل مین یہہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ٭ من اندازِ قدت را مے شناسم

لیکن چونکہ مین اس سے پیشتر ڈورا کے کمرے کی کھڑکی مین سے لیمپ کی روشن شعاعین نکلتی ہوئی دیکھ چکا تھا اس وجہ سے مجھے یقین ہو چکا تھا کہ ڈورا اپنے کمرے مین موجود ہے۔ اسی بنا پر مجھے اس وقت اس امر کا فیصلہ کرنے مین دقت محسوس ہوئی کہ یہہ لڑکی جو ابھی گاڑی پر سے اُتری ہے پیاری ڈورا ہی ہے یا کوئی اور۔ قد تو ویسا ہی ہے چاندنی مین جہان تک نظر کام کرتی ہے بالون پر بھی وہی چمک ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف یہہ اس کے قدم فدا دشواری سے اُٹھتے ہین اور پیاری ڈورا کے خرام ناز مین تو ایک شوخی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہہ لڑکی جو کوئی ہو۔ بیمار معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے اُس کی رفتار مین یہہ سستی اور لغزش ہے۔ وہ ذرا ذرا سی دیر بعد کھانستی بھی ہے اور جب اُسے کھانسی آتی ہے تو مسس میننگ ٹری جھک کر کچھ اُس کے کان مین کہتی ہے اور اگر کھانسی موقوف نہین ہوتی ہے تو اُس کی آواز ایسی سنائی دیتی ہے جیسے کسی نے منہ بند کر دیا ہو۔ اب مین سوچتا ہون کہ الہی ڈورا اس طرف کہان گئی ہوگی۔ اُس کا آدھی رات تک مسس میننگ ٹری کے ساتھ رسٹ ہال کے میدان مین ٹھہرنا تو کچھ دل کو نہین لگتا بلکہ یہہ بات بھی سمجھ مین نہین آتی کہ مسس میننگ ٹری ہی کیون اتنی دیر تک باہر رہی۔ ڈورا کو ساتھ رکھنا یا نہ رکھنا تو خیر دوسرا ہی سوال ہے۔ یہہ بھی جانے دیجیے۔ مانا کہ کہین دیر ہو گئی ہوگی تو آخر اس کے کیا معنی کہ وہ گاڑی کو اپنے مکان تک نہ لے گئی۔ یہان سے گاڑی کو رخصت کرنے کا کیا مطلب۔

مین اپنے دل کے خیالات سے لڑتا بھڑتا اور قلب کو تسکین دینے کی کوشش کرتا ہوا اور اس بات پر خیال کو وثوق دیتا ہوا کہ یہہ لڑکی ڈورا ہی ہے ایک عجیب و غریب اشتیاق کے ساتھ پیچھے چلا جاتا تھا کہ گلی کا موڑ طے کر کے وہ دونون اپنے مکان کے دروازے پر پہونچ گئین اُن کے پہونچنے سے پہلے ہی مسٹر لاسیلس نے دروازہ کھول دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن کی آمد کا دیر سے منتظر تھا۔ یہہ جب بڑے کمرے مین داخل ہو گئین۔ جہان خفیف سی روشنی کی گئی تھی تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ یہان تک چٹخنی کے کنڈے کے اندر پہونچ جانے

تک کی آواز صاف میرے کانوں تک آئی۔

پہلے تو ڈورا کی خوابگاہ کے روشندان کی جھلملی سے ایک خفیف شعاع روشنی کی نمودار ہوئی اور مکان کے دوسری طرف اُس کمرے کے اوپر جہاں میرے مریض نے وفات پائی تھی یعنی اُس بالائی حصہ مکان پر جس میں کوئی بھی نہیں رہتا تھا ایک شعاع روشنی کی روشن دانوں میں سے اس طرح نمودار ہوئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ روشندان کی جھلملی بند کرنے کی کوشش تو ضرور کی گئی تھی مگر اُس کی پرتیں اچھی طرح ایک دوسرے پر بیٹھیں نہیں۔

میرا جی اب بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے چلا جاؤں لیکن رات بہت گئی تھی مجبوراً واپس ہوا اور جب سبزہ زار پر پہونچا تو چاندنی نے آنکھوں کو وہ طراوت بخشی کہ باوجود گرمی کے جو اب تک باقی تھی میں اپنے حواس پر اُسی طرح شبہ کرنے لگا جیسے خود بیماری ڈورا کیا کرتی تھی لیکن میرے دل سے وہ بے چینی کی کیفیت دور نہیں ہوتی تھی جو حال کے واقعات نے پیدا کر دی تھی۔ یہ رات بھی عجیب و غریب رات تھی اگر میں یہ یقین نہ کرتا کہ مسس مینگ ٹری کے ساتھ جو لڑکی تھی وہ ڈورا نہ تھی اور کیا یقین کرتا لیکن پھر یہ کیا بات تھی کہ وہ لڑکی اس قدر کمزور معلوم ہوتی تھی جیسے کوئی مدتوں کا بیمار ہو وہ کھانسی جو اُس کو اُٹھتی تھی ایک آن میں کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس قدر نقاہت دو چار روز کے مریض کو نہیں ہو سکتی۔ ان سوالات کا کوئی جواب مجھے نہ سوجھتا تھا گو میں نے اس خیال میں گھنٹے اس طرح گزار دیے کہ مجھے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کتنا وقت صرف ہوا۔

جمعہ کی شام کو میں ڈاکٹر اسمتھ کی چھت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر ڈونلڈسن نے اپنے تنہا مہمان کی تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کھانے سے فراغت پا کر میں نے ایک سگار روشن کیا اور ڈونلڈسن ایک سگریٹ پیتا جاتا تھا اور اپنی محنت اور عدیم الفرصتی کا نہایت فصاحت کے ساتھ تذکرہ کرتا جاتا تھا کہ دفعتہً اُس کو اطلاع دی گئی کہ مطب میں اُس کی ضرورت ہے۔

میں تنہا بیٹھے بیٹھے گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور شام کی بڑھتی ہوئی ظلمت کا جو سڑک پر چھائی جاتی تھی تماشا دیکھ رہا تھا کہ ڈونلڈسن ٹوپی پہنے مجھے اندر کے دروازے سے کمرے میں داخل ہوا اور الماری پر سے اپنے دستانے اُٹھاتا ہوا بولا۔

(باقی آئندہ)

غزلیات تازہ

حضرت برق مرحوم سکندرآبادی

تحمل کر نہین سکتا مین سوز آتش غم کا[له]
الٰہی دل ہے پہلو مین کہ شعلہ ہے جہنم کا

نہ گرتا سر پہ میرے ٹوٹ کر کیون آسمان غم کا
کہ خوگر ہو گیا تھا دل مرا صدمات پیہم کا

ترے جاتے ہی ابتر ہو گیا سب کھیل عالم کا
طلسمات جہان گویا تماشا تھا ترے دم کا

گلے ملنا مجھے یاد آگیا کس جان عالم کا
کہ مجھ کو عید کا دن ہو گیا عشرہ محرم کا

نہین صدمہ اٹھا سکتا ہون مین اُس کے ماتم کا
کوئی آجائے یارب لینے والا جان پر غم کا

ستم ہے قہر ہے مین اور ماتم دار اُس بُت کا
پہننا پیرہن لازم تھا جس کو میرے ماتم کا

خدا محفوظ رکھے ماتم درد جدائی سے
یہہ وہ صدمہ ہے زہرہ آب ہوتا ہے جس سے رستم کا

دل غمگین ہے نالان آرزوئین سر پٹکتی ہین
مری آغوش کا حلقہ نہین حلقہ ہے ماتم کا

یہہ کس جان جہان نے راہ جنت لی ہے دنیا سے
کہ سارا کارخانہ درہم و برہم ہے عالم کا

قطعہ

مرے کانون مین یہہ ہی غیب سے آواز آتی ہے
اگر جاتا ہون تربت پر کبھی مارا ہوا غم کا

یہہ وہ صورت تھی جس کو دیکھ کر اک خلق جیتی تھی
یہہ وہ دم تھا نکلنا جس پہ دم تھا ایک عالم کا

مجھے آتا ہے رونا بے کسی پر اپنے رونے کی
کہ آنسو پونچھنے والا گیا اس چشم پر نم کا

کسی کے جاتے ہی آئی مری جان حزین لب تک
یہین اس میہمان سرا مین تھا اگر مہمان کوئی دم کا

نسیم صبح و گل کس گل کے رنگ و بو کو روتے ہین
کہ ہے اشک چکیدہ آج قطرہ قطرہ شبنم کا

سر اپنا پیٹ لیتا ہون مجھے جب یاد آتا ہے
وہ ہنسنا بولنا اُس کا وہ اُس کا لطف بزم کا

کسی کے پھول سے رخسار جس سینے پہ ہوتے تھے
قیامت ہے کہ اک صدمہ ہے اُس پر دست ماتم کا

نہین ملتا پتہ دنیا مین اُس بت کا خدا جانے
کہان جا کر وہ سویا بخت جاگا یہہ کس عالم کا

ذرا جی کھول کر رو لون لیے ہے ضبط فغان سبقت
کہان مین غمزدہ اور پھر کہان عشرہ محرم کا

ادھر تو غم مین اُس کے شانہ کا ہمدم چاک سینہ ہے
ادھر سر پیٹتا ہے حلقہ حلقہ زلف پر خم کا

له یہہ غزل بطور نوحہ کے آپ نے ایک دوست کے ماتم مین لکھی تھی۔

خدا جانے بنی کیا جان پر بیوفائی کی
نہ تھا ورنہ یہہ شیوہ اُس کرم ہائے مجسم کا

کبھی لے جائے گی جنت مین کسکو جستجو تیری
نہین ملنے کا دنیا مین پتہ اولاد آدم کا

یہین مین مر رہون گا ایکدن مجھ سے نہ چھوٹیگا
ترا در ہے نہین یہہ تخت ابراہیم ادہم کا

نہ روؤن جب تلک تسکین مجھے دل کو نہین ہوتی
فقط اب زندگانی کو سہارا ہے ترے غم کا

تڑپنے لوٹنے سے غم مین اُن کے بس کیا حاصل
دم ملے مغفرت کیجے کہان تک شور ماتم کا

دیگر

شبِ وصال چلی ہجر کا عذاب آیا
گیا وہ ماہ سوا نیزے آفتاب آیا

کھلے ہین شیشون کے منہ ساغرِ شراب آیا
شروعِ دور ہے گردش مین آفتاب آیا

وہ صبح کوٹھے پر اپنے جو بے حجاب آیا
گمان ہوا کہ سوا نیزے آفتاب آیا

مین خود ہی دل مین پشیمان ہون اسکو خط لکھکر
نہ پوچھ مجھ سے یہہ ہمدم کہ کیا جواب آیا

گلی سے یار کی جنت مین لے چلے مجھ کو
الٰہی کیا یہہ مری جان پر عذاب آیا

خدا نے رحم کیا مجھپہ اُن گناہون پر
مجھے جو شرم سے رونا دمِ حساب آیا

صعوبتِ سفرِ کعبہ کیا بیان کیجے
ثواب ملنے سے پہلے ہی یان عذاب آیا

خلش سے غم کی لہو ہوکے دل بہا شاید
کہ آج اشک جو آیا وہ خونِ ناب آیا

وہ میرے مرنے کی سن کر عدو سے کہتے ہین
کہ جیتے جی ہی اُسے کیون نہ گاڑ داب آیا

نصیب دیکھو گرا کب ہے دستِ ساقی سے
وہ میرے دینے کو جب ساغرِ شراب آیا

اُس آبِ خنجرِ قاتل سے حلق تر ہے مرا
جو خضر کو بھی میسر کبھی نہ آب آیا

بچشم مہر جو دیکھا مرے سراپا مین
اُنھین پسند دلِ خانمان خراب آیا

وہ بے نصیب ہون پینے کو گر شراب ملی
تو کھانے کو نہ میسر مجھے کباب آیا

نزولِ رحمتِ حق ہے یہہ حالِ رندان پہ
اِدھر شراب ہے آئی اُدھر سحاب آیا

خدا ہی جانے وہ کیا دل فریب محفل ہے
جو وان سے آیا وہ بادیدۂ پُرآب آیا

تلاش مین جو کسی گلبدن کے دوڑا ہون
مرے بدن مین پسینے کی جا گلاب آیا

دکھانا چاہتے ہین اپنے وہ سراپا کا
خدا ہی خیر کرے وقتِ انقلاب آیا

کیا ہے مست مجھے چشمِ مستِ ساقی نے
مری نگاہ مین کب ساغرِ شراب آیا

اکیلے گھر سے اُٹھے ہو کہان کو جاتے ہو
ذرا ٹھہریے مری جان مین شتاب آیا

شبِ وصال کردن کیا مین لطف کی باتین
کہ اب تلک اُسے دینا نہین جواب آیا

ہنسی ہے کیا ہمین اُس وقت دیکھنا باہم
ہمارے دل کے موافق اگر جواب آیا

بلا تھی نیند تھی یادِ چمن کہ صبح تلک
ہمارے نالون سے صیاد کو نہ خواب آیا

الٰہی سوتے ہین کس طرح فصلِ گل مین لوگ
ہمین تو زانوے دلبر پہ بھی نہ خواب آیا

ہمارے دل کے پھنسانے کا گر نہین ہے فکر
تو کس لیے تری زلفون مین پیچ و تاب آیا

ہوا جو روزِ جزا پیش نامۂ اعمال
مین جی مین سمجھا مرے نامہ کا جواب آیا

رکھا وصال سے محروم شرم نے میری
وہ بے حجاب ہوئے جب مجھی حجاب آیا

تڑپتا دیکھتے ہین رات دن تمھین اے برق
کہو تو کس پہ تمھارا دل اے جناب آیا

دیگر

عدو نے کان مین تیرے فسون کیا کیا پھونکا
کہ پڑھتے ہی مرے خط کو جو تو نے نکتہ دان پھونکا

گزر کس شعلہ رو کا ہو گیا گورِ غریبان پر
کہ جس کے پاے رنگین نے مزارِ خفتگان پھونکا

بجاے اشک آنکھون سے انگارے نکلتے ہین
کچھ ایسا سوزِ پنہان نے یہ جسمِ ناتوان پھونکا

قفس سے اب تو صیادِ ستمگر چھوڑ دے مجکو
وہان لوٹین گے جا کر گو خزان نے گلستان پھونکا

بتون کی گرم جوشی سے دلِ عشاق جلتے ہین
ہمین تو سرد مہری نے تمھاری مہربان پھونکا

جگر سینکڑون گو داغ ہین سینہ پہ ہین لیکن
بتلا اے شعلہ رو دل کو کدھر کھویا کہان پھونکا

غزل اک اور بھی اے برق لکھئے گرم تر اس سے
تری آتش زبانی نے دلِ اہلِ زبان پھونکا

ولہ

حرارت نے تپِ غم کی رگِ دل کا نشان پھونکا
بھڑک نے آتشِ غم کی سراسر استخوان پھونکا

جلایا گھر عدو کا اور نہ کاخِ آسمان پھونکا
مجھی کو چھپکے چھپکے تو نے اے سوزِ نہان پھونکا

دھوان سا چھا رہا ہے زلف کا رخسارِ گلگون پر
غضب اندھیر ہے کافر نے تو باغِ جنان پھونکا

ستم دیکھو کہ فصلِ گل مین صیاد نے بلبل کے
کسی نے پر اکھاڑے مین کسی نے آشیان پھونکا

صدا یا سے یہ عالم ہوا شہرِ خموشان مین
کہ گویا صورِ محشر تو نے اے جانِ جہان پھونکا

ملے ہم خاک مین ایسے نہ پایا کچھ غبار اپنا
یہان تک تن کو جل کر تو نے اے سوزِ نہان پھونکا

جلے آوازِ موسیقار سے اک دشت پر اُس کے
ہماری آہِ آتش بار نے کون مکان پھونکا

لگا دی آگ سینے مین یہ کس دستِ حنائی نے
جو نالون نے ترے اے برق کاخِ آسمان پھونکا

حضرت خورشید سکندرآبادی

نشان عزت و حرمت ہی کسر شان کیسی
ثبوت مہر و محبت ہے گالیان کیسی

رہی عذاب مین شب جان ناتوان کیسی
غم فراق نے لین دل مین چٹکیان کیسی

نہ ہم کو کعبہ سے مطلب نہ دیر سے کچھ کام
خدا کی یاد کہان الفت بتان کیسی

کیا غبار بھی برباد خاکسارون کا
یہہ بعد مرگ کدورت ہے آسمان کیسی

خبر نہین کہ جدا تھی یہہ کتنی مدت سے
گلے ملی ہے تری تیغ خونچکان کیسی

جو پوچھا رات کہین کچھ مری شکایت بھی
تو کہنے کیا ہین تجاہل ہی وہ کہان کیسی

وہ بات بھی نہین سنتے ہین ماننا کس کا
نہین ہین لاکھ تکلف ہی اُن کو ہان کیسی

مریض ہجر کی پہونچی یہہ ضعف سے حالت
کہ سانس لینا بھی دشوار ہی فغان کیسی

جو عیش و وصل کے قصے سُنے وہ کیا جانے
غم فراق کی ہوتی ہے داستان کیسی

ترس گئی ہین یہہ آنکھین سحر کی صورت کو
درازی شب ہجران ہے الامان کیسی

مٹا ملال تو باتین ہنسی خوشی کی کرو
یہہ بعد صلح شکایت ہی درمیان کیسی

کسی کو تو نے پکارا ارے کسی کو کہا
بگڑ گئی ہے یکایک تری زبان کیسی

جو خار دشت سلامت ہے تو دیکھوگے
جنون مین اُڑتی ہین دامن کی دھجیان کیسی

ذرا ادھر بھی تو دیکھو کہ دیکھ لین ہم بھی
نگاہ شوخ کی چلتی ہین برچھیان کیسی

عجب ہے ہمکو تو خورشید اس متانت پر
ترے کلام مین ہوتی ہین شوخیان کیسی

نواب محمد عمر خان بہادر المتخلص بہ وفا

ہر روز دل پہ چلتے ہین خنجر نگاہ کے
مجروح ہم ہین ایک بت رشک ماہ کے

ہو کر وہ بیقرار نکل آئے ڈھونڈنے
صدقے مین اپنے نالہ و فریاد و آہ کے

پہونچائے کوئی رحمت باری کو یہ پیام
ہم منتظر ہین دیر سے عفو گناہ کے

تو بھی اُڑا دے آج بط مے کو ساقیا
لگے ہوا پہ اُڑتے ہین ابر سیاہ کے

قدرت خدا کی آج یہہ کیا دل مین آگئی
پُرسان ہوئے جو تم مرے حال تباہ کے

دیکھو۔ ٹوٹ جائے کسی کا غریب دل
ناوک سے کم نہین یہہ اشارے نگاہ کے

اُس بیوفا سے دل تو لگا بیٹھے ہم مگر
انداز کچھ نظر نہین آتے نباہ کے

لاکھوں ہی تیر سینے جگر میں پرو دیئے
قربان جائیے تری ترچھی نگاہ کے

بہر نجات حشر میں کافی یہ بات ہے
ہم بھی ہیں اک غلام رسالت پناہ کے

آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں رنگ زرد رو
یہ سب گواہ ہیں مرے حال تباہ کے

کیا پوچھتے ہو حال ہمارا تم اے وفا
بچتا ہے ہیں اک بت کافر کو چاہ کے

جناب باران بلند شہری

کھڑا ہوں نکل کر میں یوں گھر سے باہر
تم آکر نہ پھر جاؤ باہر سے باہر

فغاں کرنے والے ذرا چپکے چپکے
کہیں دل نہ آ جائے اندر سے باہر

خدا کے لئے اپنا جوبن سنبھالو
نکل کر ہوئے پانوں چادر سے باہر

ستم کیسے جائے گا دل سے بتوں کے
یہ کیڑا ہو کس طرح پتھر سے باہر

مرے دل سے پیکاں کو کیوں کھینچتے ہو
کہاں جائے مہمان پھر گھر سے باہر

گلہ دل نہ دینے کا کیوں ہو رہا ہے
میں کس دن ہوا بندہ پرور سے باہر

مرے ذبح کرنے میں یہ سختیاں ہیں
کہ دم نکلا آتا ہے خنجر سے باہر

مرے قتل کو ہاے کیوں کر دیا ہے
نزاکت نے دست ستمگر سے باہر

رہوں اس کی زلفوں کے سایے میں باراں
یہ ہے بات میرے مقدر سے باہر

جناب اختر الہ آبادی

نہ بوسہ دو نہ دل پھیرو یہ سودا ہو نہیں سکتا
پرائے مال پر یوں مفت دعویٰ ہو نہیں سکتا

عبث کہتے ہو تم پیارے کہ ملنا ہو نہیں سکتا
جو دل پر آدمی رکھ لے تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

سوال وصل پر خاموش ہو جانا تو آفت ہے
بلا سے تم یہی کہہ دو کہ ایسا ہو نہیں سکتا

سبق یہ حضرت دل نے دیا منہ موڑ کر ہم سے
کہ اس دنیا میں کوئی بھی کسی کا ہو نہیں سکتا

ہم اس کے عشق میں گو پھر گئے ساری خدائی سے
خدا چاہے تو وہ بت بھی کسی کا ہو نہیں سکتا

وفا و بے وفائی کا مزا دیکھا یہ الفت میں
کہ اپنا دل بھی اس کا ہو کے اپنا ہو نہیں سکتا

دیا تھا دل انہیں جس دن اسی دن صبر کر بیٹھے
کریں کیا ہم مو ہم سے تقاضا ہو نہیں سکتا

حقیقت ہو مآل کار گو عشق مجازی ہو
ہوا ثابت حریم دل کلیسا ہو نہیں سکتا

نقاب رخ سے تو پھیں چھن کے نکلا نور عارض کا
خدا جب حسن دیتا ہے تو پیدا ہو نہیں سکتا

غضب ہے اپنا وہ اصرار وصل اس شوخ سے آخر
وہ اس کا جھینپ کر کہنا کہ ایسا ہو نہیں سکتا

خنجر سکندرآبادی

دیکھ کر اشتیاق بسمل کا
نہیں ملتا مزاج قاتل کا

کیا خبر کیا ہو مدعا دل کا
حال ہی پوچھا نہ سائل کا

حشر کا دن ہے اب سنبھل جاؤ
آج ہوگا حساب تل تل کا

ہے خزاں کی دلیل خندۂ گل
نغمہ بے وقت ہے عنادل کا

زلف پر خم سے دل نہ نکلے گا
کھل چکا عقدہ میری مشکل کا

غیر نکلا نہ تیری محفل سے
کیا یہ ارمان تھا مرے دل کا

دم تو لینے دو مجھکو تربت مین
یارو ہارا ہوا ہون منزل کا

کیا بٹھایا ہے مجھ سے وحشی کو
مین ہون ممنون خار منزل کا

رات بھر سیر کی ہے جنت کی
تھا تصور جو اس کی محفل کا

نہیں دیکھا جہان مین خنجر
اس شباہت کا اس شمائل کا

عرض حال

ید بیضا کا سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ پچھلے بارہ مہینے مین جو ترقی رسالہ کی حیثیت مین کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار عمدگی کاغذ و پسندیدگی طبع و نوع مین آئی اُس سے ناظرین بخوبی آگاہ ہین۔ گو اضافہ حجم جو ۲۱ سطرون کے بجائے ۲۵ سطرین فی صفحہ لکھے جانے کی وجہ سے ہوا ایک ایسا امر ہے جو بادی النظر مین تو کچھ معلوم نہین ہوتا لیکن اخراجات کے اضافہ مین کچھ کم حصہ لینے والا نہین ہے جو کچھ ترقی اب تک ہوئی وہ کوری ہمت ہی ہمت کا نتیجہ ہے کیونکہ بدقسمتی سے رسالہ کی انطباع اور اشاعت کا بارگران اسوقت تک اس طرح تقسیم نہین ہوا ہے کہ خاص معاونین کا بوجھ ہلکا ہو جاتا جس کے ہم تہ دل سے خواہشمند ہین اور جس کے لئے ملک کی ادنی توجہ درکار ہے یہہ معاونین وہ ہین جنھون نے اپنی مادری زبان کی ترقی کے لئے بھاری رقموں سے ید بیضا کی امداد کرنے مین دریغ نہین کیا اور ان کا شکریہ ایسا حق ہے جس سے ہم کبھی ادا نہین ہو سکتے

ان کے علاوہ اُن محسنون کے احسانات کا اعتراف بھی اس موقعہ پر لازم و واجب ہے جنھون نے دلی ہمدردی کا عملی ثبوت توسیع اشاعت کی کوشش اور متعدد خریدارون کی بہم رسانی کے ذریعہ سے دیا ہے۔ اگر اِن صاحبون کی ذات بابرکات سے اس قدر بذل و ایثار ظہور مین نہ آتا تو ید بیضا تو کب کا گوشۂ خمول مین چھپ چکا ہوتا۔ یہی تو بات ہے کہ ہم آج آپ کو مبارکباد دیتے ہین کہ ید بیضا کا سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ ذیل مین ہم معاونین و محسنین ید بیضا کے اسمائے گرامی علیحدہ علیحدہ زیب اوراق ہذا کرتے ہین:۔

معاونین

(۱) جناب کنور گرور کرشن صاحب رئیس سکندرآباد (۲) جناب قاضی سید محمد محسن صاحب فاسیتاپوری سب رجسٹرار سکندرآباد (۳) جناب مولوی محمد عبدالغفار خان صاحب اختر بی۔ اے سکرٹری میونسپل بورڈ سکندرآباد (۴) جناب منشی سراج احمد صاحب سکرٹری میونسپل بورڈ دھام پور (۵) جناب قاضی محمد یامین صاحب رئیس پلول ضلع گوڑگانوان۔

(۶) جناب منشی محمود الحسن صاحب عشقی میونسپل کلرک سکندر آباد۔ (۷) جناب منشی سید احسان علی صاحب انسپکٹر صفائی سکندر آباد۔

محسنین

(۱) قاضی محمد متین الدین صاحب سکندر آبادی (۲) حافظ شیخ وزیر محمد صاحب متوطن کانپور (۳) مولوی محمد اسمعیل صاحب وکیل دریا پالن پور متعینہ جودھپور (۴) سید الطاف حسین صاحب سب انسپکٹر ہانسی ضلع حصار۔ (۵) منشی ولایت علی صاحب باران متوطن بلند شہر (۶) مولوی عبدالاحد صاحب سب انسپکٹر آبکاری تحصیل ڈنڈوری ضلع منڈلا ممالک متوسط۔ (۷) منشی شیخ بشیر محمد صاحب ایجنٹ حافظ حلیم سوداگر چرم بمبئی (۸) عبدالمغنی صاحب اہلمد اسٹامپ علیگڑھ (۹) منشی نواب علی صاحب ہیڈ کانسٹبل محرر پولس سورجپور ضلع بلند شہر۔

اس موقعہ پر ہم نہایت افسوس کے ساتھ اپنے معزز ہمعصروں کی خدمت میں التماس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو سرد مہری اُن کی طرف سے اس سال ہم

کے عرصے مین ظہور مین آئی اُس کی ہمکو ہرگز توقع نہ تھی۔ یعنی باوجود متواتر یاد دہانیون کے بجز چند رسائل کسی نے چند سطرین ہمارے ناچیز رسلے کے ریویو کرنے مین صرف کرنا گوارا نہ کیا۔ یہہ امر زیادہ قابل شکایت اس وجہ سے ہے کہ اس سے کمتر درجے کے رسائل پر رائے زنی کا موقعہ اور وقت تو اُنھین مل گیا مگر ید بیضا جسے دکن ریویو جیسے معزز رسالے نے علمی رسالہ تسلیم کیا ہی اس توجہ سے مستفید نہو سکا۔ خیر گزشتہ را صلواۃ ہم کو آیندہ اپنے معزز ہمعصرون سے بہت کچھ امیدین ہین۔ جن ہمعصرون نے اپنے قیمتی اخبارات و رسائل مین اس ناچیز رسلے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اُن مین معزز ہمعصر دکن ریویو کے ہم بہت ممنون ہین کیونکہ اُس نے ہماری غلطیون سے بھی متنبہ کیا ہے باقی ہمعصرون نے جو کچھ ید بیضا کے متعلق لکھا وہ اس قدر کم لکھا ہے جسکا عدم و وجود برابر ہے۔

قانون

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دی آئرن فاونڈری اینڈ جنرل ورکس سکندرآباد

یعنی

انجن اور مشینوں کے ذریعہ سے کام کرنے والا کارخانہ

اس کارخانے میں ہر قسم کا اسباب آہنی و پیتل اور لکڑی وغیرہ کا تیار ہوتا ہے [illegible] کام ہر [illegible] نہایت عمدگی اور ارزانی کے ساتھ بنایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ [illegible] مشینوں کے ذریعہ سے اس کارخانے میں [illegible] بنا سکتے ہیں [illegible] اور [illegible] کارخانے میں مشینیں [illegible] ہر قسم کے [illegible] پیتل وغیرہ کی مشینیں [illegible] نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کر سکتے ہیں [illegible] ان کی ہر قسم کی مشینوں کی درستی اور مرمت بھی بخوبی کر سکتے ہیں۔

[illegible] آٹا اور میدہ تیار کرتے ہیں ہمارے کارخانے کا تیار شدہ آٹا [illegible] ہے اور یہ ایسی صفت ہے جو ہر کارخانے کو میسر نہیں ہو سکتی۔

[illegible] انجن کے ذریعہ سے [illegible] کا انتظام بھی معقول طور پر ہو رہا ہے اور [illegible] کام بھی اس کارخانے میں انجام پذیر ہوا کرے گا۔

[illegible] اپنے ضلع کے رؤسا اور دیگر اصحاب کو خصوصاً ان فوائد کی طرف توجہ دلانی چاہی جو اس کارخانے کے قیام سے حاصل ہو سکتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان کی سرپرستی سے ہم اس کارخانے کو [illegible] بنانے میں کامیاب ہوں گے۔

جو خط و کتابت بنام کنور کرتا کرشن صاحب رئیس سکندرآباد ضلع بلند شہر ہونی چاہیے [illegible] پروپرائٹر کارخانہ [illegible]

مشیر کارخانہ

[illegible]

[illegible]

شرح قیمت

سالانہ	ششماہی
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

شرح چھپائی اشتہارات

	یکسال	۶ ماہ	۳ ماہ	یکبار
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
فی سطر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

المشتہر حکیم محمد سعید خنجر اڈیٹر و منیجر سکندرآباد ضلع بلند شہر